قرآن کریم کی مستند عربی تفسیر پہلی مرتبہ اُردو میں

تفسیرِ بغوی اُردو

المعروف مَعالِمُ التَّنزِیل

از امام الکبیر ابو محمد حسین بن مسعود الفرأ بغوی شافعی رحمہ اللہ متوفی ۵۱۶ھ

جلد سوم ... سورۃ یونس تا سورۃ کہف

خصوصیات

- قرآنی متن ترجمہ اور تفسیر جلی حروف میں
- ترجمہ از حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ
- فقہی احکام اور مسائل کا التزام
- مفسرین کے متعدد اقوال ایک ہی جگہ پر
- تفسیر کے علاوہ قرآنی الفاظ کی علیحدہ تشریح و تفسیر
- قرآنی واقعات کی متعدد روایات یکجا
- صرفی نحوی لغوی تحقیق کے ساتھ مستند تحقیقی تفسیر
- تفسیر کے مطابق قرآنی متن و ترجمہ اپنی جگہ پر

بشمول قرآنی فضائل وخواص

از ابو محمد عبداللہ یافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۸ھ)

وحضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ

(تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ)

تعارف تفسیر

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(0322-6180738, 061-4519240)

قرآن کریم کی مستند عربی تفسیر پہلی مرتبہ اُردو میں

المعروف معالم التنزیل

از امام الکبیر محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء بغوی شافعی رحمہ اللہ متوفی ۵۱۶ھ

جلد سوم ... سورۃ یونس تا سورۃ کہف

بشمول قرآنی فضائل وخواص

از امام ابو محمد عبداللہ یافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۸ھ)

وحضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ

(تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ)

تعارف تفسیر

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

کے قلم سے

ترجمہ از

اشرفیہ مجلس علم وتحقیق

خصوصیات

- قرآنی متن ترجمہ اور تفسیر جلی حروف میں
- آسان ترجمہ از حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ
- فقہی احکام اور مسائل کا التزام
- مفسرین کے متعدد اقوال ایک ہی جگہ پر
- عام تفسیر کے علاوہ قرآنی الفاظ کی علیحدہ تشریح وتفسیر
- قرآنی واقعات کی متعدد روایات یکجا
- صرفی نحوی لغوی تحقیق کے ساتھ مستند تحقیقی تفسیر
- تفسیر کے مطابق قرآنی متن وترجمہ اپنی جگہ پر
- منتخب قرآنی آیات کے فضائل وخواص

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ مُلتان پاکستان

(0322-6180738, 061-4519240

تفسیرِ بغوی اُردو

تاریخ اشاعت............ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ
ناشر.............ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت.............. سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان

مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار......لاہور — دارالاشاعت.......اُردو بازار..........کراچی
مکتبہ علمیہ..............اکوڑہ خٹک.........پشاور — مکتبہ رشیدیہ......سرکی روڈ.....کوئٹہ
اسلامی کتاب گھر......خیابان سرسید.....راولپنڈی — مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار......پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K — 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE — BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

کلماتِ ناشر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ
وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

امابعد! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قدیم مستند عربی تفسیر جو کہ تفسیر بغوی جو کہ معالم التنزیل کے نام سے مشہور ہے۔ پہلی مرتبہ اُردو زبان میں ترجمہ کے بعد پیش کی جارہی ہے۔

قرآن کریم کی خدمت جس شکل اور جس انداز میں بھی نصیب ہو جائے جہاں خوش بختی اور خوش نصیبی کی بات ہے وہاں ایک بڑی ذمہ داری بھی ہے۔ چونکہ یہ عظیم و مستند تفسیر پہلی مرتبہ اُردو میں آرہی ہے اس لیے خوشی بھی دو چند ہے تو ذمہ داری کا احساس بھی دامن گیر ہے۔ تفسیر بغوی کا مفسرین اور تفاسیر میں کیا مقام و مرتبہ ہے اس کا اندازہ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے تعارف و تبصرہ سے کیا جاسکتا ہے۔ آج سے تقریباً 20 سال قبل ادارہ نے اس عظیم تفسیر کا عکس لے کر پاکستان میں پہلی مرتبہ شائع کیا تو حضرت شیخ الاسلام مدظلہ نے اس کی اشاعت پر ایک گراں قدر تبصرہ ''البلاغ'' میں قلمبند فرمایا تھا۔ حضرت کا یہ تبصرہ چونکہ اس تفسیر کے تعارف اور مقام و مرتبہ کے متعلق جامع ہے اس لیے اسے شروع کتاب میں دیدیا گیا ہے جو گویا کتاب ہذا کے لیے بطور مقدمہ کے ہے۔

تفسیر ہذا میں قرآنی متن کے نیچے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا بامحاورہ سلیس ترجمہ اور تفسیر میں جگہ جگہ عنوانات و پیراگرافی کا کام بھی کیا گیا۔

تفسیر بغوی پہلی مرتبہ اُردو لباس سے آراستہ ہو کر شائع کی جارہی ہے جس سے اہل علم کے علاوہ عوام الناس بھی استفادہ کریں گے۔ ان کی ضرورت اور ذوق کے پیش نظر ہر جلد کے آخر میں قرآنی آیات کے متعلق تیر بہدف فضائل وخواص دیدیئے ہیں جو کہ آٹھویں صدی کے معروف عالم امام ابو محمد عبداللہ بن اسد یافعی رحمہ اللہ کی معروف کتاب الدر النظیم فی فضائل القرآن ''والآیات والذکر الحکیم'' اور حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ کی نایاب تفسیر ''تفسیر میرٹھی'' سے ماخوذ ہیں۔ یہ فضائل وخواص بتاتے ہیں کہ قرآن کریم جس طرح روحانی ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اسی طرح جسمانی امراض سے شفا کے لیے بھی اپنی مثال آپ ہے۔

اللہ تعالیٰ اس قرآنی خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان حضرات اہل علم کو بھی دین دُنیا کی فلاح و ترقی سے نوازے کہ جن کی شبانہ روز کاوش کے بعد یہ علمی کام پایۂ تکمیل تک پہنچ سکا۔ ''فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء''

والسلام

محمد اسحٰق غفرلہ ۱۸ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ

تعارفِ تفسیر

از حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفاسیر میں معالم التنزیل (تفسیر بغوی) کا مقام وخصوصیات

آج سے 28 سال قبل جب ادارہ نے معالم التنزیل (عربی) شائع کی........تو سیدی حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اپنے زیرادارت ماہنامہ ''البلاغ'' میں بطور تبصرہ کے ایک مختصر وجامع مضمون تحریر فرمایا تھا۔ حضرت کی یہ تحریر تفسیر بغوی کے مقام وخصوصیات کے تعارف میں آج بھی تر وتازہ ہے۔ اس لئے اسے شروع تفسیر میں دیا جارہا ہے......(ناشر)

حضرت شیخ الاسلام مدظلہ اپنے تبصرہ میں لکھتے ہیں۔ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تفسیر جو ''معالم التنزیل'' یا ''تفسیر بغوی'' کے نام سے مشہور ہے، علمی حلقوں میں محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ پانچویں صدی ہجری کے اواخر اور چھٹی صدی کے اوائل کے بزرگ ہیں اور انہوں نے یہ تفسیر اس غرض سے لکھی ہے کہ قرآنِ کریم کی تفسیر میں روایت ودرایت کو جمع کرتے ہوئے ایک ایسی اوسط ضخامت کی کتاب سامنے آئے جو نہ بہت مختصر ہو، نہ بہت طویل، تفسیر سے متعلق ضروری مواد آجائے اور ان کی تفسیر کو علماء ومحققین کی نظر میں مندرجہ ذیل امتیازات حاصل ہوئے۔

❶ ...... یہ متوسط ضخامت کی تفسیر ہے جو قرآنِ کریم کی فہم میں بہت مدد دیتی ہے اور جس میں قرآن کریم کے مضامین تفسیری مباحث کی تفصیلات میں گم نہیں ہو پاتے۔

❷ ......امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ ایک جلیل القدر محدث بھی ہیں، اس لیے اس کتاب میں عموماً مستند روایات لانے کا

اہتمام موجود ہے، ضعیف اور منکر روایات اس تفسیر میں کم ہیں۔

❸ ......وہ اسرائیلی روایات جن سے اکثر تفسیریں بھری ہوئی ہیں، اس کتاب میں زیادہ نہیں ہیں۔

❹ ......امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے زیادہ تر زور قرآن کریم کے مضامین کی تفہیم پر دیا ہے اور نحوی اور کلامی مباحث کی تفصیلات سے گریز کیا ہے۔

اسی لیے علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرطبی، زمخشری اور بغوی رحمہم اللہ کی تفاسیر میں امام بغوی رحمہ اللہ کی تفسیر کو باقی دونوں پر ترجیح دیتے ہوئے فرمایا: "فأسلمها من البدعة والاحاديث الضعيفة البغوی" (فتاویٰ ابن تیمیہ ج:۲، ص:۱۹۴)

یعنی ان تینوں میں بدعتی نظریات اور ضعیف احادیث سے محفوظ ترین تفسیر امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

معالم التنزیل متعدد بار مصر سے شائع ہو چکی ہے لیکن آخر دور میں یہ خالد بن عبدالرحمٰن العک اور مروان سوار کی تحقیق و تعلیق اور مقدمے کے ساتھ شائع ہوئی جو اس کتاب کا سب سے بہتر ایڈیشن ہے۔ اوّل تو اس میں پیراگرافوں اور فقروں کی تقسیم و ترقیم کا اہتمام کر کے اس سے استفادہ کو آسان بنا دیا گیا ہے، دوسرے ان دونوں نے اپنے ذیلی حواشی میں امام بغوی رحمہ اللہ کی بیان کردہ احادیث کی تخریج کا اہتمام کیا ہے۔ تیسرے بہت سی جگہوں پر مفید حواشی بھی لکھے ہیں۔ چوتھے کتاب کے شروع میں اُصولِ تفسیر اور امام بغوی رحمہ اللہ کی سوانح پر مشتمل ایک اچھا مقدمہ بھی تحریر کیا ہے۔

لیکن یہ نسخہ پاکستان میں دستیاب نہیں تھا، ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ کے مالک مولانا محمد اسحاق صاحب مدظلہ نے جن کی شائع کی ہوئی مطبوعات کی تعداد ماشاء اللہ تیزی سے بڑھ رہی ہے، اس نسخے کا فوٹو لے کر شائع کیا ہے۔ طباعت کا معیار بہت اچھا ہے اور اُمید ہے کہ اہل علم اس گراں قدر علمی تحفے کی پوری قدردانی کریں گے۔

(ماہنامہ البلاغ کراچی جمادی الاخریٰ، ۱۴۰۸ھ)

فہرست عنوانات

سُورۃ یُوسُف

سورۃ بنی اسرائیل

سُورۃُ الکهف

سُوْرَةُ یُوْنُس

سورۂ یونس مکی ہے سوائے تین آیات کے "فان کنت فی شک ممّا انزلنا" سے آخر تک۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ ①

ترجمہ: الرٰ یہ پر حکمت کتاب (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں

تفسیر: ① "الٓر" اور "الٓمٓر" اہل حجاز، اہل شام اور حفص نے راء کے فتحہ کے ساتھ اور باقی حضرات نے راء کے امالہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "الٓر" میں اللہ دیکھ رہا ہوں اور "المر" بمعنی میں اللہ جانتا اور دیکھتا ہوں اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "الٓر" اور "حٰمٓ" اور "ن" یہ حروف رحمٰن کے اسم ہیں اور مکمل کلام حروف تہجی کی بحث میں گزر چکی ہے۔ "تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ" یعنی یہ اور کتاب حکیم سے مراد قرآن ہے اور بعض نے کہا آیات سے وہ آیات مراد ہیں جو اس سے پہلے نازل کردی تھیں۔ اسی لیے تو تلک فرمایا ہے کیونکہ تلک غائب مؤنث کے لیے اشارہ کرنے کے لیے آتا ہے اور حکیم بمعنی حلال وحرام حدود اور احکام میں پختہ یہاں فعیل کا وزن مفعل کے وزن پر ہے کیونکہ دوسری جگہ فرمایا "کتاب احکمت آیاته" اور بعض نے کہا ہے کہ حکیم بمعنی حاکم ہے فعیل کا وزن فاعل کے معنی میں ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان "وانزل معهم الکتاب بالحق لیحکم بین النّاس" اور بعض نے کہا محکوم کے معنی میں ہے فعیل کا وزن مفعول کے معنی میں ہے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں انصاف، احسان اور قریبی رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیا گیا ہے اور گناہ، بے حیائی، زنا سے روکا گیا اور جو یہ باتیں مانے اس کے لیے جنت اور جو نافرمانی کرے اس کے لیے جہنم کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْکٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ ② اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ③ اِلَیْهِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ

حَقًّا ۭ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ④

ترجمہ کیاان (مکہ کے) لوگوں کواس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ ان سب آدمیوں کو (احکام خداوندی کے خلاف کرنے پر) ڈرایئے اور جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سنایئے کہ ان کو رب کے پاس (پہنچ کر) ان کو پورا مرتبہ ملے گا کافر کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) وہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے بلاشبہ تمہارا رب (حقیقی) اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ روز (کی مقدار) میں پیدا کر دیا (پس اعلیٰ درجہ کا قادر ہے) پھر عرش (یعنی تخت شاہی) پر قائم ہوا وہ ہر کام کی (مناسب) تدبیر کرتا ہے (اس کے سامنے) کوئی سفارش کرنے والا (سفارش) نہیں (کرسکتا) بدون اس کی اجازت کے۔ایسا اللہ تمہارا رب (حقیقی) ہے سو تم اس کی عبادت کرو اور شرک مت کرو) کیا تم (ان دلائل سننے کے بعد) پھر بھی نہیں سمجھتے۔تم سب کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے اللہ نے (اس کا) سچا وعدہ کر رکھا ہے۔بیشک وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی (قیامت) کو پیدا کرے گا تا کہ ایسے لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے انصاف کے ساتھ (پوری پوری جزا دے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے واسطے (آخرت میں) کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور دردناک عذاب ہوگا ان کے کفر کی وجہ سے۔

تفسیر ② "اکان للناس عجبا" عجب وہ حالت جو خلاف عادت چیز دیکھنے کی وجہ سے بندہ پر طاری ہوتی ہے۔اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو مشرکین کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بڑے ہیں کہ اس کا رسول کوئی انسان ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اکان للناس" یعنی مکہ والوں کو یہاں الف ڈانٹ کے لیے ہے۔"عجبا ان اوحینا الی رجل منهم" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم "ان انذر النّاس" یعنی ان کو خوف دلانے کے ساتھ بتادیں۔"وبشر الّذین امنوا ان لهم قدم صدق عند ربّهم" اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو اعمال آگے بھیجے ان کے بدلے اچھا بدلہ ہے۔ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سچا ثواب ہے۔علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ نیک بختی ہے پہلے ذکر میں۔زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہے اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایسا سچا مقام جس کو نہ کوئی زوال ہوگا اور نہ اس میں کوئی تنگی ہوگی اور بعض نے کہا بلند مرتبہ اور یہاں قدم موصوف کی اپنی صفت صدق کی طرف اضافت کی گئی ہے جیسے مسجد الجامع حب الحصید میں اضافت ہے۔"قال الکافرون انّ هذا لساحر مبین" نافع اور اہل بصرہ اور اہل شام نے بغیر الف کے "لسحر" پڑھا ہے کہ قرآن مجید مراد ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ اور اہل کوفہ نے الف کے ساتھ "لساحر" پڑھا ہے کہ اور اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لیتے ہیں۔

③ "انّ ربّکم اللّٰہ الّذی خلق السّمٰوٰت والارض فی ستّة ایام ثم استویٰ علی العرش یدبّر الامر" تنہا

ان کے فیصلے کرتا ہے۔"ما من شفیع الامن بعد اذنه"مطلب یہ ہے کہ سفارش کرنے والے اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہ کرسکیں گے۔اس آیت میں نضر بن حارث کی تردید ہے وہ کہتا تھا کہ قیامت کے دن لات اور عزیٰ میری سفارش کریں گے۔ "ذلکم اللّٰہ ربّکم" یعنی جس نے یہ کام کیے وہی تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی تمہارا رب نہیں ہے۔"فاعبدوہ افلا تذکّرون" نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

④ "الیه مرجعکم جمیعًا وعداللّٰہ حقًّا" سچا ہے وعدہ اس کا خلاف نہ ہوگا۔ یہ مصدر کی وجہ سے منصوب یعنی "وعدکم وعداً حقًّا" "انّه یبدؤا الخلق ثم یعیده" یعنی ابتداءً ان کو زندہ کیا پھر ان کو موت دے گا پھر ان کو زندہ کرے گا۔

اکثر کی قرأت "انّه" الف کی زیر کے ساتھ ہے استئناف کی بناء پر اور ابوجعفر نے "انّه" زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ معنی "بانه" (اس وجہ سے) یا "لانه" (اس لیے) ہے۔

"لیجزی الّذین امنوا وعملوا الصالحات بالقسط" انصاف کے ساتھ "والّذین کفروا لهم شراب من حمیم" گرم پانی کہ اس کی حرارت انتہاء کو پہنچ چکی ہو۔"وعذاب الیم بما کانوا یکفرون"

هُوَالَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ط مَاخَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِکَ اِلَّابِالْحَقِّ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ⑤ اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ⑥ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ⑦

ترجمہ: وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو (بھی) نورانی بنایا اور اس (کی چال) کے لئے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرلیا کرو اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں یہ دلائل ان لوگوں کو صاف صاف بتلا رہے ہیں جو دانش رکھتے ہیں بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور اللہ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان سب میں ان لوگوں کے واسطے (توحید کے) دلائل ہیں جو (خدا کا) ڈر مانتے ہیں جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے اور وہ دنیوی زندگی پر راضی ہوگئے ہیں (آخرت کی طلب اصلا نہیں کرتے) اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں (آئندہ کی کچھ خبر نہیں) اور جو لوگ ہماری آیتوں سے بالکل غافل ہیں۔

تفسیر ⑤ "هو الّذی جعل الشمس ضیاء ضیاء دن کی روشنی کو کہتے ہیں والقمر نوراً" رات میں چاند کو نور والا بعض نے کہا ہے کہ سورج کو ضیاء والا اور قمر کو نور والا بنایا۔"وقدّره منازل" یعنی ان کی منازل مقرر کیں کہ نہ ان سے آگے بڑھ سکتا ہے نہ پہلے رُک سکتا ہے۔ یہاں تثنیہ کی ضمیر استعمال کر کے "قدّرهما" کیوں نہیں کہا؟ تو بعض نے جواب دیا کہ منازل تو دونوں کے لیے مقرر کی ہیں لیکن ایک کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "واللّٰہ ورسوله احقّ ان یرضوه"

اور بعض نے کہا کہ ضمیر قمر کی طرف لوٹ رہی ہے کیونکہ چاند کے ذریعے مہینوں اور سالوں کے ختم ہونے کی پہچان ہوتی ہے نہ کہ سورج کے ذریعے اور چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں ان کے نام یہ ہیں: شرطین، بطین، ثریا، دبران، ھقعۃ، ھنعۃ، ذراع، نسر، طوف، جبھۃ، زبرۃ، صرفہ، عواء، سماک، غفر، زبانی، اکلیل، قلب، شولہ، نعایم، بلدۃ، سعد الذابح، سعد بلع، سعد السعود، سعد الاخبیۃ، فرغ الدلو المقدم، فرغ الدلو المؤخر بطن الحوت اور یہ منزلیں برجوں پر تقسیم ہیں اور وہ بارہ برج ہیں: حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔ ہر برج کی دو منزلیں مکمل اور ایک منزل کا تیسرا حصہ ہے۔ چاند ہر رات ایک منزل طے کرتا ہے۔ اگر مہینہ تیس کا ہو تو دو راتیں چھپتا ہے اور اگر انتیس کا ہو تو ایک رات چھپتا ہے۔ تو یہ منزلیں ہوئیں اور سورج کا قیام ہر منزل میں تیرہ دن مکمل اور ایک دن کا تیسرا حصہ ہوتا ہے تو سال کا اختتام اس کے منزلیں طے کرنے سے ہوتا ہے۔ "لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ" یعنی منزل مقرر کیں تا کہ تم سالوں کے داخل ہونے اور ختم ہونے کو جان سکو "وَالْحِسَابَ" یعنی مہینوں، دنوں اور گھڑیوں کا حساب جان سکو "مَا خَلَقَ اللّٰہُ ذٰلِکَ" ذلک کا اشارہ منازل کی تقدیر کی طرف ہے۔ اگر سورج اور چاند کی طرف ہوتا تو تلک سے اشارہ فرماتے۔ "اِلَّا بِالْحَقِّ" یعنی ان کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا بلکہ اپنی کاریگری اور اپنی قدرت کی دلیل ظاہر کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔ "یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ" ابن کثیر، ابوعمرو، حفص اور یعقوب رحمہما اللہ نے "یفصل" یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول "ما خلق" کی وجہ سے اور باقی حضرات نے "نفصل" نون کے ساتھ تعظیم کی وجہ سے۔

⑥ "اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ" ایمان لاتے نہیں۔

⑦ "اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا" یعنی نہ ہمارے عذاب سے ڈرتے ہیں اور نہ ہمارے ثواب کی اُمید کرتے ہیں۔ رجاء خوف اور طمع کے معنی میں ہوتا ہے۔

"وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا" پس اس کو اختیار کیا اور اسی کے لیے عمل کیا "وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ" یعنی ہمارے دلائل سے غافل ہیں ان سے عبرت نہیں لیتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عن ایاتنا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن سے غافل ہیں یعنی اعراض کرتے ہیں۔

اُولٰٓئِکَ مَاْوٰهُمُ النَّارُ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ⑧ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ⑨ دَعْوٰهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَکَ اللّٰهُمَّ وَتَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ⑩ وَلَوْ یُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَیْرِ لَقُضِیَ اِلَیْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ⑪

ترجمہ:۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے (اور) یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کا رب ان کو بوجہ ان کے مومن ہونے کے ان کے مقصد (یعنی جنت) تک پہنچا دے گا ان کے

(مسکن کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی چین کے باغوں میں ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی کہ سبحان اللہ اوران کا باہمی سلام یہ ہوگا السلام علیکم اوران کی (اس وقت کی ان باتوں میں) اخیر بات یہ ہوگی کہ الحمدللہ رب العالمین اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر (ان کے جلدی مچانے کے موافق) جلدی سے نقصان واقع کردیا کرتا جس طرح وہ فائدہ کے لئے جلدی مچاتے ہیں تو ان کا وعدہ (عذاب) کبھی کا پورہو چکا ہوتا سو (اس سے) ان لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے ان کے حال پر (بلاعذاب چندروز) چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

تفسیر ⑧ "**اولئلک ماواهم النّار بما كانوا يكسبون**" کفراور تکذیب اور معاصی پر جمے رہنے کی وجہ سے۔

⑨ "**انّ الّذين امنوا وعملوا الصّالحات يهديهم ربّهم بايمانهم**" اس میں عبارت مقدر ہے۔یعنی ان کے ایمان کی وجہ سے ان کا رب ان کی جنت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔"**تجری من تحتهم الانهار**، مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان کو صراط پر جنت کی طرف ہدایت دے گا ان کے لیے نور بنائے گا جس کے ذریعے وہ چلیں گے اور بعض نے کہا ہے کہ "**يهديهم**" کا معنی یہ ہے کہ ان کو ثواب اور بدلہ دے گا اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے ایمان کی وجہ سے ان کا رب ان کو اپنے دین کی ہدایت دے گا۔یعنی ان کے اپنی ہدایت کی تصدیق کرنے کی وجہ سے۔"**تجری من تحتهم الانهار**" یعنی ان کے سامنے۔اللہ تعالیٰ کے قول "**قد جعل ربّک تحتک سريا**" کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ان کے نیچے تھا اور وہ اس پر بیٹھی تھیں بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ ان کے سامنے تھا اور بعض نے کہا ہے "**تجری من تحتهم**" یعنی ان کے حکم کے ساتھ۔**فی جنّت النعيم**"

جنتیوں کا کلام اوران کے کھانے کی صفات

⑩ "**دعواهم**" یعنی ان کا قول اور کلام اور بعض نے کہا ان کی دعاء "**فيها سبحانک اللّٰهُمّ**" یہ پاکی بیان کرنے کا کلمہ ہے اللہ تعالیٰ ہر برائی سے پاک ہیں۔ہم تک روایت پہنچی کہ بے شک جنت والے حمد اور تسبیح الہام کیے جائیں گے جیسے سانس الہام کیے گئے ہیں۔مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ جنتیوں اوران کے خدام کے درمیان علامت ہوگا جب کھانے کا ارادہ کریں گے تو "**سبحانک اللّٰهُمّ**" کہیں گے تو وہ جو یہ چاہیں گے ان کے پاس لائیں گے دسترخوانوں پر۔ہر دسترخوان ایک میل لمبا ایک میل چوڑا ہر دسترخوان پر ستر ہزار پیالے ہوں گے ہر پیالے میں الگ رنگ کا کھانا ہوگا وہ کھانے آپس میں ملتے جلتے نہ ہوں گے جب کھانے سے فارغ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان "**وآخردعواهم ان الحمدللّٰه ربّ العالمين**" کا۔

"**وتحيّتهم فيها سلام**" ایک دوسرے کو سلام کریں گے اور بعض نے کہا فرشتے ملاقات کے وقت ان کو سلام کریں گے اور بعض نے کہا ان کے پاس فرشتے ان کے رب کے پاس سے سلام لائیں گے۔"**وآخر دعواهم ان الحمدللّٰه ربّ العالمين**" مراد یہ ہے کہ وہ اپنی کلام کو تسبیح سے شروع کریں گے اور حمد کے ساتھ ختم کریں گے۔

غصہ کی حالت میں اپنے اہل وعیال کیلئے بددعا نہیں کہنی چاہئے

⑪"ولو یعجّل اللّٰہ للنّاس الشرّ استعجالھم بالخیر" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ غصہ کے وقت آدمی اپنے اہل وعیال کو جو کچھ کہتا ہے وہ مراد ہے جیسے "لعنکم اللّٰہ" اور "لا بارک اللّٰہ فیکم" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد آدمی کا اپنے آپ اور اہل وعیال اور مال پر ایسی بددُعا کرنا جس کی قبولیت کو وہ خود بھی پسند نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ شر کے بارے لوگوں کی دُعا جلدی قبول کرلیں، جیسے وہ خیر کے بارے میں جلدی قبولیت چاہتے ہیں تو "لقضی الیھم اجلھم"

ابن عامر اور یعقوب نے (لقضی) قاف اور ضاد کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ (اجلھم) زبر کے ساتھ یعنی البتہ جس پر بددعا کی ہے۔ اس کو ہلاک کردیتا ہے اور موت دے دیتا اور دیگر حضرات نے (لقضی) قاف کے پیش اور ضاد کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے (اجلھم) پیش کے ساتھ۔

یعنی ان کی ہلاکت سے فارغ ہوچکے ہوتے اور وہ سب مرچکے ہوتے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ اس نے کہا تھا کہ اے اللہ! اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کر۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کررہا ہے۔ "فنذر الّذین لایرجون لقاء نا" یعنی بعث اور حساب کا خوف نہیں کرتے۔ "فی طغیانھم یعمھون" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! میں نے آپ سے ایک عہد کیا تھا جس کے خلاف آپ نہ کریں گے کیونکہ میں ایک انسان ہوں مجھ سے بھی وہ باتیں صادر ہوجاتی ہیں جو کسی انسان سے صادر ہوتی ہیں تو جس مؤمن کو بھی میں نے تکلیف دی ہو یا برا بھلا کہا ہو یا کوڑا مارا ہو یا لعنت کی ہو تو آپ اس کو اس کے لیے رحمت اور صفائی ستھرائی اور قیامت کے دن اپنے قرب کا ذریعہ بنادیں۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑫ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ⑬ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ⑭

(ترجمہ) اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے لیٹے بھی بیٹھے بھی کھڑے بھی پھر ہم جب اس کی وہ تکلیف اس سے ہٹادیتے ہیں تو پھر اپنی پہلی حالت پر آجاتا ہے کہ گویا جو تکلیف اس کو پہنچی تھی اس کے ہٹانے کے لئے کبھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا ان حد سے نکلنے والوں کے اعمال (بد) ان کو اسی طرح مستحسن معلوم ہوتے ہیں جس طرح ہم نے بھی بیان کیا ہے) اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو (انواع عذاب سے) ہلاک کردیا ہے جبکہ انہوں

نے ظلم کیا (یعنی کفر وشرک) حالانکہ ان کے پاس ان کے پیغمبر بھی دلائل لے کر آئے اور وہ (بوجہ غایت عناد کے) ایسے کب تھے کہ ایمان لے آتے ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں (جیسا ہم نے ابھی بیان کیا ہے) پھر ان کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے ان کے تم کو آباد کیا تا کہ (ظاہری طور پر) ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو۔

تفسیر ⑫ "واذا مسّ الانسان الضّرّ" ضر سے مراد مشقت اور سختی ہے۔ "دعانا لجنبه" اپنے پہلو پر لیٹے ہوئے "او قاعدًا او قائما" یعنی تمام حالات میں کیونکہ انسان ان حالتوں میں کسی حالت سے باہر نہیں ہوتا۔ "فلمّا كشفنا" ہم دور کردیں "عنه ضُرّه مرّكان لم يدعنا الٰى ضرّمَسّه" یعنی تکلیف پہنچنے سے پہلے جو حالت تھی اسی پر آجاتا ہے اور اپنی مصیبت اور مشقت بھول جاتا ہے۔ گویا کہ اس نے ہم سے اس تکلیف دور کرنے کی دُعا ہی نہ کی تھی۔ "كذلك زيّن للمسرفين" کفر اور معصیت میں حد سے تجاوز کرنے والوں کے لیے "ما كانوا يعملون" نافرمانیوں میں سے۔ ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسرفین کے لیے یہ مزین کیا گیا ہے کہ مصیبت کے وقت دُعا کریں اور راحت کے وقت شکر چھوڑ دیں۔

⑬ "ولقد اهلكنا القرون من قبلكم لمّا ظلموا" ظلم سے مراد شرک کیا۔ "وجاء تهم رسلهم بالبيّنات وما كانوا ليؤمنوا كذالک" یعنی جیسے ہم نے ان کو ہلاک کیا ان کے کفر کی وجہ سے "نجزی" ہم سزا دیتے اور ہلاک کرتے ہیں "القوم المجرمين" کافروں کو ان کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے کی وجہ سے۔ اس آیت میں کفار مکہ کو پہلی اُمتوں کے عذاب سے ڈرایا ہے۔

⑭ "ثم جعلناكم خلائف" یعنی خلیفے "فی الارض من بعدهم" ان اُمتوں کے بعد جن کو ہم نے ہلاک کیا۔ "لننظر كيف تعملون" حالانکہ وہ ان کو خوب جانتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سن لو یہ دُنیا بڑی میٹھی اور سرسبز ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا خلیفہ بنائے گا تا کہ دیکھ لے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَايَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑮ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاتَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَاتَعْقِلُوْنَ ⑯ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ⑰

ترجمہ اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں جو بالکل صاف صاف ہیں تو یہ لوگ جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے (آپ سے یوں کہتے ہیں) کہ اس کے سوا کوئی (پورا) دوسرا قرآن (ہی) لائیے یا (کم سے کم) اس میں کچھ ترمیم کر دیجئے۔ آپ یوں کہہ دیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کردوں پس میں تو اسی کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ پہنچا ہے اگر میں (بالفرض) اپنے رب کی

نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے بھاری دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں آپ یوں کہہ دیجئے کہ اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوتا تو میں نہ تم کو یہ (کلام) پڑھ کر سناتا اور نہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کی اطلاع دیتا کیونکہ اس سے پہلے بھی تو ایک بڑے حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے سو اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلادے یقیناً ایسے مجرموں کو اصلا فلاح نہ ہوگی بلکہ معذب ابدی ہوں گے)

مشرکین مکہ کی بے جا من مانیاں

تفسیر ⑮ **"واذا تتلی علیهم آیاتنا بینات"** قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی مکہ کے مشرکین۔ اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ پانچ افراد تھے۔ عبداللہ بن اُمیہ مخزومی، ولید بن مغیرہ، مکرز بن حفص، عمرو بن عبیداللہ بن ابی قیس عامری اور عاص بن عامر بن ہشام۔ **"قال الذین لایرجون لقاء نا"** یہ وہی لوگ جن کا ابھی تذکرہ ہوا۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ اگر آپ علیہ السلام چاہتے ہیں کہ ہم آپ علیہ السلام پر ایمان لائیں تو **"ائت بقرآن غیر هذا"** کہ جس میں لات، عزیٰ اور مناۃ کی عبادت چھوڑنے اور ان کے عیوب کا ذکر نہ ہو اور اگر اللہ تعالیٰ ایسا قرآن نہ اُتاریں تو آپ علیہ السلام اپنی طرف سے ایسی باتیں کہہ دیں۔ **"او بدّله"** عذاب کی آیت کی جگہ رحمت کی آیت کردیں اور حرام کی جگہ حلال کردیں یا حلال کی جگہ حرام کردیں۔ **"قل"** اے محمد **"ما یکون لی ان ابدّله من تلقاء نفسی"** میری اپنی جانب سے **"ان اتّبع الّا ما یوحی الیّ"** یعنی جو میں تمہیں حکم دیتا ہوں اور منع کرتا ہوں اس میں اسی کی پیروی کرتے ہوں جو میری طرف وحی کی گئی ہے **ان اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم"**

⑯ **"قل لو شاء الله ما تلوته علیکم"** یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو یہ قرآن مجھ پر نہ اُتارتے **"ولا ادراکم به"** اور نہ تمہیں اس کی خبر دیتے بزی نے ابن کثیر رحمہما اللہ سے **"ولا دراکم به"** قصر کے ساتھ پڑھا ہے۔ مراد یہ ہے کہ تم کو اس کا علم میرے تم پر پڑھنے کے بغیر نہ دیتا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو **"ولا انذرتکم به"** پڑھا ہے۔ باب انذار سے۔ **"فقد لبثت فیکم عمرا"** چالیس سال **"من قبله"** قرآن کے نازل ہونے سے پہلے اور میں تمہارے پاس اس عرصہ میں کچھ نہیں لایا۔ **"افلا تعقلون"** کہ یہ میری طرف سے نہیں ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں وحی سے پہلے چالیس سال رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی کی۔ پھر مکہ میں وحی کے بعد تیرہ سال رہے، پھر ہجرت کی اور مدینہ میں دس سال مقیم رہے اور تریسٹھ برس کی عمر میں دارفانی سے کوچ کرگئے اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ وحی کے بعد مکہ میں دس سال اور مدینہ میں دس سال مقیم رہے اور ساٹھ برس کی عمر میں وفات پائی اور پہلا قول زیادہ مشہور اور ظاہر ہے۔

⑰ **"فمن اظلم ممن افتریٰ علی الله کذبا"** پس گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک یا اولاد ہے۔ **"او کذّب بآیاته"** محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کو۔ **"انّه لایفلح المجرمون"** مشرکین نجات نہیں پائیں گے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَاللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ⑱ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ⑲ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ⑳ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ㉑

ترجمہ: اور یہ لوگ اللہ (کی توحید) کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم خدا تعالیٰ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو خدا تعالیٰ کو معلوم نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔ اور تمام آدمی ایک ہی طریقے کے تھے پھر (اپنی کجروی سے) انہوں نے اختلاف پیدا کیا اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے تو جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں ان کا قطعی فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوا سو آپ فرما دیجئے کہ غیب کی خبر صرف خدا کو ہے (مجھ کو نہیں) سو تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں اور جب ہم ان لوگوں کو بعد اس کے کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو فوراً ہی ہماری آیتوں کے بارہ میں شرارت کرنے لگتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس شرارت کی سزا بہت جلد دے گا بالیقین ہمارے فرشتے تمہاری سب شرارتوں کو لکھ رہے ہیں۔

تفسیر: ⑱ "وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهُمْ" اگر اس کی نافرمانی کریں اور اس کی عبادت چھوڑ دیں۔ "وَلَا يَنْفَعُهُمْ" اگر ان بتوں کی عبادت کریں۔ "وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَاللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ" کیا تم اللہ کو خبر دیتے ہو "بِمَا لَا يَعْلَمُ" اللہ اس کے صحیح ہونے کو اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ کیا تم اللہ کو خبر دیتے ہو کہ اس کا کوئی شریک ہے اور اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر بھی سفارش کرنے والے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو تو اپنا کوئی شریک معلوم نہیں۔ "فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ"

حمزہ اور کسائی رحمہم اللہ نے "تشرکون" تاء کے ساتھ یہاں اور سورۃ النحل میں دو جگہ پڑھا ہے اور سورۃ الروم میں بھی اور دیگر حضرات نے تمام کو یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

⑲ "وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً" یعنی اسلام پر اور ہم اس میں اختلاف کو سورۃ بقرہ میں ذکر کر چکے ہیں۔ "فَاخْتَلَفُوْا" مومن اور کافر گروہ بن گئے۔ "وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ" بایں طور کہ ہر اُمت کے لیے ایک وقت مقرر

کردیا ہے اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اس اُمت کو مہلت دیتا اور دُنیا میں عذاب دے کر ہلاک نہ کرتا ہے۔ "لَقُضِیَ بَیْنَھُمْ" عذاب نازل کر کے اور جھٹلانے والوں کو جلدی سزا دے کر اور یہ عذاب فیصلہ ہوتا ان کے درمیان۔ "فِیْمَا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ کے حکم میں یہ بات طے نہ ہوچکی ہوتی کہ قیامت سے پہلے ان کے ثواب اور عقاب میں اختلاف کا فیصلہ نہ کریں گے تو دُنیا میں ہی ان کا فیصلہ کر کے مؤمن کو جنت میں اور کافر کو جہنم میں داخل کر دیا جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے وعدہ کا وقت قیامت کے دن کو مقرر کر دیا ہے۔

⑳ "وَیَقُوْلُوْنَ" یعنی مکہ والے "لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر "اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ" جس کا ہم مطالبہ کرتے ہیں۔ "فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ" یعنی آپ علیہ السلام فرمادیں کہ تم نے مجھ سے غیب کی بات کا سوال کیا ہے اور غیب کا علم صرف اللہ کو ہے، کوئی اور نہیں جانتا اور بعض نے کہا غیب سے مراد آیتوں کا نازل ہونا ہے کہ وہ کب نازل ہوں گی اس کو کوئی نہیں جانتا۔ "فَانْتَظِرُوْا" ان کے نازل ہونے کا "اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ" اور بعض نے کہا کہ تم اللہ کے فیصلہ کا انتظار کرو جو ہمارے درمیان حق کو باطل پر ظاہر کر کے کرے گا۔

㉑ "وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ" یعنی کفار کو "رَحْمَةً مِّنْ م بَعْدِ ضَرَّآءَ" یعنی راحت اور نرمی مصائب کے بعد اور بعض نے کہا قحط کے بعد بارش۔ "مَسَّتْھُمْ" یعنی ان کو پہنچے "اِذَا لَھُمْ مَّكْرٌ فِیْٓ اٰیَاتِنَا"

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تکذیب اور مذاق اُڑانا اور مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ یہ نہیں کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق آیا ہے وہ کہتے ہیں کہ وہاں ستارے کی وجہ سے بارش آئی ہے۔ "قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا" جلدی عذاب دینے والا اور سخت پکڑنے والا جزاء پر مکمل بااختیار ہے۔ مراد یہ ہے کہ ان کا عذاب حق کو ٹالنے کی ان کی کوششوں سے بہت تیزی سے آئے گا۔ "اِنَّ رُسُلَنَا ہمارے حفاظت کرنے والے یَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ"

روح نے یعقوب سے "یمکرون" یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ حَتّٰٓی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۫ ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: اور (اللہ) ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لئے لئے پھرتا ہے یہاں تک کہ جب (بعض اوقات) تم کشتی میں (سوار) ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان (کی رفتار)

سے خوش ہوتے ہیں (اس حالت میں دفعۃً) ان پر ایک جھونکا (مخالف) ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ (برے) آگھرے (اس وقت) سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں (کہ اے اللہ) اگر آپ ہم کو اس (مصیبت سے بچالیں تو ہم ضرور حق شناس (موحد) بن جاویں پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو (اس مہلک سے) بچالیتا ہے تو فوراً ہی وہ (اطراف واقطار) زمین میں ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو (سن لو) یہ تمہاری سرکشی تمہارے لئے وبال (جان) ہونے والی ہے (بس) دنیوی زندگی میں (چندے اس سے) حظ اٹھا رہے ہو پھر ہمارے پاس تم کو آنا ہے پھر ہم سب تمہارا کیا ہوا تم کو جتلا دیں گے (اور اس کی سزا دینگے)

تفسیر ㉒ "هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُکُمْ" تم کو چلاتا اور سوار کراتا ہے اور ابوجعفر اور ابن عامر رحمہما اللہ نے "ینشر کم" نون اور شین کے ساتھ نشر سے پڑھا ہے اور وہ پھیلانا۔ "فِی الْبَرِّ" جانور کی پیٹھوں پر۔ "وَالْبَحْرِ" کشتیوں پر "حَتّٰی اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْکِ" فلک کا استعمال واحد اور جمع دونوں ہوتا ہے۔ "وَجَرَیْنَ بِهِمْ" کشتیاں لوگوں کو لے کر چلیں۔ یہاں خطاب کے صیغوں سے غائب کے صیغہ کی طرف رجوع کیا ہے۔ "بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ" نرم "وَّفَرِحُوْا بِهَا" ہوا سے " جَآءَتْهَا رِیْحٌ" کشتیوں پر سخت آندھی آجاتی ہے۔ عَاصِفٌ" کا معنی سخت آندھی "رِیْحٌ عَاصِفٌ" نہیں کہا کیونکہ الریح عاصف کے ساتھ مختص ہے اور بعض نے کہا ہے الریح مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ "وَّجَآءَهُمُ" کشتی کے سواروں پر "الْمَوْجُ" پانی کی حرکت اور اوپر نیچے ہونا۔ "مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَّظَنُّوْا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ" ہلاکت کے قریب ہوگئے۔ یعنی ان کو ہلاکت نے گھیر لیا۔ "دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ" خالص اللہ کو پکارتے ہیں اللہ کے غیر کو نہیں پکارتے۔ اور کہتے ہیں کہ "لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ" اس سخت طوفانی ہوا سے "لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ" تیرے ایمان لا کر اور اطاعت کر کے۔

㉓ "فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ" ظلم کرتے ہیں اور زمین میں اللہ کے حکم کے علاوہ کی طرف جاتے ہیں۔ "بِغَیْرِ الْحَقِّ" قتال کے ساتھ "یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ" اس لیے کہ اس کا وبال تم پر ہی لوٹے گا۔ پھر نیا کلام شروع اور فرمایا "مَتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا" یعنی "هٰذا متاع الحیٰوۃ الدُّنیا" یہ خبر ہے اس کا مبتداء محذوف ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول "لَمْ یَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ط بَلٰغٌ" ہے۔ یعنی یہ بلاغ ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ کلام متصل ہے "البغی" مبتداء ہے اور متاع اس کی خبر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ تمہاری سرکشی دُنیا کی زندگی کا تھوڑا سا نفع ہے یہ تمہاری آخرت کا ذخیرہ نہیں بن سکتا کیونکہ اس کی وجہ سے تم عذاب کے مستحق ہوگئے ہو اور حفص رحمہ اللہ نے متاع کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی تم دُنیا کی زندگی کا تھوڑا نفع اُٹھا رہے ہو۔ "ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُکُمْ فَنُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ"

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْکُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ط حَتّٰٓی اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّیَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ

عَلَیْهَآ اَتٰهَآ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاللّٰهُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: پس دنیاوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس (پانی) سے زمین کی نباتات جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلے۔ یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اس کی خوب زیبائش ہوگئی اور اس (زمین) کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ ہم اس پر بالکل قابض ہو چکے تو (ایسی حالت میں) دن میں یا رات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حادثہ آ پڑا (جیسے پالا یا خشکی یا اور کچھ) سو ہم نے اس کو ایسا صاف کر دیا کہ گویا کل (یہاں) وہ موجود ہی نہ تھی ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دار البقاء کی طرف تم کو بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ راست پر چلنے کی توفیق دے دیتا ہے۔

تفسیر: ㉔ "انّما مثل الحیٰوة الدّنیا" اس کے فنا اور زوال میں "کماء انزلناه من السّماء فاختلط به" بارش کے ساتھ "نبات الارض" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پانی سے ہر رنگ کی چیزیں اُگیں۔ "مما یاکل النّاس" غلہ اور پھل "والانعام" گھاس چارہ "حتّٰی اذا اخذت الارض زخرفها" اپنے حسن اور رونق اور سرسبز ہوگئی۔ "وازّینت" یعنی تزئین و آرائش و زیبائش اور اس طرح ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرأت میں تزینت ہے۔ "وظنّ اهلها انهم قادرون علیها" اس کے کاٹنے اور چننے پر۔ ضمیر الارض کی طرف لوٹ رہی ہے لیکن مراد نباتات ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے اس کو "الغلّة" کی طرف لوٹایا ہے اور بعض نے کہا ہے "الزینة" کی طرف۔ "اتاها امرنا" ہمارا فیصلہ اس کو ہلاک کرنے کا "لیلاً او نهاراً فجعلناها حصیداً" یعنی کٹی ہوئی "کان لّم تغن بالامسِ" گویا کہ گزشتہ کل یہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ اور اس کی اصل غنی بالمکان سے ہے جب وہ اس میں مقیم ہو۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ دُنیا کو چمٹنے والے پر اللہ کا حکم اور عذاب آتا ہے اور وہ غافل ہوتا ہے۔ "کذلک نفصل الآیات لقوم یتفکّرون"

㉕ "واللّٰه یدعوا الی دار السّلام" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سلام اللہ تعالیٰ ہیں اور اس کا گھر جنت ہے اور بعض نے کہا ہے کہ سلام سلامتی کے معنی میں ہے جنت کو دار السلام اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جو اس میں داخل ہوگا آفات سے محفوظ ہو جائے گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتے آئے۔ آپ علیہ السلام سو رہے تھے تو وہ کہنے لگے کہ تمہارے اس ساتھی کی ایک مثال ہے اس کے لیے مثال بیان کرو تو ان میں سے بعض نے کہا کہ یہ سوئے ہوئے ہیں اور بعض نے کہا بے شک آنکھ سوئی ہوئی ہے اور دل جاگ رہا ہے۔ پھر وہ فرشتے کہنے لگے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے کہ اس نے ایک گھر بنایا اور اس میں دسترخوان سجایا اور ایک داعی بھیجا (اس دسترخوان کی طرف) پس جس نے داعی کی بات کو قبول کر لیا وہ گھر میں داخل ہوا اور دسترخوان سے کھایا اور جس نے داعی کی بات کو قبول نہ کیا وہ گھر میں داخل نہ ہوا اور دسترخوان سے نہ

کھایا۔ پھر وہ فرشتے کہنے لگے کہ اس بات کی تفسیر کردو تا کہ وہ اس کو سمجھ لیں تو بعض نے کہا کہ یہ سوئے ہوئے ہیں اور بعض نے کہا کہ آنکھ سورہی ہے اور دل جاگ رہا ہے تو انہوں نے کہا کہ گھر جنت ہے اور داعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس جس شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان فرق ہیں۔ "ویھدی من یّشاء الی صراطِ مستقیم" پس صراطِ مستقیم اسلام ہے۔ دعوت کو عام کیا حجت کو ظاہر کرنے کے لیے اور ہدایت کو خاص کیا مخلوق سے مستغنی ہونے کی وجہ سے۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿26﴾ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ ۭ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَالَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿27﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿28﴾

ترجمہ جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطے خوبی (یعنی جنت) ہے اور مزید برآں (خدا کا دیدار بھی) اور ان کے چہروں پر نہ کدورت (غم کی) چھاوے گی اور نہ ذلت۔ یہ لوگ جنت میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جن لوگوں نے برے کام کیے ان کی بدی کی سزا اس کے برابر ملے گی اور ان کو ذلت چھالے گی ان کو اللہ (کے عذاب) سے کوئی نہ بچا سکے گا (ان کے چہروں کی کدورت کی ایسی حالت ہوگی کہ) گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت کے پرت لپیٹ دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ دن بھی قابل ذکر ہے جس روز ہم ان سب (خلائق) کو (میدان قیامت میں) جمع کریں گے پھر مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک (ذرا) اپنی جگہ ٹھہرو پھر ہم ان (عابدین ومعبودین) کی آپس میں پھوٹ ڈالیں گے اور ان کے وہ شرکاء (ان سے خطاب کرکے) کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔

حسن عبادت کا صلہ جنت میں کیا ہوگا

تفسیر 26 "للّذین احسنوا الحُسنٰی وزیادۃ" یعنی جو لوگ دُنیا میں اچھے عمل کرتے ہیں ان کے لیے حسنیٰ ہے اور حسنیٰ جنت ہے اور زیادۃ اللہ تعالیٰ کا دیدار۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا قول ہے جن میں حضرت ابوبکر صدیق، حذیفہ، ابوموسیٰ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم ہیں اور یہی حسن، عکرمہ، عطاء، مقاتل، ضحاک اور سدی رحمہم اللہ کا قول ہے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی "لِلّذین احسنوا الحسنٰی

پھر فرمایا کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوجائیں گے اور جہنمی جہنم میں تو ایک پکارنے والا آواز دے گا اے اہل جنت تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک وعدہ تھا اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ وہ پورا کردیں تو جنتی کہیں کہ وہ کون سا وعدہ ہے؟ کیا ہمارا ترازو بھاری نہیں کیا اور ہمارے چہرے سفید، چمک دار نہیں کیے اور ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور ہمیں جہنم سے نہیں بچایا؟

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ حجاب اُٹھادیے جائیں گے تو سب لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنے سے زیادہ محبوب چیز کوئی نہ دی گئی ہوگی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حسنیٰ نیکی کی مثل نیکی، نیکی کو دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھانا اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ الحسنیٰ نیکی کی مثل نیکی اور زیادۃ مغفرت اور رضامندی۔ "وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ "غبار قترۃ کی جمع ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چہرے کی سیاہی "ولا ذلة ذلت اور قتادہ فرماتے ہیں مشقت ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں یہ ان کے اپنے رب کی طرف دیکھنے کے بعد ہے اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ"

㉗ "وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ م بِمِثْلِهَا "یعنی ان کے لیے اس کی مثل ہوگا جیسے دوسری جگہ فرمایا "وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا"...... "وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ط مَالَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ اور من صلہ ہے یعنی ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہے "كانّما اغشيت" پہنائے گئے "وجوههم قطعا" قطعۃ کی جمع ہے "من اللّيل مظلمًا" ہمارے نزدیک اس پر نصب حال ہونے کی وجہ سے نہ کہ صفت ہونے کی وجہ سے۔ اسی وجہ سے تو "مظلمة" نہیں کہا۔ اصل عبارت یوں ہے "قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا اوقطعا من الليل المظلم" اور ابن کثیر کسائی اور یعقوب نے (قطعاً) طاء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے یعنی بعض کا فرمان (بقطع من الليل) "اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ"

㉘ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ یعنی تم اپنی جگہ کو لازم پکڑو انتم و شر كاؤ كم" یعنی بت: اور مطلب یہ ہے کہ پھر ہم ان شرک کرنے والوں کو کہیں گے کہ تم اور تمہارے شرکاء اپنی جگہ کو لازم پکڑو وہاں سے نہ ہٹو۔ "فزيّلنا" ہم مؤمنین کو ان سے دور کردیں گے اور ان کے آپس کے دنیاوی رشتے کاٹ دیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے معبود بھی ان سے بیزاری کا اعلان کریں گے۔ "بينهم" مشرکین اور ان کے شرکاء کو اور دُنیا کا جو تعلق تھا وہ ختم کردیں گے۔ یہ اس وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ کے سوا تمام معبود اپنی عبادت کرنے والوں سے بے زاری اور برأت ظاہر کریں گے "وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ" یعنی بت "مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ" ہمارے مطالبہ کی وجہ سے تو وہ مشرکین کہیں گے کیوں نہیں ہم تو تمہاری عبادت کرتے تھے تو بت جواب میں کہیں گے:

فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا م بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ㉙ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ㉚ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ

الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٣١﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿٣٢﴾

ترجمہ: سو ہمارے تمہارے درمیان خدا کافی گواہ ہے کہ ہم کو تمہاری عبادت کی خبر بھی نہ تھی اس مقام پر ہر شخص اپنے اگلے کئے ہوئے کاموں کا امتحان کرلے گا اور یہ لوگ (اللہ کے عذاب) کی طرف جو ان کا مالک حقیقی ہے لوٹائے جائیں گے اور جو کچھ معبود تراش رکھے تھے سب ان سے غائب (اور گم) ہو جائیں گے۔ آپ (ان مشرکین سے) کہیے کہ (بتلاؤ) وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا (یہ بتلاؤ وہ کون ہے جو (تمہارے) کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو جاندار (چیز) کو بے جان (چیز) سے نکالتا ہے اور بے جان (چیز) کو جاندار سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمہارے کاموں کی تدبیر کرتا ہے سو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ تو ان سے کہیے کہ پھر شرک سے کیوں نہیں پرہیز کرتے سو یہ ہے اللہ جو تمہارا رب حقیقی ہے اور جب امر حق ثابت ہوا) پھر (امر) حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے پھر (حق کو چھوڑ کر) کہاں (باطل کی طرف) پھرے جاتے ہو۔

تفسیر ㉙ "فکفٰی باللّٰہ شھیداً بیننا و بینکم اِن کُنّا عن عبادتکم لغافلین" ہم تو تمہاری عبادت سے غافل تھے کیونکہ نہ ہم سن سکتے تھے اور نہ دیکھ سکتے تھے اور نہ عقل رکھتے تھے۔

㉚ "ھنالک تبلوا" یعنی آزمالے گا اور بعض نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ جان لے گا اور واقف ہو جائے گا اور حمزہ، کسائی اور یعقوب رحمہم اللہ نے "تتلوا" پڑھا ہے دو تاء کے ساتھ یعنی پڑھ لے گا۔ "کل نفس" اپنے نامہ اعمال کو "ما اسلفت" جو خیر یا شر آگے بھیجا اور بعض نے کہا ہے معائنہ کرلے گا۔ "وردّوا الی اللّٰہ" اس کے حکم کی طرف۔ "مولاھم الحقّ" جو ان کے معاملہ کا مالک ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "وان الکافرین لا مولیٰ لھم" اور یہاں اللہ تعالیٰ کو ان کا مولیٰ کہا جارہا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مولیٰ بمعنی مالک ہے اور دوسری آیت میں مولیٰ بمعنی مددگار ہے کہ کافروں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ "وضلّ عنھم ما کانوا یفترون" دنیا میں تکذیب کرنے کی وجہ سے۔

㉛ "قل من یرزقکم من السّماء والارض" یعنی آسمان سے بارش کے ذریعے اور زمین سے نباتات کے ذریعے۔ "ام من یملک السمع والابصار یعنی تمہیں کان اور آنکھیں دے کر ومن یخرج الحیّ من المیت ویخرج المیت من الحیّ" زندہ کو نطفہ سے نکالتا ہے اور نطفہ کو زندہ سے۔ "ومن یدبر الامر یعنی امور کا فیصلہ کرتا ہے فسیقولون اللّٰہ" کہ وہ اللہ ہی یہ تمام کام کرتا ہے۔ "فقل افلا تتقون" کیا تم اس کا شریک کرنے میں اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے۔

㉜ "فذالکم اللّٰہ ربّکم" جو یہ تمام کام کرتا ہے وہ ہی تمہارا رب ہے "الحق فماذا بعدالحقّ الاّ الضّلال فانّی تصرفون" پس تم اس کی عبادت سے کہاں پھرے جارہے ہو حالانکہ تم اس کا اقرار کرتے ہو۔

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّهْدٰى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ اسی طرح آپ کے رب کی یہ (ازلی) بات کہ یہ ایمان نہ لاویں گے تمام متمرد (سرکش) لوگوں کے حق میں ثابت ہوچکی ہے آپ (ان سے) یوں (بھی) کہئے کہ کیا تمہارے (تجویز کئے ہوئے) شرکاء میں کوئی ایسا ہے جو پہلی بار بھی (مخلوق) کو پیدا کرے پھر (قیامت میں) دوبارہ پیدا کردے آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو۔ آپ کہئے کہ کیا تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے کہ امر حق کا راستہ بتلاتا ہو آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی امر حق کا راستہ (بھی بتلاتا ہے) تو پھر آیا جو شخص امر حق کا راستہ بتلاتا ہو وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ شخص جس کو بے بتلائے ہوئے خود ہی رستہ نہ سوجھے تو اے مشرکین تم کو کیا ہوگیا تم کیسی تجویزیں کرتے ہو۔

تفسیر ﴿۳۳﴾ "كذٰلك" کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہٰکذا اسی طرح "حقّت" واجب ہوگیا۔ "كلمة ربّك" اس کا سابق حکم "على الّذين فسقوا" کفر کیا۔ "انّهم لا يؤمنون"

ابوجعفر اور نافع اور ابن عمر نے کلمات ربک جمع کا صیغہ پڑھا ہے یہاں اور المومن میں اور دیگر حضرات نے واحد کا صیغہ۔

﴿۳۴﴾ "قل هل من شر كائكم" تمہارے بتوں میں سے "من يبدؤ الخلق" مخلوق کو بغیر کسی اصل اور بغیر مثال کے پیدا کردے۔ "ثم يعيده" پھر موت سے اس کو پہلے جیسا زندہ کردے۔ اگر وہ آپ کو جواب دیں تو ٹھیک ورنہ پس "قل" آپ کہہ دیں "الله يبدؤ الخلق ثم يعيده فانّى تؤفكون" یعنی پھیرے جارہے ہو سیدھے راستے سے۔

﴿۳۵﴾ "قل هل من شر كائكم من يهدى الى الحق" جب وہ کہیں نہیں اور لازمی طور پر وہ یہ کہیں گے "قل الله يهدى للحقّ" "حق کی طرف" افمن يهدى الى الحقّ احقّ ان يتّبع امّن لّا يهدى اِلّا ان يُّهدىٰ" حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے ھاء کے سکون کے ساتھ دال کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے دال کی شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ پھر ابوجعفر اور قالون نے ھاء کی سکون کے ساتھ دونوں طرح پڑھا ہے اور ابوعمرو زبر اور سکون کے درمیان ھاء داخل کرتے ہیں اور حفص نے یاء کے زبر اور یاء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور ابوبکر دونوں یاء کو زیر اور باقی حضرات دونوں کے زبر کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اس کا معنی تمام صورتوں میں "ہدایت دیتا" ہے۔ پس جنہوں نے دال کو بغیر شد کے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہے "هديته فهدى" یعنی اس نے ہدایت حاصل کی اور جس نے دال کی شد پڑھی ہے تو تاء کا دال میں ادغام کیا ہے۔ پھر ابوعمرو تخفیف کو ترجیح

دینے میں اپنے مذہب کا قصد کرتے ہیں اور جنہوں نے ھاء کو ساکن پڑھا ہے انہوں نے ھاء کو اس کی حالت پر چھوڑ دیا ہے۔ جیسا کہ "تعدوا یخصمون" میں کیا ہے اور جس ھاء کو زبر دی ہے انہوں نے مدغم ھاء کی زبر کو ھاء کی طرف نقل کیا ہے اور جس نے ھاء کو زیر دی ہے تو التقائے ساکنین کی وجہ سے اور جزم فرماتے ہیں کسرہ کی حرکت دی جائے گی اور جس نے یاء کو ھاء کے ساتھ زیر دی ہے تو کسرہ کو کسرہ کے تابع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول "الاَّ ان یُّھدیٰ" ہے۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ جو حق کی طرف راہ دکھاتا ہے وہ زیادہ اتباع کا حق دار ہے یا وہ بت جو خود راہ پر نہیں چل سکتے مگر یہ کہ ان کو راہ دکھائی جائے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ بتوں کے بارے میں یہ کیسے کہہ دیا "اِلاَّ ان یُّھدیٰ" حالانکہ بتوں سے تو ہدایت پر چلنے یا ہدایت حاصل کرنے کا تصور ہی نہیں ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ بتوں کے حق میں ہدایت کا معنی منتقل ہونا ہے یعنی وہ بت خود ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہو سکتے جب تک ان کو اُٹھا کر منتقل نہ کیا جائے۔ اس آیت میں بتوں کا عاجز ہونا بیان کیا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ہدایت کو مجازاً ذکر کیا ہے کہ مشرکین نے جب بتوں کو معبود بنایا اور ان کو سننے اور عقل رکھنے والوں کے مرتبہ میں اُتارا تو اللہ نے ان کے لیے وہ تعبیر اختیار کی وہ علم اور عقل رکھنے والے کے لیے اختیار کی جاتی ہے۔ "فما لکم کیف تحکمون" تم کیسے فیصلے کرتے ہو جب تم نے گمان کیا کہ اللہ کا شریک ہے۔

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمہ اور ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور یقیناً بے اصل خیالات امر حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں (خیر) یہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ کو سب خبر ہے (وقت پر سزا دے دے گا) اور یہ قرآن افتراء کیا ہوا نہیں ہے کہ غیر اللہ سے صادر ہوا ہو بلکہ یہ تو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے قبل (نازل) ہو چکی ہیں اور احکام ضروریہ (الٰہیہ) کی تفصیل بیان کرنے والا ہے (اور) اس میں کوئی بات شک (وشبہ) کی نہیں (اور وہ) رب العالمین کی طرف سے (نازل ہوا) ہے۔ کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو افتراء کر لیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورۃ (بنا) لاؤ اور (اکیلے نہیں) جن جن غیر اللہ کو بلا سکو ان کو (مدد کے لئے) بلا لو اگر تم سچے ہو بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس (کے صحیح وسقیم ہونے) کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے اور ہنوز ان کو اس (قرآن کی تکذیب) کا اخیر نتیجہ نہیں ملا جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں

اسی طرح انہوں نے بھی امور حقہ کو) جھٹلایا تھا سو دیکھ لیجئے کہ ان ظالموں کا انجام کیسا (برا) ہوا (اسی طرح ان کا ہو گا) اور ان میں سے بعضے ایسے ہیں جو اس (قرآن) پر ایمان لے آویں گے اور بعض ایسے ہیں کہ اس پر ایمان نہ لاویں گے اور آپ کا رب (ان) مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔

تفسیر ㊱ ”وما یتبع اکثرھم الاّ ظنًّا“ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ بت معبود ہیں اور ان کا گمان ہے کہ وہ آخرت میں ان کی سفارش کریں گے۔ اس ظن پر نہ کوئی کتاب ہے اور نہ کوئی رسول اور اکثر سے مراد یہ بات کہنے والے تمام لوگ مراد ہیں۔ ”ان الظّنّ لایغنی من الحقّ شیئًا“ یعنی ان سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتا۔ اور بعض نے کہا علم کے قائم مقام ہے۔ ”انّ اللّٰہ علیم بما یفعلون“

㊲ ”وما کان ھٰذا القرآن ان یّفتریٰ من دون اللّٰہ“ فراء فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اس قرآن کی مثل کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اللہ کے غیر سے گھڑا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے قول ”وما کان لنبی ان یغُلّ“ کی طرح اور بعض نے کہا ہے کہ ”ان“ لام کے معنی میں ہے یعنی ”وما کان ھٰذا القرآن لیفتریٰ من دون اللّٰہ“ ”ولٰکن تصدیق الّذی بین یدیہ“ قرآن کے سامنے توریت اور انجیل کی اور بعض نے کہا کہ قرآن کے آگے قیامت اور بعث کی تصدیق ہے۔ ”وتفصیل الکتاب“ یعنی کتاب میں جو حلال وحرام، فرائض واحکام ہیں ان کا بیان ہے۔ ”لاریب فیہ من رّبّ العالمین“

㊳ ”ام یقولون“ ابوعبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”ام“ واؤ کے معنی میں ہے یعنی اور وہ کہتے ہیں۔ افتراہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے قرآن گھڑ لیا ہے۔ ”قل فأتوا بسورۃ من مثلہ“ قرآن کے مشابہ ”وادعوا من استطعتم“ ان میں سے جن کی تم عبادت کرتے ہو ”من دون اللّٰہ“ تاکہ وہ تمہاری اس پر مدد کریں۔ ”ان کنتم صادقین“ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو گھڑ لیا ہے۔ پھر فرمایا۔

㊴ ”بل کذّبوا بمالم یحیطوا بعلمہ“ یعنی قرآن کو جھٹلایا حالانکہ اس کے علم کا انہوں نے احاطہ نہ کیا تھا۔ ”ولمّا یأتھم تاویلہ“ یعنی اس کا انجام جو اللہ نے قرآن میں وعدہ کیا۔ مراد یہ ہے کہ ان کو معلوم نہ تھا کہ ان کے معاملہ کا انجام کیا لوٹے گا۔ ”کذٰلک کذّب الّذین من قبلھم“ یعنی جس طرح ان کفار نے قرآن کو جھٹلایا۔ اسی طرح ان سے پہلی اُمتوں کے کفار نے بھی جھٹلایا۔ ”فانظر کیف کان عاقبۃ الظالمین“ مشرکین کا انجام ہلاکت کے ساتھ۔

㊵ ”ومنھم من یؤمن بہ“ یعنی آپ علیہ السلام کی قوم میں سے بعض قرآن پر ایمان لاتے ہیں۔ ”ومنھم من لاّ یؤمن بہ“ اللہ کے علم سابق کی وجہ سے ”وربّک اعلم بالمفسدین“ ایسے جو ایمان نہیں لاتے۔

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ㊶ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ㊷ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ㊸ اِنَّ اللّٰهَ لَا

يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمہ اور (ان دلائل کے بعد بھی) اگر آپ کو جھٹلاتے رہیں تو (بس خیر بات) یہ کہہ دیجئے کہ (اچھا صاحب) میرا کیا ہوا مجھ کو ملے گا اور تمہارا کیا ہوا تم کو ملے گا تم تو میرے کیے ہوئے کے جواب دہ نہیں ہو۔ اور میں تمہارے کیے ہوئے کا جواب دہ نہیں ہوں اور آپ ان کے ایمان کی توقع چھوڑ دیجئے کیونکہ ان میں (گو) بعض ایسے (بھی) ہیں جو (ظاہر میں) آپ کی طرف کان لگا لگا بیٹھتے ہیں کیا آپ بہروں کو سنا (کر ان سے ماننے کا انتظار کرتے ہیں گو ان کو سمجھ بھی نہ ہو اور (اسی طرح) ان میں بعض ایسے ہیں کہ (ظاہراً) آپ کو (مع معجزات وکمالات) دیکھ رہے ہیں پھر کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھلانا چاہتے ہیں گو ان کو بصیرت بھی نہ ہو یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں اور ان کو وہ دن یاد دلایئے جس میں اللہ تعالیٰ ان کو اس کیفیت سے جمع کرے گا کہ وہ ایسا سمجھیں گے) گویا وہ (دنیا یا برزخ میں) سارے دن کی (ایک آدھ گھڑی رہے ہوں گے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے (بھی) واقعی (اس وقت سخت) خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے پاس جانے کو جھٹلایا اور وہ (دنیا میں بھی) ہدایت پانے والے نہ تھے۔

تفسیر ⑪ "**وان کذّبوک**" اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم "**فقل لی عملی**" اور میرے عمل کی جزاء "**ولکم عملکم**" اور اس کے عمل کی جزاء "**انتم بریئون ممّا اعمل وانا بری مما تعملون**" یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "**لنا اعمالنا ولکم اعمالکم** اور **لکم دینکم ولی دین**" کی طرح ہے۔ کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت جہاد کی آیت کی وجہ سے منسوخ ہوگئی ہے۔ پھر خبر دی کہ ایمان کی توفیق اس کے ساتھ ہے نہ کہ اس کے غیر کے ساتھ۔

⑫ "**ومنهم من یستمعون الیک**" اپنے ظاہری کانوں کے ساتھ تو وہ ان کو نفع نہیں دیتا۔ "**افانت تسمع الصُمّ**" مراد دل کا بہرا ہے۔ "**ولو کانوا لایعقلون**"

⑬ "**ومنهم من ینظر الیک**" اپنی ظاہری آنکھوں کے ساتھ۔ "**افانت تهدی العمی**" مراد دل کے اندھے ہیں۔ "**ولو کانوا لایبصرون**" اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے کہ آپ علیہ السلام اس کو سنانے پر قادر نہیں جس کی سماعت میں نے سلب کرلی ہو اور نہ آپ علیہ السلام اس کو راہ دکھا سکتے ہیں جس کی میں نے نگاہ سلب کرلی ہو اور نہ آپ اس کو ایمان کی توفیق دے سکتے ہیں جس کے بارے میں میں نے فیصلہ کردیا ہو کہ وہ ایمان نہ لائیگا۔

⑭ "**اِنّ اللّٰہ لایظلم النّاس شیئًا**" اس لیے کہ وہ اپنے تمام افعال میں عادل ہے۔ "**ولکن النّاس انفسهم یظلمون**" کفر اور معصیت کے ساتھ حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے "**ولکن النّاس**" نون کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ "**لکن**" اور "**النّاس**" کو پیش

دیا ہے اور باقی حضرات نے "ولکنّ النّاس "نون کی شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ "لکن "اور "النّاس "زبر کے ساتھ۔

⑮ "ویوم یحشرھم حفص رحمہ اللہ نے یاء کے ساتھ اور دیگر حضرات نے نون کے ساتھ پڑھا ہے۔ کان لم یلبثوا الاساعۃً من النّھار" ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گویا وہ دُنیا میں نہیں ٹھہرے مگر ایک گھڑی دن کی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ گویا وہ اپنی قبروں میں نہیں ٹھہرے مگر دن کی ایک گھڑی "یتعارفون بینھم" ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے۔ جب وہ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے جیسے دُنیا میں پہچانتے تھے۔ پھر جب قیامت کی ہولناکیاں دیکھیں گے تو پہچان ختم ہو جائے گی اور بعض آثار میں ہے کہ انسان قیامت کے دن اپنے پہلو والوں کو پہچانتا ہوگا لیکن ہیبت اور خوف سے بات نہ کر سکے گا۔ "قد خسر الّذین کذّبوا بلقاء اللّٰہ وما کانوا مھتدین" یہاں خسارہ سے جان کا خسارہ مراد ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی خسارہ نہیں ہے۔

وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

ترجمہ: تو جس (عذاب) کا ان سے ہم وعدہ کر رہے ہیں اس میں سے کچھ تھوڑا سا (عذاب) اگر ہم آپ کو دکھلا دیں یا (اس کے نزول کے قبل ہی ہم آپ کو وفات دیدیں سو ہمارے پاس تو ان کو آنا ہی ہے پھر (سب کو معلوم ہے کہ) اللہ ان کے سب افعال کی اطلاع رکھتا ہے اور ہر ہر امت کے لئے ایک حکم پہنچانے والا (ہوا) ہے سو جب ان کا وہ رسول (ان کے پاس) آ چکتا ہے ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے اور ان پر (ذرا) ظلم نہیں کیا جاتا اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ (اے نبی اور اے مسلمانو) یہ وعدہ (عذاب کا) کب (واقع) ہوگا اگر تم سچے ہو تو واقع کیوں نہیں کرا دیتے)۔ آپ فرما دیجئے کہ میں (خود) اپنی ذات خاص کے لئے تو کسی نفع (کے حاصل کرنے) کا اور کسی ضرر (کے دفع کرنے) کا اختیار رکھتا ہی نہیں مگر جتنا (اختیار) خدا کو منظور ہو ہر امت کے (عذاب کے) لئے (اللہ کے نزدیک) ایک وقت معین ہے سو جب ان کا وہ معین وقت آ پہنچتا ہے تو اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں آپ اس کے متعلق (ان سے) فرما دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا عذاب رات کو آ پڑے یا دن کو تو عذاب میں کون چیز ایسی ہے کہ مجرم لوگ اس کو جلدی مانگ رہے ہیں۔

تفسیر: ⑯ "واِمّا نرینّک بعض الّذی نعدھم" اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی زندگی میں تھوڑا سا عذاب آپ کو دکھا دیں "او نتوفینک" ان کو عذاب دینے سے پہلے آپ کو وفات دے دیں "فالینا مرجعھم" آخرت میں "ثم اللّٰہ شھید

علٰی ما یفعلون" پھران کواس کا بدلہ دے گا۔ آیت میں "ثمّ" واؤ کے معنی میں ہے اصل عبارت تھی "واللّٰہ شھید" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض سے میرا خیال ہے کہ بدر کے دن ان کا قتل مراد ہے اوران کے مرنے کے بعد عذاب کی تمام اقسام۔

④⑦ "ولکلّ امّۃ" جو پہلے گزر چکی "رسول فاذا جاء رسولھم" اورانہوں نے اس کی تکذیب کی تو "قضی بینھم بالقسط" یعنی دُنیا میں عذاب دیئے گئے اور عذاب کے ساتھ ہلاک کیے گئے۔ یعنی رسول کے آنے سے پہلے نہ کوئی ثواب اور نہ کوئی عقاب مجاہد اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب قیامت کے دن ان کے وہ رسول آئیں جو ان کی طرف بھیجے گئے تھے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔ "وھم لایظلمون" نہ بغیر گناہ کے عذاب دیئے جائیں گے اور نہ بغیر حجت کے مؤاخذہ کیے جائیں گے اور نہ نیکیوں میں کمی کی جائے گی اوران کی برائیوں پر زیادتی کی جائے گی۔

④⑧ "ویقولون" یعنی شرک کرنے والے "متٰی ھٰذا الوعد" جس عذاب کا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم سے وعدہ کرتے ہیں اور بعض نے کہا کہ قیامت کا قائم ہونا مراد ہے۔ "ان کنتم صادقین" اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اور آپ علیہ السلام کی اتباع کرنے والے۔

④⑨ "قل لا املک لنفسی ضرّاً ولا نفعا" یعنی نہ نقصان کو دور کرنے کا اور نہ نفع حاصل کرنے کا "الّا ماشاء اللّٰہ" کہ میں اس کا مالک ہو جاؤں "لکل اُمّۃ اجل" مدت متعین کی گئی ہے۔ "اذا جاء اجلھم" ان کی عمروں کے فناء ہونے کا وقت "فلا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون" نہ تو ایک گھڑی مؤخر ہو سکتی ہے اور نہ پہلے آسکتی ہے۔

⑤⓪ "قل ارأیتم ان اتاکم عذابہ بیاتًا" رات کو "اونھاراً ماذا یستعجل منہ المجرمون" یعنی مشرک لوگ اللہ تعالیٰ سے کیا چیز جلدی طلب کررہے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ مجرم لوگ عذاب کو جلدی طلب کررہے ہیں حالانکہ وہ اس میں واقع ہو چکے ہیں اور حقیقی معنی یہ ہے کہ وہ عذاب کو جلدی طلب کر رہے تھے اور وہ کہتے تھے "اللّٰھُمّ ان کان ھٰذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم" اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتے ہیں "مایستعجل" یعنی مجرمین نہیں جانتے کہ وہ کیا جلدی طلب کررہے ہیں جیسے آدمی اپنے غیر کو کہتا ہے جس نے برا کام کیا ہو کہ تو نے خود پر کیا جنایت کی ہے؟

اَثُمَّ اِذَا مَاوَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ اٰلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: کیا پھر جب وہ (اصل موعود آ ہی پڑے گا) اس وقت اس کی تصدیق کرو گے ہاں اب مانا حالانکہ (پہلے

سے) تم (بقصد تکذیب) اس کی جلدی مچایا کرتے تھے۔ پھر ظالموں (یعنی مشرکوں) سے کہا جاوے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو تم کو تو تمہارے ہی کئے کا بدلہ ملا ہے اور وہ (غایت تعجب وانکار سے) آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا عذاب واقعی امر ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ ہاں قسم میرے رب کی کہ وہ واقعی امر ہے اور تم کسی طرح خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اور اگر ہر ہر مشرک شخص کے پاس اتنا (مال) ہو کہ ساری زمین میں بھر جاوے تب بھی اس کو دیکر اپنی جان بچانے لگے اور جب عذاب دیکھیں گے تو (مزید فضیحت کے خوف سے) پشیمانی کو (اپنے دل ہی میں) پوشیدہ رکھیں گے اور ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا اور ان پر (ذرا) ظلم نہ ہوگا یاد رکھو کہ جتنی چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں سب اللہ ہی کی ملک ہیں یاد رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے (پس قیامت ضرور آوے گی لیکن بہت سے آدمی یقین ہی نہیں کرتے وہی جان ڈالتا ہے وہی جان نکالتا ہے اور تم سب اسی کے پاس لائے جاؤ گے۔

تفسیر ⑤١ "اثمّ اذا ما وقع" بعض نے کہا اس کا معنی ہے کیا وہاں اور اس وقت اور یہ حرف عطف نہیں ہے۔ عذاب اُترے "آمنتم به" یعنی اللہ پر نا اُمیدی کے وقت میں اور بعض نے کہا "امنتم به" یعنی تم عذاب کی تصدیق کرو گے، اس کے اُترنے کے وقت "آلآن" یہاں عبارت محذوف ہے یعنی تم کو کہا جائے گا۔ اب جب عذاب واقع ہوگیا تم ایمان لاتے ہو "وقد كنتم به تستعجلون" تکذیب اور مذاق اُڑا کر۔ ورش نے نافع سے "الان" پڑھا ہے۔ اس ہمزہ کو حذف کر کے جو لام ساکن کے بعد ہے اور اس کی حرکت لام پر ڈالنے کے ساتھ اور پہلے ہمزہ کو مد دی جاتی ہے، عالان کے وزن پر اور اسی طرح آخری حرف ہے اور زمعہ بن صالح نے "الان" کو "علان" کی مثل روایت کیا ہے بغیر مد کے اور لام کے بعد ہمزہ کے بغیر اور باقی حضرات نے "الان" ہمزہ ممدودہ کے ساتھ پہلے میں اور لام کے بعد ہمزہ کو ثابت رکھ کر اور اسی طرح قالون اور اسماعیل نے نافع سے پڑھا ہے۔

⑤٢ "ثم قيل للّذين ظلموا" جنہوں نے شرک کیا۔ "ذوقوا عذاب الخلد هل تجزون الّا بما كنتم تكسبون" دُنیا میں۔

⑤٣ "ويستنبئونك" یعنی وہ خبر طلب کرتے ہیں آپ علیہ السلام سے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ "احقٌّ هو" یعنی جو عذاب اور قیامت قائم ہونے کی آپ دھمکی دیتے ہیں "قل اى و ربّى" یعنی ہاں میرے رب کی قسم! "انّه لحق و ما انتم بمعجزين" عذاب سے بچنے والے کہا جاتا ہے بجز عن شی وہ شخص فلاں چیز سے عاجز ہوگیا۔ یعنی وہ چیز اس سے فوت ہوگئی۔

⑤٤ "ولو انّ لكلّ نفس ظلمت" یعنی شرک کیا۔ "مافى الارض لافتدت به" قیامت کے دن اور افتداء یہاں یہ ہے کہ اس چیز کو خرچ کریں جو عذاب سے نجات دے۔ "واسرّوا النّدامة" ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہے کہ ندامت کو ظاہر کریں گے اس لیے کہ اس دن کوئی بناوٹ نہ ہوسکے گی اور بعض نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ سردار کمزور لوگوں سے شرمندگی کو چھپائیں گے، ان کی ملامت اور عار کے خوف سے۔ "لمّا راوا العذاب وقضى بينهم بالقسط وهم لايظلمون"

⑤٥ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ......

﴿56﴾ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿57﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿58﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿59﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿60﴾

ترجمہ: اے لوگو تمہارے رب کی طرف سے ایک چیز ایسی آئی ہے (جو برے کاموں سے روکنے کے لئے) نصیحت ہے اور دلوں میں جو (برے کاموں سے) روگ (ہو جاتے) ہیں ان کے لئے شفا ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ جب قرآن ایسی چیز ہے پس لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے وہ اس (دنیا) سے بدر جہا بہتر ہے جس کو جمع کر رہے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے (انتفاع کے) لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے (اپنی گھڑت سے) اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حلال قرار دے لیا آپ (ان سے) پوچھئے کہ کیا تم کو خدا نے حکم دیا ہے یا (محض) اللہ پر اپنی طرف سے افتراء ہی کرتے ہو اور جو لوگ اللہ پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں ان کا قیامت کی نسبت کیا گمان ہے واقعی لوگوں پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے لیکن اکثر آدمی بے قدر ہیں (ورنہ توبہ کر لیتے)۔

تفسیر ﴿57﴾ "یا یّھا النّاس قد جاء تکم موعظة "نصیحت "من ربّکم وشفاء لما فی الصدور "یعنی دلوں میں جو جہالت کی بیماری ہے اس کی دواء اور بعض نے کہا ہے کہ "لما فی الصدور "کا مطلب یہ ہے کہ دلوں کے اندھے پن کے لیے شفاء ہے۔ "وھُدیً "گمراہی سے "ورحمة للمؤمنین "رحمت محتاج کو نعمت دینے کو کہتے ہیں کیونکہ اگر ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کو کوئی چیز ہدیہ کرے تو یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس پر رحم کیا ہے اگر چہ وہ ہدیہ نعمت کا ہو کیونکہ وہ نعمت کسی محتاج کو نہیں دی۔

﴿58﴾ "قل بفضل اللّٰہ وبرحمتہ "مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا فضل ایمان ہے اور اس کی رحمت قرآن ہے اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا فضل قرآن ہے اور اس کی رحمت یہ ہے کہ ہمیں اس کا اہل بنایا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا فضل اسلام ہے اور اس کی رحمت اسلام کو دلوں میں مزین کر دینا۔ خالد بن معدان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا فضل اسلام ہے اور اس کی رحمت سنتیں ہیں اور بعض نے کہا کہ اللہ کا فضل ایمان اور اس کی رحمت جنت ہے۔ "فبذلک فلیفرحوا "یعنی مؤمن خوش ہوں کہ اللہ نے ان کو اس کا اہل بنا دیا۔ "ھو خیر ممّا یجمعون "یعنی کافر جو مال جمع کر رہے ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے یہ دونوں کفار کے بارے میں خبر ہیں اور بعض نے کہا ہے مؤمنین کے بارے میں اور ابو جعفر اور ابن عامر نے "فلیفرحوا "یاء کے ساتھ پڑھا

ہے اور "تجمعون" تاء کے ساتھ اور یعقوب رحمہ اللہ نے دونوں کو تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور اس قرأت کی وجہ یہ ہے کہ آیت کی مراد یہ ہے کہ پس اسی کی وجہ سے مؤمن خوش ہوجائیں، یہ اس مال سے بہتر ہے جو تم جمع کررہے ہو، یہ خطاب مؤمنین کو ہے۔

⑲ "قل ارأیتم ما انزل اللّٰہ لکم من رزق یہاں پر تخلیق کو انزال (اترنے) سے تعبیر کیا وجہ اس کی یہ ہے کہ ان چیزوں کی تخلیق بالائی ذریعہ یعنی بارش سے ہوتی ہے اور بارش اوپر ہی سے اترتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رزق اتارا ہے رزق سے مراد کھیتی یا مویشی دودھ والے مراد ہیں۔

فجعلتم منه حراما و حلالاً" یعنی جوانوں نے کھیتیاں اور جانور حرام کیے جیسے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول مراد ہے۔ "وجعلوا للّٰہ ممّا ذرأ من الحرث والانعام نصیبًا ...... قل آللّٰہ اذن لکم" اس حرام اور حلال کرنے کی "ام" بلکہ "علی اللّٰہ تفترون" اور وہ ان کا قول "واللّٰہ امرنا بھا" ہے۔

⑳ "وما ظنّ الّذین یفترون علی اللّٰہ الکذب یوم القیامة" کیا ان کا خیال ہے کہ اللہ نہ ان سے مواخذہ کرے گا اور نہ اس پر ان کو عذاب دے گا۔ "انّ اللّٰہ لذوفضل علی النّاس ولکنّ اکثرھم لایشکرون"

وَمَاتَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْتُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۱﴾ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمہ: اور آپ (خواہ) کسی حال میں ہوں اور منجملہ ان احوال کے آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور (اسی طرح اور لوگ بھی جتنے ہوں) تم جو کام بھی کرتے ہو ہم کو سب کی خبر رہتی ہے جب تم اس کام کو کرنا شروع کرتے ہو اور آپ کے رب (کے علم سے) کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں (بلکہ سب اس کے علم میں حاضر ہیں اور نہ کوئی چیز اس (مقدار مذکور سے) چھوٹی ہے اور نہ کوئی چیز بڑی ہے مگر یہ سب کتاب مبین (یعنی لوح محفوظ) میں ہے یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ (ناک واقعہ پڑنے والا) ہے اور نہ وہ (کسی مطلوب کے فوت ہونے پر) مغموم ہوتے ہیں وہ اللہ کے دوست) وہ ہیں جو ایمان لائے اور (معاصی سے) پرہیز رکھتے ہیں۔

تفسیر: ⑥١ "وما تکون" اے محمد "فی شأن" اعمال میں سے کسی عمل پر "وما تتلوا منه" اللہ سے "من قرآن" اُترنے والا۔ اور بعض نے کہا ہے منہ یعنی قرآن کی شان میں آپ علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی تھی پھر آپ علیہ السلام اور اُمت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ "ولا تعملون من عمل الاّ کنّا علیکم شھودًا اذ تفیضون فیه" یعنی تم داخل ہوتے ہو اور گھستے ہو اس میں۔ ھاء عمل کی طرف لوٹ رہی ہے اور افاضت کا معنی عمل میں داخل ہونا۔ ابن انباری رحمہ اللہ

فرماتے ہیں تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور بعض نے کہا ہے کثرت کرتے ہو اور اضافہ کثرت کے ساتھ رفع کرنا۔ "وما یعزب عن ربّک" نہیں غائب ہوتا تیرے رب سے اور کسائی رحمہ اللہ نے "یعذب" زاء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور اسی طرح سورۃ سباء میں اور دیگر حضرات نے زاء کے پیش کے ساتھ اور یہ دولغتیں ہیں۔ "من مثقال ذرّۃ" من صلہ ہے اور ذرہ سرخ رنگ کی چھوٹی سی چیونٹی "فی الارض ولا فی السّماء ولا اصغر من ذلک" ذرہ سے "ولا اکبر حمزہ اور یعقوب رحمہما اللہ نے راء کے پیش کے ساتھ دونوں میں پڑھا ہے۔ المثقال کی جگہ پر عطف کرتے ہوئے "من" کے داخل ہونے سے پہلے اور دیگر حضرات نے ان دونوں کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ الافی کتاب مبین" اور وہ لوح محفوظ ہے۔

62 "الا اِنّ اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون" اس میں اختلاف ہے کہ اس نام کے کون لوگ مستحق ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ لوگ جن کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اولیاء اللہ کی علامات کیا ہیں

63 "الّذین اٰمنوا وکانوا یتّقون" بعض حضرات نے کہا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو نہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء ان پر انبیاء اور شہداء ان کے قرب اور اللہ کے ہاں مرتبہ کی وجہ سے قیامت کے دن رشک کریں گے۔ ابو مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جماعت کے ایک کونہ میں ایک دیہاتی شخص بیٹھا تھا وہ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور ہاتھ نیچے رکھ کر کہا اے اللہ کے رسول! ہمیں بتائیں کہ وہ کون لوگ ہیں؟

ابو مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر خوشی کے آثار دیکھے۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا وہ اللہ کے بندوں میں سے کچھ بندے ہیں جو متفرق شہروں سے ہیں ان کے درمیان کوئی رشتہ نہیں جس کو جوڑ رہے ہوں اور نہ دُنیا ہے کہ جس کا تبادلہ کر رہے ہوں، وہ آپس میں اللہ کی وجہ سے محبت رکھتے ہیں، اللہ ان کے چہروں کو نور کا کردے گا اور ان کے لیے رحمٰن کے سامنے موتیوں کے منبر ہوں گے، لوگ گھبرا رہے ہوں گے اور وہ نہ گھبرائیں گے اور لوگ ڈر رہے ہوں گے وہ نہ ڈریں گے اور ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اللہ کے اولیاء کون لوگ ہیں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ لوگ جن کو دیکھا جائے تو اللہ یاد آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے اولیاء میرے بندوں میں سے وہ لوگ ہیں کہ وہ یاد کیے جائیں میرے ذکر کے ساتھ اور میں یاد کیا جاؤں ان کے ذکر کے ساتھ۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ 64 وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۚ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ 65

ترجمہ: ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی (منجانب اللہ خوف وحزن سے بچنے کی) خوشخبری

ہے (اور) اللہ کی باتوں میں (یعنی وعدوں میں) کچھ فرق ہوا نہیں کرتا یہ (بشارت جو مذکور ہوئی) بڑی کامیابی ہے۔ اور آپ کو ان کی باتیں غم میں نہ ڈالیں تمام تر غلبہ (اور قدرت بھی خدا ہی کے لئے (ثابت) ہے وہ ان کی باتیں) سنتا ہے (اور ان کی حالت) جانتا ہے۔

مبشرات کیا چیزیں ہیں

تفسیر ⑭ "لهم البشرىٰ في الحيوٰة الدّنيا وفي الآخرة" اس بشریٰ میں اختلاف ہے۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان "لهم البشرىٰ في الحيوٰة الدُّنيا" کے بارے میں پوچھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ اچھے خواب ہیں جن کو مسلمان دیکھتا ہے یا اس کے لیے دیکھے جاتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ نبوت میں سے مبشرات کے سوا کچھ نہیں باقی رہا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ مبشرات کیا ہیں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا نیک خواب۔ بعض نے کہا ہے کہ دُنیا میں بشریٰ اچھی تعریف ہے۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آدمی اپنی ذات کے لیے عمل کرتا ہے اور اس کو لوگ پسند کرتے ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو مؤمن کی جلدی خوشخبری ہے۔ زہری اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ وہ ملائکہ کا موت کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری لانا ہے، خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تتنزل عليهم الملائكة ان لاتخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنّة الّتي كنتم توعدون"

عطاء رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ دُنیا میں "البشریٰ" موت کے وقت فرشتوں کا خوشخبری لانا ہے اور آخرت میں مؤمن کی روح نکلنے کے وقت جو اس کو اللہ کی طرف لے جارہا ہوگا وہ اللہ کی رضامندی کی خوشخبری دے گا اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو اپنی کتاب میں جنت اور اچھے ثواب کی خوشخبریاں دی ہیں وہ مراد ہیں اللہ تعالیٰ کے قول "وبشّر الّذين امنوا وعملوا الصالحات" اور "بشّر المؤمنين" اور "ابشروا بالجنّة" کی طرح۔ اور بعض نے کہا ہے کہ دُنیا میں کتاب اور رسول کے ساتھ ان کو خوشخبری دی کہ وہ اللہ کے اولیاء ہیں اور قبروں اور ان کے اعمال نامہ میں جنت کی خوشخبری دیں گے۔ "لا تبديل لكلمٰت الله" اس کے قول کو کوئی تغیر نہیں ہے اور اس کے وعدہ میں خلاف ورزی نہیں ہے۔ "ذٰلك هو الفوز العظيم"

⑮ "ولا يحزنك قولهم" یعنی مشرکین کا قول نافع رحمہ اللہ نے "ولا يحزنك" یاء کے پیش اور زاء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے "يَحْزُنك" یاء کے زبر اور زاء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ دو لغتیں ہیں۔ کہا جاتا ہے "حزنه الشيء واحزنه" یہاں کلام مکمل ہوگئی ہے پھر نئی کلام شروع کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ "انّ العزّة لله" یعنی غلبہ اور قدرت اللہ کی ہے۔ "جميعا" وہی آپ علیہ السلام کا اور آپ علیہ السلام کے دین کا مددگار ہے اور ان سے انتقام لے گا۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ

فرماتے ہیں کہ "انّ العزّۃ للّٰہ جمیعا" یعنی اللہ جس کو چاہے عزت دے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا "وللّٰہ العزّۃ ولرسولہ وللمؤمنین" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مؤمنین کی عزت اللہ کی وجہ سے ہے تو تمام عزت اللہ کی ہوئی۔ "ھو السّمیع البصیر"

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۢ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمہ یادرکھو کہ جتنے کچھ آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں یعنی جن وانس اور فرشتے یہ سب اللہ ہی کے مملوک ہیں اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے شرکاء کی عبادت کررہے ہیں (خدا جانے) کس چیز کا اتباع کررہے ہیں محض بے سند خیال کا اتباع کررہے ہیں اور محض قیاسی باتیں کررہے ہیں وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں آرام کرو اور دن بھی اس طور پر بنایا کہ (بوجہ روشن ہونے کے دیکھنے بھالنے کا ذریعہ ہے اس (بنانے) میں دلائل توحید ہیں ان لوگوں کے لئے جو (تدبر کے ساتھ ان مضامین کو) سنتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اولا د رکھتا ہے سبحان اللہ (کیسی سخت بات کہی) وہ تو کسی کا محتاج نہیں اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تمہارے پاس (بجز بیہودہ دعویٰ کے) اس (دعوے) پر کوئی دلیل (بھی) نہیں (تو) کیا اللہ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کا تم (کسی دلیل سے) علم نہیں رکھتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ افتراء کرتے ہیں (جیسے مشرکین) وہ (کبھی) کامیاب نہ ہوں گے یہ دنیا میں (چند روزہ) تھوڑا سا عیش ہے (جو بہت جلد ختم ہوا جاتا ہے) پھر (مرکر) ہمارے ہی پاس ان کو آنا ہے پھر (آخرت میں) ہم ان کو ان کے کفر کے بدلہ سزائے سخت (کا مزہ) چکھاویں گے۔

تفسیر ﴿۶۶﴾ "اَلا انّ للّٰہ من فی السّمٰوات ومن فی الارض وما یتّبع الّذین یدعون من دون اللّٰہ شرکاء" یہ یا تو استفہام ہے معنی یہ ہوگا کہ کون سی چیز ہے جس کی اتباع وہ لوگ کرتے ہیں جو اللہ کے لیے شریک پکارتے ہیں؟ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ حقیقت کی اتباع نہیں کرتے اس لیے کہ وہ بتوں کی اس گمان پر عبادت کرتے ہیں کہ وہ شرکاء ہیں اور ہماری سفارش کریں گے حالانکہ معاملہ ان کے گمان کے مطابق نہیں ہے۔ "ان یتّبعون الاّ الظن" ان کا گمان ہے کہ وہ ان کو اللہ کے قریب کردیں گے۔ "وان ھم الاّ یخرصون" جھوٹ بولتے ہیں۔

⑰ "هو الّذی جعل لکم اللّیل لتسکنوا فیه والنهار مبصرا" روشن کہ اس میں دیکھا جائے ان کے قول "لیل نائم" اور "عیشة راضیة" کی طرح ہے۔ قطرب کہتے ہیں عرب کہتے ہیں "اظلم اللیل واضاء النهار والبصریعی" رات تاریکی والی اور دن روشنی اور بصارت والا ہوگیا۔ "انّ فی ذلک لآیات لقوم یسمعون" عبرت کا سننا کہ یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن پر صرف عالم قدرت والا ہی قادر ہوسکتا ہے۔

⑱ "قالوا" یعنی مشرکین "اتّخذ اللّٰهُ ولداً" اور یہ ان کا قول کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں "سبحانه هو الغنی" اپنی مخلوق سے "له مافی السّمٰوٰت وما فی الارض" غلام اور مملوک "ان عندکم" نہیں ہے تمہارے پاس "من سلطان" حجت اور برہان من صلہ ہے اصل عبارت "ماعندکم سلطان بهٰذا اتقولون علی الله مالا تعلمون"

⑲ "قل انّ الّذین یفترون علی الله الکذب لایفلحون" نجات نہ پائیں گے اور بعض نے کہا ہے کہ دُنیا میں باقی نہ رہیں گے اور لیکن

⑳ "متاع" تھوڑا اس سے نفع اُٹھالیں اپنی عمروں کے ختم ہونے تک اور (متاع) مرفوع ہے ضمیر کی وجہ سے یعنی هو متاع "فی الدنیا ثم الینا مرجعهم ثمّ نذیقهم العذاب الشدید بما کانوا یکفرون"

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾

ترجمہ: اور آپ ان کو نوح (علیہ السلام) کا قصہ پڑھ کر سنایئے۔ جو کہ اس وقت واقع ہوا تھا) جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم کو میرا رہنا (یعنی وعظ گوئی) کی حالت میں اور احکام خداوندی کی نصیحت کرنا بھاری (اور ناگوار) معلوم ہوتا ہے تو میرا تو خدا ہی پر بھروسہ ہے سو تم اپنی تدبیر مع اپنے شرکاء کے پختہ کرلو پھر تمہاری وہ تدبیر تمہاری گھٹن (اور دل تنگی) کا باعث نہ ہونا چاہئے پھر میرے ساتھ (جو کچھ کرنا ہے) کر گزرو اور مجھ کو مہلت نہ دو پھر بھی اگر تم اعراض ہی کئے جاؤ تو (یہ سمجھو کہ) میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا میرا معاوضہ تو صرف اللہ ہی کے ذمہ ہے اور چونکہ مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں اطاعت کرنے والوں میں رہوں سو وہ لوگ ان کو جھٹلاتے رہے پس (اس پر عذاب طوفان کا مسلط ہوا اور) ہم نے (اس عذاب سے) ان کو اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور ان کو (زمین پر آباد کیا اور (باقی جو لوگ رہے تھے) جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو (اس

طوفان میں) غرق کردیا سو دیکھنا چاہئے کیسا (برا) انجام ہوا ان لوگوں کا جو (عذاب الٰہی سے) ڈرائے جاچکے تھے۔

تفسیر ⑦① "واتلُ علیھم نبا نوح یعنی اے محمد آپ اہل مکہ پر نوح علیہ السلام کی خبر پڑھیں اذ قال لقومہ" اور وہ قابیل کی اولاد تھے۔ "یقوم ان کان کبر علیکم مقامی" میری عمر کا لمبا ہونا اور تم میں ٹھہرنا "وتذکیری" اور میرا تمہیں نصیحت کرنا "بآیات اللّٰہ" اس کے دلائل اور واضح نشانیوں کے ساتھ جس کی وجہ سے تم نے میرے قتل کا ارادہ کیا "فعلی اللّٰہ توکلت فاجمعوا امرکم" یعنی اپنی تدبیر کو پختہ کرو اور اس پر پختہ ارادہ کرلو۔ "وشرکاء کم" یعنی اپنے معبودوں کو بھی بلاؤ کہ وہ تمہاری مدد کریں تاکہ وہ بھی تمہارے ساتھ جمع ہوجائیں۔

اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی تم اپنے امر کو اپنے شرکاء کے ساتھ جمع کرو۔ جب "مع" کو چھوڑ دیا گیا تو نصب دیا گیا اور یعقوب رحمہ اللہ نے "وشرکاؤکم" پر پیش پڑھا ہے یعنی تم اور تمہارے شرکاء اپنا امر جمع کرو اور قاری رویس نے یعقوب سے "فاجمعوا" الف وصلی اور میم کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ جمع یجمع سے ہے اور مراد "فاجمعوا ذوی امرکم" ہے یعنی اپنے مشورہ والوں کو جمع کرو مضاف کو حذف کیا گیا اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کردیا گیا اور معنی یہ ہے کہ اپنے سرداروں کو جمع کرو۔ "ثمّ لا یکن امرکم علیکم غُمّۃً" یعنی خفیہ مبہم یہ ان کے قول "غمّ الھلال علی النّاس" سے مشتق ہے یعنی چاند ان پر مخفی ہوگیا۔ "ثمّ اقضوا الیّ" یعنی جو تمہارے دل میں ہے کر گزرو اور اس سے فارغ ہوجاؤ اور کہا جاتا ہے "وقضی فلان" جب وہ مرجائے اور گزرجائے "وقضی دینہ" جب اس سے فارغ ہوجائے۔ بعض نے کہا ہے کہ معنی یہ ہے کہ میری طرف قتل کرنے کے لیے متوجہ ہوجاؤ۔ اور بعض نے کہا ہے تم جو کرنا چاہتے ہو کرلو اور یہ جادوگروں کے قول کی طرح ہے جو انہوں نے فرعون کو کہا تھا "فاقض ما انت قاض" یعنی جو کرنا چاہتا ہے کرلے۔ "ولا تنظرون" اور مجھے مہلت نہ دو۔ یہ عاجز کرنے کے طریقے پر کہا۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے بارے میں خبر دی ہے کہ ان کو اللہ کی مدد پر پورا اعتماد تھا اپنی قوم کی تدبیر کا ذرا بھی خوف نہ تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کی قوم اور ان کے معبود کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

⑦② "فان تولّیتم" تم نے میرے قول اور نصیحت کو قبول کرنے سے اعراض کیا۔ "فما سالتکم" اپنے لیے رسالت اور دعوت کی تبلیغ پر۔ "من اجر عوض ان اجری نہیں ہے میرا اجر اور ثواب۔ "الّا علی اللّٰہ وامرت ان اکون من المسلمین" یعنی مؤمنین میں سے اور کہا گیا ہے کہ اللہ کے حکم پر سر جھکانے والوں میں سے۔

⑦③ "فکذّبوہ" یعنی نوح علیہ السلام کو "فنجّیناہ ومن مّعہ فی الفلک وجعلنا ھم خلائف" یعنی جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے ہم نے ان کو ہلاک ہونے والوں کا خلیفہ بنادیا۔ "واغرقنا الّذین کذّبوا بآیاتنا فانظر کیف کان عاقبۃ المنذرین" یعنی ان لوگوں کا آخری امر جن کو رسولوں نے ڈرایا پر وہ ایمان نہیں لائے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ م بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ط كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ م بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ط اَسِحْرٌ هٰذَا ط وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ط وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾

(ترجمہ) پھر نوحؑ کے بعد ہم نے اور رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس معجزات لے کر آئے (مگر) پھر (بھی ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی کیفیت یہ تھی کہ) جس چیز کو انہوں نے اول (وہلہ) میں (ایک بار) جھوٹا کہہ دیا یہ نہ ہوا کہ پھر اس کو مان لیتے (اور جیسے یہ لوگ دل کے سخت تھے) اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں پھر ان (مذکورین) پیغمبروںؑ کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنے معجزات (عصا) اور ید بیضا دے کر بھیجا سو انہوں نے) دعویٰ کے ساتھ ہی ان کی تصدیق کرنے سے) تکبر کیا اور وہ لوگ جرائم کے خوگر تھے پھر جب (بعد دعویٰ کے) ان کو ہمارے پاس سے (نبوت موسویہ پر) صحیح دلیل پہنچی تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یقیناً یہ صریح جادو ہے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کیا تم اس صحیح دلیل کی نسبت جبکہ وہ تمہارے پاس پہنچی ایسی بات کہتے ہو (کہ یہ جادو ہے) کیا یہ جادو ہے۔ حالانکہ جادوگر کامیاب نہیں ہوا کرتے وہ لوگ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو اس طریقہ سے ہٹا دو جس پر ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے اور (اس لئے آئے ہو کہ) تم دونوں کو دنیا میں ریاست (اور سرداری) مل جائے اور (تم خوب سمجھ لو کہ) ہم تم دونوں کو کبھی نہ مانیں گے۔ اور فرعون نے (اپنے سرداروں سے) کہا کہ میرے پاس تمام ماہر جادوگروں کو (جو ہماری قلمرو میں ہیں) حاضر کرو (چنانچہ جمع کئے گئے سو جب وہ آئے (اور موسیٰ علیہ اسلام سے مقابلہ ہوا) موسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے فرمایا کہ ڈالو جو کچھ تم کو (میدان میں) ڈالنا ہے۔

(تفسیر) ﴿۷۴﴾ "ثم بعثنا من بعده رسلا" یعنی نوح علیہ السلام کے بعد رسولوں کو "الٰی قومهم فجاؤهم بالبیّنات" واضح دلائل کے ساتھ "فما کانوا لیؤمنوا بما کذّبوا به من قبل" جس کو نوح علیہ السلام کی قوم اس سے پہلے جھٹلا چکی تھی۔ "کذلک نطبع" مہر کر دیتے ہیں "هم علٰی قلوب المعتدین"

⑮ "ثمّ بعثنا من بعدهم موسٰی و هارون الٰی فرعون وملائه" یعنی اس کی قوم کے معززین کی طرف "بآیاتنا فاستکبروا و کانوا قومًا مجرمین"

⑯ "فلمّا جاء هم" یعنی فرعون اور اس کی قوم کے پاس آیا۔ "الحقّ من عندنا قالوا انّ هٰذا لسحر مبین"

⑰ "قال موسٰی اتقولون للحقّ لمّا جاء کم اسحرٌ هٰذا" اصل عبارت یوں تھی "لما جاءَ کم سحرٌ اَسحرٌ هٰذا" پہلے سحر کو حذف کر دیا گیا کیونکہ کلام اس پر دلالت کر رہی تھی۔ "ولا یفلح الساحرون"

⑱ "قالوا" یعنی فرعون اور اس کی قوم موسیٰ علیہ السلام کو "اجئتنا لتلفتنا" تاکہ ہمیں پھیر دے۔ "عمّا وجدنا علیه آباءَ نا وتکون لکما الکبریاء" بادشاہی اور سلطنت "فی الارض" مصر میں اور ابوبکر نے یکون یاء کے ساتھ پڑھا ہے "وما نحن لکما بمؤمنین" تصدیق کرنے والے۔

⑲ "وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ"

⑳ "فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ"

فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَاجِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمہ: سو جب انہوں نے (اپنا جادو کا سامان) ڈالا تو موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ جو کچھ تم (بنا کر) لائے ہو جادو ہے یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس (جادو) کو ابھی درہم برہم کئے دیتا ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ ایسے فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ دلیل صحیح (یعنی معجزہ) کو اپنے وعدوں کے موافق ثابت کر دیتا ہے گو مجرم (اور کافر) لوگ کیسا ہی ناگوار سمجھیں پس (جب عصا کا معجزہ ہوا تو) موسیٰ (علیہ السلام) پر) شروع شروع میں) ان کی قوم میں سے صرف قدرے قلیل آدمی ایمان لائے وہ بھی فرعون سے اور اپنے حکام سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں (ظاہر ہونے پر) ان کو تکلیف (نہ) پہنچاوے اور واقع میں (ڈرنا ان کا بے جا نہ تھا کیونکہ) فرعون اس ملک میں زور (سلطنت) رکھتا تھا اور یہی بات تھی کہ وہ حد (انصاف) سے باہر ہو جاتا تھا۔

تفسیر ⑧ "فلمّا القوا قال موسٰی ما جئتم به السحر" ابو عمرو اور ابو جعفر نے "آلسحر" الف قطعی اور مد کے ساتھ استفہام کی بناء پر پڑھا ہے اور "ما" اس قرأت میں استفہام کے لیے ہے اور موصولہ نہیں ہے اور یہ مبتداء ہے اور "جئتم به" اس کی خبر ہے اور معنی یہ ہے کہ تم کون سی چیز لائے ہو؟ اور باری تعالیٰ کا قول "آلسحر" اس سے بدل ہے اور باقی حضرات

نے "ما جئتم به السحر" بغیر مد کے ہمزہ وصلی کے ساتھ پڑھا ہے اور "ما" اس کی قرأت موصول ہے "الّذی" کے معنی میں "وجئتم به" اس کا صلہ ہے اور یہ اپنے صلہ کے ساتھ موضع رفع میں ہے ابتداء کی وجہ سے اور باری تعالیٰ کا قول "السحر" اس کی خبر ہے یعنی "الّذی جئتم به السحر" اور اس قرأت کی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت تقویت کرتی ہے۔ "ما جئتم به سحر" الف اور لام کے بغیر۔ انّ اللّٰه سيبطله انّ اللّٰه لايصلح عمل المفسدين"

⑧② "ويحق اللّٰه الحق بكلماته اپنی آیات کے ساتھ ولو كره المجرمون"

⑧③ "فما آمن لموسى" موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق نہیں۔ ان آیات کے باوجود جو ہم نے ان کو دی تھیں "الّا ذرية من قومه" قومہ کی ھاء کے مرجع میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہے اور اس سے بنی اسرائیل کے وہ مؤمنین مراد ہیں جو مصر میں تھے اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ وہاں سے نکلے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کی اولادیں تھیں جن کی طرف موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا آباء ہلاک ہوگئے اور اولاد باقی رہ گئی اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ قومہ کی ھاء فرعون کی طرف لوٹ رہی ہے۔ عطیہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فرعون کی قوم کے چند لوگ ایمان لائے تھے ان میں سے فرعون کی بیوی، آل فرعون کا مؤمن شخص، فرعون کا خزانچی اور خزانچی عورت اور فرعون کی بیٹی کو کنگھی کرنے والی عورت۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آل فرعون کے قبطیوں کے ستر ہزار گھر ایسے تھے جن کی مائیں بنی اسرائیل کی تھیں تو مرد اپنی ماں اور ماموؤں کے پیچھے چلے اور بعض نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو فرعون کے قتل سے بچ گئے تھے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جب فرعون نے بچوں کے قتل کا حکم دیا تو بنی اسرائیل کی جس عورت کا لڑکا پیدا ہوتا وہ قتل کے خوف سے وہ بچہ قبطی عورت کو دے دیتی تو ان لوگوں نے قبطیوں کے گھروں میں پرورش پائی اور جس دن جادوگر مغلوب ہوئے یہ بھی اسلام لے آئے۔ فراء فرماتے ہیں کہ ان کا نام ذریۃ اس وجہ سے رکھا گیا کہ ان کے باپ قبطی اور مائیں بنی اسرائیل سے تھیں۔ جیسے اہل فارس کی اولاد جو یمن کی عورتوں سے پیدا ہوئی اس کو ابناء کہتے ہیں کیونکہ ان کی مائیں ان کے باپ کی جنس کے علاوہ سے ہیں۔ "علٰى خوف من فرعون وملئهم"

بعض نے کہا ہے کہ فرعون سے آل فرعون مراد ہے کہ آل فرعون اور ان کے سرداروں کے خوف سے جیسے "واسئل القرية" کا مطلب ہوتا ہے بستی والوں سے سوال کریں اور بعض نے کہا ہے کہ "ملئهم" کی ضمیر سے مراد فرعون ہے اور یہ اگرچہ ایک ہے لیکن جب بادشاہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھی بھی ساتھ سمجھ میں آتے ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے قدم الخليفة بادشاہ آیا تو یہ مطلب نہیں کہ تنہا آیا بلکہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہاں "ذرّية" کے ملاء مراد ہیں کیونکہ ان کے ملاء قوم فرعون میں سے تھے۔ "ان يفتنهم" یعنی ان کو دین سے پھیر دے۔ "يفتنو" جمع کا صیغہ نہیں لائے صرف فرعون کی خبر دی ہے کیونکہ اس کی قوم بھی اس جیسی تھی۔ "وان فرعون لعال" تکبر کرنے والا ہے۔ "فى الارض وانّه لمن المسرفين" حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے ہے۔ اس لیے کہ وہ بندہ تھا لیکن اس نے رب ہونے کا دعویٰ کیا۔

وَقَالَ مُوْسٰی یٰقَوْمِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَیْهِ تَوَکَّلُوْٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَی اللّٰهِ تَوَکَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِکَ مِنَ الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِکُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قِبْلَةً وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالَ مُوْسٰی رَبَّنَآ اِنَّکَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِیْنَةً وَّاَمْوَالًا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِکَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۸۸﴾

ترجمہ: اور موسیٰ نے فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم (سچے دل سے) اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو (سوچ بچار مت کرو بلکہ) اسی پر توکل کرو اگر تم (اس کی) اطاعت کرنے والے ہو انہوں نے (جواب میں) عرض کیا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالموں کا تختہ مشق نہ بنا اور ہم کو اپنی رحمت کا صدقہ ان کافروں سے نجات دے اور موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے بھائی ہارون (علیہ السلام) کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنے ان لوگوں کے لئے (بدستور) مصر میں گھر برقرار رکھو اور (نماز کے اوقات میں) سب اپنے ان ہی گھروں کو نماز پڑھنے کی جگہ قرار دے لو اور (یہ ضروری ہے کہ نماز کے پابند رہو اور (اے موسیٰ) آپ مسلمانوں کو بشارت دے دیں اور موسیٰ (علیہ السلام) نے (دعاء میں) عرض کیا کہ اے ہمارے رب (ہم کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ) آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو سامان تجمل اور طرح طرح کے مال دنیوی زندگی میں اے ہمارے رب اسی واسطے دیئے ہیں کہ وہ آپ کی راہ سے (لوگوں کو) گمراہ کردیں اے ہمارے رب ان کے مالوں کو نیست و نابود کردیجئے اور ان کے دلوں کو (زیادہ) سخت کردیجئے جس سے ہلاکت کے مستحق ہوجاویں) سو یہ ایمان نہ لانے پاویں یہاں تک کہ عذاب الیم (کے مستحق ہو کر اس) کو دیکھ لیں۔

تفسیر: ﴿۸۴﴾ **"وقال موسٰی"** اپنی قوم کے مؤمنین کو **"یا قوم ان کنتم اٰمنتم باللّٰه فعلیه توکّلوا ان کنتم مسلمین"**

﴿۸۵﴾ **"فقالوا علی اللّٰه توکّلنا"** ہم نے بھروسہ اور اعتماد کیا۔ پھر دُعا مانگتے ہوئے کہنے لگے **"ربّنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظالمین"** یعنی ان کو ہم پر غالب نہ کریں اور ہمیں ان کے ہاتھوں ہلاک نہ کریں کہ وہ گمان کرنے لگیں گے کہ ہم حق پر نہیں تو وہ سرکشی میں بڑھیں گے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ہمیں اپنی طرف سے عذاب نہ دیں تو قوم فرعون کہنے لگی کہ اگر یہ حق پر ہوتے تو عذاب نہ دیئے جاتے تو وہ فتنہ میں پڑ جائیں گے۔

﴿۸۶﴾ **"ونجّنا برحمتک من القوم الکافرین"**

﴿۸۷﴾ **"واوحینا الٰی موسٰی واخیه"** ہارون علیہ السلام **"ان تبوّا لقومکما بمصر بیوتا"** کہا جاتا ہے **بوأفلان لنفسه**

بیتا ومضجعا جب اس کو بنالے وبوأته جب میں نے اس کیلئے بنالیا۔ واجعلوا بیوتکم قبلة" اکثر مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل صرف اپنے عبادت خانوں میں عبادت کرتے تھے اور یہ عبادت خانے ظاہر ہوتے تھے۔ جب موسیٰ علیہ السلام رسول بنا کر بھیجے گئے تو فرعون نے ان عبادت خانوں کو گرانے کا حکم دیا اور بنی اسرائیل کو نماز سے منع کر دیا تو ان کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے گھروں میں مسجدیں بنالیں اور ان میں نماز پڑھیں۔ یہ ابراہیم، عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کو فرعون کا ڈر ہوا۔ اگر عبادت خانوں میں نماز پڑھیں تو ان کو حکم دیا گیا کہ وہ گھروں میں مسجدیں بنائیں قبلہ رُخ ان میں چھپ کر نماز پڑھیں اور مطلب یہ ہے کہ اپنے گھروں کے رُخ قبلہ کی طرف کرو۔ ابن جریج نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کعبہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا قبلہ تھا۔ "واقیموا الصّلٰوة وبشّر المؤمنین" اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

88 "وقال موسٰی ربّنا انّک اٰتیت فرعون وَملاه زینة" دُنیا کے سامان سے "واموالاً فی الحیٰوة الدّنیا ربّنا لیضلّوا عن سبیلک"...... "لیضلّو" کے لام میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ یہ لام کی ہے۔ معنی یہ ہے کہ تو نے ان کو دیا تا کہ تو ان کو آزمائے تو وہ خود گمراہ ہوئے اور تیرے راستے سے گمراہ کیا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لاسقیناهم ماء غدقًا لنفتنهم فیه" اور بعض نے کہا ہے کہ یہ لام عاقبت ہے یعنی تا کہ وہ گمراہ ہو جائیں تو ان کے معاملہ کا انجام گمراہ ہونا ہوا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فالتقطه اٰل فرعون لیکون لهم عدوّاً وّحزنًا ...... ربّنا اطمس علٰی اموالهم" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو ہلاک کر دے اور طمس بمعنی مٹا دینا اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے مال، کھیتیاں، جواہر وغیرہ سب کچھ پتھر ہو گیا۔

محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی صورتیں پتھر ہو گئیں، آدمی اپنی بیوی کے ساتھ بستر میں سویا ہوا تھا وہ دونوں پتھر ہو گئے اور عورت روٹی پکا رہی تھی وہ پتھر ہو گئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ دراہم اور دنانیر منقش پتھر ہو گئے جس طرح کے درہم ہوتے ہیں۔ نصف، ثلث وغیرہ اور عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک تھیلا منگوایا جس میں آل فرعون کے بقایاجات تھے تو اس میں سے ایک منقش انڈہ اور کھلا ہوا اخروٹ نکالا، یہ دونوں پتھر کے تھے۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال کھجور، پھل، آٹا، غلہ وغیرہ کو مسخ کر کے پتھر بنا دیا تو یہ نو آیات میں سے ایک ہے۔ "و اشدد علٰی قلوبهم" یعنی ان پر مہر لگا دے کہ وہ نرم بھی نہ ہوں اور ایمان کے لیے نہ کھلیں۔ "فلا یؤمنوا" بعض نے کہا ہے کہ یہ جواب دُعا ہونے کی وجہ سے فاء کے ساتھ منصوب ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا عطف "لیضلّوا" پر ہے یعنی "لیضلّوا فلا یؤمنوا" اور فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دُعا ہے اور محلاً مجزوم ہے گویا کہ فرمایا "اللّٰهُمَّ فلا یؤمنوا"...... "حتی یروا العذاب الالیم" اور وہ غرق ہے۔

قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا فَاسْتَقِیْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ 89 وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَکَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ 90

ترجمہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی سوتم (اپنے منصبی کام یعنی تبلیغ پر) مستقیم رہو اور ان لوگوں کی راہ پر نہ چلنا جن کو علم نہیں اور ہم نے بنی اسرائیل کو (اس) دریا سے پار کر دیا پھر ان کے پیچھے پیچھے فرعون مع اپنے لشکر کے ظلم اور زیادتی کے ارادہ سے (دریا میں) چلا یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا (اور ملائکہ عذاب کے نظر آنے لگے) تو (سراسیمہ ہوکر) کہنے لگا میں ایمان لاتا ہوں کہ بجز اس کے کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں۔

تفسیر سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو کفر پر موت دے۔

89 "قال" اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو کہا "قد اجیبت دعوتکما" یہاں دُعا کی نسبت دونوں کی طرف کی۔ حالانکہ دُعا تو صرف موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ روایت کیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دُعا کر رہے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے اور آمین کہنا دُعا ہے اور بعض قصص میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی دُعا اور قبولیت کے درمیان چالیس سال کا وقفہ تھا۔ "فاستقیما" رسالت اور دعوت پر اور میرے حکم کو جاری رکھو یہاں تک کہ ان پر اللہ کا عذاب آجائے۔ "ولا تتبعان سبیل الّذین لایعلمون"

90 "وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتبعھم" ان کو پالیا۔ "فرعون و جنودہ کہا جاتا ہے "اتبعہ وتبعہ" جب اس کو پالے اور جا ملے اور "اتّبعہ" شد کے ساتھ جب اس کے پیچھے چلے اور اس کی اقتداء کرے اور بعض نے کہا ہے یہ دونوں ایک ہیں۔ بغیًا وعدوًا" یعنی ظلماً اور دشمنی سے اور بعض نے کہا قول میں سرکشی اور فعل میں دشمنی اور دریا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لیے پھٹ چکا تھا۔

جب فرعون اپنے لشکر کے ساتھ سمندر تک پہنچا تو اس میں داخل ہونے سے ڈر گئے تو ان کے آگے حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک خوبصورت گھوڑی پر آئے اور دریا میں گھس گئے تو ان کے پیچھے باقی گھوڑے بھی داخل ہو گئے تو جب ان کا آخری شخص داخل ہوا اور پہلا نکلنے ہی والا تھا کہ پانی ان پر مل گیا۔ "حتّٰی اذا ادرکہ الغرق" یعنی پانی نے اس کو ڈھانپ لیا اور اس کی ہلاکت قریب ہوگئی۔ "قال اٰمنت انّہ"

حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ فرماتے ہیں "انّہ" الف کی زیر کے ساتھ ہے یعنی میں ایمان لایا اور میں نے کہا "انہ" اور دیگر حضرات نے "انّہ" زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ "اٰمنت" کے اس پر واقع ہونے کی بناء پر اور حرف خبر کو مقدر ماننے کی بناء پر۔ یعنی "آمنت بانّہ" تو باء کو حذف کر دیا گیا اور فعل کو بغیر صلہ کے ملا دیا گیا تو یہ نصب کی جگہ میں ہے۔

"لا الٰہ الاّ الّذی آمنت بہ بنو اسرائیل وانا من المسلمین" تو جبرئیل علیہ السلام نے اس کے منہ میں دریا کی کیچڑ ٹھونس دی۔

آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٩١﴾ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿٩٢﴾ وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَاۗءَھُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَھُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٩٣﴾

ترجمہ جواب دیا گیا کہ اب ایمان لاتا ہوں اور (معائنہ آخرت کے) پہلے سے سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا (اب نجات چاہتا ہے) سو (بجائے نجات مطلوبہ کے) آج ہم تیری لاش کو (پانی میں تہ نشین ہونے سے) نجات دیں گے تا کہ تو ان کے لئے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد (موجود) ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ (پھر بھی) بہت سے آدمی ہماری (ایسی ایسی عبرتوں سے غافل ہیں (اور مخالفت احکام الٰہیہ سے نہیں ڈرتے) اور ہم نے (غرق فرعون کے بعد) بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانہ رہنے کو دیا اور ہم نے ان کو نفیس چیزیں (نعمائے جنات وعون وغیرہ) کھانے کو دیں سو انہوں نے (جہل کی وجہ سے) اختلاف نہیں کیا یہاں تک کہ ان کے پاس (احکام کا) علم پہنچ گیا یقینی بات یہ ہے کہ آپ کا رب ان (اختلاف کرنے والوں) کے درمیان قیامت کے دن ان امور میں فیصلہ (عملی) کرے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

تفسیر ﴿٩١﴾ "**آلآن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین**" ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تو وہ کہنے لگا "**آمنت انه لا اله الّا الذی آمنت به بنو اسرائیل**" تو جبرئیل علیہ السلام کہنے لگے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ مجھے دیکھتے کہ میں دریا کی کیچڑ اُٹھا کر اس کو منہ میں ٹھونس رہا تھا۔ اس خوف سے کہ اس کو رحمت نہ پکڑے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرعون اور اس کی قوم کے ہلاک ہونے کی خبر دی تو بنو اسرائیل کہنے لگے کہ فرعون نہیں مرا تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا تو اس نے فرعون کو ساحل پر ڈال دیا وہ سرخ چھوٹا ہو گیا تھا۔ گویا کہ وہ بیل ہے تو اس کو بنی اسرائیل نے دیکھ لیا اور اسی وقت سے اس کی لاش کو پانی قبول نہیں کرتا۔ پس یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے قول۔

﴿٩٢﴾ "**فالیوم ننجّیک**" یعنی ہم تجھے بلند زمین پر ڈالیں گے۔ اور یعقوب رحمہ اللہ نے "**ننجیک**" تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ "**ببدنک**" تیرے جسم کے ساتھ جس میں روح نہ ہوگی اور بعض نے بدن یعنی ذرہ کے معنی میں ہے کہ اس کی ایک ذرہ مشہور تھی جس پر جواہرات جڑے ہوئے تھے تو ان لوگوں نے اس کو اس کی ذرہ میں دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی "**لتکون لمن خلفک آیة**" عبرت اور نصیحت "**وانّ کثیراً من النّاس عن آیاتنا لغافلون**"

﴿٩٣﴾ "**ولقد بوّأنا بنی اسرائیل**" ہم نے بنی اسرائیل کو اتارا فرعون کے ہلاک ہونے کے بعد "**مبوّأ صدق**" سچی منزل یعنی مصر

اور بعض نے کہا اُردن اور فلسطین یہی وہ مقدس زمین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی میراث بنایا۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں مصر اور شام مراد ہے۔ "ورزقنا ھم من الطیّبات" حلال چیزیں "فما اختلفوا" یعنی وہ یہودی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے آپ علیہ السلام کی تصدیق میں اور اس بات میں کہ آپ علیہ السلام نبی ہیں "حتّٰی جاء ھم العلم" یعنی قرآن اور بیان کہ آپ علیہ السلام اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ علیہ السلام کا دین حق ہے اور بعض نے کہا ہے کہ حتیٰ کہ ان کے پاس ان کا معلوم یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم آگئے کیونکہ وہ آپ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے تھے تو آیت میں العلم بمعنی معلوم ہے جیسے مخلوق کو خلق کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ھٰذ خلق اللّٰہ" اور کہا جاتا ہے ہذا الدرہم ضرب الامیر ہے یعنی مضروب الامیر ہے۔ "انّ ربّک یقضی بینھم یوم القیامۃ فیما کانوا فیہ یختلفون" دین میں اختلاف کرتے ہیں۔

فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ فَسْــٴَـلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۹۴﴾ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَ لَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۹۷﴾ فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْیَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِیْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِیْنٍ ﴿۹۸﴾

ترجمہ پھر اگر (بالفرض) آپ اس (کتاب) کی طرف سے شک (اور شبہ) میں ہوں جس کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھ دیکھئے جو آپ سے پہلی کتابوں کو پڑھتے ہیں مراد توریت وانجیل ہیں تو وہ قرآن کو سچ بتلائیں گے بیشک آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے سچی کتاب آئی ہے آپ ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہوں اور (نہ شک کرنے والوں سے بڑھ کر) ان لوگوں میں ہوں۔ جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا کہیں آپ (نعوذ باللہ) تباہ نہ ہو جاویں یقیناً جن لوگوں کے حق میں آپ کے رب کی (یہ ازلی) بات (کہ ایمان نہ لاویں گے) ثابت ہو چکی ہے وہ (کبھی) ایمان نہ لاویں گے گو ان کے پاس تمام دلائل (ثبوت حق کے) پہنچ جائیں جب تک کہ عذاب دردناک کو نہ دیکھ لیں (مگر اس وقت ایمان نافع نہیں ہوتا) کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا ہاں مگر یونس (علیہ السلام) کی قوم جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا اور ان کو ایک وقت خاص (یعنی وقت موت) تک (خیر وخوبی کے ساتھ) عشق دیا اور ان اقوام وقری کی کیا تخصیص ہے۔

تفسیر ﴿۹۴﴾ "فان کنت فی شکّ ممّا انزلنا الیک" یعنی قرآن "فاسأل الّذین یقرؤن الکتاب من قبلک" تو وہ آپ کو خبر دیں گے کہ ان کے پاس توریت میں بھی آپ علیہ السلام کا لکھا ہوا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور اس سے مراد آپ علیہ السلام کے علاوہ لوگ ہیں جیسے عرب کی عادت ہے کہ وہ کسی کو خطاب کرتے ہیں اور مراد کوئی

اور ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یایھا النّبی اتق اللّٰہ" یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا حالانکہ مراد مؤمنین ہیں کیونکہ آگے چل کر فرمایا "ان اللّٰہ کان بما تعملون خبیرا"...... "بما تعمل" نہیں کہا تو معلوم ہوا مؤمنین مراد ہے اور بعض نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ تین طرح کے تھے۔ (۱) تصدیق کرنے والے (۲) تکذیب کرنے والے (۳) شک میں پڑے ہوئے۔ تو یہ خطاب اہل شک کو ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے انسان اگر تو اس میں شک کرتا ہے جو ہم نے تیری طرف ہدایت اُتاری ہمارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر تو ان لوگوں سے پوچھ جو کتاب پڑھتے ہیں تیرے سے پہلے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی جو اہل کتاب میں سے ایمان لے آئے ہیں ان سے پوچھ جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی تو وہ عنقریب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا ہونے پر اور آپ علیہ السلام کی نبوت پر گواہی دیں گے۔ فراء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل شک نہیں ہے لیکن عرب کی عادت کے موافق کلام کی ہے کہ عرب لوگ غلام کو کہتے ہیں اگر تو میرا غلام ہے تو میرا کہنا مان اور بیٹے کو کہتے ہیں کہ اگر میرا بیٹا ہے تو اس اس طرح کر تو یہ کلام شک کی وجہ سے نہیں ہوتی۔ "لقد جاء ک الحق من ربّک فلا تکونن من الممترین"

⑮ "ولا تکوننّ من الّذین کذّبوا بآیات اللّٰہ فتکون من الخاسرین" اور یہ تمام خطاب ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مراد اس سے آپ علیہ السلام کا غیر ہے۔

⑯ "انّ الّذین حقت علیھم کلمۃ ربّک" بعض نے کہا ہے اس کی لعنت اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مراد ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول مراد ہے کہ یہ لوگ جہنم میں جائیں گے اور مجھے کوئی پروا نہیں "لا یؤمنون"

⑰ "ولو جاء تھم کلّ اٰیۃ دلالت حتی یروا العذاب العلیم"

اخفش فرماتے ہیں کل کے فعل کو مؤنث لایا گیا ہے اس لئے کہ یہ مؤنث کی صرف مضاف ہے اور وہ اس کا قول آیۃ ہے اور لفظ کل مذکر اور مؤنث کیلئے برابر استعمال ہوتا ہے۔

⑱ "فلولا کانت قریۃ" اور معنی یہ ہے کہ نہیں تھے کوئی بستی والے اس لیے کہ استفہام انکار کی ایک قسم ہے۔ "آمنت" عذاب کے مشاہدہ کے وقت "فنفعھا ایمانھا" ناامیدی کی حالت میں۔

⑱ "الّا قوم یونس" کیونکہ اس وقت میں ان کو ان کے ایمان نے نفع دیا۔ لفظ "قوم" استثناء منقطع کی وجہ سے منصوب ہے اور اصل عبارت ہے "ولکن قوم یونس لمّا اٰمنوا کشفنا عنھم عذاب الخزی فی الحیٰوۃ الدنیا ومتّعناھم الی حین" اور وہ ان کی عمروں کے ختم ہونے کا وقت ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ انہوں نے عذاب کا مشاہدہ کرلیا تھا یا نہیں؟ تو بعض علماء نے فرمایا ہے کہ انہوں نے عذاب کی دلیل دیکھ لی تھی اور اکثر علماء اس بات پر ہیں کہ انہوں نے عذاب کا مشاہدہ کرلیا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کشفنا عنھم عذاب الخزی" اور کشف چیز کے واقع ہونے کے بعد یا قریب ہونے کے بعد ہوتا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام اوران کی قوم کا واقعہ

"وقصة الآية" آیت کا قصہ جو عبداللہ بن مسعود، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما، وھب رحمہ اللہ اوران کے علاوہ حضرات نے بیان کیا ہے وہ یہ کہ قوم یونس علیہ السلام موصل کے علاقہ نینوی میں آباد تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت یونس علیہ السلام کو بھیجا کہ ان کو ایمان کی طرف دعوت دیں۔ یونس علیہ السلام نے انہیں ایمان کی دعوت دی۔ لیکن انہوں نے انکار کیا تو ان کو کہا گیا کہ آپ علیہ السلام ان کو خبر دے دیں کہ عذاب ان کو تین دن کے بعد صبح کو آئے گا تو یونس علیہ السلام نے ان کو خبر دے دی تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے اس پر کبھی جھوٹ کا تجربہ نہیں کیا تم دیکھو اگر یہ آج کی رات تم میں گزارتے ہیں تو یہ عذاب کچھ بھی نہیں اور اگر نہیں گزارتے تو جان لو کہ عذاب صبح کے وقت تم پر آئے گا تو اس رات کے درمیان میں یونس علیہ السلام وہاں سے چلے گئے۔

جب انہوں نے صبح کی تو عذاب ان کو ڈھانپ چکا تھا اوران کے سروں پر ایک میل کے بقدر اوپر تھا اور وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آسمان پر بڑے ہولناک سیاہ بادل تھے جن سے سخت دھواں نکل رہا تھا تو وہ نیچے اُترا اوران کے شہر کو ڈھانپ لیا اور ان کی چھتیں سیاہ ہوگئیں۔ جب انہوں نے اس کو دیکھا تو عذاب کا یقین ہوگیا تو اپنے نبی حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا وہ نہ ملے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں توبہ ڈال دی تو وہ اپنی عورتوں، بچوں، جانوروں کو لے کر چٹیل میدان میں آ گئے اور ٹاٹ کے کپڑے پہنے اور توبہ اور ایمان کو ظاہر کیا اور نیت کو خالص کیا اور ہر بچہ کو اس کی والدہ سے جدا کر دیا خواہ انسان کا ہو یا جانور کا اور اونچی آواز سے رونے لگے کہ آوازیں گڈمڈ ہوگئیں اور خوب گڑگڑائے اور کہنے لگے جو دین یونس علیہ السلام لائے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اوران کی دُعا قبول کرلی اوران سے عذاب دور کر دیا۔

یہ عاشورہ کا دن تھا اور یونس علیہ السلام شہر سے باہر قیام کر کے ان کے عذاب اور ہلاکت کا انتظار کررہے تھے لیکن ایسی کوئی چیز نہ دیکھی اس قوم کا دستور تھا کہ جو جھوٹ بولے اور اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو اس کو قتل کیا جاتا تھا تو یونس علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنی قوم کے پاس واپس کیسے جاؤں حالانکہ میں نے تو ان سے خلاف واقعہ بات کی ہے؟ تو یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرتے ہوئے اور قوم پر غصہ ہوتے ہوئے وہاں سے چل پڑے اور ایک دریا پر آئے۔ وہاں کچھ لوگ کشتی پر سوار تھے، انہوں نے یونس علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے سوار کرلیا۔ جب کشتی دریا کے درمیان میں پہنچی تو رُک گئی نہ آگے جائے نہ پیچھے ہٹے تو کشتی والے کہنے لگے کہ ہماری کشتی کی ایک حالت ہے تو یونس علیہ السلام نے فرمایا میں اس کی وجہ پہچان گیا ہوں اس پر ایک بڑی غلطی والا شخص سوار ہوا ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم مجھے دریا میں ڈال دو۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ علیہ السلام کو ایسے نہ ڈالیں گے تو انہوں نے قرعہ اندازی کی تو تین مرتبہ یونس علیہ السلام کا نام نکلا اور ایک مچھلی کشتی کے پاس منہ کھولے اپنے رب کے حکم کی منتظر کھڑی تھی تو یونس علیہ السلام فرمانے لگے کہ تم سب ہلاک ہو جاؤ گے ورنہ مجھے ڈال دو تو انہوں نے آپ علیہ السلام کو دریا میں ڈال دیا اور آپ علیہ السلام کو مچھلی نے منہ میں لے لیا اور کشتی چل پڑی۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ اللہ نے ایک بڑی مچھلی کو حکم دیا اس نے کشتی کا قصد کیا جب اس کو کشتی والوں نے دیکھا کہ بڑے پہاڑ کی طرح کھڑی ہے اور منہ کھولے کشتی والوں کو دیکھ رہی ہے جیسے کچھ تلاش کر رہی ہو تو اس سے ڈر گئے جب یونس علیہ السلام نے اس کو دیکھا تو دریا میں چھلانگ لگا دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یونس علیہ السلام قوم سے ناراض ہو کر بحر روم آئے تھے اور کشتی والوں نے یہ کہا تھا کہ یہاں کوئی گناہ گار شخص یا بھگوڑا غلام ہے اور کشتی کا یہی طرز ہے کہ اگر اس میں بھگوڑا غلام ہو تو وہ نہیں چلتی اور ہمارا طریقہ اس وقت یہ ہوتا ہے کہ ہم اس کو پہچاننے کے لیے قرعہ ڈالتے ہیں جس کا قرعہ نکلا اس کو پانی میں ڈال دیتے ہیں کیونکہ ایک کا ہلاک ہونا سب کے ہلاک ہونے سے بہتر ہے تو تینوں مرتبہ قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا تو یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ہی عاصی اور عبد آبق ہوں تو اپنے آپ کو پانی میں ڈال دیا اور مچھلی نے آپ علیہ السلام کو نگل لیا۔ پھر اس مچھلی سے بڑی مچھلی آئی اور اس نے چھوٹی مچھلی کو نگل لیا اور اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ ان کے ایک بال کو بھی تکلیف نہ پہنچے کیونکہ میں نے تیرے پیٹ کو ان کا قید خانہ بنایا ہے نہ کہ تیرا کھانا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مچھلی آپ علیہ السلام کو نگل کر ساتویں زمین تک چلی گئی۔ آپ علیہ السلام چالیس راتیں اس کے پیٹ میں رہے تو کنکریوں کی تسبیح سنی تو اندھیروں میں پکارا ''ان **لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین**'' تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا قبول کی اور مچھلی کو حکم دیا تو اس نے ان کو سمندر کے ساحل پر رکھ دیا اور آپ علیہ السلام اس چوزے کی طرح تھے جس کے جسم پر بال نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر کدو کی بیل اُگا دی جس کے نیچے سایہ لیتے تھے اور ایک پہاڑی بکری آ کر ان کو دودھ پلاتی تھی تو وہ بیل خشک ہوگئی تو یونس علیہ السلام رونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ آپ علیہ السلام بیل کے خشک ہونے پر روتے ہیں ایک لاکھ سے زائد لوگوں پر نہیں روتے جن کے بارے میں آپ علیہ السلام چاہتے تھے کہ میں ان کو ہلاک کر دوں؟ جب یونس علیہ السلام یہاں سے نکلے تو ایک غلام جانور چرا رہا تھا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا اے لڑکے تو کون ہے؟ اس نے کہا قوم یونس سے ہوں آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تو ان کے پاس جائے تو کہنا کہ میں نے یونس علیہ السلام کو دیکھا ہے تو لڑکا کہنے لگا کہ اگر میرے پاس کوئی گواہی نہ ہوئی تو میں قتل کر دیا جاؤں گا تو یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ زمین اور یہ درخت تیری گواہی دیں گے تو لڑکے نے کہا آپ علیہ السلام ان کو حکم دیں تو یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس یہ لڑکا آئے تو اس کے حق میں گواہی دینا، ان دونوں نے کہا ٹھیک ہے۔ تو غلام واپس گیا اور بادشاہ کو کہا کہ میں یونس علیہ السلام کو ملا ہوں تو بادشاہ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو لڑکے نے کہا میرے پاس گواہی ہے۔ میرے ساتھ کچھ لوگ بھیجو، پھر ان کو لے کر زمین کے اس ٹکڑے اور درخت کے پاس گیا تو ان کو کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ کیا تمہیں یونس علیہ السلام نے گواہ بنایا تھا؟ ان دونوں نے کہا ہاں تو قوم واپس گئی اور بادشاہ کو کہا کہ اس لڑکے کی گواہی درخت اور زمین نے دی ہے تو بادشاہ نے اس لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ بٹھا دیا اور کہا تو مجھ سے اس جگہ کا زیادہ حق دار ہے تو وہ لڑکا چالیس سال تک ان کا بادشاہ رہا۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ: اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے سو (جب یہ بات ہے تو) کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں جس میں میں ایمان ہی لے آویں حالانکہ کسی شخص کا ایمان لانا بدون خدا کے حکم (یعنی مشیت) کے ممکن نہیں اور اللہ تعالیٰ بے عقل لوگوں پر (کفر کی) گندگی واقع کر دیتا ہے آپ کہہ دیجئے تم غور کرو (اور دیکھو) کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں اور جو لوگ (عناداً) ایمان نہیں لاتے ان کو دلائل اور دھمکیاں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتیں (یہ بیان ہوا ان کے عناد کا)

تفسیر: ⑨⑨ "ولو شاء ربّک اے محمدؐ لاٰمن من فی الارض کلّھم جمیعًا افانت تکرہ النّاس حتّٰی یکونوا مؤمنین" یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے کیونکہ آپ علیہ السلام کو یہ شدید تمنا تھی کہ سارے لوگ ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہی لوگ ایمان لائیں گے جن کے لیے سعادت لکھی جا چکی اور وہی گمراہ ہوں گے جن کے لیے شقاوت لکھی جا چکی۔

⑩⓪ "وما کان لنفس کسی نفس کیلئے مناسب نہیں ہے اور بعض نے کہا نہیں ہے کوئی نفس ان تؤمن الّا باذن اللّٰہ" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے حکم کے ساتھ اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ کی مشیت کے ساتھ اور بعض نے کہا اللہ کے علم کے ساتھ۔ "ویجعل الرّجس" ابوبکر رحمہ اللہ نے نجعل نون کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے یاء کے ساتھ۔ "الرّجس" بمعنی عذاب "علی الّذین لا یعقلون" اللہ کا حکم اور نہی۔

①⓪① "قل انظروا" یعنی ان مشرکین کو کہہ دیں جو آپ سے نشانیاں مانگتے ہیں کہ تم دیکھو "ماذا فی السّمٰوٰت والارض" آیات اور دلائل اور عبرت۔ پس آسمانوں میں سورج، چاند اور ستارے وغیرہ ہیں اور زمین میں پہاڑ، سمندر، دریا، درخت وغیرہ ہیں۔ "وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یؤمنون" یہ اس قوم کے بارے میں ہے جن کا ایمان نہ لانا اللہ کے علم میں ہے۔

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

ترجمہ سو وہ لوگ (بدلالت حال) صرف ان لوگوں کے سے واقعات کا انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو تم (تو اس کے) انتظار میں رہو میں بھی تمہارے ساتھ (اس کے) انتظار کرنے والوں میں ہوں پھر ہم (اس عذاب سے) اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچا لیتے تھے (جس طرح ان مومنین کو ہم نے نجات دی تھی ہم اسی طرح سب ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں یہ (حسب وعدہ) ہمارے ذمہ ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو اگر تم میرے دین کی طرف شک اور تردد) میں ہو تو میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو لیکن ہاں اس معبود کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جان قبض کرتا ہے اور مجھ کو (منجانب اللہ) یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔ اور یہ کہ اپنے آپ کو اس دین اندر کو (توحید خالص) کی طرف اس طرح متوجہ رکھنا کہ سب طریقوں سے علیحدہ ہو جاؤ اور (مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ) کبھی مشرک مت بننا) اور (یہ حکم ہوا کہ خدا (کی توحید) کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ (عبادت کرنے کی حالت میں) کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ (ترک عبادت کی حالت میں) کوئی ضرر پہنچا سکے پھر اگر (بالفرض) ایسا کیا تو تم اس حالت میں حق ضائع کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

تفسیر ⑩ **"فهل ینتظرون"** مکہ کے مشرکین یاد ہیں **"الّا مثل ایّام الّذین خلوا من قبلهم"** پہلی اُمتوں کے تکذیب کرنے والوں کے مثل۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی اللہ کے وہ عذاب جو قوم نوح علیہ السلام وقوم عاد وثمود پر واقع ہوئے اور عربی محاورہ میں ایام کے لفظ سے عذاب بھی مراد لیا جاتا ہے اور انعامات بھی۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **"وذکّرهم بايّام الله"** یعنی ہر خیر اور شر جو ان پر گزرے وہ ایام ہے۔ **"قل فانتظروا انّی معکم من المنتظرین"**

⑩ **"ثمّ ننجّی رسلنا یعقوب (نجی)"** پڑھا ہے تخفیف کے ساتھ **والّذین اٰمنوا"** ان رسولوں کے ساتھ عذاب کے اُترنے کے وقت۔ یہاں "ننجّی" مستقبل کا صیغہ ہے لیکن ماضی "نجّینا" کے معنی میں ہے۔ (گزشتہ زمانے میں ہم نے ایسا کیا تھا اور یہی ہمارا دستور ہے) **"کذالک"** جیسے ہم نے ان کو نجات دی۔ **"حقًّا علینا نُنج المؤمنین"** کسائی اور حفص ویعقوب نے (نجی) تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے تشدید کے ساتھ اور نجا اور انجی کا ایک معنی ہے۔

⑩ **"قل یا ایّها النّاس ان کنتم فی شکٍّ من دینی"** جس کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ کفار تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو باطل سمجھتے تھے پھر ان کو یہ کیسے کہہ دیا کہ اگر شک ہو؟ جواب یہ ہے کہ ان کفار میں کئی لوگ شک میں تھے۔ آیت میں وہ لوگ مراد ہیں یا جب ان سب نے آیات دیکھیں تو شک میں پڑ گئے تو اس وقت ان کو یہ کہا گیا۔ **"فلا اعبد الّذین تعبدون من دون الله"** یعنی بت **"ولکن اعبد الله الّذی یتوفّاکم"** تمہیں موت دے گا اور تمہاری روح قبض کرے گا۔ **"وامرت ان اکون من المؤمنین"**

⑩ **"وان اقم وجهک للدّین حنیفًا"** ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اپنے عمل کو اور بعض دین پر قائم ہو یکسو ہو کر۔ **"ولا تکوننّ من المشرکین"**

⑩⑥ "ولا تدع" اورتو نہ عبادت کر "من دون اللّٰہ مالا ینفعک" اگرتو ان کی اطاعت کرے۔ "ولا یضرّک" اگرتو ان کی نافرمانی کرے "فان فعلت" اگرتو نے غیراللہ کی عبادت کی "فانک اذًا من الظالمین" اپنا نقصان کرنے والوں میں سے جو عبادت کو اس کی جگہ کے علاوہ رکھتے ہیں۔

وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ ط یُصِیْبُ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ط وَھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ⑩⑦ قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنِ اھْتَدٰی فَاِنَّمَا یَھْتَدِیْ لِنَفْسِہٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْھَا وَمَآ اَنَا عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ ⑩⑧ وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰٓی اِلَیْکَ وَاصْبِرْ حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ ⑩⑨

ترجمہ اور (مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ) اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچاوے تو بجز اس کے اور کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں (بلکہ) وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں مبذول فرمادیں اور وہ بڑی مغفرت والے اور بڑی رحمت والے ہیں آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اے لوگو تمہارے پاس (دین) حق تمہارے رب کی طرف سے (بدلیل) پہنچ چکا ہے سو (اس کے پہنچ جانے کے بعد) جو شخص راہ راست پر آجاوے گا سو وہ اپنے (نفع) کے واسطے راہ راست پر آوے گا اور جو شخص (اب بھی) بے راہ رہے گا تو اس کا بے راہ ہونا (یعنی اس کا وبال بھی) اسی پر پڑے گا اور میں تم پر (کچھ بطور ذمہ داری کے) مسلط نہیں کیا گیا اور آپ اس کا اتباع کرتے رہیے جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے اور صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (ان کا) فیصلہ کردیں گے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں اچھا (فیصلہ کرنے والا) ہے۔

تفسیر ⑩⑦ "وان یمسسک اللّٰہ بضرّ" پہنچے تجھے سختی اور مصیبت۔ "فلا کاشف لہ" اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہے "الّا ھو وان یردک بخیر" نرمی، نعمت، کشادگی "فلا رادّ لفضلہ" پس نہیں ہے کوئی روکنے والا اس کے رزق کو "یصیب بہ" نفع اور نقصان میں سے ہر ایک۔ "من یّشاء من عبادہ وھو الغفور الرّحیم"

⑩⑧ "قل یا یھا النّاس قد جاء کم الحق من ربّکم" یعنی قرآن اور اسلام "فمن اھتدیٰ فانّما یھتدی لنفسہ ومن ضلّ فانّما یضل علیھا" اس کا وبال اس کی جان پر ہوگا۔ "وما انا علیکم بوکیل" کفیل کہ تمہارے اعمال کی نگرانی کروں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قتال کی آیت نے اس کو منسوخ کردیا ہے۔

⑩⑨ "واتّبع ما یُوحٰی الیک واصبر حتّٰی یحکم اللّٰہ" آپ علیہ السلام کی مدد کا اور آپ علیہ السلام کے دشمنوں کو مغلوب کرنے اور آپ علیہ السلام کے دین کو غالب کرنے کا "وھو خیر الحاکمین" پس اس نے مشرکوں کے قتال اور اہل کتاب پر جزیہ کا حکم دیا جس کو وہ ذلت سے ادا کریں گے۔

سُورَۃ ھُوْد

یہ سورۃ مکی ہے سوائے اس آیت "واقم الصّلوٰۃ طَرَفی النّھار" کے۔اور اس سورت کی ایک سوتیئس (۱۲۳) آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ. كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ①

ترجمہ الر (کے معنے تو اللہ کو معلوم) یہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں (دلائل سے) محکم کی گئی ہیں پھر (اس کے ساتھ) صاف صاف (بھی) بیان کی گئی ہیں ایک حکیم باخبر (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف سے۔

تفسیر ① "الرٰ کتاب" یعنی یہ کتاب "احکمت ایاته" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی دوسری کتاب کے ذریعے منسوخ نہیں کی گئیں جیسے پہلی کتابیں اور شریعتیں قرآن کے ذریعے منسوخ کی گئی ہیں۔

"ثمّ فصّلت" احکام حلال وحرام کو بیان کیا گیا۔حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امر ونہی کے ذریعے محکم کی گئی اور وعد و وعید کے ذریعے تفصیل کی گئی۔

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احکمت یعنی اللہ نے اس کو محکم کیا کہ نہ اس میں کوئی اختلاف ہے اور نہ کوئی تناقض مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "فصّلت" یعنی اس کی تفسیر کی گئی اور بعض نے کہا "فصّلت" یعنی تھوڑی تھوڑی اُتاری گئی۔"من لّدن حکیم خبیر"

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ ② وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ③ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ④ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑤

ترجمہ یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں اور

یہ(بھی ہے) کہ تم لوگ اپنے گناہ (شرک وکفر وغیرہ) اپنے رب سے معاف کراؤ پھر (ایمان لاکر) اس کی طرف (عبادت سے) متوجہ رہو وہ تم کو وقت مقرر (یعنی وقت موت) تک (دنیا میں) خوش عیشی دے گا اور (آخرت میں) پھر زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا اور اگر ایمان لانے سے) تم لوگ اعراض (ہی) کرتے رہے تو مجھ کو (اس صورت میں) تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے تم (سب) کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتا ہے یاد رکھو وہ لوگ دوہرا کئے دیتے ہیں اپنے سینوں کو تا کہ اپنی باتیں خدا سے چھپا سکیں یاد رکھو کہ وہ لوگ جس وقت اپنے کپڑے لپیٹتے ہیں وہ اس وقت بھی سب جانتا ہے جو کچھ چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں اور جو کچھ وہ باتیں ظاہر کرتے ہیں (کیونکہ) بالیقین وہ (تو) دلوں کے اندر کی باتیں جانتا ہے۔

تفسیر ② "ان لاَّ تعبدوا الاَّ اللّٰہ" یعنی اس کتاب میں یہ حکم ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو تو اس صورت میں ان محل رفع میں ہوگا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ محل جر میں ہے۔ اصل عبارت ہے "بان لاَّ تعبدوا الاَّ اللّٰہ"......"انّنی لکم منہ" اللہ سے "نذیر" نافرمانوں کے لیے ڈرانے والے "بشیر" اطاعت گزاروں کے لیے خوشخبری دینے والے ہیں۔

③ "وان" پہلے اَن پر عطف ہے۔ "استغفروا ربّکم ثمّ توبوا الیہ" یعنی اسی کی طرف لوٹو طاعت کے ساتھ۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "ثمّ" یہاں واؤ کے معنی میں ہے۔

یعنی "وتوبوا الیہ" اس لیے کہ استغفار توبہ کرنا ہے اور توبہ کرنا استغفار ہے۔

"یمتّعکم متاعًا حسنًا" تم کو اچھی زندگی دے گا جس میں امن وکشادگی ہوگی اور بعض نے کہا ہے کہ اچھی زندگی تھوڑے پر راضی ہونا اور تقدیر الٰہی پر صبر کرنا ہے۔

"الی اجل مسمّی" کیونکہ ہر شخص کی مدت زندگی مقرر ہے۔

"ویؤت کُلّ ذی فضل فضلہ" یعنی دُنیا میں ہر نیک عمل کرنے والے کو آخرت میں اس کا اجر وثواب دے گا۔ ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دُنیا میں جس کی عبادت زیادہ ہوگی آخرت کے دن جنت میں اس کے درجات زیادہ ہوں گے۔

اس لیے کہ درجات اعمال کی وجہ سے ملیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس کی نیکیاں اس کی برائیوں پر زیادہ ہوں گی، جنت میں داخل ہوگا اور جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی وہ اعراف میں رہے گا، بعد میں جنت میں داخل ہوگا۔ بعض نے مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جو اللہ کے لیے عمل کرے گا۔

اللہ تعالیٰ مستقبل میں بھی اس کو عبادت کرنے کی توفیق دیں گے۔ "وان تولّوا فانّی اخاف علیکم عذاب یوم کبیر" اور وہ قیامت کا دن ہے۔

④ "الی اللّٰہ مرجعکم وھو علی کلّ شیء قدیر"

آیت کا شانِ نزول

⑤ "اَلاَ انّھم یثنون صدورھم" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ شخص شیریں کلام والا اچھی صورت والا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے طریقے سے ملتا اور دل میں ناپسندیدگی ہوتی۔ "یثنون صدورھم" یعنی دل میں جو بغض اور عداوت ہے اس کو مخفی رکھتے ہیں۔ عبداللہ بن شداد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت ایک منافق کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرتے تو اپنے سینے کو جھکا لیتا، سر نیچے کر لیتا اور چہرہ ڈھانپ لیتا تا کہ آپ علیہ السلام اس کو نہ دیکھ سکیں اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے سینوں کو موڑتے تھے تا کہ اللہ کی کتاب اور اس کا ذکر نہ سن سکیں اور بعض نے کہا ہے کہ ایک کافر شخص اپنے گھر داخل ہوتا اور پردہ ڈال لیتا اور کمر جھکا لیتا اور کپڑوں سے خود کو ڈھانپ لیتا اور کہتا کیا اللہ میرے دل کی بات کو جانتا ہے۔ اور سدی فرماتے ہیں یثنون یعنی اپنے دلوں کے ساتھ اعراض کرتے ہیں۔ یہ ان کے قول ثنیت عنانی سے مشتق ہے اور بعض نے کہا ہے نرمی کرتے ہیں اس سے ثنی الثوب ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "یثنونی" تحلولی کے وزن پر پڑھا ہے۔ فعل کو صدور کے لیے قرار دیا ہے اور اس کا معنی ثنی میں مبالغہ کرنا ہے۔

"لیستخفوا منہ" یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تا کہ وہ اللہ سے چھپ جائیں اگر ان کو طاقت ہو۔ "الا حین یستغشون ثیابھم" اپنے سروں کو کپڑوں سے ڈھانپتے ہیں۔ "یعلم ما یسرون وما یعلنون انّہ علیم بذات الصّدور" ازہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پوری آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی چھپاتے ہیں ہم پر ان کا حال چھپا ہوا نہیں ہے۔ محمد بن عباد بن جعفر فرماتے ہیں کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ آیت "الاَ انّھم یثنون صدورھم" پڑھتے سنا تو ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ چند قضائے حاجت کرنے سے حیاء کرتے تھے کہ یہ آسمان کی طرف چڑھے گا اور بیویوں سے جماع کرنے سے حیاء کرتے تھے کہ یہ بھی آسمان کی طرف چڑھے گا تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ط كُلٌّ فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ⑥ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ م بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑦

ترجمہ اور کوئی (رزق کھانے والا) جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو اور وہ ہر ایک کی زیادہ رہنے کی جگہ کو اور چند روزہ رہنے کی جگہ کو جانتا ہے سب چیزیں کتاب مبین (یعنی لوح محفوظ) میں (بھی منضبط و مندرج) ہیں اور وہ (اللہ) ایسا ہے کہ سب آسمان اور زمین کو چھ دن (کی مقدار) میں پیدا کیا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ تم کو آزماوے کہ (دیکھیں) تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے اور اگر آپ (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ یقیناً تم لوگ مرنے کے بعد (قیامت کے دن دوبارہ) زندہ کئے جاؤ گے تو (ان میں) جو لوگ کافر ہیں وہ (قرآن کی نسبت جس میں بعثت کی خبر ہے) کہتے ہیں کہ یہ تو نرا صاف جادو ہے۔

تفسیر ⑥ "وما من دابّة فی الارض" یعنی کوئی دابہ ایسا نہیں ہے من صلہ ہے اور دابہ ہر اس حیوان کو کہتے ہیں جو زمین پر رینگے۔ "الّا علی اللّٰہ رزقھا" یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کے رزق کی ذمہ داری لی ہے اگر چاہے تو رزق دے اور اگر چاہے تو رزق نہ دے اور بعض نے کہا ہے کہ علی بمعنی من ہے یعنی اللہ کی طرف سے اس کا رزق ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو رزق اس کے پاس آئے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور بسا اوقات اس کو رزق نہیں دیتا یہاں تک کہ وہ بھوک سے مر جاتا ہے۔

مستقر اور مستودع کی مختلف تفاسیر

"ویعلم مستقرّھا ومستودعھا"

1۔ ابن مقسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ مستقر وہ جگہ جس کو وہ ٹھکانہ بنائے اور رات اور دن کو اس میں قرار پکڑے اور مستودع وہ جگہ جس میں مرنے کے بعد دفن کیا جائے گا۔

2۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مستقر ماؤں کے رحم اور مستودع وہ جگہ جہاں موت آئے گی۔

3۔ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مستقر ماؤں کے رحم اور مستودع آباء کی پشت اور اسی کو سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، علی بن طلحہ اور عکرمہ رحمہما اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

4۔ بعض نے کہا کہ مستقر جنت یا جہنم اور مستودع قبر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کے بیان میں فرمایا ہے "حسنت

مستقرًّا وّ مُقامًا"......"کلٌّ فی کتاب مبین" یعنی مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے اس کی ہر چیز لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہے۔

⑦ "وھو الّذی خلق السّمٰوٰت والارض فی ستّة ایّام و کان عرشه علی الماء" آسمان وزمین کو پیدا کرنے سے پہلے اور یہ پانی ہوا کی پشت پر تھا۔ کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سبز یاقوت کو پیدا کیا پھر رعب کی نگاہ اس پر ڈالی تو وہ پانی بن گیا۔ پھر ہوا کو پیدا کیا اور پانی کو اس کی پشت پر رکھ دیا اور پھر عرش کو پانی پر رکھ دیا۔ ضمرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور قلم کو پیدا کیا اور اس سے جو مخلوق پیدا کرنی تھی وہ بھی لکھی اور جو کچھ آگے ہونے والا ہے مخلوق سے وہ بھی لکھا۔ پھر اس کتاب نے ہزار سال اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کی مخلوق کے پیدا ہونے سے پہلے۔

"لیبلوکم تاکہ تمہیں تمہارا امتحان لے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے تمہارے اعمال کو ایکم احسن عملا" اللہ کی طاعت والے عمل کیے اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچا۔ "ولئن قلت" اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم "انکم مبعوثون من بعد الموت لیقولنّ الّذین کفروا ان ھٰذا الّا سحر مُبین" ان کی مراد قرآن تھا اور حمزہ اور کسائی نے "ساحر" پڑھا ہے یعنی ان کی مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑧ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ⑨ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ⑩ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑪ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ⑫

ترجمہ: اور اگر تھوڑے دنوں تک (مراد دنیوی زندگی ہے) ہم ان سے عذاب (موعود) کو ملتوی رکھتے ہیں (کہ اس میں حکمتیں ہیں) تو (بطور انکار واستہزاء کے) کہنے لگتے ہیں کہ اس عذاب کو کون چیز روک رہی ہے یاد رکھو جس دن (وقت موعود پر) وہ (عذاب) ان پر آپڑے گا تو پھر کسی کے ٹالے نہ ٹلے گا اور جس عذاب کے ساتھ وہ استہزاء کر رہے تھے وہ ان کو آگھیرے گا اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھا کر اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ ناامید اور ناشکرا ہوجاتا ہے۔ اور اگر اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھادیں تو ایسا اتراتا ہے (کہ) کہنے لگتا ہے کہ میرا سب دکھ درد رخصت ہوا (اب کبھی نہ ہوگا پس) وہ اترانے لگتا ہے شیخی بگھارنے لگتا ہے مگر جو لوگ مستقل مزاج ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وہ ایسے نہیں ہوتے ایسے لوگوں کے لئے بڑی مغفرت اور بڑا اجر ہے سو شاید آپ (تنگ ہوکر) ان احکام میں سے جو آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجے جاتے ہیں بعض کو (کہ

وہ تبلیغ ہے) چھوڑ دینا چاہتے ہیں اور آپ کا دل اس بات سے تنگ ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ (اگر یہ نبی ہیں تو (ان پر کوئی خزانہ کیوں نہیں نازل ہوا یا ان کے ہمراہ کوئی فرشتہ (جو ہم سے بھی بولتا جاتا) کیوں نہیں آیا آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور پورا اختیار رکھنے والا ہر شے پر (تو) اللہ ہی ہے۔

تفسیر ⑧ "ولئن اخّرنا عنهم العذاب الٰی اُمّة معدودة" متعین وقت تک اور اُمت کا اصل معنی جماعت ہے۔ گویا کہ فرمایا کہ ایک اُمت کے ختم ہونے اور دوسری کے آنے تک۔ "لیقولنّ مایحبسه" یعنی کون سی چیز اس کو روک رہی ہے۔ یہ بات وہ عذاب کو جلدی طلب کرنے اور مذاق اُڑانے کے لیے کرتے تھے۔ ان کی مراد یہ تھی کہ عذاب کچھ بھی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "الا یوم یاتیهم" یعنی عذاب "لیس مصروفا عنهم وحاق بهم ما کانوا به یستهزؤن" یعنی ان کے استہزاء کا وبال۔

⑨ "ولئن اذقنا الانسان منا رحمةً نعمت اور کشادگی ثمّ نزعناها منه یعنی ہم اس سے اس کو چھین لیں انه لیؤس سخت ناامید ہوجاتا ہے "کفور" نعمت کا۔

⑩ "ولئن اذقناه نعماء بعد ضرّاء مسته" مصیبت کے بعد جو ان کو پہنچی ہو "لیقولنّ ذهب السیئات عنّی سختیاں مجھ سے چلی گئیں انّه لفرح فخور" متکبر ہے فرح بمعنی دل میں لذت اپنی پسندیدہ چیز کے ملنے کی وجہ سے اور فخر اپنے مناقب شمار کر کے لوگوں پر بڑا بننا اس سے روکا گیا ہے۔

⑪ "الاّ الّذین صبروا" یہ استثناء منقطع ہے اس کا معنی ہے "لکن الّذین صبروا" الا بمعنی لکن کے ہے "وعملوا الصالحات" کیونکہ ان کو اگر کوئی شدت پہنچے تو صبر کرتے ہیں اور اگر نعمت ملے تو شکر کرتے ہیں۔ "اولئک لهم مغفرة" ان کے گناہوں کی "واجر کبیر" اور وہ جنت ہے۔

⑫ "فلعلّک" اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم "تارک بعض ما یُوحٰی الیک" کہ وہ ان کو نہ پہنچائیں۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ کفار مکہ نے جب کہا "ائت بقرآن غیر هٰذا" جس میں ہمارے معبودوں کو برا بھلا نہ کہا گیا ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ ظاہراً ان کے معبودوں کو چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

"فلعلّک تارک بعض ما یوحٰی الیک" یعنی معبودوں کو برا بھلا کہنا "وضائق به صدرک شاید کہ آپ کو دلی تنگی ہو رہی ہے ان یقولوا لولا انزل علیه کنز" جس کو خرچ کرے "اوجاء معه ملکٌ" یا کوئی فرشتہ جو اس کی تصدیق کرے۔ اس بات کو عبداللہ بن اُمیہ مخزومی نے کہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "انّما انت نذیر آپ تو صرف آیات عذاب پہنچانے والے ہیں واللّٰه علٰی کلّ شیءٍ وکیل" وہ ہر چیز کا محافظ ہے۔

اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ سُوَرٍ مِّثۡلِهٖ مُفۡتَرَيٰتٍ وَّادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ⑬ فَاِلَّمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَكُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ بِعِلۡمِ اللّٰهِ وَاَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ

اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ⑭ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ⑮

ترجمہ کیا (اس کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ نے اس کو (اپنی طرف سے) خود بنالیا ہے آپ (جواب میں) فرمادیجئے کہ (اگر یہ میرا بنایا ہوا ہے) تو (اچھا) تم بھی اس جیسی دس سورتیں لے آؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلاسکو بلالو اگر تم سچے ہو۔ پھر یہ کفار اگر تم لوگوں کا کہنا (کہ اس کی مثل بنالاؤ) نہ کرسکیں تو تم (ان سے کہہ دو کہ اب تو) یقین کرلو کہ یہ قرآن اللہ ہی کے علم (اور قدرت سے) اترا ہے اور یہ (بھی یقین کرلو) کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں تو پھر اب بھی مسلمان ہوتے ہو (یا نہیں) جو شخص (اپنے اعمال خیر سے) محض حیات دنیوی (کی منفعت) اور اس کی رونق چاہتا ہے تو ہم ان لوگوں کے اعمال ان کو دنیا ہی میں پورے طور سے بھگتا دیتے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔

تفسیر ⑬ "**ام يقولون افتراه**" بلکہ وہ کہتے ہیں آپ نے اس کو گھڑلیا ہے "**قل فاتوا بعشر سورة مثله مفتريات**" اگر یہ اعتراض ہو کہ سورۃ یونس میں فرمایا "**فاتوا بسورة مثله**" وہ اس سے عاجز تھے پھر ان کو یہ کیسے کہہ دیا کہ "**فاتوا بعشر سور مثله**" یہ تو ایسے ہوگیا کہ کوئی آدمی دوسرے کو کہے مجھے ایک درہم دے وہ اس سے عاجز ہو تو اس کو کہے مجھے دس درہم دے؟ اس کا جواب بعض حضرات کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ سورۃ ھود پہلے نازل ہوئی تھی اور سورۃ یونس بعد میں۔ لیکن مبرد رحمہ اللہ نے اس کا انکار کیا ہے اور فرمایا کہ سورۃ یونس پہلے نازل ہوئی تھی اور سوال کا جواب یہ دیا کہ سورۃ یونس میں "**فاتوا بسورة مثله**" کا معنی یہ ہے کہ اس کی مثل غیب کی خبر دینے اور احکام اور وعدو وعید میں کوئی ایک سورۃ لاؤ تو وہ عاجز ہوگئے تو ان کو سورۃ ھود میں فرمایا کہ اگر تم اس سورۃ کی مثل اخبار، احکام اور وعدو وعید یں سورت لانے سے عاجز ہو تو محض بلاغت میں اس کی مثل دس سورتیں لاؤ جو خبر اور وعدو وعید میں اگرچہ اس جیسی نہ ہوں۔ "**وادعوا من استطعتم من دون الله ان كنتم صادقين**"

⑭ "**فان لّم يستجيبوا لكم**" اے محمد کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا لفظ جمع کا ہے اور مراد تنہا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ "**فاعلموا**" بعض نے کہا یہ خطاب مؤمنین کو ہے اور بعض نے کہا کہ خطاب مشرکین کو ہے۔ "**انّما انزل بعلم الله**" یعنی قرآن اور بعض نے کہا ہے کہ اس کو اُتارا اور اس میں اس کا علم ہے۔ "**وان لّا اِلٰه اِلَّا هو**" یعنی جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ "**فهل انتم مسلمون**" اس کا لفظ استفہام ہے اور معنی امر ہے یعنی اسلام لے آؤ۔

⑮ "**من كان يريد الحيٰوة الدّنيا**" یعنی جو شخص اپنے علم سے دُنیا کا ارادہ کرتا ہو۔ "**وزينتها**" یہ آیت ہر اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو کوئی بھی نیک کام کرے اور اللہ کے غیر کا ارادہ کرتا ہو۔ "**نُوَفِّ اليهم اعمالهم فيها**" یعنی ان کے اعمال کا اجر دُنیا میں وسعت رزق اور تکالیف دور کرنے کی صورت میں دے دیں گے۔ "**وهم فيها لا يُبخسون**" یعنی دُنیا میں ان کا حصہ کم نہ ہوگا۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ لَیۡسَ لَهُمۡ فِی الۡاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوۡا فِیۡهَا وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ⑯ اَفَمَنۡ کَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ وَیَتۡلُوۡهُ شَاهِدٌ مِّنۡهُ وَمِنۡ قَبۡلِهٖ کِتٰبُ مُوۡسٰۤی اِمَامًا وَّرَحۡمَةً ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ ؕ وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِهٖ مِنَ الۡاَحۡزَابِ فَالنَّارُ مَوۡعِدُهٗ فَلَا تَکُ فِیۡ مِرۡیَةٍ مِّنۡهُ اِنَّهُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ⑰

ترجمہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ (ثواب وغیرہ) نہیں اور انہوں نے جو کچھ کیا تھا وہ آخرت میں سب (کا سب) ناکارہ (ثابت) ہوگا اور (واقع میں تو) جو کچھ کر رہے ہیں وہ (اب بھی) بے اثر ہے کیا منکر قرآن ایسے شخص کی برابری کر سکتا ہے جو قرآن پر قائم ہو جو کہ اس کے رب کی طرف سے آیا ہے اور اس (قرآن) کے ساتھ ایک گواہ تو اسی میں موجود ہے اور (ایک) شخص اس سے پہلے (یعنی) موسیٰ کی کتاب ہے کہ (احکام بتلانے کے اعتبار سے امام ہے اور رحمت ہے ایسے لوگ اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور (کافر کا یہ حال ہے کہ) جو شخص دوسرے فرقوں میں سے اس قرآن کا انکار کرے گا تو دوزخ اس کے وعدہ کی جگہ ہے سو (اے مخاطب) تم قرآن کی طرف سے شک میں مت پڑنا۔ بلاشک وشبہ وہ سچی کتاب ہے تمہارے رب کے پاس سے (آئی ہے) لیکن (باوجود ان دلائل کے غضب ہے کہ) بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے۔

تفسیر ⑯ "اولئک الّذین لیس لهم فی الأخرة الا النّار وحبط ما صنعوا فیها وباطل ما کانوا یعملون" اس آیت کے معنی میں اختلاف ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ریاکار لوگ مراد ہیں۔ ہم تک روایت پہنچی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ خوف مجھے تم پر شرک اصغر کا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! شرک اصغر کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ریاء۔ اور بعض نے کہا آیت کفار کے بارے میں ہے اور بہرحال مؤمن تو وہ دُنیا اور آخرت کا ارادہ کرتا ہے اور اس کا آخرت کا ارادہ غالب ہوتا ہے تو اس کو دُنیا میں نیکیوں کی جزاء اور آخرت میں ان پر ثواب دیا جاتا ہے۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کسی مؤمن کی نیکی کا ظلم نہیں کرتے۔ اس نیکی پر دُنیا میں رزق دیا جاتا ہے اور آخرت میں جزاء دی جاتی ہے اور بہرحال کافر تو اس کی اچھائیوں کے بدلے دُنیا میں اس کو کھلایا جاتا ہے حتیٰ کہ جب آخرت میں پہنچے گا تو اس کی کوئی ایسی نیکی نہ ہوگی جس پر اس کو خیر دی جائے۔

⑰ "افمن کان علی بیّنة بیان پر من ربّه" بعض نے کہا ہے کہ آیت میں حذف ہے اور معنی یہ ہے کہ کیا بھلا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے بیان پر ہو اس شخص کی طرح ہے جو دُنیا کی زندگی اور اس کی رونق کا ارادہ رکھتا ہو یا جو شخص اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہو وہ اس شخص کی طرح ہے جو گمراہی اور جہالت میں ہو اور "علی بیّنة من ربّه" سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ "ویتلوه شاهد منه" یعنی اس کے پیچھے وہ ہے جو اس کے سچے ہونے کی گواہی دے۔

”ویتلوہ شاھد“ سے کیا مراد ہے

اس شاہد میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، علقمہ، ابراہیم، مجاہد، عکرمہ اور ضحاک رحمہما اللہ اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ شاہد جبرئیل علیہ السلام ہیں اور حسن اور قتادہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے اور ابن جریج نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرشتہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتا تھا اور آپ علیہ السلام کو راہ دکھاتا تھا اور حسین بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ شاہد قرآن اور اس کے الفاظ اور اس کا اعجاز ہے اور بعض نے کہا ہے کہ شاہد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ قریش کے ہر آدمی کے بارے میں قرآن کی کوئی آیت نازل ہوئی ہے تو ان سے ایک شخص نے کہا آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کون سی آیت نازل ہوئی ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ویتلوہ شاھد منہ“ اور بعض نے کہا ہے کہ شاہد انجیل ہے۔ ”ومن قبلہ“ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے اور بعض نے کہا ہے کہ قرآن کے نازل ہونے سے پہلے ”کتاب موسٰی“ یعنی تھی موسیٰ علیہ السلام کی کتاب ”امامًا و رحمۃً“ ان کے لیے جواس کی اتباع کریں۔ یعنی توریت جو قرآن کی تصدیق کرنے والی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شاہد تھی۔ ”اولئک یؤمنون بہ“ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعض نے کہا ہے کہ اہل کتاب میں سے اسلام لانے والے مراد ہیں۔ ”ومن یکفر بہ“ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور بعض نے کہا قرآن کا۔ ”من الاحزاب“ تمام ملتوں کے کفار میں سے ”فالنّار موعدہ“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اس امت (دعوت) میں سے جو کوئی کافر اور مشرک اور یہودی وعیسائی ایسی حالت میں مرے گا کہ جس (ہدایت) کو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے وہ اس پر ایمان نہ لایا ہوگا تو وہ ضرور دوزخیوں میں سے ہوگا۔ ”فلاتک فی مریۃ منہ“ اس سے شک میں نہ پڑ ”انّہ الحق من ربّک ولکنّ اکثر النّاس لا یؤمنون“

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِيْنَ ⑱ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ⑲

(ترجمہ) اور ایسے شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے ایسے لوگ (قیامت کے روز) اپنے رب کے سامنے پیش کئے جاویں گے اور (اعمال کے) گواہ فرشتے (علی الاعلان) یوں کہیں گے کہ یہ لوگ وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنے رب کی نسبت جھوٹی باتیں لگائی تھیں سب سن لو کہ ایسے ظالموں پر خدا کی (زیادہ) لعنت ہے جو کہ (اپنے کفر وظلم کے ساتھ) دوسروں کو بھی خدا کی راہ (یعنی دین) سے روکتے تھے اور (اس راہ میں) کجی (اور شبہات) نکالنے کی تلاش (اور فکر) میں رہا کرتے تھے (تاکہ دوسروں کو گمراہ کریں) اور وہ آخرت کے بھی منکر تھے

تفسیر ⑱ "ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰہ کذبا" پس گمان کیا کہ اللہ کی اولاد یا شریک ہے۔ یعنی اس سے بڑا کوئی ظالم نہیں۔ "اولئک" یعنی جھوٹ بولنے والے اور جھٹلانے والے۔ "یعرضون علی ربّھم" پس وہ ان سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ "ویقول الاشھاد" یعنی وہ فرشتے جو ان کے اعمال کی نگرانی کرتے ہیں۔ یہ بات مجاہد رحمہ اللہ نے کہی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور یہی ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام مخلوق مراد ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ مؤمن کو قریب کریں گے۔ پس اس پر اپنا بازو رکھیں گے اور اس کو ڈھانپ لیں گے اور پوچھیں گے کہ کیا تو فلاں گناہ پہچانتا ہے؟ کیا تو فلاں گناہ پہچانتا ہے تو وہ عرض کرے گا جی اے میرے رب حتیٰ کہ جب تمام گناہوں کا اقرار کرالیں گے تو بندہ دل میں خیال کرے گا کہ وہ ہلاک ہوگیا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ دُنیا میں تجھ پر میں نے پردہ ڈالا اور آج کے دن میں تجھے بخشتا ہوں پھر اس کو اس کی نیکیوں کا صحیفہ دیا جائے گا اور بہرحال کافر اور منافق ان کو سب لوگوں کے سامنے پکارا جائے گا۔ "ھٰؤلاءِ الّذین کذبوا علیٰ ربّھم الا لعنة اللّٰہ علی الظالمین"

⑲ "الّذین یصدّون عن سبیل اللّٰہ" روکتے ہیں اللہ کے دین سے "ویبغونھا عوجًا وھم بالآخرۃ ھم کافرون"

اُولٰٓئِکَ لَمْ یَکُوْنُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَمَا کَانَ لَھُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ۘ یُضٰعَفُ لَھُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا کَانُوْا یَسْتَطِیْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا کَانُوْا یُبْصِرُوْنَ ⑳

ترجمہ یہ لوگ (تمام) زمین (کے تختہ) پر (بھی) خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے تھے اور نہ ان کا خدا کے سوا کوئی مددگار ہوا (کہ بعد گرفتاری کے چھڑا لیتا) ایسوں کو (اوروں سے) دونی سزا ہوگی یہ لوگ (مارے نفرت کے احکام الٰہی کو) سن نہ سکتے تھے اور نہ غایت عناد سے راہ حق کو) دیکھتے تھے۔

تفسیر ⑳ "اولئک لم یکونوا معجزین" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سبقت لے جانے والے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں بھاگنے والے۔ "فی الارض وما کان لھم من دون اللّٰہ من اولیاء" یعنی مددگار جو ان کی ہمارے عذاب سے حفاظت کریں۔ "یضاعف لھم العذاب" یعنی ان کا عذاب زیادہ کیا جائے گا اور بعض نے کہا ہے کہ دوسروں کو گمراہ کرنے اور دوسروں کے اور ان کی اتباع کرنے کی وجہ سے ان کو دُگنا عذاب ہوگا۔ ابن کثیرؒ ابن عامر اور یعقوب نے (یضعّف) عین کی شد کے ساتھ بغیر الف کے پڑھا ہے اور باقی حضرات نے (یضاعف) الف کے ساتھ عین کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ "ما کانوا یستطیعون السّمع وما کانوا یبصرون" ہدایت کو۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حق کے سننے سے بہرے ہیں کہ اس کو نہیں سنتے اور ہدایت کو دیکھ نہیں سکتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اللہ مشرکین اور ان کے دُنیا اور آخرت میں اللہ کی اطاعت کرنے کے درمیان حائل اور رُکاوٹ ہے۔ بہرحال دُنیا میں فرمایا کہ "ما کانوا یستطیعون السّمع" اور یہ اللہ کی اطاعت ہے اور آخرت کے بارے میں فرمایا کہ "فلا یستطیعون خاشعة ابصارھم"

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوٓا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ㉑ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ㉒ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوٓا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ㉓ مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ㉔ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ㉕ أَن لَّا تَعْبُدُوٓا إِلَّا اللَّهَ ۖ إِنِّيٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ㉖

ترجمہ یہ وہ لوگ ہیں جو کہ اپنے آپ کو برباد کر بیٹھے اور جو معبود انہوں نے تراش رکھے تھے (آج) ان سے سب غائب (اور گم) ہو گئے (کوئی بھی تو کام نہ آیا بس) لازمی بات ہے کہ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ میں یہی لوگ ہوں گے بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اچھے کام کیے اور (دل سے) اپنے رب کی طرف جھکے ایسے لوگ اہل جنت ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے دونوں فریق (مذکورین یعنی مومن و کافر) کی حالت ایسی ہے جیسے ایک شخص ہو اندھا بھی اور بہرا بھی اور ایک شخص ہو کہ دیکھتا بھی ہو اور سنتا بھی ہو (اس کو سمجھنا بہت آسان) کیا یہ دونوں شخص حالت میں برابر ہیں کیا تم (اس تفاوت کو نہیں سمجھتے) اور ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر (یہ پیغام دیکر) بھیجا کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت مت کرو میں تم کو (درصورت عبادت غیر اللہ کے) صاف صاف ڈراتا ہوں میں تمہارے حق میں ایک بڑے تکلیف دینے والے کے دن عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں۔

تفسیر ㉑ "اولئک الّذین خسروا انفسھم" اپنے آپ کا خسارہ کیا "وضلّ عنھم ما کانوا یفترون" وہ فرشتوں اور بتوں کو سفارشی خیال کرتے تھے۔

㉒ "لاجرم" یعنی حق ہے اور بعض نے کہا کیوں نہیں اور فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لامحالہ "انّھم فی الآخرۃ ھم الاخسرون" یعنی اپنے غیر کی بنسبت اگرچہ تمام خسارہ میں ہوں گے۔

㉓ "ان الّذین اٰمنوا وعملوا الصالحات واخبتوا" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے خوف کیا اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رجوع کیا اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطمئن ہو گئے۔ "الی ربّھم" یعنی اپنے رب کا "اولئک اصحاب الجنۃ ھم فیھا خالدون"

㉔ "مثل الفریقین" فریقین سے مراد مؤمن اور کافر "کالا عمٰی والاصمّ والبصیر والسّمیع ھل یستویان مثلًا ھل یستویان" فرمایا یستوون نہیں فرمایا کیونکہ اعمٰی اور اصم دونوں ایک ہی چیز میں واقع ہیں گویا کہ یہ دونوں کافر کی صفات ہیں اور بصیر اور سمیع ایک ہی جانب میں واقع ہیں گویا کہ یہ مومن کی صفات ہیں "افلا تذکّرون"

㉕ "ولقد ارسلنا نوحًا الٰی قومہ انّی لکم نذیر مبین"

26 "ان لاّ تعبدوا الاّ اللّٰہ انّی اخاف علیکم عذاب یوم الیم" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر میں نبی بنا کر بھیجا اور اپنی قوم کو نو سو پچاس سال دین کی طرف دعوت دی اور طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے اور ان کی عمر ایک ہزار پچاس سال ہوئی اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سو سال کی عمر میں نبی بنائے گئے اور بعض نے کہا ہے کہ پچاس سال کی عمر میں اور بعض نے کہا ہے کہ دو سو پچاس سال کی عمر میں بھیجے گئے اور نو سو پچاس سال دعوت دی اور طوفان کے بعد دو سو پچاس سال زندہ رہے تو نوح علیہ السلام کی عمر کل چودہ سو پچاس سال ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فلبث فیھم الف سنۃ الا خمیسن عاماً) یعنی ان میں داعی بن کر اتنی مدت رہے۔

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ 27 قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّیَتْ عَلَیْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ 28 وَیٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ 29 وَیٰقَوْمِ مَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ 30

ترجمہ: سو ان کی قوم میں جو کافر سردار تھے وہ جواب میں کہنے لگے کہ ہم تم کو اپنا ہی جیسا آدمی سمجھتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارا اتباع ان ہی لوگوں نے کیا ہے جو ہم میں بالکل رذیل ہیں (جن کی عقل اکثر خفیف ہوتی ہے پھر) وہ (اتباع) بھی محض سرسری رائے سے اور ہم تم لوگوں میں (یعنی تم میں اور مسلمانوں میں) کوئی بات اپنے سے زیادہ بھی نہیں پاتے بلکہ تم کو (بالکل) جھوٹا سمجھتے ہیں۔ نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے میری قوم بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں (جس سے میری نبوت ثابت ہوئی ہے) اور اس نے مجھ کو اپنے پاس سے رحمت (یعنی نبوت) عطا فرمائی ہو پھر وہ نبوت یا اس کی حجت) تم کو نہ سوجھتی ہو تو (میں کیا کروں مجبور ہوں) کیا ہم اس کو تمہارے گلے مڑھ دیں اور تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ اور اے میری قوم میں تم سے اس (تبلیغ) پر کچھ مال نہیں مانگتا میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ ہے اور میں تو ایمان والوں کو نکالتا نہیں (کیونکہ) یہ لوگ اپنے رب کے پاس (عزت و مقبولیت کے ساتھ) جانے والے ہیں لیکن واقعی میں تم لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ جہالت کر رہے ہو اور (بالفرض والتقدیر) اگر میں ان کو نکال بھی دوں تو (یہ بتلاؤ) مجھ کو خدا کی گرفت سے کون بچالے گا کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔

تفسیر: 27 "فقال الملأ الّذین کفروا من قومہ" ملأ قوم کے سردار اور معزز لوگ "ما نراک" اے نوح "الاّ

بشرا ایک آدمی ہے مثلنا وما نراک اتبعک الا الّذین ھم اراذلنا" اراذلنا سے مراد ہمارے نچلے طبقہ کے لوگ والرذل ہر نچلے درجے کی چیز کو رذل کہا جاتا ہے۔ رذل کی جمع ارذل آتی ہے اور ارذل کی جمع اراذل آتی ہے جیسے کلب کی جمع اکلب اور اکلب کی جمع اکالب آتی ہے۔ سورۃ شعراء میں ہے واتبعک الارذلون مراد نچلے طبقے کے لوگ۔ عکرمہ نے کہا نچلے طبقے سے مراد جولا ہے موچی نہیں۔ "بادی الرأی" ہمزہ کے ساتھ پڑھیں تو معنی ہوگا پہلی رائے میں یعنی ان کا ارادہ تھا کہ پہلی رائے میں بغیر غور وفکر کے آپ کی اتباع کرلیں۔ "وما نریٰ لکم علینا من فضل بن نظنکم کاذبین"

حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ

㉘ "قال" نوح علیہ السلام "یا قوم ارأیتم ان کنت علٰی بیّنة من ربّی و اتانی رحمةً" یعنی ہدایت اور معرفت "من عندہ فعمیت علیکم" یعنی تم پر مخفی رہ گئی ہو یا تم پر وہ چیز ملتبس رہ گئی ہو۔ اور حمزہ، کسائی اور حفص نے (فعمیت علیکم) عن کے پیش اور میم کی شد کے ساتھ پڑھا ہے یعنی مشتبہ اور خلط ملط ہوگئی تم پر "انلزمکموھا" یعنی کیا ہم تم کو بینہ اور رحمت لازم کردیں گے۔ "وانتم لھا کارھون" تم اس کو نہ چاہتے ہوگے۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر انبیاء علیہم السلام اس پر قادر ہوتے کہ اپنی قوم کو ہدایت لازم کردیں تو لازمی ایسا کرتے لیکن وہ اس پر قادر نہ تھے۔

㉙ "ویاقوم لا اسألکم علیہ مالاً" وحی اور رسالت کے پہنچانے پر "ان اجری الا علی اللّٰہ وما انا بطارد الّذین اٰمنوا" یہ دلیل ہے کہ انہوں نے نوح علیہ السلام سے مؤمنین کو ہٹانے کا مطالبہ کیا تھا۔ "انّھم ملاقوا ربّھم" یعنی قیامت میں اپنے رب کی طرف جانے والے ہیں تو وہ ان کو دھتکارنے والے کو بدلہ دے گا۔ "ولکنی اراکم قومًا تجھلون"

㉚ "ویاقوم من ینصرنی من اللّٰہ" کون روکے گا مجھ کو اللہ کے عذاب سے "ان طردتھم افلا تذکّرون"

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ تَزْدَرِیْٓ اَعْیُنُكُمْ لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ اللّٰهُ خَیْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚ اِنِّیْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ㉛ قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ㉜ قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ㉝ وَلَا یَنْفَعُكُمْ نُصْحِیْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ㉞ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ㉟ وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ㊱

(ترجمہ) اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے تمام خزانے ہیں اور نہ میں (یہ کہتا ہوں کہ میں) تمام غیب کی

باتیں جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور جو لوگ تمہاری نگاہوں میں ذلیل ہوں میں ان کی نسبت (تمہاری طرح) یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو ثواب نہ دے گا ان کے دل میں جو کچھ ہو اس کو اللہ (ہی خوب جانتا ہے میں تو اگر ایسی بات کہہ دوں تو اس صورت میں ستم ہی کروں وہ کہنے لگے کہ اے نوح تم ہم سے بحث کر چکے پھر بحث بھی بہت کر چکے سو (اب ہم بحث و حجت نہیں کرتے) جس چیز سے تم ہم کو دھمکایا کرتے ہو (کہ عذاب آ جاوے گا) وہ ہمارے سامنے لاؤ۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کو اللہ تعالیٰ بشرطیکہ اس کو منظور ہو تمہارے سامنے لاوے گا۔ اور (اس وقت پھر) تم اس کو عاجز نہ کر سکو گے اور میری خیر خواہی تمہارے کام نہیں آ سکتی گو میں تمہاری کیسی ہی خیر خواہی کرنا چاہوں جبکہ اللہ ہی کو تمہارا گمراہ کرنا منظور ہو وہی تمہارا مالک ہے اور اسی کے پاس تم کو جانا ہے کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (نعوذ باللہ) یہ قرآن تراش لیا ہے۔ آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ اگر (بالفرض) میں نے تراشا ہوگا تو میرا یہ جرم مجھ پر (عائد) ہوگا (اور تم میرے جرم سے بری الذمہ ہو گے) اور میں تمہارے اس جرم سے بری الذمہ رہوں گا اور نوحؑ کے پاس وحی بھیجی گئی کہ سوا ان کے جو (اس وقت تک) ایمان لا چکے ہیں اور کوئی (نیا) شخص تمہاری قوم میں سے ایمان نہ لاوے گا سو جو کچھ یہ لوگ (کفر و ایذا و استہزاء) کر رہے ہیں اس پر کچھ غم نہ کرو۔

تفسیر ㉛ "**ولا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہ**" کہ جو تم مطالبہ کرو گے وہ میں لے آؤں گا۔ "**ولا اعلم الغیب**" کہ جو تم چاہو تمہیں بتلا دوں اور بعض نے کہا ہے ان لوگوں نے جب نوح علیہ السلام کو کہا جو لوگ آپ علیہ السلام پر ایمان لائے ہیں وہ صرف ظاہر میں آپ کے متبع ہیں۔ نوح علیہ السلام نے ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا میں تمہیں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے غیب کے خزانے ہیں جن میں سے لوگوں کی پوشیدہ باتیں جان لیتا ہوں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں کہ جو لوگ دل میں چھپاتے ہیں اس کو جان لوں میرے ذمہ تو ان کے ظاہری ایمان کو قبول کرتا ہے۔ "**ولا اقول انّی ملک**" یہ ان کے قول "**وما نراک الّا بشرا مثلنا**" کا جواب ہے۔ "**ولا اقول للّذین تزدری اعینکم**" یعنی تمہاری آنکھیں ان کو حقیر سمجھتی ہیں یعنی مؤمنین کیونکہ انہوں نے مؤمنین کو "**ھم اراذلنا**" کہا تھا۔ "**لن یؤتیھم اللّٰہ خیرا**" یعنی توفیق اور ایمان اور اجر "**اللّٰہ اعلم بما فی انفسھم**" خیر اور شر مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ "**انی اذًا لمن الظالمین**" اگر میں نے یہ کہا۔

㉜ "**قالوا ینوح قد جادلتنا جدا خاصمنا** کے معنی میں ہے **فاکثرت جدالنا فاتنا بما تعدنا**" عذاب کا جو وعدہ کیا تھا۔ "**ان کنت من الصادقین**"

㉝ "**قال انّما یاتیکم بہ اللّٰہ ان شاء**" یعنی عذاب کو "**وما انتم بمعجزین**"

㉞ "**ولا ینفعکم نصحی**" میری نصیحت "**ان اردت ان انصح لکم ان کان اللّٰہ یرید ان یغویکم ھو ربّکم**" اسی کے لیے حکم اور معاملہ ہے۔ "**والیہ ترجعون**" پس تم کو تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا۔

㉟ "**ام یقولون افتراہ**" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یعنی نوح علیہ السلام اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی

محمد صلی اللہ علیہ وسلم "قل ان افتریته فعلیّ اجرامی" یعنی میراہ گناہ اور میرے جرم کا وبال۔ اجرام گناہ کرنے کو کہتے ہیں۔ "وانا بریٔ مما تجرمون" مجھ سے تمہارے گناہوں کا مؤاخذہ نہ ہوگا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ

㊱ "واوحی الی نوح انّه لن یؤمن من قومک الاّ من قد اٰمن" ضحاک رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم ان کو اتنا مارتی کہ وہ گر پڑتے پھر وہ ان کو کسی گھر کے کونے میں ڈال دیتے کہ وہ مر چکے ہیں۔ وہ دوسرے دن پھر نکلتے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے۔ روایت کیا گیا ہے کہ ان کی قوم کا ایک بوڑھا شخص لاٹھی کے سہارے چلتا ہوا اپنے بیٹے کے ساتھ جا رہا تھا تو بیٹے کو کہنے لگا یہ مجنوں بوڑھا تجھے دھوکہ میں نہ ڈال دے تو بیٹے نے کہا ابا جان! مجھے اپنی لاٹھی دیں تو وہ لاٹھی لے کر نوح علیہ السلام کو اتنا مارا کہ سر پھاڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی۔ "انّه لن یؤمن من قومک الاّ من قد آمن فلا تبتئس" آپ نہ غم کریں۔ "بما کانوا یفعلون" کیونکہ میں ان کو ہلاک کرنے والا ہوں اور اس ہلاکت سے ان کو کوئی چھٹکارا نہیں تو اس وقت نوح علیہ السلام نے بددُعا کی۔

"ربّ لا تذر علی الارض من الکافرین دیّاراً" عبید بن عمیر لیثی سے روایت ہے کہ ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ وہ لوگ نوح علیہ السلام کو گلے میں کپڑا ڈال کر گھسیٹتے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام بیہوش ہو جاتے جب ہوش آتا تو کہتے اے میرے رب! میری قوم کو بخش دے یہ نہیں جانتے۔ حتیٰ کہ جب وہ نافرمانی میں بہت بڑھ گئے اور ان کو سخت تکالیف پہنچائیں اور کئی نسلوں کا انتظار کیا لیکن ہر آنے والی نسل پہلی سے بری تھی حتیٰ کہ آخر والی نسل کہنے لگی کہ یہ ہمارے آباء واجداد کے ساتھ اسی طرح مجنون تھا وہ اس کی بات نہ مانتے تھے تو نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو شکایت کی اور کہا "ربّ انّی دعوت قومی ...... الخ" تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی۔

وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّھُمْ مُّغْرَقُوْنَ ㊲ وَیَصْنَعُ الْفُلْکَ وَکُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْکُمْ کَمَا تَسْخَرُوْنَ ㊳

ترجمہ: اور تم اس طوفان سے بچنے کے لئے) ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے کشتی تیار کر لو اور (یہ سن لو کہ) مجھ سے کافروں (کی نجات) کے بارہ میں کچھ گفتگو مت کرنا (کیونکہ) وہ سب غرق کئے جاویں گے۔ اور وہ کشتی تیار کرنے لگے اور (اثناء تیاری میں) جب کبھی ان کی قوم میں سے کسی رئیس گروہ کا ان پر گزر ہوتا تو ان سے ہنسی کرتے آپ فرماتے کہ اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم تم پر ہنستے ہیں جیسا تم ہم پر ہنستے ہو۔

حضرت جبرائیل کی نگرانی میں حضرت نوح علیہ السلام کا کشتی بنانا

تفسیر ③⑦ "واصنع الفلک باعیننا" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمارے سامنے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارے علم کے ساتھ اور بعض نے کہا ہماری حفاظت میں۔ "ووحینا" یعنی ہمارے حکم کے ساتھ۔ "**ولا تخاطبنی فی الّذین ظلموا انّھم مغرقون**" طوفان کے ساتھ۔ بعض نے کہا ہے کہ معنی یہ ہے کہ کفار کو مہلت دینے میں مجھ سے مخاطب نہ ہوں کیونکہ میں نے ان کو غرق کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اپنے بیٹے کنعان اور اپنی بیوی واعلہ کے بارے میں مجھ سے خطاب نہ کریں کیونکہ وہ دونوں قوم نوح کے ساتھ ہلاک ہوں گے۔ قصہ میں یہ بات بھی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نوح علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ کشتی بنائیں تو نوح علیہ السلام نے کہا میں کشتی کیسے بناؤں، میں بڑھئی تو نہیں ہوں؟ تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ کے رب نے کہا ہے کہ آپ بنائیں آپ میری نگرانی میں ہیں تو نوح علیہ السلام نے تیشہ وغیرہ اوزار لیے اور بالکل ٹھیک بنادی۔

حضرت نوح علیہ السلام کا کشتی بنانے کا واقعہ

③⑧ "**ویصنع الفلک**" جب اللہ تعالیٰ نے کشتی بنانے کا حکم دیا تو نوح علیہ السلام کشتی بنانے لگے خود لکڑیاں کاٹتے اور لوہا رگڑتے اور تارکول وغیرہ کے ذریعے کشتی کی ہیئت پر لکڑیاں جوڑتے جب لوگ آپ کے پاس سے گزرتے تو مذاق اُڑاتے اور کہتے اے نوح علیہ السلام! نبوت کے بعد بڑھئی بھی ہوگیا؟ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی عورتوں کو بانجھ کردیا کہ پھر ان کا کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ اہل توریت کا گمان ہے کہ ساگوان کی لکڑی سے کشتی بنانے کا حکم ملا اور اوزار سے بنانے کا حکم ہوا اور اس کو اندر اور باہر سے تارکول ملنے کا حکم دیا اور اس کا طول اسی گز اور عرض پچاس گز رکھا اور اونچائی تیس گز اور ایک ذراع کندھے تک کا تھا اور حکم ہوا اس کے تین حصے بنانے کا اور ان میں روشندان رکھنے کا تو نوح علیہ السلام نے ویسا ہی کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دو سال میں کشتی بنائی اور کشتی کی لمبائی تین سو گز اور چوڑائی پچاس گز اور اونچائی تیس گز تھی اور یہ ساگوان کی لکڑی کی تھی۔

اور اس کے تین حصے بنائے۔ نیچے والے حصے میں وحشی جانوروں، درندوں، کیڑے مکوڑوں کو سوار کیا اور درمیانے حصہ میں چوپایوں اور مویشیوں کو اور نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے اپنا زادِ سفر لے کر اوپر والے حصہ میں سوار ہوئے۔ زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نوح علیہ السلام نے سو سال درخت لگائے اور ان کو کاٹا۔ پھر سو سال کشتی بنائی اور بعض نے کہا چالیس سال درخت لگائے اور چالیس سال لکڑی خشک کی اور کعب احبار سے روایت ہے کہ نوح علیہ السلام نے تیس سال میں کشتی تیار کی اور مروی ہے کہ جب جانوروں کے گوبر وغیرہ زیادہ ہوگئے تو نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ ہاتھی کی دُم کو دبائیں جب دبایا تو اس سے ایک خنزیر اور خنزیرنی نکلے تو وہ ساری گندگی، گوبر لید وغیرہ کھا گئے۔ پھر

چوہا کشتی کی رسیوں کو کاٹنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ شیر کی آنکھوں کے درمیان ہاتھ ماریں تو اس کے نتھنے سے بلی اور بلا نکلے اور چوہوں کو کھا گئے۔ "وکلّما مرّ علیه ملأ من قومه سخروا منه" کیونکہ وہ کہنے لگے کہ یہ کہتا تھا کہ یہ نبی ہے اب یہ بڑھئی بن گیا ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ وہ نوح علیہ السلام سے پوچھتے آپ کیا کر رہے ہیں؟ وہ جواب دیتے گھر بنا رہا ہوں جو پانی پر چلے گا تو وہ ہنستے۔ "قال ان تسخروا منا فانّا نسخر منکم کما تسخرون" اگر یہ اعتراض ہو کہ نبی علیہ السلام سے مذاق اُڑانا کیسے ممکن ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اگر تم ہم سے مذاق کرتے ہو تو عنقریب اپنے مذاق کا انجام دیکھ لوگے۔

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۴۰﴾

ترجمہ سو ابھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ شخص ہے جس پر (دنیا میں) ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کردے گا اور (بعد مرگ) اس پر دائمی عذاب نازل ہوتا ہے یہاں تک کہ جب ہمارا حکم (عذاب کا قریب) آ پہنچا اور زمین میں سے پانی ابلنا شروع ہوا ہم نے (نوح علیہ السلام) سے فرمایا کہ ہر قسم (کے جانوروں) میں سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو عدد اس کشتی میں چڑھا لو اور اپنے گھر والوں کو بھی (چڑھا لو) باستثنا اس کے جس پر (غرق ہونے کا) حکم نافذ ہو چکا ہے اور دوسرے ایمان والوں کو بھی اور بجز قلیل آدمیوں کے ان کے ساتھ کوئی ایمان نہ لایا تھا۔

تفسیر ﴿۳۹﴾ "فسوف تعلمون من یاتیه عذاب یخزیه اس کو ذلیل کردے "ویحلّ علیه" ثابت ہو اس پر "عذاب مقیم" دائمی عذاب ہے۔

﴿۴۰﴾ "حتّٰی اذا جاء امرنا" ہمارا عذاب "وفار التنّور" اس تنور میں اختلاف ہے۔ عکرمہ اور زہری رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ زمین کا ظاہر مراد ہے کیونکہ نوح علیہ السلام کو کہا گیا تھا کہ جب آپ پانی کو دیکھیں کہ زمین کے ظاہر سے پھوٹ رہا ہے تو آپ علیہ السلام کشتی پر سوار ہو جائیں۔

تندور سے کیا مراد ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ "فار التنور" یعنی فجر طلوع ہوئی اور صبح روشن ہوگئی اور حسن، مجاہد اور شعبی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ وہ تندور مراد ہے جس میں روٹی لگائی جاتی ہے اور یہی اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے اور عطیہ کی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ تندور پتھر کا تھا۔ حضرت حواء اس میں روٹیاں پکاتی تھیں تو نوح علیہ السلام کو کہا گیا کہ جب اس تندور سے پانی جوش مارے تو آپ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ کشتی میں سوار

ہو جائیں۔علماء کا اس تندور کی جگہ میں اختلاف ہے۔مجاہد اور شعبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ کوفہ کی ایک جانب تھا اور شعبی رحمہ اللہ تو اس بات پر قسم کھاتے تھے کہ تندور نے کوفہ کی ایک جانب سے جوش مارا تھا اور فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے کوفہ کی مسجد کے وسط میں کشتی بنائی تھی اور تندور داخل ہونے والے کے دائیں جانب باب کندہ کے قریب تھا اور اس سے پانی کا پھوٹنا نوح علیہ السلام کے لیے علامت تھا اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ تندور آدم علیہ السلام کا تھا اور شام کی ایک جگہ عین وردہ میں تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ تندور ہندوستان میں تھا اور فوران بمعنی جوش مارنا۔

"قلنا احمل فیھا کشتی میں سوار کیجئے من کلٍّ زوجین اثنین" زوجان ہر ایسی دو چیزیں کہ ان میں سے ایک دوسرے سے مستغنی نہ ہو۔ان میں سے ہر ایک کو زوج کہا جاتا ہے۔کہا جاتا ہے زوج خف اور زوج نعل یہاں زوجین سے مراد مذکر اور مؤنث ہیں۔حفص نے یہاں اور سورۃ المؤمنین میں "من کلّ" تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔یعنی ہر قسم سے دو جوڑے اس کو تاکید کے یہ ذکر کیا ہے اور قصہ میں یہ بھی ہے کہ نوح علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! میں ہر قسم کے جوڑے کیسے سوار کروں؟ تو اللہ تعالیٰ نے تمام وحشی جانور اور درندے اور حشرات اور پرندے ان کے پاس جمع کر دیئے تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے ہر جنس کو اُٹھاتے،ان کے دائیں ہاتھ میں مذکر اور بائیں میں مؤنث آتی،ان کو کشتی میں سوار کراتے۔

"واھلک" یعنی اور اپنے گھر والوں یعنی اولاد وعیال کو سوار کریں۔

"الاّ من سبق علیہ القول" ہلاکت کا قول سبقت کر چکا ہو۔یعنی نوح علیہ السلام کی بیوی واعلہ اور بیٹا کنعان "ومن امن" جو ایمان لائے ان کو بھی سوار کرلیں۔

متبعین نوح علیہ السلام کی تعداد

"وما آمن معہ الاّ قلیل" ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔قتادہ،ابن جریج اور محمد بن کعب قرظی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ کشتی میں صرف آٹھ افراد تھے۔نوح علیہ السلام،آپ کی بیوی اور تین بیٹے سام،حام،یافث اور ان کی بیویاں اور اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سات افراد تھے نوح علیہ السلام اور ان کے تین بیٹے اور تین بہوئیں اور ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کے علاوہ دس افراد تھے نوح علیہ السلام،ان کے بیٹے سام،حام،یافث اور چھ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی بیویاں بھی۔مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بہتر ۷۲ افراد مرد وعورت تھے اور نوح علیہ السلام کے تین بیٹے اور ان کی بیویاں تو کل اٹھہتر ۷۸ ہوئے۔آدھے مرد اور آدھی عورتیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں اسی (۸۰) مرد تھے۔ان میں ایک جرہم بھی تھے۔

حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت نوح نے اپنے ساتھ اسی آدمیوں کو سوار کرلیا تھا اور آپ کی زبان عربی تھی۔

یہ بھی حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ سب سے پہلے حضرت نوح نے کشتی میں چھوٹی چیونٹی کو لیا اور سب سے آخر میں گدھے کو۔ گدھا داخل ہونے لگا اور اس کا سینہ اندر آگیا تو ابلیس اس کی دم سے لٹک گیا جس کی وجہ سے اس کی ٹانگیں اٹھ نہ سکیں۔حضرت

نوح نے فرمایا: ارے! اندر آ جا۔ گدھا اٹھا' مگر اٹھ نہ سکا۔ حضرت نوح نے فرمایا ارے اندر آ جا' خواہ شیطان ہی تیرے ساتھ ہو۔ یہ لفظ بیساختگی میں آپ کی زبان سے نکل گیا۔

ان الفاظ کو سنتے ہی شیطان نے گدھے کا راستہ چھوڑ دیا۔ گدھا اندر آ گیا اور شیطان بھی اس کے ساتھ داخل ہو گیا۔ حضرت نوح نے فرمایا دشمن خدا تجھے کس نے داخل کیا؟ شیطان نے کہا آپ نے (گدھے سے) نہیں فرمایا تھا کہ اندر آ جا' خواہ شیطان ہی تیرے ساتھ ہو۔ آپ نے فرمایا: دشمن خدا! نکل جا۔ شیطان نے کہا: اب تو مجھے اپنے ساتھ سوار کرنے کے بغیر آپ کیلئے کوئی چارہ نہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ شیطان کشتی کی پشت پر تھا۔

بعض اہل روایت کا خیال ہے کہ سانپ اور بچھو حضرت نوح کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہمیں بھی چڑھا لیجئے۔ حضرت نوح نے فرمایا: تم ضرر رساں اور سبب مصیبت ہو' میں تم کو نہیں چڑھاؤں گا۔ کہنے لگے: آپ ہمیں چڑھا تو لیجئے ہم ذمہ دار ہیں کہ جو بھی آپ کا ذکر کرے گا ہم اس کو ضرر نہیں پہنچائیں گے۔ چنانچہ جس سانپ اور بچھو کے ضرر کے خوف سے **سلام علی نوح فی العالمین** پڑھا۔ اس کو سانپ اور بچھو نے کوئی ضرر نہیں پہنچایا۔

حسن کا قول ہے کہ حضرت نوح نے کشتی میں صرف ان جانوروں کو چڑھایا تھا جو بچہ یا انڈہ دیتے ہیں۔ جو کیچڑ سے پیدا ہیں جیسے مچھر' پسو وغیرہ ان کو کشتی میں سوار نہیں کیا تھا۔

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۟ وَنَادٰى نُوْحُ ِۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ اور نوحؑ نے فرمایا کہ (آؤ) اس کشتی میں سوار ہو جاؤ (اور کچھ اندیشہ مت کرو کیونکہ) اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا (سب) اللہ ہی کے نام سے ہے بالیقین میرا رب غفور ہے رحیم ہے اور وہ کشتی ان کو لے کر پہاڑ جیسی موجوں میں چلنے لگی اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے (ایک سگے یا سوتیلے) بیٹے کو پکارا اور وہ (کشتی سے) علیحدہ مقام پر تھا کہ اے میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور (عقیدے میں) کافروں کے ساتھ مت ہو وہ کہنے لگا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھ کو پانی (میں غرق ہونے) سے بچا لے گا نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ آج اللہ کے قہر سے کوئی بچانے والا نہیں لیکن جس پر وہی رحم کرے اور دونوں باپ (بیٹوں) کے بیچ میں ایک موج حائل ہو گئی پس وہ (بھی مثل دوسرے کافروں کے) غرق ہو گیا۔

تفسیر ㊶ "وقال ارکبوا فیها یعنی ان کو نوح نے کہا تم اس کشتی میں سوار ہو جاؤ بسم الله مجریها ومرسها انّ ربّی لغفور رحیم"

ضحاک کا قول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب ارادہ کیا کہ کشتی روانہ ہو جائے تو بسم اللہ کہا کشتی چل پڑی اور جب کشتی کو ٹھہرانا چاہا تو بسم اللہ کہا کشتی ٹھہر گئی۔

حمزہ کسائی اور حفص نے (مجرىٰها) میم کے فتحہ کے ساتھ (مُرسٰها) میم کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ محمد بن محیص نے (مجرسها ومرساها) دونوں کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے مادہ جرت اور رست ہے۔ عبارت اس طرح ہوگی "بسم الله جریها واسوها" یہ دونوں مصدر ہیں۔ دوسرے قراء نے "مجراها مرساها" دونوں میم کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ عبارت اس طرح ہوگی۔ بسم الله اجراء ها وارساؤها ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان انزلنی منزلا مبارکاً وادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق اس سے مراد انزال ادخال اور اخراج ہے۔

㊷ "وهی تجری بهم فی موج کالجبال موج اس پانی کو کہتے ہیں جو تیز ہوا کے چلنے سے بلند ہو جائے اس کو پہاڑ کے ساتھ تشبیہ دی اس کے بڑا اور بلند ہونے میں ونادیٰ نوح ن ابنه" کنعان اور عبید بن عمیر نے کہا ہے کہ سام مراد ہے۔ اور یہ کافر تھا "وکان فی معزل" کشتی پر سوار نہ ہوا تھا۔ "یا بُنیّ ارکب معنا" نافع، ابن عامر، حمزہ اور بزی رحمہما اللہ نے ابن کثیر سے اور ابوبکر نے عاصم اور یعقوب رحمہما اللہ سے "ارکب" باء کو ظاہر کر کے پڑھا ہے اور دیگر حضرات باء کو میم میں ادغام کرتے ہیں۔ ولا تکن مع الکافرین" پس تو ہلاک ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ اس دن کسی پر رحم کرتے تو اس بچہ کی ماں پر ضرور کرتے

㊸ "قال" ان کے بیٹے نے "سآوی عنقریب میں پناہ لوں گا الی جبلٍ یعصمنی من الماء جو مجھے غرق سے بچائے گا قال کہا اس کو نوح علیہ السلام نے لا عاصم الیوم من امر اللّٰہ" اللہ کے عذاب سے "الّا من رحم بعض نے کہا ہے "من" محل رفع میں ہے یعنی اللہ کے عذاب سے صرف اللہ رحم کرنے والا ہی بچانے والا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ "من محل نصب میں ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی محفوظ نہیں ہے مگر جس پر اللہ رحم کردے جیسے باری تعالیٰ کا قول "فی عیشة راضیة" یعنی "مرضیة" ہے۔ وحال بینهما الموج فکان من المغرقین" اور روایت کیا گیا ہے کہ پانی پہاڑوں کی چوٹیوں سے چالیس گز بلند ہو گیا اور بعض نے کہا یہ پندرہ گز اور روایت کیا گیا ہے کہ جب گلیوں میں پانی زیادہ ہوا تو ایک بچہ کی ماں اس کی محبت میں بچہ کو پہاڑ کے تیسرے حصے تک لے گئی۔ جب پانی پہاڑ کے ثلث تک پہنچ گیا تو وہ دو ثلث چڑھ گئی جب وہاں پانی پہنچ گیا تو وہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئی۔ جب پانی اس عورت کی گردن تک پہنچا تو اپنے دونوں ہاتھوں سے بچہ کو بلند کر لیا لیکن پانی دونوں کو ڈبو گیا۔ اگر اس دن قوم نوح علیہ السلام میں سے اللہ تعالیٰ کسی پر رحم کرتے تو اس بچہ کی ماں پر ضرور کرتے۔

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿44﴾ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿45﴾ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿46﴾

ترجمہ اور (جب کفار سب غرق ہو چکے تو) حکم ہوگیا کہ اے زمین اپنا پانی (جو کہ تیری سطح پر موجود ہے) نگل جا اور اے آسمان (برسنے سے) تھم جا (چنانچہ دونوں امر واقع ہو گئے) اور پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم ہوا اور کشتی (کوہ) جودی پر آ ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دور اور نوحؑ نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ اے میرے رب میرا یہ بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور آپ احکم الحاکمین (اور بڑی قدرت والے) ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نوح یہ شخص (ہمارے علم ازلی میں) تمہارے (ان) گھر والوں میں نہیں (جو ایمان لا کر نجات پاویں گے بلکہ) یہ (خاتمہ تک) تباہ کار (یعنی کافر رہنے والا) ہے سو مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو جس کی تم کو خبر نہیں میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم (آئندہ) نادان نہ بن جاؤ۔

کشتی نوح کی ساخت

تفسیر ﴿44﴾ "وقیل یعنی طوفان کا معاملہ ختم ہونے کے بعد "یا ارض ابلعی "تو پی جا "ماء ک ویاسماء اقلعی" تو روک لے "وغیض الماء" خشک ہوگیا۔ کہا جاتا ہے غاض الماء یغیض غیضا جب وہ ختم ہو جائے اور غاضہ اللہ یعنی جب اللہ اس کو خشک کردے "وقضی الامر قوم کی ہلاکت کے امر سے فارغ ہوگئے "واستوت" یعنی کشتی ٹھہر گئی "علی الجودی" یہ پہاڑ موصل کے قریب جزیرہ میں ہے۔ "وقیل بُعدًا" ہلاکت ہے۔ "للقوم الظالمین"

طوفان نوح سے بچنے والا ایک شخص

اور روایت کیا گیا ہے کہ نوح علیہ السلام نے ایک کوے کو بھیجا تاکہ وہ زمین کی خبر گیری کر آئے تو وہاں کسی مردار کو دیکھ کر اس کو کھانے لگ گیا اور واپس نہ آیا تو کبوتر کو بھیجا تو وہ زیتون کا پتہ اپنی چونچ میں پکڑ کر اور دونوں پاؤں کو کیچڑ لگا کر آ گیا تو نوح علیہ السلام نے جان لیا کہ پانی خشک ہوگیا ہے۔ پھر کہا گیا ہے کہ نوح علیہ السلام نے کوے کو بددعا کی تو اسی وجہ سے وہ گھروں سے مانوس نہیں ہوتا اور وہ پتہ لے کر کبوتر کی گردن میں ڈال دیا اور اس کے لیے دعا کی تو اس وجہ سے وہ گھروں سے مانوس ہوتا ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ نوح علیہ السلام رجب کی دس تاریخ کو کشتی پر سوار ہوئے اور کشتی چھ ماہ چلتی رہی اور بیت اللہ کے پاس سے گزری تو سات چکر لگائے اور اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو بلند کر لیا تھا اور اس کی صرف جگہ باقی تھی اور کشتی سے عاشورہ کے دن

اُترے تو نوح علیہ السلام نے روزہ رکھا اور اپنے تمام ساتھیوں کو بھی شکرانے کا روزہ رکھنے کا حکم دیا اور بعض نے کہا ہے کہ کفار میں سے صرف عوج بن عنق غرق ہونے سے بچ گیا، پانی اس کی کمر تک پہنچا اس کی نجات کا سبب یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کو ساگوان کی لکڑی کی ضرورت تھی تو اس کو نقل نہ کر سکے تو عوج اس لکڑی کو شام سے لے آیا تو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نجات دی۔

⑮ "ونادیٰ نوح ربّہ فقال ربّ انّ ابنی من اھلی" کیا آپ نے مجھ سے میری گھر والوں کی نجات کا وعدہ نہ کیا تھا؟ "وان وعدک الحق" اس میں کوئی خلاف ورزی نہیں ہوئی "وانت احکم الحاکمین" ایک قوم پر نجات اور دوسری پر ہلاکت کا فیصلہ کیا۔

کسائی اور یعقوب رحمہما اللہ نے "عَمِلَ" میم کی زیر اور لام کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ (غیر) راء کے نصب کے ساتھ فعل کی بناء پر یعنی شرک اور تکذیب کا عمل اور دیگر حضرات نے میم کے زبر اور لام کے پیش اور تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔ (غیر) راء کے پیش کے ساتھ۔

⑯ "قال اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا نوح انّہ لیس من اھلک انّہ عمل غیر صالح" کسائی اور یعقوب نے (عمل) میم کے کسرہ اور لام کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ غیر منصوب فعل کی وجہ سے دوسرے قراء نے میم کے فتحہ اور لام کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور غیر کو بھی مرفوع پڑھا ہے۔ یعنی تمہارا مجھ سے نجات کے متعلق سوال کرنا یہ عمل غیر صالح ہے۔ "فلا تسألن اے نوح "ما لیس لک بہ علم" اہل حجاز اور اہل شام نے "فلا تسألنی" لام کے زبر اور نون کے شد کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ حضرات ابن کثیر کے علاوہ نون کو زیر دیتے ہیں۔

ابن کثیر نون کو زبر دیتے ہیں اور دیگر حضرات نے لام کے جزم اور نون کی زیر اور تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور ابو جعفر، ابو عمرو اور ورش نے یاء کو وصل کی صورت میں باقی رکھا ہے نہ کہ وقف کی صورت میں اور یعقوب رحمہ اللہ نے اس کو دونوں حالتوں میں ثابت رکھا ہے۔ انّی اعظک ان تکون من الجاھلین" ابن کی تعیین میں اختلاف ہے۔ مجاہد اور حسن رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لڑکا نوح علیہ السلام کے زمانے میں پیدا نہیں ہوا تھا اور نہ ہی نوح علیہ السلام کو اس کا علم تھا اس لیے فرمایا "مالیس لک بہ علم" اور حسن نے دلیل میں آیت "فخانتاھما" پڑھی ہے۔

ابو جعفر باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ نوح علیہ السلام کی بیوی کا بیٹا تھا اور نوح علیہ السلام کو اس کا علم تھا اس لیے "من اھلی" کہا ہے "منّی" نہیں کہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، سعید بن جبیر، ضحاک اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا ان کی اپنی پشت سے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کے قول "لیس من اھلک" کا مطلب یہ ہے کہ وہ دین والوں میں سے نہیں ہے اور "فخانتاھما" کا مطلب یہ ہے کہ دین اور عمل میں خیانت کی نہ کہ بستر میں۔

"انّی اعظک ان تکون من الجاھلین" یعنی پہلے کفار کی ہلاکت کی دُعا کی پھر کافر کی نجات کا سوال کر رہے ہیں۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیٓ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَالَیْسَ لِیْ بِہٖ عِلْمٌ ط وَاِلَّا تَغْفِرْلِیْ وَتَرْحَمْنِیْٓ اَکُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۴۷﴾ قِیْلَ یٰنُوْحُ اھْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَکٰتٍ عَلَیْکَ وَعَلٰٓی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَکَ ط وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُھُمْ ثُمَّ یَمَسُّھُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۴۸﴾ تِلْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْھَآ اِلَیْکَ مَاکُنْتَ تَعْلَمُھَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُکَ مِنْ قَبْلِ ھٰذَا ط فَاصْبِرْ ط اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا ط قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمہ انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں اس امر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ (آئندہ) آپ سے ایسے امر کی درخواست کروں جس کی مجھ کو خبر نہ ہو اور (گذشتہ خطاؤں کو معاف کر دیجئے کیونکہ) اگر آپ میری مغفرت نہ فرماویں گے اور مجھ پر رحم نہ فرماویں گے تو میں بالکل تباہ ہی ہو جاؤں گا۔ کہا گیا کہ اے نوح (اب جودی پر سے زمین پر اترو ہماری طرف سے سلام اور برکتیں لے کر جو تم پر نازل ہوں گی اور ان جماعتوں پر کہ تمہارے ساتھ ہیں اور بہت سی ایسی جماعتیں بھی ہوں گی کہ ہم ان کو (دنیا میں) چندروز عیش دینگے پھر (آخرت میں) ان پر ہماری طرف سے سزائے سخت واقع ہوگی یہ قصہ (آپ کے اعتبار سے) منجملہ اخبار غیب کے ہے جس کو ہم وحی کے ذریعہ سے آپ کو پہنچاتے ہیں اس (قصہ) کو اس (ہمارے بتلانے) کے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم سو صبر کیجئے یقیناً نیک انجامی متقیوں ہی کے لئے ہے اور ہم نے (قوم عاد کی طرف ان کے (برادری یا وطن کے) بھائی (حضرت ہود علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کے قابل) نہیں تم محض مفتری ہو۔

تفسیر ﴿۴۷﴾ "قال" نوح علیہ السلام نے کہا ربّ انّی اعوذبک ان اسئلک مالیس لی به علم والّا تغفرلی وترحمنی اکن منّ الخاسرین"

﴿۴۸﴾ "قیل یا نوح اھبط" کشتی سے اُترآ "بسلام منّا ہماری طرف سے امن وسلامتی کے ساتھ وبرکات علیک" برکت خیر کا ثابت ہونا اور بعض نے کہا ہے کہ یہاں برکت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو قیامت تک باقی رکھا۔ "وعلیٰ امم ممّن مّعک" وہ لوگ جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔ وہ خود بھی جماعتوں کی شکل میں تھے اور تمام اقوام انہی کی نسل سے پیدا ہونیوالی تھیں۔ اس لئے ان کو امم فرمایا۔ محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیامت تک ہر مؤمن اس لفظ (امم) میں داخل ہوگا۔ "و امم سنمتّعھم یہ مبتداء ہے یعنی امتیں ہم ان کو عنقریب نفع دیں گے ثمّ یمسھم منا عذاب الیم" اور وہ کافر اور بدبخت لوگ ہیں۔

﴿۴۹﴾ "تلک من انباء الغیب غیب کی خبروں سے" نوحیھا الیک ما کنت تعلمھا انت ولا قومک من

قبل ھٰذا" قرآن کے نازل ہونے سے پہلے۔"فاصبر "اللہ کے حکم پر قائم ہونے اور رسالت کی تبلیغ پر۔ جیسے نوح علیہ السلام نے صبر کیا۔"انّ العاقبۃ" انجام سعادت اور مدد کے ساتھ "للمتّقین" تقویٰ والوں کیلئے ہے۔

⑤⓪"و الی عاد"یعنی ہم نے بھیجا عاد کی طرف۔"اخاھم ھودا" یہاں بھائی سے مراد نسبی ہیں۔ دینی بھائی مراد نہیں جو انما المؤمنون اخوۃ کے تحت شامل ہوتا ہے۔"قال یا قوم اعبدوا اللّٰہ تم اللہ کی توحید بیان کرو مالکم من اللہ غیرہ ان انتم الاّ مفترون"یعنی تم اپنے شریک ٹھہرانے میں جھوٹے ہو۔

يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ⑤① وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ⑤② قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ⑤③ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ⑤④ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ⑤⑤ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ⑤⑥

(ترجمہ) اے میری قوم میں تم سے اس (تبلیغ) پر کچھ معاوضہ نہیں مانگتا میرا معاوضہ تو صرف اس (اللہ) کے ذمہ ہے جس نے مجھ کو (عدم محض سے) پیدا کیا پھر کیا تم (اس کو) نہیں سمجھتے اور اے میری قوم تم اپنے گناہ (کفر و شرک وغیرہ) اپنے رب سے معاف کراؤ (یعنی ایمان لاؤ اور) پھر (ایمان لاکر) اس کی طرف متوجہ ہو وہ تم پر خوب بارشیں برسادے گا اور ایمان و عمل کی برکت سے) تم کو اور قوت دیکر تمہاری قوت (موجودہ) میں ترقی دے گا (پس ایمان لے آؤ) اور مجرم رہ کر ایمان سے اعراض مت کرو ان لوگوں نے جواب دیا کہ اے ہود آپ نے ہمارے سامنے کوئی دلیل تو پیش کی نہیں اور ہم آپ کے (مجرد) کہنے سے تو اپنے معبودوں (کی عبادت) کو چھوڑنے والے ہیں نہیں اور ہم کسی طرح آپ کا یقین کرنے والے نہیں۔ (اور) ہمارا قول تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے آپ کو کسی خرابی میں (مثل جنون وغیرہ کے) مبتلا کر دیا ہے ہود (علیہ السلام) نے فرمایا کہ میں (علی الاعلان) اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی (سن لو اور) گواہ رہو کہ میں ان چیزوں سے (بالکل) بیزار ہوں جن کو تم خدا کے سوا شریک (عبادت) قرار دیتے ہو سو تم (اور وہ) سب مل کر میرے ساتھ (ہر طرح کا) داؤ گھات کر لو (اور) پھر ذرا مجھ کو مہلت نہ دو میں نے اللہ پر توکل کر لیا ہے جو میرا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر (چلنے سے ملتا) ہے۔

تفسیر ⑤١ "یا قوم لا اسئلکم علیه" رسالت کی تبلیغ پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ "اجراً" عوض "ان اجری نہیں ہے میرا ثواب الّا علی الّذی فطرنی مجھے پیدا کیا ہے" افلا تعقلون"

⑤٢ "ویاقوم استغفروا ربّکم" یعنی اس پر ایمان لاؤ، استغفار یہاں ایمان کے معنی میں ہے۔ "ثمّ توبوا الیه" اس کے غیر کی عبادت سے اور اپنے پچھلے گناہوں سے۔ "یرسل السّماء علیکم مدراراً" یعنی تم پر ضرورت کے وقت لگاتار بارش بھیجیں گے۔ "ویزدکم قوّةً الٰی قوّتکم" اللہ تعالیٰ نے ان سے تین سال کے لیے بارش روک دی اور ان کی عورتوں کو بانجھ کردیا تو ھود علیہ السلام نے فرمایا اگر تم ایمان لے آؤ تو اللہ تعالیٰ تم پر بارش برسائیں گے تو تمہارا مال زیادہ اور تمہاری اولاد پیدا ہونے لگ جائے گی تو مال اور اولاد کے ذریعے تمہاری قوت بڑھ جائے گی اور بعض نے کہا ہے کہ بدن کی قوت کے ساتھ دین کی قوت مل جائے گی تو تمہاری قوت بڑھ جائے گی۔ "ولا تتولوا مجرمین" یعنی نہ پیٹھ پھیرے شرک کرتے ہو۔

قوم ھود کا واقعہ

⑤٣ "قالوا یا هود ما جئتنا ببیّنة برهان" اور واضح دلیل اپنے قول پر "وما نحن بتارکی آلهتنا عن قولک وما نحن لک بمؤمنین" تصدیق کرنے والے۔

⑤٤ "ان نقول الّا اعتراک بعض الهتنا بسوءٍ" آپ نے ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہا تو انہوں نے آپ سے انتقام لیا ہے کہ آپ کو مجنون کردیا ہے۔ "قال" ان کو ہود علیہ السلام نے "انّی اشهد اللّٰه" اپنی ذات پر "واشهدوا" میری قوم "انّی بریءٌ ممّا تشرکون"

⑤٥ "من دونه" اس سے مراد بت ہیں "فکیدونی جمیعا" مجھے نقصان پہنچانے کی تم اور تمہارے بت تدبیر کرو۔ "ثمّ لا تنظرون" مجھے مہلت نہ دو۔

⑤٦ "انّی توکّلت" میں نے اعتماد کیا "علی اللّٰه ربّی وربّکم ما من دابّةٍ الّا هو آخذ بناصیتها"

ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو زندہ کرنے والا اور موت دینے والا۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مالک اور اس پر قادر اور بعض علماء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی پیشانی کو پکڑا ہوا ہے کہ وہ صرف اسی طرح متوجہ ہوتا ہے جو وہ اس کے دل میں ڈالتا ہے اور قتیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر غالب ہے اس لیے کہ جو کسی کی پیشانی پکڑ لے وہ اس پر غالب ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ناصیہ کو ذکر کیا ہے اس لیے کہ عرب جب کسی انسان کی ذلت کو بیان کرنا چاہتے ہیں تو ناصیۃ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں "ناصیة فلان بید فلان" اور جب کسی انسان کو خوش ہو کر چھوڑنے کا ارادہ کرتے تھے تو اس کی پیشانی کے بال کاٹ دیتے تھے تاکہ وہ اس بات کو اس پر فخر سمجھیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عرف کے مطابق ان کو خطاب کیا ہے۔ "انّ ربّی علٰی صراط مستقیم" یعنی میرا رب اگرچہ ان پر قادر ہے لیکن ان پر ظلم نہیں کرتا اور احسان اور عدل والا معاملہ کرتا ہے۔ پس

نیک کو اس کی نیکی اور برے کو اس کی برائی کا بدلہ دیتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میرے رب کا دین سیدھے راستے پر ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہاں عبارت پوشیدہ ہے یعنی میرا رب تم کو اُبھارتا ہے سیدھے راستے پر۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۵۷﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ۟ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾

ترجمہ: پھر اگر اس بیان بلیغ کے بعد بھی) تم (راہ حق سے) پھرے رہو گے تو میں تو (معذور سمجھا جاؤں گا کیونکہ) جو پیغام دے کر مجھ کو بھیجا گیا تھا وہ تم کو پہنچا چکا ہوں اور تمہاری جگہ میرا رب دوسرے لوگوں کو زمین میں آباد کر دے گا اور اس کا تم کچھ نقصان نہیں کر رہے ہو بالیقین میرا رب ہر شے کی نگہداشت کرتا ہے اور (سامان عذاب شروع ہوا سو) جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) پہنچا ہم نے ہود (علیہ السلام) کو اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے (اس عذاب سے بچالیا اور ان کو (کیسی چیز سے بچالیا) ایک بہت ہی سخت عذاب سے بچالیا اور یہ (جن کا ذکر ہوا) قوم عاد تھی جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کا کہنا نہ مانا اور تمام تر ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو ظالم (اور) ضدی تھے۔

تفسیر: ۵۷ "فان تولوا یعنی تتولوا اگر تم اس سے اعراض کرو جس کی طرف تمہیں بلاتا ہوں فقد ابلغتکم ما ارسلت به الیکم ویستخلف ربی قومًا غیر کم" تم اعراض کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کر کے تمہارے بدلے دوسری قوم لے آئیں گے جو تم سے زیادہ فرمانبردار ہوگی اور اس کی توحید کی قائل اور عبادت کرے گی۔ "ولا تضرّونه شیئًا" یعنی تم اعراض کر کے اپنے آپ کا نقصان کر رہے ہو اور بعض نے کہا ہے کہ جب وہ تم کو ہلاک کر دے گا تو تم اس کا کچھ نقصان نہ کرو گے کیونکہ تمہارا ہونا نہ ہونا اس کے ہاں برابر ہے۔ "انّ ربّی علٰی کلّ شیء حفیظ" یعنی ہر چیز کی حفاظت کرتا ہے وہ میری حفاظت کرے گا تم سے برائی پہنچنے سے۔

۵۸ "ولمّا جاء امرنا" جب ہمارا عذاب "نجینا هودا والّذین اٰمنوا معه" یہ چار ہزار لوگ تھے۔ "برحمة" نعمت کے ساتھ منا ونجیناهم من عذاب غلیظ" یہ وہ ہوا ہے جس سے قوم عاد کو ہلاک کیا اور بعض نے کہا ہے کہ عذاب غلیظ قیامت کے دن کا عذاب ہے۔ یعنی جس طرح ہم نے ان کو دُنیا میں عذاب سے نجات دی اسی طرح ان کو آخرت میں نجات دیں گے۔

۵۹ "وتلک عاد" ضمیر کو قبیلہ کی طرف راجع کیا ہے "جحدوا بآیات ربّهم وعصوا رسله" صرف ہود علیہ السلام کی لیکن جمع کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے کیونکہ جس نے ایک رسول کی تکذیب کی وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے تمام رسولوں

کی تکذیب کی۔ "واتّبعوا امر کلّ جبّار عنید" جبار بمعنی متکبر اور عنید بمعنی وہ شخص جو حق کو قبول نہ کرے۔

کہا جاتا ہے عندالرجل بعندعنودا جب وہ انکار کردے کسی چیز کو قبول کرنے اگرچہ اس کو جانتا ہو اور ابوعبیدہ فرماتے ہیں۔ عید' عنوذ' عاند' معاند' مخالفت کرنے والے مقابل کو کہتے ہیں۔

وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَّیَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ⑥⓪ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ⑥① قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ⑥② قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَیْتُهٗ فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ ⑥③

ترجمہ اور (ان افعال کا نتیجہ یہ ہوا کہ) اس دنیا میں بھی لعنت ان کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی خوب سن لو قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خوب سن لو رحمت سے دوری ہوئی (دونوں جہاں میں) عاد کو جو کہ ہود (علیہ السلام) کی قوم تھی اور ہم نے (قوم) ثمود کے پاس ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا (معبود ہونے کے قابل) نہیں۔ اس نے تم کو زمین (کے مادہ) سے پیدا کیا اور تم کو اس (زمین) میں آباد کیا۔ تو تم اپنے گناہ (شرک و کفر وغیرہ) اس سے معاف کراؤ یعنی ایمان لاؤ پھر ایمان لا کر (اس کی طرف) عبادت سے متوجہ ہو بیشک میرا رب قریب ہے قبول کرنے والا ہے وہ لوگ کہنے لگے کہ اے صالح تم تو اس کے قبل ہم میں ہونہار (معلوم ہوتے) تھے کیا تم ہم کو ان چیزوں کے عبادت سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں (یعنی تم اس سے منع مت کرو) اور جس دین کی طرف تم ہم کو بلا رہے ہو (یعنی توحید) واقعی ہم تو اس کی طرف سے (بھاری) شبہ میں ہیں جس نے ہم کو تردد میں ڈال رکھا ہے آپ نے (جواب میں) فرمایا اے میری قوم بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے رحمت (یعنی نبوت) عطا فرمائی ہو سو (اس حالت میں) اگر میں خدا کا کہنا نہ مانوں تو (یہ بتلاؤ کہ) پھر مجھ کو خدا کے عذاب سے کون بچالے گا تو تم سراسر میرا نقصان ہی کر رہے ہو۔

تفسیر ⑥⓪ "واتبعوا فی هذه الدنیا لعنة" ان کے پیچھے لعنت لگائی گئی جو ان کو لاحق ہے اور ان کے ساتھ پھرتی ہے اور اللعنۃ دور کرنا اور رحمت سے ہٹانا لعنت رحمت سے دور ہونا۔ "ویوم القیامة" یعنی قیامت کے دن بھی دُنیا کی طرح لعنت کیے

جائیں گے۔"الا اِنَّ عادًا کفروا ربّھم" یعنی اپنے رب کا' کہا جاتا ہے کفرتہ وکفرت ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے شکرتہ وشکرت لہ ونصحة و نصحت ہے۔الا بعداالعادِ قوم ھود"بعض نے کہا ہے کہ اللہ کی رحمت سے دوری ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ہلاکت ہے اور "بُعد" کے دو معنی ہیں ایک قرب کی ضد اور دوسرا معنی ہلاک ہونا۔ پہلے معنی کا باب ۔ "بَعُدَ یَبْعُدُ بُعدًا" ہے اور دوسرے بمعنی ہلاکت کے ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے بعد یبعید بعداًاور ایک باب یہ بھی ہے بعد یبعد بعدا وعبدا۔

قوم ثمود کا تذکرہ

61 "والی ثمود اخاھم صٰلحا ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے نسبی بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا یہاں دینی بھائی مراد نہیں۔ قال یاقوم اعبدوا اللہ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک جانو."مالکم من اللہ غیرہ ھو انشاکم" تمہاری تخلیق کی ابتداء کی۔"من الارض" کیونکہ سب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے۔ "واستعمرکم فیھا" تم کو اس کا رہائشی بنایا۔

ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمہاری عمر کو لمبا کیا یہاں تک کہ ان کی عمریں تین سو سال سے ہزار سال تک ہوتی تھیں اور اسی طرح قوم عاد کی عمریں لمبی تھیں اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اعمرکم عمریٰ" سے ہے یعنی تمہارے لیے وہ چیزیں بنائیں جن سے تم زندہ رہ سکو اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم کو اس میں ٹھہرایا۔"فاستغفروہ ثمّ توبوا الیہ انّ ربّی قریب" مؤمنین سے قریب "مجیب" ان کی دُعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔

62 "قالوا" یعنی ثمود والے کہنے لگے "یا صالح قد کنت فینا مرجوّاً قبل ھذا" یعنی ہمیں اُمید تھی کہ تو ہمارا سردار ہوگا اور بعض نے کہا ہے کہ ہمیں اُمید تھی کہ تو ہمارے دین کی طرف لوٹ آئے گا کیونکہ ان کو یہ لگتا تھا کہ صالح علیہ السلام بھی اپنے قبیلے کے دین پر چلیں گے لیکن جب صالح علیہ السلام نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور بتوں کو چھوڑا تو ان کو لگا کہ ان کی اُمیدیں دم توڑ گئی ہیں تو کہنے لگے "اتنھانا ان نعبد ما یعبد آباؤنا" معبودوں کی "واننا لفی شکّ مما تدعونا الیہ مریب" شک میں واقع ہونے کی جگہ۔

63 "قال یا قوم ارأیتم ان کنت علیٰ بیّنة من ربّی واٰتانی منہ رحمةً" نبوت اور حکمت۔

"فمن ینصرنی من اللہ" یعنی مجھے اللہ کے عذاب سے کون بچائے گا۔"ان عصیتہ فما تزیدوننی غیر تخسیر" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تخسیر کا ترجمہ کیا ہے خسارے کو دیکھنا مطلب یہ ہے کہ تمہاری تکذیب سے مجھے یوں نظر آتا ہے کہ تم بہت نقصان اٹھاؤ گے۔ بڑے خسارے میں رہو گے۔ حسین بن فضل کا قول ہے کہ حضرت صالح تو کبھی بھی خسارے میں نہیں رہے۔ آیت کا مطلب یہ نہیں کہ تم میرے لئے خسارہ بڑھا رہے ہو۔ بلکہ تخسیر کا معنی ہے کسی کی طرف خسارہ کی نسبت کردینا خسارہ یاب قرار دینا۔ جیسے تکفیر اور تفسیق کا معنی ہے کسی کو کافر اور فاسق قرار دینا کفر وفسق کی طرف منسوب کرنا۔

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿٦٦﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾

ترجمہ: اور اے میری قوم یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے سو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے اور اس کو برائی (اور تکلیف دہی) کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو فوری عذاب آ پکڑے (کہ دیر بھی نہ لگے) سو انہوں نے اس (اونٹنی) کو مار ڈالا تو صالح (علیہ السلام) نے فرمایا (خیر) تم اپنے گھروں میں تین دن اور بسر کر لو یہ ایسا وعدہ ہے جس میں ذرا جھوٹ نہیں سو جب ہمارا حکم (عذاب کیلئے) آ پہنچا تو ہم نے صالح (علیہ السلام) کو اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے (اس عذاب سے) بچا لیا اور اس دن کی بڑی رسوائی سے بچا لیا بے شک آپ کا رب ہی قوت والا غلبہ والا ہے اور ان ظالموں کو ایک نعرہ نے آ دبایا جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

تفسیر: ⑥④ "ويقوم هذه ناقة الله لكم اية" یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ صالح علیہ السلام کی قوم نے مطالبہ کیا تھا کہ اس چٹان سے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی نکلے تو صالح علیہ السلام نے دُعا کی تو اس چٹان سے اونٹنی نکلی اور نکلتے ہی اپنے جیسا بچہ جن دیا۔ یہ پورا قصہ ہم سورۃ اعراف میں بیان کر چکے ہیں۔ "فذروها تاكل فى ارض الله" گھاس پھوس اور جڑی بوٹیاں تمہارے ذمہ اس کا خرچہ نہیں ہے۔ "ولا تمسّوها بسوء فياخذكم" اگر تم نے اس کو مار ڈالا۔ "عذاب قريب"

⑥⑤ "فعقروها فقال" ان کو صالح علیہ السلام نے ان کو کہا "تمتّعوا" عیش کر لو چند روز زندہ رہو "فى داركم" اپنے محلوں اور کوٹھیوں میں تین دن "ثلاثة ايام" پھر تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ "ذلك وعد غير مكذوب" یہ وعدہ جو تمہارے ساتھ کیا گیا جھوٹا نہیں ہے۔ مروی ہے کہ صالح علیہ السلام نے ان کو کہا کہ تم پر تین دن کے بعد عذاب آئے گا۔ پہلے دن تم صبح کرو گے تو تمہارے چہرے زرد ہوں گے اور دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن سیاہ ہوں گے اور چوتھے دن عذاب آئے گا تو جیسے حضرت صالح علیہ السلام نے کہا تھا ویسے ہی ہوا۔

⑥⑥ "فلمّا جاء امرنا نجّينا صالحا والّذين امنوا معه برحمة منّا ومن خزى يومئذ" یعنی اس دن کے عذاب سے۔ ابو جعفرؒ نافع اور کسائی نے (خزى يومئذ اور عذاب يومئذ) میم کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے زیر کیساتھ "انّ ربّك هو القوى العزيز"

⑥⑦ "واخذ الّذين ظلموا" ظلم سے مراد کفر ہے "الصيحة" حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان پر ایک زوردار چیخ ماری

تو وہ سب ہلاک ہوگئے اور بعض نے کہا ہے کہ ان پر آسمان سے چیخ آئی جس میں آسمانی بجلیوں اور زمین کی ہر چیز کی آواز تھی۔ ان کے دل ان کے سینوں میں ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ اخذ مذکر ہے اور الصیحۃ مؤنث ہے یہاں پر الصیحۃ بمعنی الصیاح کی ہے۔"فاصبحوا فی دیارھم جاثمین" بہت جلد ہلاک ہوئے۔

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿٧٠﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿٧١﴾

ترجمہ (اور یہ حالت ہوگئی) جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ خوب سن لو (قوم) ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خوب سن لو (کفر کا یہ خمیازہ ہوا کہ) رحمت سے ثمود کو دوری ہوئی اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے (بشکل بشر) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس بشارت لے کر آئے اور (آنے کے وقت) انہوں نے سلام کیا۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے بھی سلام کیا پھر دیر نہیں لگائی کہ ایک تلا ہوا (فربہ) بچھڑا لائے سو جب ابراہیم (علیہ السلام) نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کھانے تک نہیں بڑھتے تو ان سے متوحش ہوئے اور ان سے دل میں خوف زدہ ہوئے وہ فرشتے کہنے لگے ڈرومت ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں اور ابراہیم (علیہ السلام) کی بی بی (حضرت سارا کہیں) کھڑی سن رہی تھیں پس ہنسیں سو ہم نے ان کو (مکرر) بشارت دی اسحاق (کے پیدا ہونے) کی اور اسحاق سے پیچھے یعقوب کی۔

تفسیر ⑥⑧ "کان لم یغنوا فیھا" نہیں آباد رہے۔ "اَلَا اِن ثمود کفروا ربّھم اَلا بُعدًا لثمود" کسائی رحمہ اللہ نے "لثمود" دال کی جر اور تنوین کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے دال کی نصب کے ساتھ۔ جنہوں نے جر دی ہے تو اس وجہ سے کہ یہ کسی مذکر کا نام ہے اور جنہوں نے نصب دی ہے انہوں نے قبیلہ کا نام قرار دیا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری دینے والے فرشتوں کی تعداد

⑥⑨ "ولقد جاء ت رسلنا ابراھیم بالبشریٰ" رُسل سے فرشتے مراد ہیں۔ ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین فرشتے تھے۔ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل علیہم السلام اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نو تھے اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں بارہ تھے۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ سات فرشتے تھے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نوجوان لڑکوں کی صورت میں گیارہ فرشتے تھے، چمکدار چہرے والے، اسحاق اور یعقوب علیہما السلام کی خوشخبری لائے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ قوم لوط کو ہلاک کرنے کی خبر لائے تھے۔ "قالوا سلامًا قال

سلام" یعنی علیکم سلام اور بعض نے کہا ہے کہ حکایت کی وجہ سے مرفوع ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "وقولوا حطّةٌ" پر رفع حکائی ہے۔ سورۃ الذاریات سین کے کسرہ بغیر الف کے ہے۔ بعض نے کہا سلم بمعنی السلام کے ہے۔ بعض نے کہا سلمٌ بمعنی صلح کے ہے مطلب یہ ہے کہ ہماری تم سے دشمنی اور جنگ نہیں ہے۔ دوستی اور صلح ہے۔ "فما لبث ان جاء بعجل حنیذ" حنیذ بمعنی محنوذ یعنی جس کو زمین میں گڑھا کر کے پتھر پر بھونا گیا ہو اور یہ موٹا تازہ تھا اس سے چکنائی ٹپک رہی تھی۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا "فجاء بعجل سمین" قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا اکثر مال گائیں تھیں۔

⑳ "فلمّا رای ایدیھم لاتصل الیہ" بھونے ہوئے بچھڑے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا رہے "نکرھم نکر اور انکر خوشگوار حالت سے بدل کر کسی کا ناگوار حالت پر پہنچ جانا واوجس منھم خیفة" مقاتل کا بیان ہے اوجس یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں پیدا ہو گیا۔ وجوس کا اصل معنی ہے داخل ہونا یعنی خوف حضرت ابراہیم کے دل میں پیدا ہو گیا۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں جب مہمان آتا اور کچھ نہ کھاتا تو وہ یہ گمان کرتے تھے کہ یہ خیر کے ارادہ سے نہیں آیا بلکہ شر کے ارادہ سے آیا ہے۔ "قالوا لاتخف" اے ابراہیم علیہ السلام "انّا" اللہ کے فرشتے ہیں۔ "ارسلنا الی قوم لوط"

فضحکت کی تفسیر میں ائمہ کے مختلف اقوال

㉑ "وامرأته" ان سے مراد سارہ بنت ہاران بن احور یہ ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی بیٹی تھیں۔ "قائمة" پردے کے پیچھے ان کی بات سن رہی تھیں اور بعض نے کہا کہ مہمانوں کی خدمت کے لیے کھڑی تھیں اور ابراہیم علیہ السلام بیٹھے تھے۔

"فضحکت" مجاہد اور عکرمہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ "ضحکت" بمعنی اسی وقت حیض آ گیا عرب کہتے ہیں "ضحک الارنب" جب خرگوش کو حیض آ جائے اور اکثر اس طرف گئے ہیں کہ آیت میں معروف ضحک یعنی ہنسنا مراد ہے۔ اس ضحک کے سبب میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ اپنے اور ابراہیم علیہ السلام سے خوف دور ہونے کی وجہ سے ہنسی تھی۔ جب انہوں نے کہا ڈرو نہ اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے کھانا پیش کیا اور انہوں نے نہ کھایا تو ابراہیم علیہ السلام کو ان سے خوف ہوا کہ یہ چور نہ ہوں تو ان کو فرمایا کیوں نہیں کھاتے؟ وہ کہنے لگے کہ ہم بغیر قیمت ادا کیے کھانا نہیں کھاتے تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کی قیمت ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ کھانے کی ابتداء میں اللہ کا نام لو اور کھا کر اس کی تعریف کرو تو جبرئیل علیہ السلام نے میکائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا اور کہا یہ اس بات کے حق دار ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنا خلیل بنائیں۔

پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ وہ کھانے کو ہاتھ بھی نہیں لگا رہے تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں اور کہا ہمارے مہمانوں پر تعجب ہے کہ ہم ان کے اعزاز میں ان کی خود خدمت کر رہے ہیں اور وہ ہمارا کھانا ہی نہیں کھاتے۔ اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ قوم لوط کی غفلت اور ان سے عذاب قریب ہونے پر ہنسیں اور مقاتل اور

کلبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے تین آدمیوں سے خوف کرنے پر ہنسیں حالانکہ ابراہیم علیہ السلام اپنے گھر میں تھے اور نوکر چاکر بھی موجود تھے اور بعض نے کہا ہے کہ خوشخبری کی خوشی میں ہنسیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر تعجب کر کے ہنسیں کہ ان کے اور ان کے خاوند کے اس بڑھاپے میں اولاد ہوگی۔ اس قول پر آیت میں تقدیم و تاخیر ہوگی۔ اصل عبارت یوں بنے گی۔ **"وامرأته قائمة فبشرناها باسحٰق ومن وّراء اسحٰق یعقوب فضحکت وقال یاویلتی ء الِدوانا عجوز؟"**...... **"فبشّرناھا باسحٰق ومن وراء اسحٰق یعقوب"** اس سے مراد بیٹے کا بیٹا ہے تو یہ خوشخبری دی گئی کہ وہ بیٹا زندہ رہیں گے اور آگے اس بیٹے کی اولاد بھی دیکھیں گی۔

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰىٓ ءَ اَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾

ترجمہ: کہنے لگیں ہائے خاک پڑے اب میں بچہ جنوں گی بڑھیا ہو کر اور یہ میرے میاں (بیٹھے) ہیں بالکل بوڑھے واقعی بھی عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ کیا تم خدا کے کاموں میں تعجب کرتی ہو (اور خصوصاً) اے خاندان کے لوگو تم پر تو اللہ کی (خاص) رحمت اور اس کی (قسم قسم کی) برکتیں (نازل ہوتی رہتی ہیں) بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) تعریف کے لائق (اور) بڑی شان والا ہے۔

بچے کی ولادت کی خوشخبری کے وقت والدہ ووالد اسحاق کی عمریں

تفسیر: ⑦② "قالت یاویلتا" یہ کلمہ انسان تعجب والی چیز دیکھنے کے وقت کہتا ہے یعنی بڑا تعجب ہے۔ **"ااَلِد وانا عجوز"** ابن اسحاق رحمہ اللہ کے قول میں ان کی عمر نوے سال تھی اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ننانوے سال تھی۔ **"وھٰذا بعلی"** یعنی میرا خاوند۔ زوج کو بعل کہا ہے کیونکہ وہ عورت کے معاملہ میں نگہبان ہوتا ہے۔ **"شیخا"** حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔

ابن اسحٰق کے قول کے مطابق اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں سو سال تھی اور اس خوشخبری اور بچے کی ولادت کے درمیان ایک سال وقفہ ہوا۔ **"انّ ھٰذا لشی عجیب"**

⑦③ "قالوا" فرشتے کہنے لگے۔ **"اتعجبین من امر اللّٰہ"** معنی یہ ہے کہ اللہ کے حکم سے تعجب نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی شے کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ ہو جاتی ہے۔ **"رحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت"** یعنی ابراہیم علیہ السلام کے گھر والو بعض علماء نے کہا یہ جملہ دعائیہ ہے۔ بعض نے کہا کہ خبر یہ ہے کہ رحمت سے مراد نعمت یا محبت اور برکت ہے اور برکات جمع ہے۔ برکۃ کی اور وہ ثبوت چیز ہے۔ اس آیت میں دلیل ہے کہ بیویاں بھی اہل بیت میں داخل ہیں۔ **"انہ حمید مجید"** حمید جس کے افعال میں اس کی تعریف کی جائے۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾

ترجمہ: پھر جب ابراہیم (علیہ السلام) کا وہ خوف زائل ہو گیا اور ان کو خوشی کی خبر ملی (کہ اولاد پیدا ہو گی) تو ہم سے لوط (علیہ السلام) کی قوم کے بارے میں جدال کرنا شروع کیا واقعی ابراہیمؑ بڑے حلیم الطبع رحیم المزاج رقیق القلب تھے اے ابراہیمؑ اس بات کو جانے دو تمہارے رب کا حکم (اس کے متعلق) آ چکا ہے اور (اس کے سبب سے) ان پر ضرور ایسا عذاب آنے والا ہے جو کسی طرح سے ہٹنے والا نہیں اور جب ہمارے وہ فرشتے لوط علیہ السلام) کے پاس آئے تو لوط (علیہ السلام) ان (کے آنے) کی وجہ سے مغموم ہوئے اور (اس وجہ سے) ان کے (آنے کے) سبب تنگدل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بہت بھاری ہے۔

تفسیر ۷۴ "فلمّا ذهب عن ابراهيم الرّوع خوف وجاء ته البشرىٰ" اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کی خوشخبری آئی۔ "يجادلنا فى قوم لوط" اس میں عبارت محذوف ہے۔

یعنی اخذ وظل یجادلنا بعض نے کہا ہے کہ ہم سے گفتگو کرنے لگے ابراہیم علیہ السلام کیونکہ ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے جھگڑا نہیں کر سکتے۔ انہوں نے تو سوال کیا تھا اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے رسولوں سے جھگڑنے لگے اور وہ جھگڑا یہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں کو فرمایا کہ اگر لوط علیہ السلام کے شہروں میں پچاس مؤمن ہوں تو کیا تم ان کو ہلاک کر دو گے؟ انہوں نے کہا نہیں۔

پھر پوچھا اگر چالیس ہوں؟ انہوں نے کہا نہیں۔

پھر پوچھا اگر تیس ہوں؟ انہوں نے کہا نہیں، ایسے کرتے پانچ تک پہنچے، پھر پوچھا کہ اگر وہاں ایک مسلمان شخص ہو تو کیا تم ان کو ہلاک کر دو گے؟ تو انہوں نے کہا نہیں۔ تو اس وقت ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔

"انّ فيها لوطا" یعنی اس میں لوط علیہ السلام ہیں تو ان فرشتوں نے کہا کہ ہم جو لوگ وہاں ہیں ان کو خوب جانتے ہیں تو اس مکالمہ کی خبر اللہ تعالیٰ نے یوں دی: "يجادلنا فى قوم لوط"

۷۵ "انّ ابراهيم لحليم اوّاهٌ منيب" ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں میں چالیس لاکھ افراد آباد تھے تو اس وقت فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کو کہا۔

۷۶ "يا ابراهيم اعرض عن هٰذا" یعنی اس گفتگو سے اعراض کریں اور یہ بحث چھوڑیں۔ "انه قد جاء امر ربّك" یعنی تیرے رب کا عذاب اور تیرے رب کا حکم "وانّهم اٰتيهم عذاب غير مردود" یعنی ان سے ہٹایا نہ جائے گا۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا واقعہ

⑰ "ولمّا جاء ت رسلنا" یہی فرشتے "لوطا" بے ریش خوبصورت لڑکوں کی صورت میں "سیء بھم" یعنی ان کے آنے کی وجہ سے لوط علیہ السلام غمگین ہوگئے۔ "وضاق بھم ذرعًا" یعنی دل کہا جاتا ہے ضاق ذرع فلان بھکذا ذرع کا معنی دل سے کیا ہے۔ جب وہ کسی ایسے ناپسند کام میں واقع ہو جائے جس سے نکلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ جب لوط علیہ السلام نے ان کے حسین چہروں اور عمدہ خوشبو کو دیکھا تو ڈرے کہ ان کی قوم ان سے برائی کا ارادہ کریں گے اور یہ بھی جان لیا کہ اب ان کا دفاع کرنا پڑے گا۔ "وقال ھٰذا یوم عصیب" یعنی سخت گویا کہ شر اور آزمائش اس میں باندھ دیئے گئے ہیں۔

قتادہ اور سدی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے نکلے لوط علیہ السلام کی بستی کی طرف تو دن چڑھے لوط علیہ السلام کے پاس آئے وہ اپنی زمین میں کاشت کر رہے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ لکڑیاں جمع کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو کہا تھا کہ اس قوم کو تب تک نہ ہلاک کرنا جب تک ان کے خلاف لوط علیہ السلام چار گواہیاں نہ دے دیں تو انہوں نے لوط علیہ السلام سے مہمان بنانے کا کہا، لوط علیہ السلام ان کو لے گئے جب تھوڑا چلے تو انہوں نے کہا اس بستی والوں کے معاملہ کے بارے میں تمہیں کیا معلوم ہے؟ انہوں نے پوچھا ان کا معاملہ کیا ہے؟ تو لوط علیہ السلام نے کہا میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں کہ یہ زمین میں سب سے برا کام کرنے والی بستی ہے۔ یہ بات چار مرتبہ کہی۔ جب وہ لوط علیہ السلام کے گھر داخل ہوئے اور روایت کیا گیا ہے کہ لوط علیہ السلام نے لکڑیاں اُٹھائیں اور فرشتے آپ علیہ السلام کے پیچھے چل پڑے جب قوم کی ایک جماعت پر گزرے تو انہوں نے آپس میں آنکھوں سے اشارے کیے۔

تو لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ میری قوم اللہ کی مخلوق میں سب سے بری ہے۔ پھر دوسری جماعت پر گزرے تو انہوں نے بھی اشارے کیے تو لوط علیہ السلام نے پھر وہی بات کی۔ پھر ایک اور جماعت پر گزرے تو وہی بات کی۔ جب بھی لوط علیہ السلام یہ بات کہتے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کو کہتے تم گواہ ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ لوط علیہ السلام کے گھر پہنچ گئے اور روایت کیا گیا ہے کہ فرشتے لوط علیہ السلام کے گھر آئے تو وہ گھر میں تھے اور ان کے آنے کا لوط علیہ السلام کے گھر والوں کے علاوہ کسی کو پتہ نہ تھا تو لوط علیہ السلام کی بیوی نے جا کر قوم کو بتا دیا اور کہا کہ لوط علیہ السلام کے گھر میں چند لڑکے ہیں، میں نے ان جیسے چہرے کبھی نہیں دیکھے۔

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾
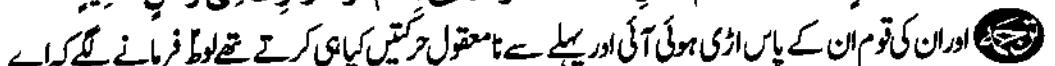
ترجمہ: اور ان کی قوم ان کے پاس اڑی ہوئی آئی اور پہلے سے نامعقول حرکتیں کیا ہی کرتے تھے لوطؑ فرمانے لگے کہ اے میری قوم یہ میری (بہو) بیٹیاں موجود ہیں وہ تمہارے (نفس کی کامرانی کے) لئے (اچھی) خاصی ہیں۔ سو اللہ سے ڈرو۔ اور

میرے مہمانوں میں مجھ کو فضیحت مت کرو کیا تم میں کوئی بھی (معقول آدمی اور) بھلا مانس نہیں وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم کو آپ کی ان (بہو) بیٹیوں کی کوئی ضرورت نہیں اور آپ کو تو معلوم ہے (یہاں آنے سے) جو ہمارا مطلب ہے۔ لوط فرمانے لگے کیا خوب ہوتا اگر میرا تم پر کچھ زور چلتا (کہ خود تمہارے شر کو دفع کرتا) یا کسی مضبوط پایہ کی پناہ پکڑتا۔

تفسیر ⑱ "وجاء ہ قومہ یُھرعون الیہ" ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دوڑتے ہوئے آئے۔ مجاہد کا قول ہے کہ وہ لپکتے ہوئے آئے۔ شمر بن عطیہ نے کہا کہ تیز چال اور لپکنے کے درمیان چال سے آئے "ومن قبل" لوط علیہ السلام کے پاس آنے سے پہلے۔ "کانوا یعملون السیآت" مردوں کے پچھلے حصے میں آتے تھے "قال" ان کو لوط علیہ السلام نے کہا جب انہوں نے لوط علیہ السلام کے مہمانوں کو لڑکے سمجھ کر بدفعلی کا ارادہ کیا۔ "یا قوم ھٰؤلاءِ بناتی ھنّ اطھر لکم" نکاح کے ذریعے تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں۔

اس وقت کافر کا مسلمان عورت سے نکاح جائز تھا۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کا نکاح عتبہ بن ابی لہب اور ابوالعاص بن ربیع سے کیا تھا وحی کے آنے سے پہلے اور یہ دونوں کافر تھے اور حسین بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کو اپنی بیٹیاں اسلام کی شرط کے ساتھ پیش کیں۔

اور مجاہد اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ "بناتی ھُنّ اطھر لکم" سے ان کی بیویاں مراد ہیں ان کی نسبت اپنی طرف کی کیونکہ ہر نبی اپنی اُمت کا باپ ہوتا ہے اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت میں "النبیّ اولٰی بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امّھاتھم" کے آگے "وھواَبٌ لھم" کا لفظ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ان کو ٹالنے کے لیے کہا تھا نہ کہ حقیقتاً تو وہ اس بات پر راضی نہ ہوئے۔ "فاتّقوا اللّٰہ ولا تخزون فی ضیفی" اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے سامنے مجھے رسوا نہ کرو۔ "الیس منکم رجل رشید" نیک درست رائے والا عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایسا آدمی جو لا الٰہ الا اللہ کہتا ہو اور ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسا آدمی جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتا ہو۔

⑲ "قالوا لقد علمت" اے لوط علیہ السلام "مالنا فی بناتک من حق" یعنی وہ ہماری بیویاں نہیں ہیں کہ نکاح کی وجہ سے ہم ان کے مستحق ہوں اور بعض نے کہا ہے کہ معنی یہ ہے کہ ہمارے لیے ان میں کوئی حاجت اور مزہ نہیں ہے۔ "وانّک لتعلم ما نرید" مردوں سے بدفعلی کا۔

⑳ "قال" ان کو لوط علیہ السلام نے اس وقت "لو انّ لی بکم قوّۃ" بدن اور پیروکاروں کی قوت مراد ہے۔ "او آوی الٰی رکن شدید" یعنی ایسے قبیلہ میں ملتا جو تمہیں روکنے والا ہوتا اور "لَوْ" کا جواب مضمر ہے یعنی ہم تم سے لڑائی کرتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ہر نبی کو اس کے مضبوط قبیلہ میں بھیجا ہے۔ اعرج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام کی بخشش کریں وہ مضبوط قبیلہ کی طرف ٹھکانہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾

ترجمہ فرشتے کہنے لگے کہ اے لوط ہم تو آپ کے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتے) ہیں آپ تک (بھی) ہرگز ان کی رسائی نہیں ہوگی سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر (یہاں سے باہر) چلے جایئے۔ اور تم میں سے کوئی پیچھا پھر کر نہ دیکھے ہاں مگر آپ کی بیوی (بوجہ مسلمان نہ ہونے کے) نہ جاوے گی اس پر بھی یہی آفت آنے والی ہے جو اور لوگوں پر آوے گی ان کے (عذاب کے) وعدہ کا وقت صبح کا وقت ہے کیا صبح کا وقت قریب نہیں سو جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) آپہنچا تو ہم نے اس زمین کو الٹ کر اس کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا اور اس زمین پر کھنگر کے پتھر برسانا شروع کئے جو لگا تار گر رہے تھے۔ جن پر آپ کے رب کے پاس (یعنی عالم غیب میں) خاص نشانیاں بھی تھیں۔

تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ لوط علیہ السلام نے اپنا دروازہ بند کر لیا تھا اور فرشتے آپ علیہ السلام کے ساتھ گھر میں تھے اور یہ سارا مناظرہ اور واسطے ان کو دروازہ کے پیچھے سے دیئے تھے اور وہ دیوار پھلانگنے کی کوشش کر رہے تھے جب فرشتوں نے لوط علیہ السلام کو ان کی وجہ سے پریشانی میں دیکھا۔

نوح علیہ السلام کا فرشتوں سے مکالمہ

﴿۸۱﴾ "قالوا یا لوط" آپ کا قبیلہ مضبوط ہے "انّا رسل ربّک لن یّصلوا الیک" آپ دروازہ کھول دیں اور ہمیں اور ان کو چھوڑ دیں تو آپ علیہ السلام نے دروازہ کھول دیا، وہ داخل ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام نے اپنے رب سے ان کو سزا دینے کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی تو جبرئیل علیہ السلام اس صورت میں کھڑے ہوئے جس میں تھے تو اپنے پَر کھولے اور اپنے پَر ان کے چہروں پر مارے تو ان کی آنکھیں اندھی ہوگئیں وہ راستہ نہ دیکھ سکتے تھے اور گھر نہ پہنچ پائے اور بچاؤ بچاؤ کہتے بھاگ گئے اور کہنے لگے کہ لوط علیہ السلام کے گھر میں زمین کی سب سے بڑی جادوگر قوم ہے، انہوں نے ہم پر جادو کر دیا ہے اور لوط علیہ السلام کو کہنے لگے اے لوط! (علیہ السلام) تو صبح ہونے دے تو دیکھ لے گا کہ ہم سے تجھے کیا چیز پہنچتی ہے اور دھمکیاں دینے لگے تو فرشتوں نے کہا آپ علیہ السلام نہ ڈریں ہم ان کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں تو لوط علیہ السلام نے پوچھا کہ ان کی ہلاکت کا وقت کون سا ہے؟

انہوں نے کہا صبح تو لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں۔ پس اگر تم ان کو ابھی ہلاک کر دو تو انہوں

نے کہا "الیس الصّبح بقریب" پھر کہنے لگے "فاسرِ" اے لوط علیہ السلام "باھلک اہل حجاز نے "فاسروان اسیر" الف وصلی کے ساتھ پڑھا ہے جہاں بھی قرآن میں آیا ہے سری یسری سے اور باقی حضرات نے الف قطعی کے ساتھ "اسری یسری" سے اور ان دونوں کا معنی ایک ہے اور وہ رات کو چلنا۔

بقطع من اللّیل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رات کے حصہ میں اور ضحاک فرماتے ہیں بقیہ حصہ میں اور قتادہ فرماتے ہیں رات کا ابتدائی حصہ گزرنے کے بعد اور بعض نے کہا ہے وہ پہلا وقت سحر ہے۔

ولا یلتفت منکم احد الاّ امراتک" ابن کثیر اور ابو عمرو رحمہما اللہ نے "امراتک" تاء کے پیش کے ساتھ التفات سے استثناء کی بناء پر پڑھا ہے۔ یعنی "لایلتفت منکم احد الا امراتک" کیونکہ وہ متوجہ ہوگی اور ہلاک ہوجائے گی اور لوط علیہ السلام اس کو بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے اور اپنے ساتھ والوں کو کہا تھا کہ کوئی اِدھر اُدھر متوجہ نہ ہو، اپنی بیوی کو نہ روکا جیسے ہی عذاب کی آواز آئی وہ اس طرح متوجہ ہوگئی اور کہنے لگے ہائے میری قوم! تو اس کو ایک پتھر آلگا اور وہیں مرگئی۔ "انّہ مصیبھا ما اصابھم انّ موعدھم الصبح یعنی ان کی ہلاکت کا وقت موعود صبح کا وقت ہے تو لوط نے فرمایا میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں تو انہوں نے کہا الیس الصبح بقریب"

قوم لوط کی بستی کی تعداد اور عذاب کا ذکر

⑧② "فلما جاء امرنا" ہمارا عذاب "جعلنا عالیھا سافلھا" جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پَر کو قوم لوط کی بستی کے نیچے داخل کرکے اس کو پلٹ دیا۔ یہ پانچ شہر تھے اور ان میں چار لاکھ لوگ آباد تھے اور بعض نے کہا ہے کہ چالیس لاکھ لوگ تھے تو ان سب شہروں کو اتنا بلند کیا کہ آسمان والوں نے مرغوں کی آوازیں اور کتوں کا بھونکنا سنا، اتنا بلند جانے کے باوجود نہ ان کا کوئی برتن اُلٹا گیا اور نہ کوئی سونے والا جاگا۔ پھر اس کو پلٹ کر نیچے مارا۔

"وامطرنا علیھا" ان کے متفرق لوگوں اور مسافروں پر اور بعض نے کہا ہے کہ ان کے پلٹنے کے بعد ان پر پتھر برسائے۔ "حجارۃ من سجیل" ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "سنگ گل" فارسی کا لفظ ہے عربی بنایا گیا ہے۔ قتادہ اور عکرمہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ سجیل بمعنی مٹی اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان "لنرسل علیھم حجارۃ من طین" ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا پہلا پتھر اور آخر مٹی تھا اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پتھروں کی اصل مٹی تھی لیکن ان کو ٹھوس کردیا گیا تھا اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی پختہ اینٹ کے اور بعض نے کہا ہے کہ سجیل آسمان دُنیا کا نام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ آسمان میں ایک پہاڑ ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا "وینزل من السماء من جبال فیھا من برد" اللہ تعالیٰ کا فرمان "منضود" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ لگاتار آئے، یہ نضد سے مفعول ہے اور نضد بعض شی کا بعض کے اوپر رکھنا۔

قوم لوط کے ہر شخص کا نام اس کے نصیب کے پتھر پر تھا

⑧③ "مُسَوَّمَة" یہ حجارۃ کی صفت ہے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور اس کا معنی ہے نشان لگے ہوئے۔ ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان پر علامتیں تھیں زمین کے پتھروں سے ان کی شکل نہ ملتی تھی اور بعض نے کہا ہے کہ جس کو لگنا ہوتا اس کا نام پتھر پر لکھا ہوا ہوتا۔ "عند ربّک وما ھی" یعنی یہ پتھر "من الظالمین" یعنی مکہ کے مشرکین سے "ببعید" قتادہ رحمہ اللہ اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعنی اس اُمت کے ظالمین سے۔ اللہ کی قسم! اللہ نے ان پتھروں سے اس کے بعد کسی ظالم کو پناہ نہیں دی اور بعض آثار میں ہے کہ جو بھی ظالم ہوگا وہ پتھر والی زمین میں ہوگا، اس پر پتھر پڑیں گے، ایک وقت سے قیامت تک۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ پتھر ان کے متفرق لوگوں اور مسافروں کے پیچھے لگے رہے وہ جس شہر میں بھی تھے ان کو ہلاک کیا اور ان کا ایک شخص حرم میں داخل ہو گیا تو پتھر چالیس دن آسمان میں معلق رہا۔ جب وہ نکلا تو اس کو لگا اور اس کو ہلاک کر دیا۔

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ط قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ط وَلَا تَنْقُصُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْٓ اَرٰکُمْ بِخَیْرٍ وَّ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ⑧④ وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَ ھُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ⑧⑤

ترجمہ: اور یہ بستیاں (قوم لوط کی) ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہیں اور ہم نے مدین (والوں) کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا انہوں نے (اہل مدین سے) فرمایا کہ اے میری قوم تم (صرف) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (بننے کے قابل) نہیں اور تم ناپ اور تول میں کمی مت کیا کرو (کیونکہ) میں تم کو فراغت کی حالت میں دیکھتا ہوں اور مجھ کو تم پر اندیشہ ہے ایسے دن کے عذاب کا جو انواع مصائب کا جامع ہوگا اور اے میری قوم تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور (شرک اور نقص حقوق کر کے) زمین میں فساد کرتے ہوئے حد (توحید و عدل) سے مت نکلو۔

تفسیر ⑧④ "**والی مدین**" اور ہم نے مدین کی اولاد کی طرف بھیجا "**اخاھم شعیبا قال یاقوم اعبدو االلّٰہ مالکم من اِلٰہٍ غیرُہ ولا تنقصوا المکیال والمیزان**" ناپ تو نہ کرو۔ یہ شرک کے ساتھ ساتھ ناپ تول میں کمی کرتے تھے۔ "**انّی اراکم بخیر**" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مال دار اور نعمتوں میں اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خوشحالی اور شادابی میں ہو تو ان کو نعمت کے زوال سے ڈرایا۔ "**وانّی اخاف علیکم عذاب یوم محیط**" جو تم کو گھیر کر ہلاک کر دے گا۔

⑧⑤ "**ویاقوم اوفوا المکیال والمیزان**" ان کو پورا کرو "**بالقسط**" انصاف کے ساتھ میزان ترازو کی زبان برابر کر دو۔ "**ولا تبخسوا**" تم نہ کم کرو "**النّاس اشیاء ھم ولا تعثوا فی الارض مفسدین**"

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾

ترجمہ: اللہ کا دیا ہوا جو کچھ (حلال مال) بچ جائے وہ تمہارے لئے (اس حرام کمائی سے) بدرجہا بہتر ہے اگر تم کو یقین آوے (تو مان لو) اور میں تمہارا پہرہ دینے والا تو ہوں نہیں وہ لوگ (یہ تمام نصائح سن کر) کہنے لگے کہ اے شعیبؑ کیا تمہارا (مصنوعی اور وہمی) تقدس تم کو (ایسی ایسی باتوں کی تعلیم کر رہا ہے کہ ہم ان چیزوں (پرستش) کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں یا اس بات کو چھوڑ دیں کہ ہم اپنے مال میں جو چاہیں تصرف کریں واقعی آپ میں بڑے عقلمند دین پر چلنے والے شعیب علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے میری قوم بھلا یہ تو بتلاؤ کہ میں نے آپ کی جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے ایک عمدہ دولت (یعنی نبوت) دی ہو تو پھر کیسے تبلیغ نہ کروں اور میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ تمہارے برخلاف ان کاموں کو کروں جن سے تم کو منع کرتا ہوں میں تو اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک میرے امکان میں ہے اور مجھ کو جو کچھ (عمل و اصلاح کی) توفیق ہو جاتی ہے صرف اللہ ہی کی مدد سے ہے اسی پر میں بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف (تمام امور میں) رجوع کرتا ہوں اور اے میری قوم میری ضد (اور عداوت) تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہو جاوے کہ تم پر بھی (اسی طرح کی مصیبتیں آ پڑیں جیسے قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح پر پڑی تھیں اور قوم لوط تو (ابھی) تم سے (بہت) دور (زمانہ میں) نہیں ہوئی۔

تفسیر: ﴿۸۶﴾ "بقیت اللّٰہ خیرلکم ان کنتم مؤمنین" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو حلال مال اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے باقی رکھا ہے ماپ اور تول کو پورا کرنے کے بعد وہ تمہارے لیے بہتر ہے اس سے جو تم کمی کر کے لیتے ہو اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "بقیّت اللّٰہ" یعنی اللہ کی طاعت تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم ایمان رکھنے والے ہو کہ جو تمہارے پاس ہے وہ اللہ کے رزق اور اسی کی عطاء سے ہے۔ "وما انا علیکم بحفیظ" وکیل۔ اور بعض نے کہا ہے کہ شعیب علیہ السلام نے یہ اس لیے کہا کہ ان کو قتال کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔

﴿۸۷﴾ "قالوا یا شعیب اصلاتک تامرک ان نترک ما یعبد اٰباؤنا" جن بتوں کو ہم پوجا کرتے آرہے ہیں۔ ان کو چھوڑ

دیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شعیب علیہ السلام کثرت سے نماز پڑھتے تھے اس لیے کافروں نے آپ کی نماز کا تذکرہ کیا۔"او ان نفعل فی اموالنا ما نشآء" یا یہ کہ ہم اپنے مال میں جو کچھ چاہے، کمی، زیادتی کرتے ہیں، اس کو چھوڑ دیں اور کہا گیا ہے کہ شعیب علیہ السلام نے ان کو دراہم اور دنانیر کے کاٹنے سے منع کیا کہ یہ ان پر حرام ہیں تو انہوں نے یہ کہا"انک لانت الحلیم الرّشید" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت شعیب علیہ السلام کو حلیم و رشید بطور طنز کہا تھا عرب لوگ ایک مفہوم کی تعبیر اس کی ضد سے کر لیتے ہیں۔ اس شخص کو جس کو بچھو ڈس لے۔ سلیم کہتے ہیں اور خطرناک بیابان کو مغازہ (کامیابی کی جگہ) کہتے ہیں۔ بعض علماء نے کیا انہوں نے حلیم و رشید بطور استہزاء کے کہا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ آپ اپنے گمان میں حلیم و رشید ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ یہ بات انہوں نے صحیح معنی کے لیے ہی کہی تھی جیسے صالح علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا"قد کنت فینا مرجوا قبل ھٰذا"

⑱"قال یاقوم ارأیتم ان کنت علی بیّنۃ بصیرت اور واضح بیان من ربّی ورزقنی منہ رزقا حسنا"حلال رزق سے مراد ہے اور بعض نے کہا بہت زیادہ رزق مراد ہے کیونکہ شعیب علیہ السلام کثیر المال تھے اور بعض نے کہا ہے کہ رزق حسن علم اور معرفت ہے۔"وما ارید ان اخالفکم الی ما انھٰکم عنہ"یعنی میرا یہ ارادہ نہیں کہ تمہیں کسی کام سے روک کر خود وہ کروں۔"ان ارید جو میں تمہیں حکم کرتا ہوں اور نہی کرتا ہوں اس سے میرا ارادہ"الاّ الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الاّ باللّٰہ" توفیق خیر اور طاعت کے راستے کو آسان کر دینا۔"علیہ توکلت میں نے اعتماد کیا"والیہ انیب" جو مجھ پر مصیبت آئے گی اس کی طرف رجوع کروں گا اور بعض نے کہا ہے کہ آخرت میں۔

⑲"ویاقوم لایجرمنّکم شقاقی" شقاق سے مراد میری مخالفت"ان یصیبکم"ان کاموں کے کرنے پر جن سے میں نے روکا ہے۔

"مثل ما اصاب قوم نوح" جسے قوم نوح کو غرق کیا"او قوم ھود" ہوا سے ہلاک کیا"او قوم صالح" چیخ سے ہلاک کیا"وما قوم لوط منکم ببعید" کیونکہ یہ قوم لوط علیہ السلام کی ہلاکت سے زمانہ کے اعتبار سے قریب تھے اور بعض نے کہا ہے کہ قوم لوط علیہ السلام کے گھر تم سے دور نہیں ہیں کیونکہ یہ قوم لوط علیہ السلام کے پڑوس میں تھے۔

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ⑳ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ㉑ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ㉒ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ㉓

ترجمہ: اور تم اپنے رب سے اپنے گناہ (یعنی شرک وظلم) معاف کراؤ پھر (اطاعت وعبادت کے ساتھ) اس کی

طرف متوجہ ہو۔ بلاشک میرا رب بڑا مہربان بڑی محبت والا ہے وہ لوگ کہنے لگے کہ اے شعیبؑ بہت سی باتیں تمہاری کہی ہوئی ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم تم کو اپنے (مجمع) میں کمزور دیکھ رہے ہیں اور اگر تمہارے خاندان کا (کہ ہمارے ہم مذہب ہیں ہم کو) پاس نہ ہوتا تو ہم تم کو (کبھی کا) سنگسار کر چکے ہوتے اور ہماری نظر میں تمہاری تو کچھ توقیر ہی نہیں شعیب (علیہ السلام) نے (جواب میں) فرمایا کہ اے میری قوم کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک (نعوذ باللہ) اللہ سے بھی زیادہ باتوقیر ہے اور اس کو (یعنی اللہ تعالیٰ کو) تم نے پس پشت ڈال دیا یقیناً میرا رب تمہارے سب اعمال کو اپنے علم میں (احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور اے میری قوم تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی (اپنے طور پر) عمل کر رہا ہوں۔ (سو) اب جلدی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور وہ کون شخص ہے جو جھوٹا تھا اور تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

تفسیر ⑳ "واستغفروا ربّکم ثمّ توبوا الیه اِنّ ربّی رحیم ودودٌ" ودود کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ مؤمنین سے محبت کرنے والا ہے اور دوسرا یہ کہ مؤمنوں کا محبوب ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ شعیب علیہ السلام خطیب الانبیاء علیہم السلام تھے۔

⑨① "قالوا یا شعیب مانفقه" ہم نہیں سمجھتے "کثیراً ممّا تقول وانّا لنراک فینا ضعیفا" کیونکہ ان کی نگاہ کمزور تھی تو اس ضعیف سے ان کی مراد کمزور نگاہ والا ہے۔ "ولولا رهطک" آپ علیہ السلام کا قبیلہ۔ وہ اپنی قوم کی حمایت میں تھے "لرجمناک" ہم آپ کو قتل کر دیتے۔ رجم قتل کی قبیح ترین صورت ہے۔ "وما انت علینا ہمارے نزدیک بعزیز"

⑨② "قال یاقوم ارهطی اعزّ علیکم من اللّٰه" کیا میرے قبیلے کا مرتبہ زیادہ بارعب ہے تمہارے نزدیک اللہ سے۔ یعنی اگر تم میرا قتل میرے قبیلے کی وجہ سے چھوڑ رہے ہو تو اللہ کی وجہ سے زیادہ مناسب تھا کہ تم میری حفاظت کرتے۔ "واتخذتموہ وراءَ کم ظهريًا" تم نے اللہ کے حکم کو پس پشت ڈال دیا اور اس کو چھوڑ دیا۔ اِنّ ربّی بما تعملون محیط"

⑨③ "ویا قوم اعملوا علٰی مکانتکم یعنی اپنے تمکن ووقار پر جیسے کہا جاتا ہے فلان یعمل علی مکانته اذا عمل علی تؤدة وتمکن انّی عامل سوف تعلمون" کہ ہم میں سے کون اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہے اور اپنے فعل میں غلطی کرنے والا ہے۔ "من یّاتیه عذاب یّخزیه ومن هو کاذب وارتقبوا" اور عذاب کا انتظار کرو۔ "انّی معکم رقیب" انتظار کرنے والا ہوں۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾ ذٰلِكَ

مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ: اور جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) آ پہنچا (تو) ہم نے (اس عذاب سے) شعیب (علیہ السلام) کو اور جو ان کی ہمراہی میں اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت (خاص) سے بچالیا اور ان ظالموں کو ایک سخت آواز نے (کہ نعرہ جبرئیل تھا) آ پکڑا سو اپنے گھروں کے اندر اوندھے گرے رہ گئے (اور مر گئے) جیسے کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے۔ خوب سن لو (اور عبرت پکڑلو) مدین کو رحمت سے دوری ہوئی جیسا ثمود رحمت سے دور ہوئے تھے اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو (بھی) اپنے معجزات اور دلیل روشن دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا سو وہ لوگ (بھی) فرعون (ہی) کی رائے پر چلتے رہے اور فرعون کی رائے کچھ صحیح نہ تھی وہ (فرعون) قیامت کے دن اپنی قوم سے آگے آگے ہوگا پھر ان (سب) کو دوزخ میں جا اتارے گا اور وہ دوزخ بہت ہی بری جگہ ہے اترنے کی جس میں یہ لوگ اتارے جاویں گے اور اس دنیا میں بھی لعنت ان کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی برا انعام ہے جو ان کو دیا گیا یہ ان (غارت شدہ) بستیوں کے بعض حالات تھے جس کو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں (سو) بعضی بستیاں تو ان میں (اب بھی) قائم ہیں اور بعض کا بالکل خاتمہ ہوگیا اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا سو ان کے وہ معبود جن کو وہ خدا کو چھوڑ کر پوجتے تھے ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے جب آپ کے رب کا حکم (عذاب کیلئے) آ پہنچا (کہ ان کو عذاب سے بچالیتے) اور الٹا ان کو نقصان پہنچایا۔

تفسیر ⑭ **"ولمّا جاء امرنا نجّينا شعيبا والّذين اٰمنوا معه برحمة منّا واخذت الّذين ظلموا الصيحة"** بعض نے کہا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے ایک چیخ ماری تو ان کی روحیں نکل گئیں اور بعض نے کہا ہے کہ ان کے اوپر آسمان سے چیخ آئی ان کو ہلاک کردیا۔ **"فاصبحوا فی دیارھم جاثمین"** مردہ پڑے رہے۔

⑮ **"کان لم یغنوا** گویا کہ وہ نہیں مقیم رہے **"فیھا الا بُعداً"** ہلاکت **"لمدین کما بعدت"** ہلاک ہوگئے **"ثمود"**

⑯ **"ولقد ارسلنا موسٰی باٰیاتنا وسلطان مبین"** واضح حجت کے ساتھ۔

⑰ **"الٰی فرعون وملئه فاتبعوا امر فرعون وما امر فرعون برشید"** ہر پسندیدہ اور قابل ستائش امر کو رشد اور ہر برے امر کو غیّ کہا جاتا ہے۔

⑱ **"یقدم قومه** ان کے آگے ہوتا ہے **یوم القیامة فاوردھم"** پس ان کو داخل کردیا۔ **"النار وبئس الورد المورود"** یعنی بری ہے داخل ہونے کی جگہ اور جو اس میں داخل کیے گئے۔

⓽⓽ "واتبعوا فی هٰذہ" اس دُنیا میں "لعنۃً ویوم القیامۃ بئس الرّفد المرفود" مدد جو مدد کی گئی اور بعض نے کہا ہے کہ عطاء جو عطا دی گئی کیونکہ ان پر دو لعنتیں آئیں، ایک لعنت دُنیا میں اور دوسری آخرت میں آباد۔

⓾⓪ "ذالک من انباء القریٰ نقصّہ علیک منھا قائم" "قائم کا ترجمہ آباد اور حصید کا ترجمہ" ویران اور بعض نے کہا ہے کہ ان میں سے قائم یعنی جن کی دیواریں باقی ہیں اور چھتیں گر گئی ہیں اور حصید جن کے آثار ونشانات مٹ گئے۔ مقاتل کا قول ہے کہ قائم سے مراد وہ ہیں جن کے نشان دکھائی دے رہے ہوں اور حصید سے مراد وہ ہیں جن کی نمود بھی دکھائی نہیں دیتی۔

⓾⓵ "وما ظلمناھم" اور ہم نے عذاب اور ہلاکت کے ساتھ ظلم نہیں کیا۔ "ولکن ظلموا انفسھم" کفر اور معصیت کے ساتھ خود اپنے اوپر ظلم کیا۔ "فما اغنت عنھم آلھتھم الّتی یدعون من دون اللّٰہ من شیء لمّا جاء امر ربّک" امر ربک سے مراد تیرے رب کا عذاب۔ "ومازادوھم غیر تتبیب" بربادی ہلاکت اور نقصان۔

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ⓾⓶ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ⓾⓷ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ⓾⓸ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ⓾⓹ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ⓾⓺ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ⓾⓻

ترجمہ: اور آپ کے رب کی دارو گیر ایسی ہی (سخت) ہے جب وہ کسی بستی والوں پر دارو گیر کرتا ہے جبکہ وہ ظلم (و کفر) کیا کرتے ہوں بلاشبہ اس کی دارو گیر بڑی الم رساں (اور) سخت ہے۔ ان واقعات میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو وہ (آخرت کا دن) ایسا ہو گا کہ اس میں تمام آدمی جمع کئے جائیں گے اور وہ سب کی حاضری کا دن ہے اور ہم اس کو صرف تھوڑی مدت کے لئے (بعض مصلحتوں سے) ملتوی کئے ہوئے ہیں (پھر) جس وقت وہ دن آوے گا کوئی شخص بدوں خدا کی اجازت کے بات تک (بھی) نہ کر سکے گا پھر (آگے) ان میں (یہ فرق ہو گا کہ) بعضے تو شقی (یعنی کافر) ہوں گے اور بعض سعید (یعنی مومن) ہوں گے سو جو لوگ شقی ہیں وہ تو دوزخ میں ایسے حال سے ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ و پکار پڑی رہے گی۔ (اور) ہمیشہ (ہمیشہ) کو اس میں رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہیں ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو تو دوسری بات ہے (کیونکہ) آپ کا رب جو کچھ چاہے اس کو پورے طور سے کر سکتا ہے۔

تفسیر: ⓾⓶ "وکذٰلک" اور اسی طرح "اخذ ربّک اذا اخذ القریٰ وھی ظالمۃ اِنّ اخذہ الیم شدید" ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو

ڈھیل دیتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب اس کو پکڑتے ہیں تو بالکل مہلت نہیں دیتے۔ پھر آپ علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی۔

وکذالک اخذ ربک اذا اخذ القری الآیۃ

⑩③ "**انّ فی ذلک لآیۃ** عبرت ہے **لمن خاف عذاب الآخرۃ ذلک یوم مجموع لہ الناس**" قیامت کے دن "**وذلک یوم مشھود**" اس کی گواہی آسمان اور زمین والے دیں گے۔

⑩④ "**وما نؤخّرہ**" ہم اس دن کو مؤخر نہ کریں گے تم پر قیامت قائم نہ کریں گے۔ یعقوب نے **وما یؤخرہ** یاء کے ساتھ پڑھا ہے "**الاّ لاجل معدود**" جو اللہ کو معلوم ہے۔

شقی کون ہے اور سعید کون

⑩⑤ "**یوم یات**" یاء کو ثابت رکھ کر اور حذف کر کے "**لا تکلّم**" یعنی یہ اصل میں "**لاتتکلم نفس اِلاّ باذنہ فمنھم شقی وسعید**" یعنی پس بعض ان میں سے وہ ہیں جن کے لیے شقاوت مقدر ہو چکی اور بعض کے لیے سعادت مقدر ہو چکی۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ پر نکلے جب ہم جنت البقیع میں تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں چھوٹی لاٹھی تھی۔ آپ علیہ السلام تشریف لائے اور بیٹھ گئے پھر اس کے ذریعے زمین کو کھودنے لگے۔ پھر فرمایا کہ نہیں ہے کوئی جان سانس لینے والی مگر اس کی جگہ جنت یا جہنم سے لکھ دی گئی ہے مگر تحقیق اس کا شقی یا سعید ہونا لکھ دیا گیا ہے تو ایک آدمی نے سوال کیا اے اللہ کے رسول! تو ہم اپنے لکھے ہوئے پر بھروسہ نہ کرلیں اور عمل چھوڑ دیں؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا نہیں۔ لیکن تم عمل کرتے رہو۔ پس ہر شخص کو توفیق دی گئی ہے اسی عمل کی جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ بہرحال اہل شقاوۃ۔ پس وہ توفیق دیئے جائیں گے اہل شقاوت کے عمل کی اور بہرحال اصل سعادت وہ توفیق دیئے جائیں گے اہل سعادت کے عمل کی۔ پھر یہ آیت تلاوت کی "**فامّا من اعطٰی واتّقٰی وصدّق بالحسنٰی فسنیسرہ للیسرٰی واما من بخل واستغنٰی وکذّب بالحسنٰی فسنیسّرہ للعسرٰی**"

⑩⑥ "**فامّا الّذین شقوا ففی النّار لھم فیھا زفیر و شھیق**" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زفیر شدید آواز اور شہیق ضعیف آواز اور ضحاک اور مقاتل رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ زفیر گدھے کی آواز کی ابتداء اور شہیق اس کی آواز کا آخر اور ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زفیر حلق میں اور شہیق سینے میں۔

اہل جنت اور اہل جہنم کا زمانہ

⑩⑦ "**خالدین فیھا**" اس میں ٹھہرے رہیں گے "**مادامت السّمٰوٰت والارض**" ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تک جنت اور جہنم کے آسمان اور ان کی زمین باقی رہیں گے اور ہر وہ چیز جو تیرے اوپر ہو اور سایہ کرے تو وہ سماء ہے اور جس چیز پر

تیرے قدم تک جائیں گے وہ ارض ہے۔ اہل معانی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ عرب کی عادت کے مطابق یہ ہمیشگی سے کنایہ ہے۔ وہ کہتے ہیں میں تیرے پاس نہ آؤں گا جب تک آسمان اور زمین باقی ہیں۔

الا ماشاء کے استثناء کی تفسیر

"الاّ ماشاء ربّک" ان دونوں استثناء کے بارے میں اختلاف ہے تو بعض فرماتے ہیں کہ یہ استثناء مؤمنین کے ان اہل شقاوت کے بارے میں ہے جن کو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں داخل کریں گے۔ پھر ان کو جہنم سے نکال دیں گے تو یہ استثناء غیر جنسی سے ہوگا۔ اس لیے کہ جو لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے وہ سعداء ہوں گے ان کا استثناء اللہ تعالیٰ نے جملہ اشقیاء سے کیا ہے جیسے کہ حدیث میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کئی اقوام کو ان کے گناہوں کی وجہ سے جہنم کی آگ کی سزا پہنچے گی پھر اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت کے فضل سے جنت میں داخل کر دیں گے تو ان کو جہنمی کہا جائے گا۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ ایک قوم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کی جائے گی ان کا نام جہنمی رکھا جائے گا اور بہرحال استثناء اہل سعادت کے بارے میں تو جنت میں داخل ہونے سے ان کے جہنم میں ٹھہرنے کی مدت کی طرف لوٹے گا اور بعض نے کہا ہے کہ استثناء کا تعلق موت اور بعث کے درمیان برزخ کے زمانے اور دُنیا کی عمر سے ہے یعنی وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے سوائے دُنیا کی زندگی اور برزخ کی زندگی کے جتنی اللہ چاہیں۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ استثناء اللہ تعالیٰ نے کیا ہے لیکن ایسا کریں گے نہیں جیسے تو دوسرے کو کہے اللہ کی قسم! میں تجھے ضرور ماروں گا مگر یہ کہ میں اس کے علاوہ کوئی رائے رکھوں اور تیرا اس کو مارنے کا پختہ ارادہ ہو۔ "انّ ربّک فعال لما یرید"

وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾

ترجمہ: اور رہ گئے وہ لوگ جو سعید ہیں سو وہ جنت میں ہوں گے (اور) وہ اس میں (داخل ہونے کے بعد) ہمیشہ (ہمیشہ) کو رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہیں ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو تو دوسری بات ہے وہ غیر منقطع عطیہ ہوگا۔

تفسیر: ⑩⑧ "واما الّذین سعدوا" حمزہ، کسائی اور حفص رحمہم اللہ نے "سُعِدوا" سین کے پیش اور عین کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے یعنی سعادت دیئے گئے۔

اور دیگر حضرات نے سین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ "شَقُوا" پر قیاس کرتے ہوئے۔ "ففی الجنّة خالدین فیها ما دامت السّمٰوٰت والارض الاّ ماشاء ربّک" ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مگر وہ مدت جو وہ آگ میں ٹھہریں گے حتیٰ کہ جنت میں داخل ہو جائیں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے استثناء کو خوب جانتا ہے۔ "عطاء غیر مجذوذ" یعنی ختم نہ ہوگی۔ ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اہل جنت کے لیے وہ کیا چاہتے ہیں تو فرمایا "عطاء

غیر مجذوذ“ اور ہمیں یہ خبر نہیں دی کہ اہل جہنم کے لیے کیا چاہتے ہیں۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جہنم پر ضرور ایک زمانہ آئے گا کہ ایسا کوئی نہ ہوگا اور یہ اس کے بعد ہوگا جب وہ اس جہنم میں کئی حقب رہ چکے ہوں گے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کی مثل روایت ہے اور اہل سنت کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ اگر یہ روایت ثابت ہے تو ایمان والوں میں سے کوئی جہنم میں نہ ہوگا ورنہ کفار کی جگہیں تو بھری ہوئی ہوں گی۔

فَلَا تَکُ فِیۡ مِرۡیَةٍ مِّمَّا یَعۡبُدُ هٰۤؤُلَآءِ ؕ مَا یَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا کَمَا یَعۡبُدُ اٰبَآؤُهُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوۡهُمۡ نَصِیۡبَهُمۡ غَیۡرَ مَنۡقُوۡصٍ ﴿۱۰۹﴾ وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ فَاخۡتُلِفَ فِیۡهِ ؕ وَلَوۡلَا کَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّکَ لَقُضِیَ بَیۡنَهُمۡ ؕ وَاِنَّهُمۡ لَفِیۡ شَکٍّ مِّنۡهُ مُرِیۡبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ کُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُمۡ رَبُّکَ اَعۡمَالَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿۱۱۱﴾

ترجمہ: سو (اے مخاطب) جس چیز کی یہ پرستش کرتے ہیں اس کے بارے میں ذرا شبہ نہ کرنا یہ لوگ بھی اسی طرح (بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل) عبادت (غیر اللہ کی) کر رہے ہیں جس طرح ان کے قبل ان کے باپ دادا عبادت کرتے تھے اور ہم یقیناً (قیامت کو ان کا حصہ (عذاب کا) ان کو پورا پورا بے کم و کاست پہنچا دیں گے اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (یعنی توریت) دی تھی سو اس میں (بھی مثل قرآن کے) اختلاف کیا گیا اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے تو ان کا (قطعی) فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا اور یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں (پڑے) ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے اور بالیقین سب کے سب ایسے ہی ہیں کہ آپ کا رب ان کو ان کے اعمال (کی جزا) کا پورا پورا حصہ دے گا وہ بالیقین ان کے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔

تفسیر: ⑩⑨ ”فلا تک فی مریة شک میں ممّا یعبد هٰؤلاء“ کہ یہ گمراہ ہیں۔ ”ما یعبدون الا کما یعبد اس میں عبارت مقدر ہے یعنی کما کان یعبد آباؤهم من قبل وانّا لموفّوهم نصیبهم ان کا جزا کا حصہ غیر منقوص“

⑪⓪ ”ولقد اٰتینا موسٰی الکتاب“ کتاب سے مراد تورات ہے فاختلف فیه“ بعض نے تصدیق کی بعض نے تکذیب جیسے آپ علیہ السلام کی قوم نے قرآن کے ساتھ کیا ہے۔اپنے نبی علیہ السلام کو تسلی دی ہے۔ ”ولولا کلمة سبقت من ربّک“ ان سے عذاب کو مؤخر کرنے میں ”لقضی بینهم“ یعنی فی الحال عذاب دیے جاتے اور ان کے عذاب اور ہلاک کرنے سے فراغت ہو چکی ہوتی۔ ”وانّهم لفی شک منه مریب“

⑪① ”وان کلًّا لمّا ..... انّه بما یعملون خبیر“

ابن کثیر اور نافع اور ابوبکر (وان کلا) نون ساکن تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی قراء نے نون کے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ (لما) یہاں پر سورۃ یٰسین اور سورۃ طارق میں تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ابن عامر عاصم حمزہ نے اور اس جگہ ابوجعفر

نے ان کے ساتھ موافقت کی ہے (لما) اصل میں ''لمن ما'' تھا نون کو میم سے بدل دیا۔ تین میم جمع ہوگئے اول میم کو حذف کردیا۔ پھر ایک میم کو دوسرے میم میں ادغام کردیا۔ یہاں پر ما بمعنی من کے ہے۔ لوگوں کی جماعت کو کہا جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ ماصلہ ہے۔ یہ دومیموں کے درمیان زیادہ لایا گیا۔

بعض نے کہا ما من کے معنی میں ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ لمن یوفینھم۔ یہاں لما میں لام تاکید کیلئے ہے جو ان کی خبر پر داخل ہے اب تقدیری عبارت یوں ہوگی۔ لیوفینھم ربک اعمالھم ان کے اعمال کا بدلہ انہ بما یعملون خبیر۔

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

ترجمہ: تو آپ جس طرح کہ آپ کو حکم ہوا ہے (راہ دین پر) مستقیم رہیے اور وہ لوگ بھی (مستقیم رہیں) جو کفر سے توبہ کرکے آپ کی ہمراہی میں ہیں اور دائرہ (دین) سے ذرا مت نکلو یقیناً وہ تم سب کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے اور اے مسلمانو ان ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جائے اور (اس وقت) خدا کے سوا تمہارا کوئی رفاقت کرنے والا نہ ہو پھر حمایت تو تمہارا ذرا بھی نہ ہو اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نماز کی پابندی رکھیے دن کے دونوں سروں پر (یعنی اول و آخر میں) اور رات کے کچھ حصوں میں بیشک نیک کام (نامہ اعمال سے) مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو یہ بات ایک (جامع) نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔

ایمان لاکر پھر اس پر ڈٹ جاؤ

تفسیر ⑫ ''فاستقم کما امرت'' یعنی اپنے رب کے دین پر ڈٹے رہیں اور اس پر عمل کرنے اور اس کی طرف بلانے میں جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ ''ومن تاب معک'' یعنی جو آپ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے وہ بھی ڈٹے رہیں۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ استقامت یہ ہے کہ امر اور نہی پر قائم رہے۔ اور لومڑی کی طرح چالبازی نہ کرے۔ سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام میں کوئی ایسی بات کہیں کہ میں اس کے بارے میں آپ علیہ السلام کے بعد کسی سے سوال نہ کروں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا تو کہہ میں ایمان لایا اللہ پر پھر ڈٹ جا۔ ''ولا تطغوا'' یعنی میرے امر سے تجاوز نہ کرو اور میری نافرمانی نہ کرو اور بعض نے کہا ہے کہ غلو نہ کرو کہ میرے امر اور نہی پر زیادہ کرو ''انّه بما تعملون بصیر'' اس پر تمہارے اعمال میں سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت سے سخت کوئی آیت نہیں اُتری۔ اسی وجہ سے آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے سورت ہود اور اس کی بہنوں (ہم مثل سورتوں) نے بوڑھا کردیا ہے۔

دین پر چلنا آسان ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک دین آسان ہے اور ہرگز اس دین سے کوئی شخص مقابلہ نہ کرے گا مگر یہ اس پر غالب آ جائے گا۔ پس تم ٹھیک ٹھیک چلو اور قریب ہو جاؤ اور خوش ہو جاؤ اور صبح اور شام اور رات کے کچھ حصہ میں مدد طلب کرو۔

⑬ "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تم نہ مائل ہو۔ "الرکون" محبت اور دل کا میلان۔ ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم ان کے اعمال پر راضی نہ ہو۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظالم لوگوں سے دین میں مداہنت نہ کرو اور عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ان کی اطاعت نہ کرو۔ "فتمسّکم النّار وما لکم من دون من اولیاء" یعنی مددگار جو تم کو اس کے عذاب سے بچا لیں۔ "ثمّ لا تنصرون"

طرفی النہار وزلفا من اللیل کی تفسیر

⑭ "واقم الصّلٰو طرفی النّھار" یعنی صبح و شام۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دن کے دو طرف صبح اور ظہر اور عصر کی نماز۔ "وزلفًا من اللّیل" مغرب اور عشاء کی نماز اور مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فجر اور ظہر کی نماز ایک طرف ہے اور عصر اور مغرب کی نماز ایک طرف ہے اور "زلفًا من اللّیل" یعنی عشاء کی نماز۔

حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دن کی دو طرفیں صبح اور عصر کی نماز اور "زلفًا من اللّیل" مغرب اور عشاء اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دن کے دو طرف صبح اور شام یعنی صبح اور مغرب کی نماز "وزلفًا من اللّیل" یعنی اس کی گھڑی۔ اس کا زلفۃ ہے اور ابوجعفر رحمہ اللہ نے "زُلفًا" لام کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔

"انّ الحسنات یذھبن السیئات" یعنی بے شک پانچ نمازیں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں۔

وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ⑮

ترجمہ: اور صبر کیا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے

شان نزول میں صحابی کا واقعہ

تفسیر: روایت کیا گیا ہے کہ یہ آیت ابوالیسر کعب بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک عورت کھجور خریدنے آئی، میں نے اس کو کہا کہ گھر میں اس سے عمدہ کھجور ہے وہ میرے ساتھ گھر میں داخل ہوئی تو میں نے اس کا بوسہ لے لیا۔

پھر میں شرمندہ ہوا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو یہ بات بتائی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بات چھپالے اور توبہ کر کسی کو نہ بتانا تو میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، ان کو یہ بات بتائی۔ انہوں نے فرمایا اپنے اوپر پردہ کر اور توبہ کر اور کسی کو یہ بات نہ بتا، مجھ سے صبر نہ ہوا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور یہ بات ذکر کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے گھر والوں کے بارے میں خیانت کی۔ حتیٰ کہ اس نے تمنا کی کہ وہ اس وقت ایمان لایا ہوتا حتیٰ کہ اس نے گمان کیا کہ وہ جہنم والوں میں سے ہوگیا تو آپ علیہ السلام نے سر جھکایا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی طرف وحی کی۔

"واقم الصلاۃ طرفی النّھار وزلفًا من اللّیل" الآیۃ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کیا اسی کے لیے خاص ہے یا عام ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ بلکہ تمام لوگوں کے لیے عام ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ علیہ السلام کو خبر دی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت "واقم الصلاۃ تایذھبن السیّئات" نازل کی تو وہ شخص کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ میرے لیے ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا میری تمام اُمت کے لیے ہے۔

نیکیاں گناہوں کو مٹادیتی ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک ان کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہیں جب کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم دیکھتے ہو کہ اگر تم میں سے کسی ایک کے دروازے پر نہر ہو اس میں ہر دن پانچ مرتبہ غسل کرے تو اس کے جسم پر کوئی میل رہے گی؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کچھ میل باقی نہ رہے گی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا، پس یہ پانچ نمازوں کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہوں کو مٹادیتے ہیں۔ "ذلک" یہ جو ہم نے ذکر کیا اور بعض نے کہا ہے کہ قرآن کی طرف اشارہ ہے۔ "ذکری نصیحت للذاکرین" یعنی جو اس کو یاد کرے۔

⑮ "واصبر" اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اس پر جو تکلیف آپ علیہ السلام کو پہنچے اور بعض نے کہا ہے کہ نماز پر صبر کریں۔ جیسے دوسری جگہ فرمایا۔ "وامر اھلک بالصّلٰوۃ واصطبر علیھا"

"فانّ اللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین" نیک اعمال کرنے والوں کے ثواب کو ضائع نہیں کرتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی نماز پڑھنے والوں کے ثواب کو ضائع نہیں کرتی۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَلَوْشَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَايَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۚ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ تو جو اُمتیں تم سے پہلے ہوگزری ہیں ان میں ایسے سمجھدار لوگ نہ ہوئے جو کہ (دوسروں کو) ملک میں فساد (یعنی کفروشرک) پھیلانے سے منع کرتے بجز چند آدمیوں کے کہ جن کو ان میں سے ہم نے (عذاب سے) بچالیا تھا اور جو لوگ نافرمان تھے وہ جس ناز ونعمت میں تھے اسی کے پیچھے پڑے رہے اور جرائم کے خوگر ہوگئے اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو کفر کے سبب ہلاک کر دے اور ان کے رہنے والے (اپنی اور دوسروں کی اصلاح میں لگے ہوں اور اللہ کو منظور ہوتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا اور (آئندہ بھی) ہمیشہ اختلاف (ہی) کرتے رہیں گے مگر جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہوگی کہ میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے دونوں سے بھر دوں گا۔

تفسیر ﴿۱۱۶﴾ "**فلولا**" پس کیوں نہیں "**کان من القرون**" جن کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ "**من قبلکم**" آیت توبیخ کے لیے ہے۔ "**اولوا بقیّة**" یعنی تمیز والے لوگ۔ اور بعض نے کہا طاعت والے اور بعض نے کہا ہے خیر والے۔ کہا جاتا ہے "**فلان ذو بقیّة**" جب اس میں کوئی خیر ہو۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ تم میں سے پہلی اُمتوں میں کیوں نہیں تھے وہ لوگ جن میں خیر ہے کہ وہ فساد فی الارض سے روکتے؟ اور بعض نے کہا ہے "**اولوا بقیة من خیر**" کہا جاتا ہے "**فلان علی بقیة من الخیر**" جب وہ اچھی خصلت وعادت پر ہو۔ "**ینهون عن الفساد فی الارض**" یعنی فساد سے روکنے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ "**الّا قلیلاً**" یہ استثناء منقطع ہے معنی یہ ہے کہ "**لکن قلیلا هو**"......

"**ممن انجینا منهم**" اور وہ انبیاء علیہم السلام کے پیروکار فساد فی الارض سے روکتے تھے۔ "**واتّبع الّذین ظلموا ما اترفوا**" خوش عیش ہوتے **فیه** اور المترف خوش عیش ناز ونعم والا اور مقاتل بن حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ مزین کیے گئے اور فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں نعمتوں اور لذات اور دُنیا کو ترجیح دینے کی عادت بنائے گئے۔ یعنی ظالم لوگوں نے اس کی اتباع کی جو ان کی نعمتوں اور لذات اور دُنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کی عادت بنی ہوئی تھی اور بعض نے کہا ہے کہ ان کو اپنے ظلم سے ہلاک نہیں کرتا، جب وہ اچھے اعمال کرنے والے ہوں لیکن ان کو ان کے کفر اور کثرت سے گناہ کرنے کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے۔ "**و کانوا مجرمین**"

⑪۷"وما کان ربّک لیھلک القُرٰی بظلمھم"یعنی نہیں ہلاک کرے گا ان کے شرک کی وجہ سے۔
"واھلھا مصلحون" آپس میں کسی پر ظلم نہ کرتے ہوں انصاف کرتے ہوں اور ان کو اس وقت ہلاک کر دیتا ہے جب وہ آپس میں ظلم کرنے لگیں۔

⑪۸"ولو شاء ربّک لجعل النّاس"اگر اللہ چاہتا سارے کے سارے لوگ " اُمّۃ واحدۃً"ایک دین پر ہو جاتے۔
"ولا یزالون مختلفین"مختلف ادیان پر یہودی، نصرانی، مجوسی اور مشرک وغیرہ۔

⑪۹"الّا من رّحم ربّک"، مطلب یہ ہے کہ لیکن جس پر تیرا رب رحم کرے تو ان کو حق کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ پس وہ آپس میں اختلاف نہیں کرتے۔
"ولذلک خلقھم" حسن اور عطاء رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اور اختلاف کے لیے ان کو پیدا کیا ہے اور اشہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا ان کو پیدا کیا تا کہ ایک فریق جنت میں ہو اور ایک فریق دوزخ میں۔
ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ رحمت کے لیے ان کو پیدا کیا ہے یعنی وہ لوگ جن پر رحم کیا ہے اور فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل رحمت کو رحمت کے لیے اور اہل اختلاف کو اختلاف کے لیے پیدا کیا ہے اور آیت کا حاصل یہ ہے کہ اہل باطل مختلف ہیں اور اہل حق متفق ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اہل حق کو اتفاق کے لیے پیدا کیا اور اہل باطل کو اختلاف کے لیے پیدا کیا۔
"وتمت کلمت ربّک اور تیرے رب کا حکم مکمل ہو گیا لاملئنّ جھنم من الجنّۃ والنّاس اجمعین"

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَانُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ⑫۰ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ⑫۱ وَانْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ⑫۲ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ⑫۳

(ترجمہ) اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے (مذکورہ) قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں اور ان قصوں میں آپ کے پاس ایسے مضمون پہنچا ہے جو خود ہی راست (اور واقعی) ہے اور مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے اور یاددہانی ہے اور جو لوگ (باوجود ان حجج قاطعہ کے (بھی) ایمان نہیں لاتے ان سے کہہ دیجئے کہ (میں تم سے الجھتا نہیں) تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو ہم بھی (اپنے طور پر عمل کر رہے ہیں اور (ان اعمال کے نتیجہ کے) تم بھی منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں عنقریب (حق و باطل) کھل جائے گا اور

آسمانوں اور زمین میں جتنی غیب کی باتیں ہیں ان کا علم خدا ہی کو ہے اور سب امور آپ کی طرف رجوع ہوں گے تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اسی کی عبادت کیجئے (جس میں تبلیغ بھی داخل ہے) اور اسی پر بھروسہ رکھیئے اور آپ کا رب ان باتوں سے بے خبر نہیں جو کچھ تم لوگ کررہے ہو۔

تفسیر ⑫⓪ **"وکلاً نقصّ علیک من انباء الرّسل ما نثبت به فؤادک"** معنی یہ ہے کہ جن چیزوں کی رسولوں کی خبروں اور ان کی اُمتوں کے تذکروں کی آپ کو ضرورت تھی تا کہ ہم آپ کے یقین کو زیادہ کریں اور آپ علیہ السلام کے دل کو مضبوط کریں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کو سنتے تھے تو اس میں آپ علیہ السلام کے دل کو صبر پر تقویت ملتی اپنے قوم کی تکلیف پر۔ **"وجاء ک فی هٰذهٖ الحق"** حسن اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس دُنیا میں اور ان کے علاوہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس سورت میں اور یہ اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے اس سورت کو خاص کیا ہے اعزاز کے لیے اگرچہ تمام سورتوں میں جو آیا ہے وہ حق ہے۔ **"وموعظة وذکریٰ للمؤمنین"**

⑫① **"وقل للّذین لا یؤمنون اعملوا علٰی مکانتکم"** یہ امر دھمکی اور وعید کے لیے ہے۔ **"انّا عاملون"**

⑫② **"وانتظروا"** جو ہم پر اللہ کی رحمت اُترے۔ **"انا منتظرون"** جو تم پر اللہ کا عذاب اُترے۔

⑫③ **"وللّٰه غیب السّمٰوٰت والارض"** جو بندوں سے ان دونوں میں غائب ہیں۔ **"والیه یرجع الامر کلّه"** معاد میں نافع اور حفص رحمہما اللہ نے "تُرْجَعُ" یاء کے پیش اور جیم کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے، یعنی لوٹایا جائے گا اور دیگر حضرات نے یاء کے زبر اور جیم کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی تمام امر اسی کی طرف لوٹیں گے۔

یہاں تک کہ مخلوق کے لیے کوئی امر نہ ہوگا **"فاعبده وتوکّل علیه** اس پر اعتماد کر **وما ربّک بغافل عمّا تعملون"** اہل مدینہ اور اہل شام اور حفص اور یعقوب رحمہما اللہ نے **"تعملون"** یہاں تاء کے ساتھ اور سورۃ النمل کے آخر میں اور دیگر حضرات نے دونوں میں یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ توریت کا خاتمہ بھی سورۃ ھود کے خاتمہ جیسا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! آپ علیہ السلام بوڑھے ہو گئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے سورۃ ھود، واقعہ، مرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کردیا ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ مجھے سورۃ ہود اور اس جیسی مفصل سورتوں نے بوڑھا کردیا ہے۔

سُورۃ یُوسُف

سورۃ یوسف علیہ السلام مکی ہے اور اس کی ایک سو گیارہ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ② نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۚ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ③

ترجمہ: الر یہ آیتیں ہیں ایک کتاب واضح کی ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تا کہ تم (بوجہ اہل لسان ہونے کے اولا) سمجھو (اور تمہارے واسطے سے اور لوگ سمجھیں) ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس (کے بھیجنے) کے ذریعہ سے ہم آپ سے ایک بڑا عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں اور اس (ہمارے بیان کرنے) کے قبل آپ (اس سے) محض بے خبر تھے۔

تفسیر: ① "آلر تلک آیات الکتاب المبین" یعنی اس کا حلال و حرام اور حدود و احکام واضح ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ظاہر ہے اللہ کی قسم! اس کی برکت اور ہدایت۔ پس یہ "بان" سے بمعنی ظہر اور زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا حق باطل سے اور حلال حرام سے واضح کیا گیا ہے۔ پس یہ "اَبَانَ" سے ہے بمعنی اظھر۔

② "اِنّا انزلناہ" یعنی کتاب "قرآنا عربیّا لعلّکم تعقلون" یعنی ہم نے اس کو تمہاری لغت میں اُتارا تا کہ تم اس کے معانی جان لو اور جو احکام اس میں ہیں وہ سمجھ لو۔

③ "نحن نقصّ علیک احسن القصص" اور قاص وہ شخص جو آثار کی پیروی کرے اور ٹھیک خبر دے۔ معنی یہ ہے کہ ہم بیان کرتے ہیں آپ کے لیے گزشتہ اُمتوں اور گزشتہ زمانوں کی خبریں اچھے اندازِ بیان میں اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد صرف یوسف علیہ السلام کا قصہ ہے۔ اس کا نام احسن القصص اس وجہ سے رکھا ہے کہ اس میں عبرت، حکمتیں اور ایسے نکتے اور فوائد ہیں جو دُنیا اور آخرت کے لیے مفید ہیں جیسے بادشاہوں اور ملکوں اور علماء کے حالات اور عورتوں کے مکر اور دشمنوں کی تکلیف پر صبر اور ان پر قدرت پانے کے بعد ان سے اچھا درگزر کرنا اور اس کے علاوہ دیگر فوائد ہیں۔ خالد بن معدان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورۃ یوسف علیہ السلام اور سورۃ مریم ان سے اہل جنت جنت میں لطف حاصل کریں گے اور ابن عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

سورۃ یوسف کو جو غمزدہ شخص سنے گا وہ راحت پائے گا۔"بما او حینا الیک (ما) مصدر یہ ہے یعنی ہمارا آپ کو وحی کرنا۔ھٰذا القرآن وان کنت من قبله" ہماری وحی سے پہلے۔"لمن الغافلین" اس قصہ سے ناواقف تھے اس کو نہیں جانتے تھے۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر کافی عرصہ اس کی تلاوت کی۔

تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر آپ علیہ السلام ہمیں حدیث بیان کرتے تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا"اللّٰه نزّل احسن الحدیث" پھر انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر آپ ہم پر کوئی قصہ بیان کرتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی"نحن نقصّ علیک احسن القصص" پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ ہمیں نصیحت کرتے تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا"الم یان للّذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللّٰه"

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ④ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ⑤

ترجمہ (وہ وقت قابل ذکر ہے) جب کہ یوسف (علیہ السلام نے اپنے والد یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ ابا میں نے (خواب میں) گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے ہیں ان کو اپنے روبرو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ انہوں نے (جواب میں فرمایا کہ بیٹا اپنے اس خواب کو اپنے بھائیوں کے روبرو بیان مت کرنا پس (یہ سمجھ کر) وہ تمہارے (ایذارسانی کے) لئے کوئی خاص تدبیر کریں گے بلاشبہ شیطان آدمی کا صریح دشمن ہے۔

لفظ یوسف کی تحقیق

تفسیر ④"اذ قال یوسف لابیه" یعنی اس وقت کو یاد کریں جب یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کو کہا اور یوسف عبرانی نام ہے۔اسی وجہ سے منصرف نہیں ہوتا اور بعض نے کہا ہے کہ عربی نام ہے۔ابوالحسن اقطع رحمہ اللہ سے لفظ یوسف علیہ السلام کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ الاسف لغت میں بمعنی غم ہے اور اسیف لغت میں غلام کے معنی میں ہے اور یوسف علیہ السلام میں یہ دونوں چیزیں جمع ہوگئیں۔اس لیے ان کا نام یوسف رکھا گیا۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک کریم بیٹا کریم کا یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کا تذکرہ

"یا ابت ابوجعفر اور ابن عمر رحمہما اللہ نے"یا ابت" تاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے تمام قرآن میں"یا ابتاہ" کی تقدیر پر

اور وجہ یہ ہے کہ اس کی اصل "یا ابتاہ" الف کے ساتھ ہے اور یہ یاءِ اضافت سے بدل ہے تو الف کو حذف کر دیا گیا۔ جیسا کہ تاء کو حذف کیا جاتا ہے تو زبر باقی رہ گیا جو الف پر دلالت کر رہا ہے جیسا کہ زیر باقی ہو تو یاء کے حذف کے وقت یاء پر دلالت کرتی ہے اور دیگر حضرات نے "یا ابت" تاء کی زیر کے ساتھ تمام قرآن میں پڑھا ہے اور وجہ یہ ہے کہ اس کی اصل "یا ابتی" ہے تو یاء کی تخفیف کی غرض سے حذف کر دیا گیا اور زیر پر اکتفاء کیا گیا۔ اس لیے کہ نداء میں حذف ہوتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا قول "یا عباد فاتقون" دلالت کرتا ہے اور دیگر حضرات نے "یا ابت" تاء کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے اس لیے کہ اس کی اصل "یَا اَبَتْ" ہے اور جزم کو زیر کی حرکت دی جاتی ہے۔ انّی رأیت احد عشر کو کبا" یعنی آسمان کے ستاروں میں سے ستارے اور کوکب کا نصب تفسیر کی بناء پر ہے۔ "والشّمس و القمر رأیتھم لی ساجدین"......

"رأیتھا الیّ ساجدات" نہیں کہا حالانکہ ھاء اور میم اور یاء اور نون ذوالعقول سے کنایہ ہے۔ اس لیے کہ جب ان کا ایسا فعل بتایا جو ذوی العقول سے ہوسکتا ہے یعنی سجدہ کرنا تو تعبیر بھی ذوی العقول کی اختیار کی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یا یّھا النمل ادخلوا مساکنکم" اور اس خواب کی تعبیر میں ستارے ان کے بھائی ہیں اور یہ گیارہ تھے اور سورج ان کے والد اور چاند ان کی والدہ۔ یہ قتادہ نے کہا ہے اور سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ قمر سے ان کی خالہ مراد ہیں کیونکہ ان کی والدہ راحیل وفات پا چکی تھیں اور ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قمر ان کے والد اور شمس والدہ ہیں اس لیے کہ شمس مؤنث ہے اور قمر مذکر ہے۔ یوسف علیہ السلام نے بارہ سال کی عمر میں یہ خواب دیکھا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ جمعہ کی رات لیلۃ القدر میں یہ خواب دیکھا۔ جب خواب دیکھا تو والد کو بتایا۔

خواب کی تعبیر کے ساتھ والد کی نصیحت

⑤ "قال یا بُنیّ لا تقصص رُؤیاک علی اخوتک" کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے تو یعقوب علیہ السلام نے جان لیا کہ جب بھائی اس کو سنیں گے تو حسد کریں گے۔ اسی لیے اس کے چھپانے کا حکم دیا۔

"فیکیدوا لک کیدا" پس وہ آپ کے ہلاک کرنے کی تدبیریں کریں گے کیونکہ وہ اس خواب کی تعبیر نہیں جانتے۔ لک کا لام صلہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "لربّھم یرھبون" اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ان کے قول "نصحتک و نصحت لک" اور شکر تک "وشکرتک لک" کی طرح ہے۔

"انّ الشیطان للانسان عدو مبین" یعنی شیطان اپنی پرانی دشمنی کی وجہ سے ان کو تدبیروں پر اُبھارے گا۔ ابوسلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں خواب دیکھتا تھا وہ مجھے بڑے اہم لگتے تھے یہاں تک کہ میں نے ابوقتادہ رحمہ اللہ سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے کہ میں ایسے خواب دیکھتا تھا جو مجھے مریض کر دیتے تھے حتیٰ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے۔ پس جب تم میں سے کوئی وہ چیز دیکھے جس کو پسند کرتا ہے تو وہ کسی پسندیدہ شخص کو ہی بیان کرے اور جب کوئی ناپسند چیز دیکھے تو اللہ تعالیٰ سے اس

کے شر سے پناہ مانگے اور شیطان کے شر سے اور تین دفعہ تھوک پھینک دے اور وہ کسی کو بیان نہ کرے کیونکہ وہ اس کو نقصان نہ دے گا۔ حضرت ابو زرین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رؤیا صالحہ نبوت کے چالیس اجزاء یا چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہیں۔

"**وھی علی رجل طائر**" جب تک اس کو بیان کرنے، پس جب اس کو بیان کیا تو وہ واقع ہو جاتی ہے اور میرا خیال ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا تو اس کو صرف دوست یا سمجھدار آدمی کو بیان کرے۔

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ عَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑥ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ⑦

(ترجمہ) اور اسی طرح تمہارا رب تم کو منتخب کرے گا اور (تم کو علوم دقیقہ بھی دے گا مثلاً) تم کو خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا اور (اور نعمتیں دیگر بھی) تم پر اور یعقوبؑ کے خاندان پر اپنا انعام کامل کرے گا جیسا اس کے قبل تمہارے دادا پڑدادا یعنی ابراہیم واسحاق (علیہما السلام) پر اپنا انعام کامل کر چکا ہے واقعی تمہارا رب بڑا علم و حکمت والا ہے یوسف (علیہ السلام) اور ان کے (علاتی) بھائیوں کے قصے میں دلائل موجود ہیں ان لوگوں کے لئے جو (آپ سے ان کا قصہ) پوچھتے ہیں۔

(تفسیر) ⑥ "**وکذلک یجتبیک ربک**" تجھے چن لے گا۔ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو کہا جیسا کہ اس خواب کے ذریعے تیرا مرتبہ بلند کیا، اسی طرح تیرا رب تجھے چن لے گا۔ **ویعلّمک من تاویل الاحادیث** "تاویل سے مراد خوابوں کی تعبیر ہے۔ اس کا نام تاویل رکھا گیا ہے اس لیے کہ اس کا معاملہ اس کی طرف لوٹتا ہے جو اس نے خواب میں دیکھا تھا اور تاویل اس کو کہتے ہیں جس کی طرف کسی کام کا انجام ہو۔ "**ویتمّ نعمته علیک**" یعنی نبوت کے ساتھ "**وعلٰی آل یعقوب**" یعنی ان کی اولاد پر کیونکہ ان کی ساری اولاد انبیاء علیہم السلام تھے۔

"**کما اتمّھا علی ابویک من قبل ابراھیم واسحٰق انّ ربّک علیم حکیم**" اور بعض نے کہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام پر نعمت مکمل کرنے سے مراد ان کو خلیل بنانا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ان کو ذبح سے نجات دینا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یعقوب اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو ان کی صلب سے نکالنا مراد ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے اس خواب اور اس کی حقیقت کے درمیان چالیس سال کا وقفہ تھا اور یہی اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسّی سال کا وقفہ تھا۔ پس جب یہ خواب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو پہنچا تو انہوں نے حسد کیا۔ اور کہنے لگے کہ ہم بھائی تمہارے آگے سجدہ کرنے پر اس وقت تک راضی نہیں جب تک کہ تمہارے والدین تم پر سجدہ نہ کریں۔ ان کے بھائی بغاوت اور حسد پر اتر آئے۔

⑦ "لقد کان فی یوسف و اخوته" یوسف علیہ السلام اوران کے بھائیوں کے قصہ میں بکثرت نشانیاں ہیں۔ان کے نام روبیل اور بعض نے روبین نون کے ساتھ کہا ہے یہ بھائیوں میں سے بڑا تھا۔شمعون، لاوی، یہوذا، زبالون اور بعض نے کہا کہ زبلون، آشر اوران کی ماں لیا بنت لابان یہ یعقوب علیہ السلام کے ماموں کی بیٹی تھی۔

یعقوب علیہ السلام کی دو باندیوں سے چار بچے ہوئے۔ایک باندی کا نام زلفة اور دوسری کا بلهمة ہے اور بچوں کے نام دان' نفتالی اور بعض نے کہا ہے نفتولی' جاد اور اشیر۔

پھر لیا کی وفات ہوگئی تو یعقوب علیہ السلام نے ان کی بہن راحیل سے نکاح کیا تو ان سے یوسف علیہ السلام اور بنیامین پیدا ہوئے اور بعض نے کہا ہے ابن یامین، تو یعقوب علیہ السلام کے بیٹے بارہ ہوگئے۔

آیت للسائلین کی تفسیر

"آیات ابن کثیر رحمہ اللہ نے "آیة" واحد کا صیغہ پڑھا ہے یعنی نصیحت وعبرت اور بعض نے کہا ہے تعجب اور دیگر حضرات نے "آیات" جمع کا صیغہ پڑھا ہے۔للسّائلین"

کیونکہ یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوسف علیہ السلام کے قصہ کے بارے میں سوال کیا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ انہوں نے یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے کنعان سے مصر منتقل ہونے کا سبب پوچھا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوسف علیہ السلام کا پورا قصہ سنا دیا تو انہوں نے اس قصہ کو توریت کے موافق پایا تو بڑا تعجب کیا تو یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان "آیات للسائلین" کا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دال ہے اور بعض نے کہا ہے سوال کرنے والوں اور سوال نہ کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کے قول "سواء للسّائلین" کی طرح ہے۔اور بعض نے کہا ہے کہ یہ عبرت ہے عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے کیونکہ یہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے حسد اور حسد کے انجام اور یوسف علیہ السلام کے قضاء شہوت پر صبر کرنے اور غلامی اور قید پر صبر کرنے اور اس کے انجام میں بادشاہی ملنے اور یعقوب علیہ السلام کے غم اور فراقِ یوسف علیہ السلام پر صبر کرنے پر مشتمل ہے۔

اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۙ ⑧ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ⑨

ترجمہ: وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ ان (علاتی) بھائیوں نے (باہم بطور مشورہ کے) یہ گفتگو کی کہ (یہ کیا بات ہے کہ) یوسفؑ اوران کا بھائی (بنیامین) ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک جماعت کی جماعت ہیں واقعی ہمارے باپ (اس مقدمہ میں) کھلی غلطی میں ہیں یا تو یوسف کو قتل کر ڈالو یا ان کو کسی (دور دراز) سرزمین میں ڈال آؤ تو (پھر) تمہارے باپ کا رخ خالص تمہاری طرف ہوجاوے گا اور تمہارے سب کام بن جاویں گے۔

تفسیر ⑧ "اذ قالوا لیوسف لام جواب قسم ہے اصل عبارت "واللّٰہ لیوسف" ہے۔ واخوہ اس سے مراد ان کے بھائی بنیامین ہیں احبّ الی ابینا منّا" یوسف علیہ السلام اوران کے بھائی بنیامین ایک ماں سے تھے اور یعقوب علیہ السلام کو یوسف سے بڑی شدید محبت تھی حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جو اپنے والد کا زیادہ میلان دیکھتے جوان کے ساتھ نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے دوسرے بیٹوں نے یہ کہا۔

عصبۃ کی مختلف تفاسیر

"ونحن عُصبۃ" یعنی جماعت ہیں اور یہ دس تھے۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عصبہ دس یا زائد کی جماعت اور بعض نے کہا ایک سے دس تک بعض نے کہا ایک سے دس تک مراد ہے اور بعض نے کہا ہے تین سے دس تک بعض نے کہا ایک دس تک مراد ہے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دس سے پندرہ تک۔ بعض نے دس سے چالیس تک کہا ہے بعض نے کہا کہ اس جماعت کو کہا جاتا ہے جو آپس میں متفق اور ایک دوسرے کا تعاون کرنے والی ہو۔

عصبہ کا لفظوں میں واحد نہیں آتا۔ جیسے نفر اور رھط کا واحد نہیں آتا۔ "انّ ابانا لفی ضلال مبین" یعنی یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کو ہم پر ترجیح دینے میں واضح غلطی پر ہیں۔ یہاں دین سے گمراہ ہونا مراد نہیں ہے اگر وہ یہ مراد لیتے تو کافر ہو جاتے بلکہ دُنیاوی تدبیر میں غلطی کرنا مراد ہے کہ ہم دُنیا میں زیادہ نفع دینے والے ہیں کہ کاشت کاری کرتے ہیں جانوروں کو چرانے میں یوسف سے زیادہ ماہر اور تجربہ کار ہیں تو ہم محبت کے زیادہ لائق ہیں۔ وہ ہم سے محبت پھیر کر غلطی کرنے والے ہیں۔

یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کا مشورہ کس نے دیا

⑨ "اقتلوا یوسف" اس کے قائل میں اختلاف ہے۔

① ۔ وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شمعون نے کہا۔ ② کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دان نے کہا۔

③ مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روبیل نے کہا "او اطرحوہ ارضا" ایسی زمین میں ڈال دو جو اس کے باپ سے دور ہو۔ اور بعض نے کہا ایسی زمین میں کہ درندے ان کو کھا جائیں۔

"یخل لکم تاکہ تم اس سے چھٹکارا حاصل کرلو اور باپ کی محبت تمہاری طرف خالصتاً ہو جائے "وجہ ابیکم یوسف علیہ السلام کی طرف زیادہ متوجہ ہونے سے ہٹ جائے۔

وتکونوا من بعدہ" یوسف علیہ السلام کے قتل کے بعد توجہ ہماری طرف ہو جائے گی "قومًا صالحین" توبہ کرنے والی یعنی یہ کام کرنے کے بعد توبہ کرلیں گے، اللہ تعالیٰ گناہ معاف کردیں گے۔ مقاتل کا قول ہے کہ صالحین کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے معاملات باپ کے ساتھ درست ہو جائیں گے۔

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ⑩ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ⑪

ترجمہ: ان ہی میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل مت کرو (اور) (اس کی صورت یہ ہے کہ) ان کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دو تاکہ ان کو کوئی راہ چلتا نکال لے جائے۔ اگر تم کو (یہ کام) کرنا ہے سب نے (مل کر باپ سے) کہا کہ ابا اس کی کیا وجہ ہے کہ یوسف کے بارے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم ان کے (دل وجان) سے خیر خواہ ہیں۔

تفسیر: ⑩ "قال قائل منهم لاتقتلوا يوسف" یہ قائل یہوذا تھا اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روبیل تھا یہ سب بھائیوں میں بڑا اور اچھی رائے رکھنے والا تھا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے کہ یہ یہوذا تھا۔ اس نے قتل سے منع کیا اور کہا کہ قتل کبیرہ گناہ ہے۔ "والقوه فى غيابت الجبّ ابوعلی جعفر اور نافع رحمہما اللہ نے غيابات الجب پڑھا ہے جمع کا صیغہ دونوں حرفوں میں اور باقی حضرات نے "غيابت الجب" واحد کا صیغہ۔ یعنی کنویں کے نیچے اور اس کی تاریکی میں اور "الغيابة" ہر وہ جگہ جو تجھ سے کسی چیز کو ڈھانپ لے اور غائب کردے اور الجب وہ کنواں جس کی منڈیر نہ ہو۔ اس لیے کہ وہ ٹوٹا ہوا ہے اور منڈیر نہیں بنائی گئی۔ "يلتقطه" اس کو لے۔ "التقاط" کسی چیز کا ایسی جگہ سے لینا جس کا انسان کو وہم وگمان نہ ہو۔ "بعض السيارة" یعنی مسافروں میں سے کوئی اور اس کو کسی دوسری طرف لے جائیں تو تم اس سے راحت پا جاؤ۔

ان كنتم فاعلين" اگر تم نے اپنے فعل کا پختہ ارادہ کرلیا ہے۔ وہ اس وقت بالغ تو تھے لیکن ابھی تک نبوت نہیں ملی تھی اور بعض نے کہا ہے کہ وہ بالغ نہ تھے لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ خود انہوں نے کہا ہے کہ "وتكونوا من بعده قوما صالحين" اور کہا "يا ابانا استغفر لنا ذنوبنا" اور بچے کا کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے بھائیوں کا فعل کئی جرائم پر مشتمل تھا۔ اس میں قطع رحمی، والدین کی نافرمانی، چھوٹے معصوم بچے پر رحم نہ کرنا، امانت میں خیانت، وعدہ توڑنا اور باپ سے جھوٹ بولنے جیسے جرائم داخل ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے گناہ معاف کردیئے تاکہ کوئی بھی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اور بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ انہوں نے بھائی کے قتل کا ارادہ کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان سے بچایا۔ اگر وہ ایسا کرلیتے تو سارے ہلاک ہو جاتے۔ یہ سارے کام ان سے نبوت ملنے سے پہلے صادر ہوئے۔ ابوعمرو بن علاء رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ انہوں نے یہ کیسے کہہ دیا "نلعب" حالانکہ وہ تو نبی تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ کام ان کو نبوت ملنے سے پہلے کے ہیں۔ جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے والد سے جدا کرنے کا مشورہ کرلیا تو اس بارے میں کوئی بہانہ تلاش کرنے لگے کہ کیسے جدا کیا جائے۔

⑪ "قالوا" یعقوب کو "يا ابانا مَالَکَ لا تأمَنَّا على يوسف" ابوجعفر نے "تَاْمَنَّا" بغیر اشمام کے پڑھا ہے اور یہی نافع سے روایت ہے اور باقی حضرات نے پیش کا پہلے مدغم نون میں اشمام کیا ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ اس کی اصل "لا تامننا" دونون کے

ساتھ ہے۔ "تفعلنا" کے وزن پر تو پہلے نون کو دوسرے نون میں ادغام کیا گیا ہے اس کے انکار سے ابتداء کی ہے کہ یعقوب یوسف علیہما السلام کو ان کے ساتھ نہ بھیجیں گے۔ گویا کہ یوں کہا ہے آپ اس کو ہمارے ساتھ نہ بھیجیں گے، کیا آپ علیہ السلام کو ہم سے اس کے معاملہ میں کوئی ڈر ہے؟ "وانّا له لناصحون" مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کلام میں تقدیم وتاخیر ہے کیونکہ انہوں نے اپنے والد کو کہا تھا "ارسله معنا" تو ان کے والد نے کہا "انی لیحزننی ان تذهبوا به" تو اس وقت بیٹوں نے کہا "یا ابانا مالک لاتأمنّا علی یوسف وانا له لناصحون" النصح یہاں خیر خواہی کے ساتھ قائم ہونا اور بعض نے کہا ہے نیکی اور شفقت۔ ہم اس پر شفیق ہیں اس کی خیر خواہی کریں گے ہم اس کی حفاظت کریں گے یہاں تک کہ ہم یوسف علیہ السلام کو آپ کے پاس لے آئینگے۔

اَرۡسِلۡهُ مَعَنَا غَدًا يَّرۡتَعۡ وَيَلۡعَبۡ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ⑫ قَالَ اِنِّىۡ لَيَحۡزُنُنِىۡۤ اَنۡ تَذۡهَبُوۡا بِهٖ وَاَخَافُ اَنۡ يَّاۡكُلَهُ الذِّئۡبُ وَاَنۡتُمۡ عَنۡهُ غٰفِلُوۡنَ ⑬ قَالُوۡا لَئِنۡ اَكَلَهُ الذِّئۡبُ وَنَحۡنُ عُصۡبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ ⑭ فَلَمَّا ذَهَبُوۡا بِهٖ وَاَجۡمَعُوۡۤا اَنۡ يَّجۡعَلُوۡهُ فِىۡ غَيٰبَتِ الۡجُبِّ‌ۚ وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمۡ بِاَمۡرِهِمۡ هٰذَا وَهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ⑮

ترجمہ آپ ان کو کل کے روز ہمارے ساتھ (جنگل کو) بھیجئے کہ ذرا وہ کھاویں کھیلیں اور ہم ان کی پوری محافظت رکھیں گے۔ یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ مجھ کو یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ اس کو تم لے جاؤ اور (خوف یہ کہ) میں یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ اس کو کوئی بھیڑیا کھا جاوے اور تم (اپنے مشاغل میں) اس سے بے خبر رہو وہ بولے کہ اگر ان کو بھیڑیا کھا جاوے اور ہم ایک جماعت کی جماعت (موجود) ہوں تو ہم بالکل ہی گئے گزرے ہوئے سو جب ان کو لے گئے اور سب نے پختہ عزم کرلیا کہ ان کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ (ایک دن وہ ہوگا کہ) تم ان لوگوں کو یہ بات جتلاؤ گے اور وہ تم کو پہچانیں گے بھی نہیں۔

تفسیر ⑫ "ارسله معنا غداً" صحراء کی طرف بھیج دیا "یرتع ویلعب" ابوعمرو اور ابن عامر رحمہما اللہ نے دونوں میں نون کے جزم کے ساتھ پڑھا ہے اور "نرتع" میں عین کے جزم کے ساتھ اور یعقوب نے "نرتع" نون کے ساتھ اور "یلعب" یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور اہل کوفہ نے دونوں میں یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور "یرتع" کی عین کو جزم دیا ہے یعنی یوسف علیہ السلام اور دیگر حضرات نے "نرتع" نون کے ساتھ اور "ویلعب" یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور "الرتع" پناہ گاہ میں وسعت دینا کہا جاتا ہے۔ "رتع فلان فی ماله" جب اپنے مال کو شہوات میں خرچ کرے۔ مراد یہ ہے کہ ہم کھائیں اور پئیں اور کھیل کود کریں اور اہل حجاز نے "یرتع" عین کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ "یفتعل" کے وزن پر رعی سے ہے، پھر ابن کثیر رحمہ اللہ نے دونوں میں نون کے ساتھ پڑھا ہے یعنی ہم پہرہ دیں اور ایک دوسرے کی حفاظت کریں اور ابوجعفر اور نافع نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بارے میں خبر دیتے ہوئے، یعنی جانور چریں جیسا کہ ہم کھاتے پیتے ہیں۔ "وانا له لحافظون"

⑬"قال ان کو یعقوب علیہ السلام نے "انّی لیحزننی ان تذھبوا بہ" تمہارا اس کو لے جانا مجھے غمگین کردے گا اور الحزن یہاں محبوب کے فراق پر دل کی تکلیف۔ و اخاف ان یاکلہ الذئب و انتم عنہ غافلون" کیونکہ یعقوب نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک بھیڑیے نے یوسف علیہ السلام پر حملہ کیا تو وہ اس سے ڈرتے تھے۔ اسی وجہ سے کہا مجھے خوف ہے کہ اس کو بھیڑیا نہ کھا جائے۔

ابن کثیر، اسماعیل اور قالون رحمہما اللہ نے نافع، عاصم اور ابن عامر رحمہما اللہ نے "الذّئب" ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اسی طرح ابوعمرو نے پڑھا ہے "اذا لم یدرج" اور حمزہ نے جب وقف نہ کیا جائے اور کسائی اور ورش نے نافع سے اور ابوعمرو نے اور الدرج میں اور حمزہ نے وقف میں۔ "الذیب" ہمزہ کو چھوڑنے کے ساتھ کہ یہ اصل ہے اس لیے کہ یہ ان کے قول "تذئبت الرّیح" سے ہے جب ہر طرف سے آئے اور "الذّئب" کی جمع "اذؤبا و ذئابا" ہمزہ کے ساتھ اور ہمزہ کو چھوڑنے کی وجہ یہ ہے کہ ہمزہ کو تخفیف کی غرض سے یاء سے تبدیل کر دیا گیا ہے اس کے سکون کی وجہ سے اور ماقبل کی زیر کی وجہ سے۔

⑭"قالوا لئن اکلہ الذّئب ونحن عصبۃ دس افراد ہیں "انّا اذاً لخاسرون" کمزور اور عاجز ہو جائیں گے۔

آزمائش یوسف

⑮"فلمّا ذھبوا بہ واجمعوا یعنی جب انہوں نے پختہ ارادہ کرلیا۔ ان یجعلوہ ان کو ڈال دو فی غیابۃ الجبّ و اوحینا الیہ لتنبّئنّھم بامرھم ھذا وھم لایشعرون" ہم نے یوسف علیہ السلام کو وحی کی کہ ہم آپ کے خواب کو سچ کر دکھائیں گے اور آپ کے بھائیوں کو آپ ان کے فعل کی خبر دیں گے اور ان کو اللہ کی اس وحی کی خبر ہی نہ تھی۔ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ کچھ عرصہ کے بعد نہیں پہچانیں گے۔ جب ان کو خبر دی جائے گی کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں یہ ایسا ہی ہوا کہ جب یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس داخل ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا لیکن ان بھائیوں نے ان کو نہیں پہچانا۔ وہب اور ان کے علاوہ نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کو انتہائی اکرام سے لیا اور ان کو اُٹھا کر لے گئے۔ پھر جب جنگل میں گئے تو ان کو سواری سے نیچے پھینک دیا اور ان کو مارنے لگے۔ جب ان کو ایک مارتا تو وہ مدد کے لیے دوسرے کے پاس بھاگتے وہ بھی ان کو مارتا۔

تو وہ سب مل کر ان کو مارتے رہے کسی کو رحم نہ آیا یہاں تک کہ وہ قتل کرنے لگے اور یوسف علیہ السلام رو رو کر یہ کہتے رہے کہ اے اباجان! اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ آپ کے بیٹے کے ساتھ کیا کر رہے ہیں تو یہوذا نے ان کو کہا کیا تم نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ اس کو قتل نہ کرو گے؟ تو وہ یوسف علیہ السلام کو کنویں کے پاس لے گئے تاکہ اس میں ڈال دیں۔ اس وقت یوسف علیہ السلام کی عمر بارہ سال اور بعض نے کہا اٹھارہ سال تھی۔ تو وہ راستہ سے ہٹ کر ایک ایسے کنویں پر آئے جس کا منہ تنگ اور نیچے سے وسیع تھا۔

مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام کے گھر سے تین فرسخ دور تھا۔ کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مدین اور مصر کے درمیان تھا اور وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اُردن کی زمین میں تھا۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بیت المقدس کا کنواں تھا وہ

لوگ یوسف علیہ السلام کو جب کنویں میں ڈالنے لگے تو آپ علیہ السلام کنویں کی منڈیر سے چمٹ گئے تو انہوں نے آپ علیہ السلام کے ہاتھ باندھ دیئے اور قمیص اُتار لی۔ تو یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اے بھائیو! میری قمیص تو واپس کر دو کہ میں جسم چھپا لوں، تو انہوں نے کہا سورج اور چاند اور ستاروں کو بلا کہ وہ تجھے چھپالیں اور ان کو کنویں میں ڈال دیا اور بعض نے کہا ہے کہ ڈول میں بٹھا کر نیچے اُتار دیا۔ جب آدھے کنویں تک پہنچے تو رسی چھوڑ دی تا کہ وہ چوٹ لگنے سے مر جائیں لیکن کنویں میں پانی تھا۔ یوسف علیہ السلام اس میں گر گئے پھر وہیں ایک پتھر تھا اس پر کھڑے ہو گئے اور بعض نے کہا ہے کہ جب نیچے ڈال دیا تو یوسف علیہ السلام رونے لگے تو انہوں نے آواز دی یوسف علیہ السلام سمجھے کہ ان کو یوسف علیہ السلام پر رحم آ گیا ہے اس لئے آپ نے آواز دی اوپر سے، انہوں نے پتھر مار کر کچلنے کی کوشش کی تو یہوذا نے ان کو روک دیا اور یہوذا روزانہ ان کے پاس کھانا لاتا تھا۔ یوسف علیہ السلام اس کنویں میں تین رات رہے۔

"واوحینا الیه لتنبئنهم" اور اکثر حضرات کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی طرف اس کی وحی کی اور ان کی طرف جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا جو ان کا جی بہلائیں اور نکلنے کی خوشخبری دیں اور یہ خبر دیں کہ یوسف علیہ السلام ان کو ان کے فعل کی خبر دیں گے اور اس کی جزاء دیں گے اور ان کو شعور نہ ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پھر انہوں نے بکری کا بچہ ذبح کر کے اس کا خون یوسف علیہ السلام کی قمیص پر لگا دیا۔

وَ جَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ⑯ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ⑰ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ⑱

ترجمہ اور (ادھر) وہ لوگ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے پہنچے کہنے لگے کہ ابا ہم سب تو آپس میں دوڑنے میں لگ گئے اور یوسفؑ کو ہم نے اپنی چیز بست کے پاس چھوڑ دیا بس (اتفاقاً) ایک بھیڑیا (آیا اور) ان کو کھا گیا اور آپ تو ہمارا کاہے کو یقین کرنے لگے گو ہم کیسے ہی سچے (کیوں نہ) ہوں اور یوسف کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے تھے یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنائی ہے سو (خیر) صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا اور جو باتیں تم بتاتے ہو ان میں اللہ ہی مدد کرے۔

تفسیر ⑯ "وجاؤا اباهم عشاء یبکون" اہل معانی فرماتے ہیں کہ وہ لوگ رات کی تاریکی میں آئے تا کہ جھوٹے عذر پر زیادہ جرأت کر سکیں اور روایت کیا گیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے جب ان کی چیخ وپکار اور واویلا سنا تو گھر سے نکلے اور پوچھا اے میرے بیٹو! کیا بکریوں کا کوئی نقصان ہو گیا؟ انہوں نے کہا نہیں، کہا کہ پھر کیا تکلیف پہنچی ہے؟ اور یوسف علیہ السلام کہاں ہے؟

⑰ "قالوا یا ابانا انا ذهبنا نستبق" ہم تیر اندازی کرنے لگ گئے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے پیدل دوڑ لگائی

"وترکنا یوسف عند متاعنا ہمارے کپڑوں وغیرہ کے پاس ان کو چھوڑا فاکلہ الذئب وما انت بمؤمن لنا آپ ہماری تصدیق کرنے والے نہیں "ولو کنا" اگرچہ ہم ہیں "صادقین" اگر یہ اعتراض ہو کہ انہوں نے یعقوب علیہ السلام پر کیسے تہمت لگادی کہ آپ علیہ السلام سچے کی تصدیق نہ کریں گے؟ تو جواب یہ ہے کہ مطلب یہ ہے کہ آپ اس معاملہ میں ہمیں متہم سمجھیں گے کیونکہ ابتداء میں ہی آپ کو ہم سے خوف اور آپ علیہ السلام اس کے حق میں ہم پر اعتماد نہ کر رہے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ آپ ہماری تصدیق نہ کریں گے کیونکہ ہماری سچائی پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگرچہ ہم اللہ کے ہاں سچے ہیں۔

⑱ "وجاؤا علٰی قمیصہ بدم کذب" جھوٹا خون اس لیے کہ وہ یوسف علیہ السلام کا خون نہ تھا۔

قمیص یوسف اور ام کذب

اور بعض نے کہا ہے ایسے خون کے ساتھ جس میں جھوٹ بولا گیا تو مصدر کو اسم کی جگہ رکھا گیا ہے۔

ان لوگوں نے قمیص کو خون سے لت پت کر دیا تھا لیکن اس کو پھاڑا نہ تھا تو یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ بھیڑیے نے یوسف علیہ السلام کو کیسے کھایا ہے کہ قمیص بالکل نہیں پھٹی تو ان کو متہم سمجھا۔ "قال بل سوّلت مزین کیا ہے لکم انفسکم امرا فصبر جمیل" معنی یہ ہے کہ میرا معاملہ صبر جمیل ہے یا مجھ پر صبر جمیل لازم ہے۔ "واللّٰہ المستعان علٰی ما تصفون" یعنی میں صبر پر اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں، صبر جمیل وہ صبر جس میں کوئی شکوہ اور واویلا نہ ہو۔ وہ لوگ ایک بھیڑیا بھی پکڑ لائے کہ اس نے یوسف علیہ السلام کو کھایا ہے تو یعقوب علیہ السلام نے پوچھا کہ اے بھیڑیے تو نے میرے بیٹے اور میرے دل کے ٹکڑے کو کھایا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو قوت گویائی دی تو اس نے عرض کیا اللہ کی قسم! میں نے آپ علیہ السلام کے بیٹے کا چہرہ بھی کبھی نہیں دیکھا۔ یعقوب علیہ السلام نے پوچھا تو کنعان کی زمین میں کیا کرنے آیا ہوا ہے؟ اس نے کہا میں رشتہ داروں کے پاس آیا ہوا تھا ،ان لوگوں نے مجھے شکار کر لیا الحاصل یوسف علیہ السلام کنویں میں تین دن رہے۔

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ⑲

ترجمہ: اور ایک قافلہ آ نکلا (جو مصر کو جاتا تھا) اور انہوں نے اپنا آدمی پانی لانے کے واسطے (یہاں کنویں پر بھیجا اور اس نے اپنا ڈول ڈالا کہنے لگا کہ ارے بڑی خوشی کی بات ہے یہ تو بڑا اچھا لڑکا نکل آیا اور ان کو مال (تجارت) قرار دے کر چھپالیا اور اللہ کو ان سب کی کارگزاریاں معلوم تھیں

معجزہ یوسف... یوسف کی برکت سے کھارا پانی میٹھا ہو گیا

تفسیر: ⑲ "وجاءت سیّارۃ" یہ مسافر لوگ تھے۔ یہ زمین میں سیر کرتے ہیں اس لیے ان کو سیارہ کہا گیا ہے۔ یہ مدین کے

لوگ تھے مصر جا رہے تھے، راستہ بھول گئے اور اس کنویں کے قریب پڑاؤ ڈالا یہ کنواں آبادی سے دور تھا اس کا پانی کھارا تھا، جب یوسف علیہ السلام کو اس میں ڈالا گیا تو پانی میٹھا ہوگیا۔ ان لوگوں نے اپنا ایک آدمی جس کا نام مالک بن ذعر تھا پانی تلاش کرنے بھیجا۔ پس یہی مطلب ہے اللہ کے قول "فارسلوا واردھم" واردوہ شخص جو اپنے ساتھیوں سے پانی پر پہلے پہنچے۔ اس نے رسیاں اور ڈول سنبھالے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن اپنی دادی سارہ سے وراثت میں ملا

"**فادلٰی دلوہ**" اس کو کنویں میں ڈال دیا تو یوسف علیہ السلام رسی کو چمٹ گئے جب مالک نے ڈول نکالا تو وہ بڑا خوبصورت لڑکا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کو حسن کا نصف حصہ دیا گیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ یہ حسن یوسف علیہ السلام کو اپنی دادی سارہ سے وراثت میں ملا تھا ان کو حسن کا چھٹا حصہ دیا گیا تھا اور ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام اور ان کی والدہ حسن کے دو ثلث لے گئے۔ جب مالک بن ذعر نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا "**قال یا بُشریٰ**" اکثر حضرات نے الف اور یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور وجہ یہ ہے کہ بشری یاء متکلم کی طرف مضاف ہے اور یہ منادی مضاف ہے۔ اس کی جگہ نصب ہے اور کوفی حضرات نے "**یا بشری**" یاءِ اضافت کے بغیر پڑھا ہے اور حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے راء کا امالہ کیا ہے اور عاصم نے اس کو زبر دی ہے اور اس کو یاء متکلم سے الگ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بشریٰ یہاں نکرہ ہے تو اس کو نکرہ کی طرح ندا کی ہے جیسے تیرا قول "**یا راجلاً و یا راکباً**" جب تو نے نداء کو عام بنا دیا ہے تو اس کی جگہ نصب ہے تنوین کے ساتھ مگر فعلیٰ کے وزن میں تنوین کا راستہ نہیں ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بشری منادی ہو ارادہ سے معرفہ بنا ہو۔

جیسے "**یا رجل نادی المستقی رجلا من اصحابہ اسمہ بشری فنکون بشری فی موضع رفع وقیل بشر المستقی اصحابہ یقول ابشروا" "ھٰذا غلام"**

ابن مجاہد رحمہ اللہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ کنویں کی دیواریں جب یوسف علیہ السلام کو نکالا گیا تو رونے لگیں۔ "**واسرّوہ بضاعۃ**" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مالک بن ذعر اور اس کے تاجر ساتھیوں نے یوسف علیہ السلام کو چھپالیا اور کہنے لگے کہ یہ پونجی ہے اس کو چھپالیا تاکہ دوسرے قافلہ والے ان سے شرکت کا مطالبہ نہ کریں اور بعض نے کہا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کی اصلیت چھپالی اور کہنے لگے کہ یہ ہمارا غلام ہے جو بھاگ گیا تھا۔ "**واللّٰہ علیم بما یعملون**" پھر یہوذا یوسف علیہ السلام کے پاس کھانا لایا لیکن آپ علیہ السلام کنویں میں نہ تھے تو اس نے دوسرے بھائیوں کو بتایا سب نے مل کر تلاش کیا تو مالک اور اس کے ساتھیوں تک پہنچ گئے، ان کے پاس یوسف علیہ السلام تھے۔

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ⑳ وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۚ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ㉑

ترجمہ اور (بھائیوں نے) ان کو بہت ہی کم قیمت کو بیچ ڈالا یعنی گنتی کے چند درہم کے عوض اور وہ لوگ کچھ ان کے قدر دان تو تھے ہی نہیں اور جس شخص نے مصر میں ان کو خریدا تھا (یعنی عزیز مصر) اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو خاطر سے رکھنا کیا عجب ہے کہ (بڑا ہو کر) ہمارے کام آوے یا ہم اس کو بیٹا بنا لیں اور ہم نے اسی طرح یوسف (علیہ السلام) کو اس سرزمین (مصر) میں خوب قوت دی (مراد اس سے سلطنت ہے) اور تاکہ ہم ان کو خوابوں کی تعبیر دینا بتلا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے (چاہے ہوئے) کام پر غالب (اور قادر) ہے (جو چاہے کرے) لیکن اکثر آدمی (اس بات کو) جانتے نہیں۔

تفسیر تو ان کو کہا کہ یہ ہمارا بھگوڑا غلام ہے اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کو دھمکیاں دیں تو انہوں نے بھی یہی بات کہی، پھر انہوں نے یوسف علیہ السلام کو بیچ دیا۔ پس یہی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان۔

خریدار یوسف اور ان کے سکے

⑳ "وشروہ" یعنی انہوں نے بیچ دیا۔ "بثمن بخس" ضحاک، مقاتل اور سدی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ بمعنی حرام ہے اس لیے کہ آزاد کی قیمت حرام ہے اور حرام نام بخس رکھا گیا ہے اس لیے کہ اس میں برکت نہیں ہوتی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بخس بمعنی کھوٹے۔ اور عکرمہ اور شعبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ تھوڑی سی قیمت کے بدلے۔ "دراھم" یہ ثمن سے بدل ہے۔ "معدودۃ" یہاں عدد کا ذکر عبارت ہے ان کے کم ہونے سے اور بعض نے کہا ہے کہ "معدودۃ" اس وجہ سے کہا ہے کہ اس زمانے میں وہ لوگ چالیس درہم سے کم کا وزن نہ کرتے تھے ان کو گنتے تھے جب ایک اوقیہ ہو جاتے تو وزن کرتے۔ ان دراہم کے عدد میں اختلاف ہے۔ ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیس درہم تھے ان سب کو دو دو درہم آئے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بارہ درہم تھے اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چالیس درہم تھے۔ "وکانوا" یعنی یوسف علیہ السلام کے بھائی "فیہ" یوسف علیہ السلام کے بارے میں "من الزاھدین" اس لیے کہ ان کو یوسف علیہ السلام کا عند اللہ مرتبہ معلوم نہ تھا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ثمن سے بے رغبت تھے کیونکہ ان کا مقصد قیمت حاصل کرنا نہ تھا ان کا مقصد تو یوسف علیہ السلام کو ان کے والد سے دور کرنا تھا۔

پھر مالک بن ذعر اور اس کے ساتھی چلے گئے ان کے پیچھے یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی گئے اور کہنے لگے کہ اس کو مضبوط باندھ دو، یہ بھاگ نہ جائے تو وہ لوگ یوسف علیہ السلام کو مصر لے گئے، وہاں مالک نے یوسف علیہ السلام کو بیچنے کے لیے پیش کر دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول میں ان کو قطفیر نے خریدا۔ یہ مصر کے خزانوں کا نگران اور بادشاہ کا معتمد تھا، اس کو عزیز کہا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں مصر اور اس کے اطراف کا بادشاہ قوم عمالقہ کا شخص ریان بن ولید بن شروان تھا اور کہا گیا ہے کہ یہ بادشاہ یوسف علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا اور یوسف علیہ السلام کی اتباع کی تھی۔ پھر یوسف علیہ السلام کی زندگی میں مر گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب وہ مصر میں داخل ہوئے تو قطفیر کی مالک سے ملاقات ہوئی تو اس نے یوسف علیہ السلام کو بیس

دینار ایک جوڑی جوتوں کی اور دو سفید کپڑوں کے عوض خرید لیا۔ وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب مسافر مصر آئے تو بازار میں یوسف علیہ السلام کو بیچنے کے لیے پیش کیا تو اتنی بولی لگی کہ آپ علیہ السلام کی قیمت آپ علیہ السلام کے وزن سونا اور چاندی اور کستوری اور ریشم بنی۔ اس وقت یوسف علیہ السلام کا وزن چار سو رطل تھا اور عمر تیرہ سال تھی تو قطفیر نے مالک بن ذعر سے اس قیمت پر یوسف علیہ السلام کو خرید لیا۔ پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان۔

مصر میں یوسف کے خریدار

㉑ "وقال الّذی اشتراہ من مصر لامراتہ" اس کا نام راعیل تھا اور بعض نے کہا کہ زلیخا تھا۔ "اکرمی مثواہ" یعنی ان کا کھانا پینا، پہننا، رہائش وغیرہ اور بعض نے کہا ہے کھانے، پہننے، رہائش میں اس کا اکرام کر، اور قتادہ اور ابن جریج رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے رہنے کی جگہ میں ان کا اکرام کرو۔ "عسٰی ان ینفعنا" ہم اس کو نفع کے ساتھ بیچ دیں۔ اگر بیچنے کا ارادہ ہو یا جب ہمارے کچھ کام کر لیں۔ "او نتّخذہ ولدا" یعنی ہم اس کو متبنیٰ بنالیں۔

تین اشخاص بڑے فہم وفراست

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین لوگ بڑے فراست والے تھے۔ ایک عزیز جس نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں کہا "اکرمی مثواہ عسٰی ان ینفعنا" اور شعیب علیہ السلام کی بیٹی جس نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے والد کو "یا ابت استاجرہ" کہا۔

اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے فراست والے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ "وکذلک مکّنّا لیوسف فی الارض" یعنی مصر کی زمین میں۔ جس طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو قتل سے نجات دی اور کنویں سے نکالا اسی طرح ہم نے ان کو زمین مصر میں قدرت دی اور ان کو اس کے خزانوں کا نگران بنایا۔ "ولنعلّمہ من تاویل الاحادیث" یعنی ہم نے ان کو زمین میں قدرت دی تھی تاکہ ہم ان کو خوابوں کی تعبیر بتائیں۔ "واللہ غالب علٰی امرہ" بعض نے کہا ہے ھاء اس کے امر میں اللہ تعالیٰ سے کنایہ ہے۔ فرماتے ہیں بے شک اللہ اپنے امر پر غالب ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اس پر کوئی چیز غالب نہیں ہے اور اس پر کسی رد کرنے والے کا حکم رد نہ کیا جائے اور بعض نے کہا ہے یہ یوسف علیہ السلام کی طرف لوٹ رہا ہے۔ اس کا معنی بے شک اللہ یوسف علیہ السلام کے امر پر غالب ہے تدبیر کے ساتھ اس کو کسی کے سپرد نہ کرے گا یہاں تک کہ اس کو ان کے علم کی انتہاء تک پہنچا دے۔ "ولکنّ اکثر النّاس لا یعلمون" کہ اللہ کیا کرنے والے ہیں۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ㉒ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ㉓

ترجمہ اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں اور جس عورت کے گھر میں یوسف (علیہ السلام) رہتے تھے وہ (ان پر مفتون ہوگئی اور) ان سے اپنا مطلب حاصل کرنے کو ان کو پھسلانے لگی اور (گھر کے) سارے دروازے بند کردیئے اور (ان سے) کہنے لگی کہ آجاؤ تم ہی سے کہتی ہوں۔ یوسفؑ نے کہا اللہ بچائے وہ (یعنی تیرا شوہر) میرا مربی (اور محسن) ہے کہ مجھ کو کیسی اچھی طرح رکھا ایسے حق فراموشوں کو فلاح نہیں ہوا کرتی۔

بلغ اشدہ کی تفسیر

تفسیر ㉒ "ولمّا بلغ اشُدّہ" اپنی جوانی کی انتہا اور قوت کو جب پہنچ گئے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ تینتیس سال کی عمر ہوتی ہے اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تیس سال اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیس سال اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اٹھارہ سے تیس سال تک۔ اور مالک سے (اشدہ) کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا بالغ ہونا۔ "آتیناہ حُکما وّ علمًا" حکم سے مراد نبوت اور علم سے فقہ فی الدین اور بعض نے کہا حکما یعنی قول کی درستگی اور علم یعنی خواب کی تعبیر اور بعض نے کہا ہے کہ عالم اور حکیم میں فرق یہ ہے کہ عالم وہ ہے جو اشیاء کو جانتا ہو اور حکیم وہ ہے جو اپنے علم کے مقتضاء پر عمل کرتا ہو۔ "وکذالک نجزی المحسنین" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مؤمنین کو اور انہی سے یہ بھی روایت ہے کہ ہدایت یافتہ لوگوں کو اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصیبتوں پر صبر کرنے والوں کو جیسے یوسف علیہ السلام نے صبر کیا۔

㉓ "وراودتہ الّتی ھو فی بیتھا عن نفسہ" یعنی عزیز کی بیوی نے اور مراودۃ فعل کو طلب کرنا اور یہاں مراد یہ ہے کہ اس نے یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف بلایا تاکہ وہ اس سے جماع کریں۔ "وغلّقت الابواب" یعنی ان کو بند کردیا۔ سات دروازے تھے۔

ہیت کی مختلف قرائتیں

"وقالت ھیت لک" یعنی آ اور متوجہ ہو۔ اہل کوفہ اور بصرہ نے "ھَیْتَ لکَ" ھاء اور تاء کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور اہل مدینہ اور اہل شام نے "ھیت" ھاء کی زیر اور تاء کے زبر کے ساتھ اور ابن کثیر نے "ھیت" ھاء کے زبر اور تاء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے اور وجہ یہ ہے کہ اس کلمہ میں تین لغتیں ہیں۔ "ھیتَ وھِیتَ و ھَیْتُ" اور سارے ھلم یعنی ادھر آ، کے معنی میں ہیں اور سلمٰی اور قتادہ رحمہما اللہ نے "ھِیتَ لک" ھاء کی زیر اور تاء کے پیش کے ساتھ پڑھا ہے۔ مہموز جئت کی مثال پر۔ یعنی میں آپ کے لیے تیار ہوا اور ابو عمرو اور کسائی رحمہما اللہ نے اس کا انکار کیا ہے اور ان دونوں نے کہا ہے کہ یہ عرب سے منقول نہیں ہے اور پہلا عرب کے ہاں مشہور ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ھیت لک" پڑھایا تھا۔ ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کسائی کہتے تھے یہ اہل حوران کی لغت ہے جو حجاز میں واقع ہوئی ہے اس کا معنی ہے ادھر آ اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ

بھی حورانیہ میں ھلم ہے۔ مجاہد اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ یہ عربی لغت ہے یہ کلمہ کسی کام پر اُبھارنے اور کسی چیز پر متوجہ کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ ابوعبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں عرب "ھیت" کو تثنیہ اور جمع نہیں پڑھتے اور مؤنث پڑھتے ہیں اور یہ ہر حال میں واحد کی صورت میں ہے۔ "قال" یوسف علیہ السلام نے اس کو اس وقت کہا "معاذ اللّٰہ" یعنی میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور اللہ سے حفاظت مانگتا ہوں اس کام سے جس کی طرف تو مجھے بلا رہی ہے "انّه ربّی" یعنی تیرا خاوند قطفیر میرا سید ہے۔

احسن مثوی کی دو تفسیریں

"احسن مثوای" میرا ٹھکانہ اچھا کیا۔ یہ اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ھاء اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اس نے میرا ٹھکانہ اچھا کیا ہے، یعنی مجھے ٹھکانہ دیا اور کنویں کی مصیبتوں سے مجھے عافیت دی۔ "انّه لا یفلح الظالمون" یعنی اگر میں نے یہ کام کیا اور اس کے گھر والوں میں خیانت کی اس کے اچھا ٹھکانہ دینے کے بعد تو میں ظالم ہوں گا اور ظالم فلاح نہیں پاتے اور بعض نے کہا کہ ظالم سے زانی مراد ہیں یعنی زانی نیک بخت نہیں ہوتے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۲۴﴾

(ترجمہ) اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال (عزم کے درجہ میں) جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا اگر اپنے رب کی دلیل کو انہوں نے نہ دیکھا ہوتا تو زیادہ خیال ہو جانا عجب نہ تھا (مگر) ہم نے اسی طرح ان کو علم دیا تاکہ ہم ان سے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو دور رکھیں وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔

هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا کی تفسیر

(تفسیر) ﴿۲۴﴾ "ولقد همّت به وهمّ بها"...... "همّ" بمعنی فعل کے قریب ہونا لیکن اس میں داخل نہ ہونا۔ پس اس عورت کا "همّ" اس کا معصیت اور زنا کا پختہ ارادہ تھا اور بہر حال یوسف علیہ السلام کا "همّ" تو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنا کمر بند کھول لیا تھا اور خائن کی جگہ بیٹھ چکے تھے اور مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اپنی شلوار کھول لی تھی اور کپڑے اُتارنے لگے تھے اور یہ اکثر متقدمین مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے جیسے سعید بن جبیر رحمہ اللہ، حسن اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ شیطان ان دونوں کے درمیان جاری ہو چکا تھا۔ پس اس نے ایک ہاتھ یوسف علیہ السلام کی گردن پر اور دوسرا ہاتھ اس عورت کی گردن پر مار کر ان دونوں کو جمع کر دیا۔ ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک قوم نے اس قول کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے حال کے مناسب نہیں ہے اور قول وہی جو اس اُمت کے متقدمین نے کہا ہے اور وہ زیادہ جاننے والے تھے کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بغیر علم کے کوئی بات کہیں اور سدی اور اسحٰق رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ

جب عزیز کی بیوی نے یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کا ارادہ کیا تو ان کی خوبیاں بیان کرنے لگی اور اپنی طرف شوق دلانے لگی۔ پس کہنے لگی اے یوسف! آپ کے بال کتنے اچھے ہیں تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ میرے جسم سے سب سے پہلے جھڑیں گے تو وہ کہنے لگی کہ آپ کی آنکھیں کتنی اچھی ہیں، یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ میری قبر میں یہ سب سے پہلے میرے چہرے پر بہیں گی۔ کہنے لگی آپ کا چہرہ کتنا خوبصورت ہے، یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ مٹی کے لیے ہے وہ اس کو کھائے گی۔

اور بعض نے کہا ہے کہ اس نے کہا کہ ریشم کا بستر بچھا ہوا ہے پس آپ اس پر لیٹ کر اپنی ضرورت پوری کرلیں۔ یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ تب تو میرا جنت کا حصہ چلا جائے گا تو وہ ان کو لالچ دلاتی رہی اور یوسف علیہ السلام بھرپور نوجوان تھے۔ آپ کے بھی وہی جذبات تھے جو ایک نوجوان کے ہوسکتے ہیں اور وہ بڑی خوبصورت عورت تھی حتیٰ کہ یوسف علیہ السلام بھی تھوڑے نرم ہونے لگے اور ارادہ کرنے ہی لگے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور نبی کی اس برھان سے دستگیری کی جس کا قرآن میں تذکرہ ہے اور بعض متاخرین کا گمان ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے حال کے مناسب نہیں ہے اور انہوں نے فرمایا ہے کہ کلام "**ولقد همّت به**" پر مکمل ہوچکی ہے۔ پھر یوسف علیہ السلام کی خبر دینے کے لیے نئی کلام لائے اور فرمایا "**وهمّ بها لولا ان رّای برهان ربّه**" اس میں بھی تقدیم وتاخیر ہے۔

یعنی "**لولا ان رّای برهان ربّه لهمّ بها**" لیکن انہوں نے برھان دیکھ لی اس لیے ارادہ نہیں کیا اور نحویوں نے متاخرین کی اس توجیہ کا انکار کیا ہے کہ عرب "**لَوْلَا**" کو فعل سے مؤخر نہیں کرتے اس لیے جس شخص کا ارادہ یہ کہنے کا ہو "**لَوْلَا زيد لَقمتُ**" تو وہ یہ نہیں کہتا "**لقد قمت لولا زيد**" اور بعض نے کہا ہے کہ اس نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں یہ ارادہ کیا کہ وہ اس کو بچھونا بنالیں اور یوسف علیہ السلام نے اس کا ارادہ کیا یعنی یہ تمنا کی کہ وہ ان کی بیوی ہوتی اور یہ تاویل اور اس کی مثل دیگر تاویلات پسندیدہ نہیں ہیں کیونکہ یہ ان متقدّمین علماء کے اقوال کے خلاف ہیں جن سے علم اور دین حاصل کیا گیا ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ جو کام یوسف علیہ السلام نے کیا تھا یہ صغائر میں سے ہے اور صغائر انبیاء علیہم السلام سے ممکن ہیں اور روایت کیا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام جب قید سے نکل کر بادشاہ پر داخل ہوئے اور عورت نے بھی اقرار کرلیا تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ "**ذلک ليعلم انّي لم اخنه بالغيب**" تو جبرئیل علیہ السلام نے ان کو کہا کہ اس وقت بھی خیانت نہ کی تھی جب آپ نے اس عورت کا ارادہ کرلیا تھا اے یوسف علیہ السلام؟

تو یوسف علیہ السلام نے اس وقت کہا "**وما ابرّئ نفسی**" الآیۃ۔ اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے ذنوب قرآن مجید میں ان کو عار دلانے کے لیے نہیں بیان کیے بلکہ ان کو اس لیے ذکر کیا ان پر اپنی نعمت کے مواقع کو بیان کردیں اور تاکہ کوئی شخص بھی اپنے رب کی رحمت سے ناامید نہ ہو اور بعض نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ذنوب (خلاف اولیٰ کاموں) میں مبتلا کیا تاکہ وہ تنہا طہارت اور عزت والا رہے اور قیامت کے دن تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کو معصیت کی وجہ سے انکساری کے ساتھ ملے اور بعض نے کہا ہے کہ تاکہ ان کو اہل ذنوب کا مقتداء بنادے کہ وہ بھی رحمت کی اُمید رکھیں اور

مغفرت اور معافی سے نا اُمیدی چھوڑ دیں اور بعض اہل حقائق رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ "ھمّ" دو قسم کے ہیں۔ (۱) "ھمّ" جو ثابت ہو اور وہ جب اس کے ساتھ پختہ ارادہ اور رضامندی ہو جیسے عزیز کی بیوی کا "ھمّ" اور اس "ھمّ" پر بندہ سے مواخذہ ہوگا اور دوسرا "ھمّ" عارض۔ اور یہ خطرہ اور دل میں خیال آنا ہے جس میں نہ اختیار ہوتا ہے اور نہ پختہ ارادہ۔ جیسے یوسف علیہ السلام کا "ھمّ" اور بندہ سے اس "ھمّ" پر مواخذہ نہ ہوگا جب تک اس کا تکلم نہ کرلیں یا اس کے مطابق عمل نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بندہ یہ خیال کرتا ہے کہ میں نیکی کروں گا تو میں اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہوں جب تک عمل نہ کرے پھر جب وہ اس کو کرلیتا ہے تو میں اس کے لیے اس کی نیکی کی دس مثل لکھتا ہوں اور جب دل میں خیال کرتا ہے کہ کوئی برائی کا کام کرے گا تو میں اس کو بخشتا جب تک وہ اس کام کو کر نہ لے۔ پھر جب وہ کام کرلیتا ہے تو میں اس کے لیے اس کی مثل گناہ لکھ لیتا ہوں۔

برہان سے کیا مراد ہے؟

"لولا انّ رّای برھان ربّہ" اس برھان میں اختلاف ہے۔

❶ قتادہ اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے یعقوب علیہ السلام کی صورت دیکھ لی تھی۔ وہ آپ علیہ السلام کو کہہ رہے تھے اے یوسف علیہ السلام تو بیوقوفوں والا کام کر رہا ہے حالانکہ تیرا نام انبیاء علیہم السلام میں لکھا ہوا ہے۔

❷ حسن، سعید بن جبیر، مجاہد، عکرمہ اور ضحاک رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے لیے گھر کی چھت پھٹ گئی تو یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی انگلی کو دانتوں میں دبایا ہوا ہے۔

❸ سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کے لیے یعقوب علیہ السلام کی شکل بنادی گئی تو آپ علیہ السلام کے سینہ پر ہاتھ مارا تو شہوت آپ علیہ السلام کی انگلیوں کے پوروں سے نکل گئی۔

❹ سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو غیبی آواز آئی یوسف تو جب تک اس پر نہیں پڑا۔ تیری حالت اس پرندے کی طرح ہے جو ہوا میں اڑ رہا ہو اور اس کو کوئی پکڑ نہ سکتا ہو اور جب تو اس میں پڑ جائے گا تو تیری حالت اس پرندے کی طرح ہو جائے گی جو مر کر زمین پر گر گیا ہو کہ کسی چیز کو دفع نہ کرسکتا ہو۔ قبل از وقوع تیری حالت اس سرکش بیل کی طرح ہے جو کسی کے قابو میں نہ آسکتا ہو اور وقوع کے بعد تیری حالت اس بیل کی طرح ہو جائے گی جو مردہ پڑا ہو اور اس کی سینگوں کی جڑوں میں چیونٹیاں گھس رہی ہیں اور وہ کسی کو دفع نہ کرسکتا ہو۔

❺ مجاہد رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "وھمّ بھا" کی تفسیر میں کہ آپ علیہ السلام نے شلوار کھول لی اور اس جگہ بیٹھ گئے جہاں ایک آدمی عورت کے لیے بیٹھتا ہے تو اچانک ایک ہتھیلی بغیر بازو اور جوڑ کے ظاہر ہوئی اس پر لکھا ہوا تھا "وان علیکم لحافظین کرامًا کاتبین یعلمون ماتفعلون" تو آپ علیہ السلام خوف سے

کھڑے ہوگئے اور وہ بھی کھڑی ہوگئی۔ پھر جب ان دونوں سے رعب ختم ہوگیا تو دونوں دوبارہ لوٹے تو پھر وہ ہتھیلی ظاہر ہوئی جس پر لکھا ہوا تھا کہ "ولا تقربوا الزنا انّه کان فاحشة وساء سبیلا" تو گھبرا کر کھڑے ہوگئے اور وہ بھی کھڑی ہوگئی۔ پھر جب دونوں سے رعب جاتا رہا تو دوبارہ لوٹے تو وہی ہاتھ ظاہر ہوا، اس پر لکھا ہوا دیکھا "واتّقوا یوما ترجعون فیه الی الله" تو گھبرا کر کھڑے ہوگئے وہ بھی کھڑی ہوگئی۔ پھر جب دونوں سے رعب جاتا رہا تو دونوں لوٹے تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو فرمایا کہ میرے بندے کو گناہ میں پڑنے سے پہلے پکڑلو تو جبرئیل علیہ السلام اپنی انگلی کو دانتوں میں دبائے ہوئے نیچے اُترے اور کہنے لگے اے یوسف علیہ السلام آپ بیوقوفوں والا عمل کررہے ہیں حالانکہ آپ علیہ السلام کا نام انبیاء میں لکھا ہوا ہے۔

❻ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنا پر حضرت یوسف علیہ السلام کے بدن سے لگادیا جس کی وجہ سے سارا جوش انگلیوں کے پوروں سے نکل گیا۔ محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب ارادہ کیا اور چھت کی طرف سر اٹھایا تو کسی دیوار پر لکھا ہوا دیکھا۔ لاتقربوا الزنا انه کان فاحشة وساء سبیلاً۔

❼ عطیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول "برہان رب" کے متعلق نقل کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرشتے کی صورت دیکھ لی تھی۔

❽ جعفر بن محمد الصادق رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ برہان سے مراد وہ نبوت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینے میں ودیعت رکھی تھی وہ اللہ تعالیٰ نے اور ان کے درمیان حائل ہوگئی۔

❾ اور علی بن حسین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ کمرہ میں بت تھا، اس عورت نے اس کو کپڑے سے ڈھانپ دیا تو یوسف علیہ السلام نے پوچھا تو نے یہ کیوں کیا؟ اس نے کہا مجھے اس سے حیاء آتی ہے کہ یہ مجھے کسی گناہ میں دیکھے۔ تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تو اس سے حیاء کرتی ہے جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ سمجھتا ہے؟ تو میں تو زیادہ حق دار ہوں کہ میں اپنے رب سے حیاء کروں اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ "لولا ان رّای برھان ربّه" ...... "لَوْلَا" کا جواب محذوف ہے یعنی اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتے تو معصیت میں واقع ہوجاتے۔

سوء اور فحشاء کی تفسیر

"کذلک لنصرف عنه السوء والفحشاء"

"السوء" گناہ اور بعض نے کہا ہے "السوء" برا کام اور "الفحشاء" بمعنی زنا ہے۔ "انّه من عبادنا المخلصین" اہل مدینہ اور اہل کوفہ نے "المخلصین" لام کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے جہاں بھی ہو جب اس کے بعد "الذِین" کا لفظ نہ ہو۔ کوفیوں نے "مخلصا" سورۃ مریم علیہا السلام میں زیادہ کیا ہے۔

پس انہوں نے فتحہ دیا ہے اور "المخلصین" کا معنی نبوت کے لیے چنے ہوئے۔ اس کی دلیل "انا اخلصنا بخالصة ذکری

الدّار" اور دیگر حضرات نے لام کی زیر کے ساتھ پڑھا ہے یعنی طاعت اور عبادت کو اللہ کے لیے خالص کرنے والے ہیں۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوٓءًا إِلَّآ أَنْ يُّسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿25﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِينَ ﴿26﴾

ترجمہ: اور دونوں آگے پیچھے دروازہ کی طرف کو دوڑے اور اس عورت نے ان کا کرتہ پیچھے سے پھاڑ ڈالا اور دونوں نے (اتفاقاً) اس عورت کے شوہر کو دروازے کے پاس (کھڑا) پایا عورت بولی کہ جو شخص تیری بی بی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اس کی سزا بجز اس کے اور کیا (ہوسکتی) ہے کہ وہ جیل خانہ بھیجا جاوے یا اور کوئی دردناک سزا ہو یوسف (علیہ السلام) نے کہا یہی مجھ سے اپنا مطلب نکالنے کے لئے مجھ کو پھسلاتی تھی اور (اس موقعہ پر) اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے شہادت دی کہ ان کا کرتہ (دیکھو کہاں سے پھٹا ہے) اگر آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی اور یہ جھوٹے۔

تفسیر: 25 "واستبقا الباب" جب یوسف علیہ السلام نے اپنے رب کی دلیل دیکھی تو دروازے کی طرف دوڑے اور وہ عورت بھی آپ علیہ السلام کو پکڑنے کے لیے پیچھے بھاگی تا کہ یوسف علیہ السلام باہر نہ نکل سکیں۔ تو یوسف علیہ السلام آگے بڑھے اور عورت نے آپ علیہ السلام کو پکڑلیا اور پیچھے سے ان کی قمیص کو چمٹ گئی تو زلیخا نے یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف کھینچا تا کہ وہ باہر نہ نکل سکیں۔ "وقدت قميصه من دبر والفيا سيدها لدى الباب" یعنی اس عورت کا خاوند قطفیر دروازے کے پاس راعیل کے چچا کے لڑکے کے ساتھ بیٹھا تھا تو اس کو دیکھ کر ڈر گئی اور "قالت" اپنے خاوند کو جلدی سے کہتے ہوئے "ما جزاء من اراد باهلك سوا" سوء سے مراد زنا۔ پھر اس کو ڈر ہوا کہ کہیں یوسف علیہ السلام کو قتل ہی نہ کردے تو کہنے لگی "الّا ان يُسجن" قید کیا جائے "او عذاب اليم" کوڑوں کی مار جب یوسف علیہ السلام نے اس کی یہ بات سنی تو فرمایا۔

26 "قال هي راودتني عن نفسي" مجھ سے بے حیائی کو طلب کیا تو میں نے انکار کردیا اور بھاگ گیا اور بعض نے کہا ہے یوسف علیہ السلام یہ بات کرنے کا ارادہ نہ رکھتے تھے جب اس عورت نے کہا "ما جزاء من اراد باهلك سوء" تو یوسف علیہ السلام نے اس کو ذکر کیا اور کہا "هي راودتني عن نفسي" وشهد شاهد فیصلہ کرنے والے نے فیصلہ کیا من اهلها" اس شاہد میں اختلاف ہے۔

شاہد یوسف اور پنگھوڑے میں بات کرنے والے چار بچے

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پنگھوڑے میں ایک بچہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قوت گویائی دی اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ماں کی گود میں چار بچوں نے کلام کی ہے فرعون کی بیٹی کو کنگھی دینے والی کے بچہ نے اور یوسف علیہ السلام کے شاہد نے اور جریج کے صاحب نے اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے۔

سیوطی نے لکھا ہے کہ شیر خوارگی میں بولنے والے گیارہ بچے ہوئے جن کو میں نے ان اشعار میں جمع کر دیا ہے۔

تکلم فی المهد النبی محمد ویحییٰ وعیسیٰ والخلیل ومریم
ومبری جریج ثم شاهد یوسف وطفل لذی الاخد ویردیه مسلم
وطفل علیه مبریا لامه التی یقال لها تزنی ولاتتکلم
وما شطة فی عهد فرعون طفلها وفی زمن الهادی المبارک یختم

بعض نے کہا ہے کہ یہ بچہ اس عورت کے ماموں کا بیٹا تھا۔
اور حسن اور عکرمہ، قتادہ اور مجاہد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی بچہ نہ تھا بلکہ یہ بڑا دانا مرد تھا۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ راعیل کے چچا کا بیٹا تھا اس نے یہ فیصلہ کیا۔ ''ان کان قمیصه قدّ من قبل اگر یوسف کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو زلیخا سچی ہے .فصدقت وهو من الکاذبین''

وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٢٧﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿٢٨﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿٢٩﴾ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٠﴾

ترجمہ: اور اگر وہ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو (عادۃً یقینی ہے کہ) عورت جھوٹی اور یہ سچے سو جب (عزیز نے) ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا (عورت سے) کہنے لگا کہ یہ تم عورتوں کی چالاکی ہے بیشک تمہاری چالاکیاں بھی غضب ہی کی ہوتی ہیں اے یوسف اس بات کو جانے دو (اس کا چرچا مت کیجیو) اور (عورت سے کہا کہ) تو (یوسف سے) اپنے قصور کی معافی مانگ۔ بیشک سرتاسر تو ہی قصوروار ہے اور چند عورتوں نے جو کہ شہر میں رہتی تھیں یہ بات کہی کہ عزیز کی بی بی اپنے غلام کو اس سے اپنا (ناجائز) مطلب حاصل کرنے کے واسطے پھسلاتی ہے اس کا عشق اس کے دل میں جگہ کر گیا ہے، ہم تو اس کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں۔

تفسیر: ﴿٢٧﴾ '' وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ''

﴿٢٨﴾ ''فلمّا رأی قطفیر نے ''قمیصه قدّ من دبر'' اپنی بیوی کی خیانت اور یوسف کی براءت کو پہنچان گیا تو قال انه من کید کنّ انّ کید کنّ عظیم'' بعض نے کہا ہے کہ یہ اس شاہد کا قول ہے۔ پھر قطفیر یوسف علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا۔

﴿٢٩﴾ ''یوسف'' اے یوسف! (علیہ السلام) ''اعرض عن هذا'' یعنی اس بات کو بھول جاؤ۔ اس کا تذکرہ کسی اور سے نہ کرنا کہیں بات پھیل نہ جائے۔ اور بعض نے کہا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اس کی پروانہ کریں آپ کا عذر اور پاک دامنی ظاہر

ہوگئی ہے۔ پھر اپنی بیوی کو کہا "واستغفری لذنبک" اللہ کی طرف توبہ کر "انک کنت من الخاطئین" گناہ گاروں میں سے اور بعض نے کہا ہے کہ یوسف علیہ السلام اور راعیل کو یہ بات اس شاہد نے کہی تھی اور "استغفری لذنبک" سے اس کی مراد یہ تھی کہ اپنے خاوند سے سوال کر کہ وہ تجھے سزا نہ دے اور تجھ سے درگزر کرے۔

"انک کنت من الخاطئین" گناہ گاروں میں سے ہے۔ یہاں تک کہ تو نے نوجوان کو پھسلایا اور اپنے خاوند سے خیانت کی۔ جب وہ بچ گیا تو تو نے اس پر جھوٹ بولا اور "من الخاطئین" کہا ہے "من الخاطئات" نہیں کہا۔ اس لیے کہ عورتوں کے بارے میں خبر دینا مقصود نہیں تھا بلکہ ایسا کام کرنے والوں کی خبر دینا مقصود تھا۔ اصل عبارت "من القوم الخاطئین" ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان "وکانت من القانتین" کی طرح۔ اس کا بیان اللہ تعالیٰ کا قول "انها کانت من قوم کافرین" ہے۔

یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کا مصر میں چرچا

㉚ "وقال نسوة فی المدینة" یوسف علیہ السلام اور اس عورت کا واقعہ شہر مصر میں پھیل گیا اور عورتوں میں باتیں ہونے لگیں۔ یہ کل پانچ عورتیں تھیں۔ بادشاہ کے دربان کی بیوی اور جانوروں کے رکھوالے کی بیوی، نان بائی کی بیوی، شراب پلانے والی کی بیوی اور قید کے داروغہ کی بیوی۔ یہ بات مقاتل رحمہ اللہ نے کہی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ مصر کے معزز لوگوں کی بیویاں تھیں۔ "امرأة العزیز تراود فتاها" امراءۃ عزیز مصر اپنے کنعانی غلام کو پھسلانے لگی "عن نفسه" اس سے زنا کا مطالبہ کرتی ہے۔ "قد شغفها حُبًا" کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی محبت نے اس کے دل پر پردہ ڈال دیا ہے کہ اس کے سوا کو نہیں سمجھ سکتی۔

اور بعض نے کہا زلیخا نے یوسف علیہ السلام سے محبت کی یہاں تک کہ یوسف علیہ السلام کی محبت زلیخا کے دل کے اندر داخل ہوگئی۔ سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں الشغاف دل پر نرم جلد ہے۔ کہتے ہیں محبت جلد میں داخل ہوگئی یہاں تک کہ دل تک پہنچ گئی اور شعبی اور اعرج نے "شعفها" عین کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کا معنی اس کی محبت ہر جگہ چلی گئی اور اسی سے شعف الجبال پہاڑ کی چوٹیوں کو کہتے ہیں۔

"انا لنراها فی ضلال مبین" یعنی ظاہر خطاء پر اور بعض نے کہا ہے کہ اس نے وہ عفت اور پردہ چھوڑ دیا ہے جو اس جیسی عورت کا ہونا چاہیے تھا۔

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ㉛

(ترجمہ) سو جب اس عورت نے ان عورتوں کی بدگوئی (کی خبر) سنی تو کسی کے ہاتھ ان کو بلا بھیجا (کہ تمہاری دعوت ہے) اور ان کے واسطے مسند تکیہ لگایا اور ہر ایک کو ان میں سے ایک ایک چاقو (بھی) دیدیا اور کہا کہ ذرا ان کے سامنے تو آ جاؤ سو عورتوں نے جوان کو دیکھا تو (ان کے جمال سے) حیران رہ گئیں اور (اس حیرت

میں) اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں حاش للہ یہ شخص آدمی ہرگز نہیں یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔

تفسیر ㉛ "فلمّا سمعت" زلیخا "بمکرھن" ان کی باتیں۔ یہ بات قتادہ اور سدی رحمہما اللہ نے کہی ہے اور ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے یہ بات یوسف علیہ السلام کو دیکھنے کے لیے مکر کرتے ہوئے کہی تھی کیونکہ یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کی شہرت ان تک پہنچ چکی تھی۔ "ارسلت الیھنّ" وھب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس نے ایک دسترخوان سجایا اور چالیس عورتوں کو دعوت دی، ان میں یہ عار دلانے والیاں بھی تھیں۔ "واعتدت لھنّ متکأ" یعنی جس پر وہ سہارا لے سکیں۔

ابن عباس، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما، حسن، قتادہ اور مجاہد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ "متکأ" بمعنی کھانا۔ اس کھانے کو "متکأ" کا نام اس وجہ سے دیا ہے کہ کھانے والوں کی عادت یہ ہے کہ جب بیٹھتے ہیں تو تکیوں پر سہارا لگاتے ہیں تو طعام کا نام "متکأ" رکھ دیا استعارۃً۔ کہا جاتا ہے "اتکأنا عند فلان" یعنی ہم نے فلاں کے پاس کھانا کھایا۔ اور کہا جاتا ہے "المتکأ" تاء کے سکون کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ اس کے معنی میں اختلاف ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ لیموں ہے اور مجاہد رحمہ اللہ سے اسی کی مثل روایت کیا گیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ حبشہ کی زبان میں لیموں کو کہتے ہیں اور عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو چھری سے کاٹی جائے اور ابوزید انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو چھری سے کاٹی جائے وہ عرب کے نزدیک متکأ ہے۔ بہرحال اس نے دسترخوان کو انواع واقسام کے پھلوں اور کھانوں سے سجایا اور تکیے رکھوادیئے۔ "و آتت کلّ واحدۃٍ منھنّ سکّینا" ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں چھری دے دی۔ کیونکہ اس وقت چھری سے گوشت کھاٹ کر کھاتے تھے۔ "وقالت اخرج علیھنّ" کیونکہ اس نے یوسف علیہ السلام کو دوسری جگہ بٹھایا ہوا تھا تو یوسف علیہ السلام ان پر نکلے۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کی حسن میں تمام لوگوں پر ایسے فضیلت تھی جیسے چودھویں کے چاند کی تمام ستاروں پر۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس رات دیکھا جس رات مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا یوسف علیہ السلام کو چودھویں رات کے چاند کی طرح۔ اسحٰق بن ابی فروۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام جب مصر کی گلیوں میں چلتے تو ان کے چہرے کی چمک دیواروں پر پڑتی۔ "فلمّا رأینہ اکبرنہ" اس کو عظیم جانا۔

ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ مبہوت ہوگئیں اور بعض نے کہا ہے "اکبرنہ" یوسف علیہ السلام کی خوبصورتی کی وجہ سے ان کے لیے حیض آ گیا اور یہ صحیح نہیں ہے۔ "وقطّعن ایدیھُنّ" اور ان کو خیال تھا کہ وہ لیموں کاٹ رہی ہیں اور یوسف علیہ السلام پر ان کے دل ایسے مشغول ہوئے کہ تکلیف ہی محسوس نہ ہوئی۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں کو کاٹ کر جدا کر دیا اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ کاٹنا بغیر جدا کرنے کے تھا اور وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک جماعت مرگئی۔

"وقُلْنَ حاش لِلّٰہِ ماھٰذا بشراً" یعنی اللہ کی پناہ کہ یہ انسان ہو۔ حاشاء اللہ دو حرفوں کے درمیان الف کو ثابت رکھنے کے ساتھ۔ ان دونوں کو ابوعمرو نے وصل کی صورت میں اصل پر پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے دونوں حرفوں میں الف کو حذف کر کے

کیونکہ زبان پر اکثر جاری ہوتا ہے۔ وقول "ما ھذا بشرا" حرفِ صفت کے حذف کی وجہ سے منصوب ہے یعنی "بشر" "ان ھذا" یعنی نہیں ہے یہ "الّا ملک" فرشتوں میں سے "کریم" اللہ پر۔

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَلَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰیٰتِ لَیَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰی حِیْنٍ ﴿۳۵﴾

ترجمہ وہ عورت بولی تو (دیکھ لو) وہ شخص یہی ہے جس کے بارے میں تم مجھ کو برا بھلا کہتی تھیں (کہ اپنے غلام کو چاہتی ہے) اور واقعی میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی تھی مگر یہ پاک صاف رہا اور اگر آئندہ کو میرا کہنا نہ کرے گا (جیسا اب تک نہیں کیا) تو بیشک جیل خانہ بھیجا جاوے گا اور بے عزت بھی ہوگا یوسف (علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے میرے رب جس (واہیات) کام کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلا رہی ہیں اس سے تو جیل خانہ میں جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے اور اگر آپ ان عورتوں کے داؤ پیچ کو مجھ سے دفع نہ کریں گے تو ان کی (صلاح کی) طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا سو ان کی دعا ان کے رب نے قبول کی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ کو ان سے دور رکھا بیشک وہ (دعاؤں کا) بڑا سننے والا (اور ان کے احوال کا) خوب جاننے والا ہے پھر مختلف نشانیاں دیکھنے کے بعد ان لوگوں کو (یعنی عزیز اور اس کے متعلقین کو) بھی مصلحت معلوم ہوا کہ ان کو ایک وقت (خاص) تک قید میں رکھیں۔

تفسیر ﴿۳۲﴾ "قالت" راعیل نے کہا "فذا لکنّ الّذیْ لمتننی فیه" یعنی اس کی محبت میں مجھے ملامت نہ کیجئے۔ پھر اپنے فعل کی صراحت کی۔ "ولقد راودته عن نفسه فاستعصم" ان کے سامنے صراحت اس لیے کر دی کہ اس کو ان کی ملامت کا خوف نہ تھا کیونکہ ان کی کیفیت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر وہی ہوئی تھی جو اس کی ہوئی تھی۔ تو ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو کہا اپنے مولیٰ کی اطاعت کر، تو راعیل نے کہا "ولئن لم یفعل ما آمره" اور اگر اس نے میری دعوت میں میری بات نہ مانی "لیسجنن" یعنی اس کو قید کی سزا دی جائے گی۔

"ولیکونا من الصّاغرین" ذلیل لوگوں میں سے اور نون تاکید ثقیل اور خفیف پڑھا جاتا ہے اور وقف باری تعالیٰ کے قول "لیسجننّ" پر نون کے ساتھ ہے اس لیے کہ یہ مشدد ہے اور باری تعالیٰ کے قول "ولیکونا" پر الف کے ساتھ ہے اس لیے کہ یہ مخفف ہے اور یہ اسماء میں نون اعرابی کے مشابہ ہے۔ جیسے اس کا قول "رأیت رجلا" ہے اور جب تو وقف کرے گا تو "رایت رجلا" الف کے ساتھ کہے گا اور اس کی مثل "لنسفعًا بالناصیة" ہے۔ یوسف علیہ السلام نے قید کو معصیت پر ترجیح دی۔ جب عورت نے یوسف علیہ السلام کو دھمکی دی۔ "ولئن لّم یفعل ما آمره لیُسْجَنَنَّ ولیکونا من الصّاغرین"

㉝ "قال ربّ" اے میرے رب "السجن احبّ الیّ ممّا یدعوننی الیه" بعض نے کہا ہے کہ بلاوا تو صرف اس عورت کی طرف سے تھا لیکن یوسف علیہ السلام نے ان سب کی طرف نسبت کردی۔ صراحت کی جگہ کنایہ استعمال کرلیا اور بعض نے کہا ہے کہ ان سب نے یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف بلایا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ اگر یوسف علیہ السلام یہ نہ کہتے کہ قید مجھے زیادہ محبوب ہے تو قید میں نہ مبتلا ہوتے اور زیادہ مناسب یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرے۔ "والّا تصرف عنی کیدھن اصب الیھنّ" ان کی طرف مائل ہوں گا اور ان کی اتباع کروں گا۔ کہا جاتا ہے "صبا فلان الی کذا یصبوا صبواً وصبوّاً و صُبوّة" جب کسی کی طرف مائل ومشتاق ہو۔ "واکن من الجاھلین" اس میں دلیل ہے کہ مؤمن جب کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ یہ کام جہالت کی وجہ سے کرتا ہے۔

㉞ "فاستجاب له ربُّه فصرف عنه کیدھنّ انّه ھو السمیع العلیم" ان کے بلاوے کو سننے والا اور ان کے مکر کو جاننے والا ہے۔

㉟ "ثمّ بدالھم" یعنی عزیز اور اس کے ساتھیوں کے لیے رائے میں کیونکہ انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ یوسف علیہ السلام سے اعراض کرکے ان کا قصہ بند کردیں پھران کو یہ بات ظاہر ہوئی کہ یوسف علیہ السلام کو قید کردیں۔

"من بعد ما رأوا الآیات" جو یوسف علیہ السلام کی برأت پر دلالت کرنے والی نہیں جیسے قمیص کا پیچھے سے چاک ہونا اور بچے کا کلام کرنا اور عورتوں کی عقل مغلوب ہونے کی وجہ سے ہاتھوں کو کاٹنا "لیسجننه حتّٰی حین"

جیل میں ڈالنے کی میعاد کتنی تھی

عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں تک کہ لوگوں کی باتیں ختم ہوجائیں۔ عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سات سال۔ اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پانچ سال، سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قید کی نوبت اس وجہ سے آئی کہ عزیز کی بیوی نے اس کو کہا کہ یہ عبرانی غلام مجھے لوگوں میں رسوا کرتا پھرتا ہے کہ میں نے اس کو پھسلایا ہے یا تو مجھے اجازت دے کہ لوگوں کو اپنی صفائی دیتی پھروں یا اس کو قید کردے تو اس نے یوسف علیہ السلام کو قید کردیا اور ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قید کو یوسف علیہ السلام کے لیے پاکی کا ذریعہ بنایا، ان کے عورت کے ارادہ کرنے سے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام سے تین لغزشیں ہوئیں جب اس عورت کا ارادہ کیا تو قید کیے گئے۔ جب قید کے ساتھی کو کہا کہ اپنے بادشاہ کے سامنے میرا تذکرہ کرنا تو چند سال قید میں اور رہنا پڑا اور جب بھائیوں کو کہا کہ تم چور ہو تو انہوں نے کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کے بھائی نے بھی اس سے پہلے چوری کی تھی۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَا اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ㊱

ترجمہ: اور یوسف (علیہ السلام) کے ساتھ (یعنی اسی زمانہ میں) اور بھی دو غلام (بادشاہ کے) جیل خانہ میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اپنے کو خواب میں (کیا) دیکھتا ہوں کہ (جیسے شراب نچوڑ رہا ہوں دوسرے

نے کہا کہ میں اپنے کواسی طرح دیکھتا ہوں کہ (جیسے) اپنے سر پر روٹیاں لئے جاتا ہوں (اور) اس میں سے پرندے (نوچ نوچ کر) کھاتے ہیں ہم کو اس خواب کی تعبیر بتلا یئے۔ آپ ہم کو نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں۔

بادشاہ کے ساقی اور خانسامہ کا واقعہ

تفسیر ㊱ "ودخل معه السجن فتيان" یہ مصر کے بڑے بادشاہ ریان بن ولید بن شروان کے دونو جوان تھے۔ ایک اس کی روٹیاں پکانے والا اور خانسامہ تھا اور دوسرا اس کا ساقی تھا۔

بادشاہ کسی بات سے ان دونوں پر غصہ ہوا اور ان کو قید کرا دیا۔ اس ناراضگی کی وجہ یہ تھی کہ مصر کی ایک جماعت نے بادشاہ کو مارنے کا پروگرام بنایا تو ان دونوں سے مال کا وعدہ کیا کہ یہ بادشاہ کے کھانے اور شراب میں زہر ملا دیں۔ انہوں نے ابتداء قبول کر لیا، پھر ساقی نے انکار کر دیا اور خانسامہ نے رشوت قبول کر کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ جب کھانا لایا گیا تو ساقی کہنے لگا اے بادشاہ! کھانا نہ کھانا اس میں زہر ہے اور خانسامہ کہنے لگا کہ شراب نہ پینا اس میں زہر ہے تو بادشاہ نے ساقی کو کہا تو شراب پی اس نے پی لی۔ اس کو کچھ نہ ہوا، خانسامہ کو کہا تو کھانا کھا، اس نے انکار کر دیا تو اس کھانے کا تجربہ کسی جانور پر کیا تو جانور فوراً ہلاک ہو گیا تو بادشاہ نے دونوں کو قید کرنے کا حکم دیا۔

ان دونوں قیدیوں کا خواب دیکھنا اور یوسف علیہ السلام کا تعبیر دینا

یوسف علیہ السلام جب قید میں گئے تو ان پر اپنا علم ظاہر کیا اور کہا کہ میں خواب کی تعبیر بتاتا ہوں تو یہ آپس میں کہنے لگے کہ آؤ اس عبرانی کا امتحان لیتے ہیں تو انہوں نے بغیر کچھ دیکھے یوسف علیہ السلام سے خواب بیان کیا کہ اس کی تعبیر بتائیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے کچھ بھی نہ دیکھا تھا انہوں نے خواب گھڑ لیا تا کہ یوسف علیہ السلام کا امتحان لیں اور ایک قوم نے کہا ہے کہ انہوں نے حقیقتاً خواب دیکھا تھا تو یوسف علیہ السلام نے ان کو پریشان دیکھا تو وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ ہم بادشاہ کے خادم تھے اس نے ہمیں قید کرا دیا۔ اب ہم نے خواب دیکھا ہے جس کی وجہ سے پریشان ہیں تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کچھ دیکھا ہے مجھے بتاؤ "قال احدهما" یہ ساقی تھا۔

"انّی ارانی اعصر خمراً" یعنی انگور۔ شراب کا نام انگور کو مایؤل کے اعتبار سے دیا گیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ عمان کی لغت میں انگور کو خمر کہتے ہیں۔ "وقال الآخر انّی ارانی احمل فوق راسی خبزاً تاکل الطیر منه نبئنا بتأویله انّا نراک من المحسنین" یعنی خواب کی تعبیر جاننے والوں میں سے اور احسان علم کے معنی میں ہے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان "انّا نراک من المحسنین" کے بارے میں پوچھا گیا کہ یوسف علیہ السلام کا احسان کیا تھا؟

جیل کے قیدیوں کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کا نیک سلوک

تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب کوئی قیدی بیماری ہوجاتا تو آپ علیہ السلام اس کی عیادت کرتے اور جب مجلس تنگ ہوتی تو آپ کشادہ کرتے اور جب کسی کو کوئی چیز ضرورت ہوتی تو وہ مہیا کردیتے اور اس کے ساتھ عبادت میں خوب کوشش کرتے اور ساری رات نماز میں قیام کرتے اور بعض نے کہا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام قید میں داخل ہوئے تو اس میں کچھ لوگوں کو پایا جو بڑی مصیبت میں تھے اور نااُمید ہوچکے تھے تو یوسف علیہ السلام ان کو تسلی دیتے اور کہتے تم خوش ہوجاؤ صبر کرو اجر دیئے جاؤ گے تو وہ کہتے اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت دیں اے نوجوان! تیرا چہرہ، تیرا اخلاق اور تیری گفتگو کتنی اچھی ہے۔ آپ کے پڑوس کی وجہ سے ہم میں برکت آئی ہے۔ اے نوجوان! تو کون ہے؟

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میں یوسف بن صفی اللہ یعقوب بن ذبیح اللہ اسحٰق بن خلیل اللہ ابراہیم علیہم السلام۔ تو جیل کے وارد غہ نے کہا اللہ کی قسم! اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں آپ کو چھوڑ دیتا۔ لیکن میں یہاں آپ کے ساتھ اچھا سلوک کروں گا۔ آپ جس کمرے میں چاہیں رہ لیں اور روایت کیا گیا ہے کہ ان دونو جوانوں نے جب یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو کہنے لگے کہ جب سے ہم نے آپ کو دیکھا ہے۔

آپ علیہ السلام سے محبت ہوگئی ہے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ مجھ سے محبت نہ کرو، اللہ کی قسم! مجھ سے جس نے بھی محبت کی اس کی محبت کی وجہ سے مجھ پر آزمائش آئی ہے۔ میری پھوپھی نے مجھ سے محبت کی تو مجھ پر آزمائش آئی، میرے والد نے مجھ سے محبت کی تو میں کنویں میں ڈالا گیا اور عزیز کی بیوی نے مجھ سے محبت کی تو میں قید میں ڈالا گیا۔ جب ان دونوں نے خواب بیان کیا تو یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر بتانے کو مناسب نہ سمجھا۔ کیونکہ ان میں سے ایک کے حق میں خواب اچھا نہ تھا تو ان کے سوال سے اعراض کرکے توحید کی طرف بلانے اور معجزہ ظاہر کرنے پر متوجہ ہوگئے۔

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: حضرت یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ (دیکھو) جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو کہ تم کو کھانے کے لئے (جیل خانہ) میں ملتا ہے میں اس کے آنے سے پہلے اس کی حقیقت تم کو بتلا دیا کرتا ہوں یہ بتلا دینا اس علم کی بدولت ہے جو مجھ کو میرے رب نے تعلیم فرمایا ہے میں نے تو ان لوگوں کا مذہب (پہلے ہی سے) چھوڑ رکھا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا معجزہ

تفسیر ㊲ "قال لا یأتیکما طعام ترزقانه" بعض نے کہا ہے کہ نیند مراد ہے کہ نیند میں جو کھانا بھی تمہارے پاس آئے گا "الّا نبأ تکما بتاویله" بیداری میں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد بیداری میں ہے۔ فرماتے ہیں کہ تمہارا گھر سے جو کھانا آئے گا اور تم اس کو کھاؤ گے تو میں تمہیں اس کے آنے سے پہلے اس کے رنگ اور مقدار اور وقت کا بتا دوں گا۔ "قبل ان یأتیکما" تم تک پہنچنے سے پہلے کہ کون سا کھانا اور کتنا اور کب کھاؤ گے۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کی طرح ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا "وانبئکم بما تاکلون وما تدّخرون فی بیوتکم" تو ان دونوں نے کہا کہ یہ نجومیوں اور کاہنوں کا فعل ہے۔ آپ کو یہ علم کہاں سے آیا؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کاہن نہیں ہوں۔

"ذلکما ممّا علّمنی ربّی انّی ترکت ملّة قوم لا یؤمنون باللّٰه وھم بالآخرة ھم کافرون" اور (ہم) کا تکرار تاکید کی بنا پر ہے۔

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ㊳

ترجمہ اور میں نے اپنے ان (بزرگوار) باپ دادوں کا مذہب اختیار کر رکھا ہے ابراہیمؑ اور اسحاقؑ کا اور یعقوبؑ کا اور ہم کو کسی طرح زیبا نہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک (عبادت) قرار دیں (اور) یہ (عقیدہ توحید) ہم پر اور (دوسرے) لوگوں پر (بھی) خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے (کہ اس کی بدولت دنیا اور آخرت کی فلاح ہے) لیکن اکثر لوگ (اس نعمت کا) شکر (ادا) نہیں کرتے۔

تفسیر ㊳ "واتّبعت ملّة آبائی ابراھیم و اسحٰق ویعقوب" یہ ظاہر کیا کہ آپ علیہ السلام انبیاء علیہم السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ "ما کان لنا ان نشرک باللّٰه من شیء" مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں شرک سے بچایا ہے۔ "ذلک" یہ توحید اور علم۔

"من فضل اللّٰه علینا وعلی النّاس" جو ان کیلئے ہدایت کو بیان کیا "ولکنّ اکثر النّاس لا یشکرون" پھر ان کو اسلام کی طرف بلاتے ہوئے فرمایا۔

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ㊴ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ㊵ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ

خَمْرًا وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿۴۱﴾ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ: اے قید خانہ کے رفیقو! کیا متفرق معبود اچھے یا ایک معبود برحق جو سب سے زبردست ہے وہ اچھا تم خدا کو چھوڑ کر صرف چند بے حقیقت ناموں کی عبادت کرتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے (آپ ہی) ٹھہرا لیا ہے خدا تعالیٰ نے تو ان (کے معبود ہونے) کی کوئی دلیل (نقلی یا عقلی) نہیں بھیجی (اور) حکم (دینے کا اختیار صرف) خدا ہی کا ہے (اور) اس نے یہ حکم دیا ہے کہ بجز اس کے اور کسی کی عبادت مت کرو (پس اسی حکم پر عمل کرنا چاہئے) یہی (توحید) سیدھا طریقہ ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اے قید خانہ کے رفیقو تم میں ایک تو (جرم سے بری ہو کر) اپنے آقا کو (بدستور) شراب پلایا کرے گا اور دوسرا (مجرم قرار پا کر) سولی دیا جائے گا اور اس کے سر کو پرندے (نوچ نوچ) کھاویں گے جس بارے میں تم پوچھتے تھے وہ اسی طرح مقدر ہو چکا اور جس شخص پر رہائی کا گمان تھا اس سے یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اپنے آقا کے سامنے میرا بھی تذکرہ کرنا پھر اس کو اپنے آقا سے (یوسف علیہ السلام) کا تذکرہ کرنا شیطان نے بھلا دیا تو (اس وجہ سے) قید خانہ میں اور بھی چند سال ان کا رہنا ہوا۔

تفسیر: ﴿۳۹﴾ "یا صاحبی السجن ان دونوں کو قید کا ساتھی بنایا کیونکہ وہ بھی قید میں تھے جیسا کہ جنت کے رہائشیوں کو اصحاب الجنہ اور جہنم کے باشندگان کو اصحاب النار کہا جاتا ہے۔ ء ارباب متفرّقون "یعنی مختلف معبود کوئی سونے کا کوئی چاندی کا کوئی لوہے کا اور کوئی اعلیٰ اور ادنیٰ اور اوسط۔ جدا جدا نہ نفع دے سکیں نہ نقصان۔ "خیر ام اللّٰہ الواحد القھّار "جس کا کوئی ثانی نہیں۔ "القھّار" جو ہر چیز پر غالب ہے۔ پھر بتوں کے عجز کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿۴۰﴾ "ما تعبدون من دونه اللّٰہ کے علاوہ اور جمع کے لفظ کو ذکر کیا ہے اور خطاب کی ابتداء دو سے کی ہے اس لیے کہ تمام قید والے مرد تھے اور ہر وہ مشرک شخص جو ان دونوں جیسی حالت پر تھا۔ الّا اسماء سمّیتموھا "معبود اور رب یہ معنی سے خالی ہیں۔ ان ناموں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ "انتم واٰباؤکم ما انزل اللّٰہ بھا من سُلطٰن حجت و برہان ان الحکم نہیں ہے قضاء اور امر و نہی الّا للّٰہ امر الّا تعبدوا الّا ایّاہ ذلک الدّین القیّم مستقیم ولکن اکثر النّاس لایعلمون" پھر ان کے خواب کی تعبیر دیتے ہوئے فرمایا۔

﴿۴۱﴾ "یا صاحبی السجن امّا احدکما" ایک ان میں سے ساقی تھا۔ "فیسقی ربّه خمرا" اور تین گچھے جو خواب میں دیکھے تھے اس سے مراد یہ تھا کہ تین دن قید میں رہے گا پھر بادشاہ اس کو بلوالے گا۔ "واما الاٰخر" یعنی خانسامہ۔ اس کو بھی تین دن بعد بادشاہ بلوائے گا۔ پھر اس کے بارے میں حکم دے گا "فیصلب فتاکل الطیر من راسه" ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے یوسف علیہ السلام کی یہ بات سنی تو کہنے لگے کہ ہم نے کچھ نہیں دیکھا ہم تو وقت گزاری کر رہے تھے تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا "قضی الامر الّذی فیه تستفتیان" یعنی اس معاملہ سے فراغت ہو چکی جس کے بارے میں تم سوال کر رہے تھے اور تمہارے بارے میں اللہ کا وہ حکم ثابت ہو چکا ہے جو میں نے تمہیں خبر دی چاہے تم نے خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔

㊷"وقال یوسف علیہ السلام نے اس وقت "للّذی ظنّ جان لیں انه ناج منهما" اور وہ ساقی تھا "اذکرنی عند ربّک" یعنی بادشاہ کے سامنے۔ اس کو کہنا کہ جیل میں ایک نوجوان قید ہے جو مظلوم ہے اس کی قید کی مدت لمبی ہو چکی ہے۔

"فانساه الشیطٰن ذکر ربّه" بعض نے کہا ہے کہ ساقی کو شیطان نے یوسف علیہ السلام کا بادشاہ کے سامنے تذکرہ کرنا بھلوا دیا تو اس صورت میں تقدیر عبارت ہوگی۔ "فانساه الشیطن ذکره لربّه" اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ شیطان نے یوسف علیہ السلام کو اپنے رب کی یاد بھلا دی جب انہوں نے آزادی کی کوشش کی کہ مخلوق سے مدد طلب کی یہ غفلت یوسف علیہ السلام کو شیطان کی طرف سے آئی۔

وَقَالَ الْمَلِکُ اِنِّیْۤ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْکُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ کُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ㊸

ترجمہ: اور بادشاہ (مصر) نے کہا کہ میں (خواب میں کیا) دیکھتا ہوں کہ سات گائیاں فربہ ہیں جن کو سات لاغر گائیں کھا گئیں اور سات بالیں سبز ہیں اور ان کے علاوہ سات اور ہیں جو کہ خشک ہیں اے دربار والو اگر تم (خواب کی) تعبیر دے سکتے ہو تو میری اس خواب کے بارے میں مجھ کو جواب دو۔

بضع سنین کی تفسیریں

تفسیر: "فلبث پس ٹھہرے فی السجن بضع سنین" بضع کے معنی میں اختلاف ہے۔

① مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین سے سات تک۔ ② قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین سے نو تک۔

③ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دس سے کم۔

④ اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ کے نزدیک اس آیت میں بضع سے سات سال مراد ہیں۔ اس سے پہلے پانچ سال گزر چکے تھے تو کل بارہ سال ہوگئے۔ ⑤ وھب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام پر آزمائش سات سال رہی اور یوسف علیہ السلام قید میں سات سال رہے اور بخت نصر کو عذاب دیا گیا، درندوں میں سات سال پھرتا رہا۔

⑥ مالک بن دینار نے کہا جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی سے فرمایا کہ اپنے آقا سے میرا تذکرہ کر دینا تو کہا گیا یوسف مجھے چھوڑ کر تو نے دوسرے کو اپنا وکیل بنایا۔ اب میں ضرور تیری قید طویل کر دوں گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام رونے لگے اور عرض کیا اے میرے رب مصائب کی کثرت نے میرے دل پر فراموشی طاری کر دی؛ اور میں نے (بے سمجھے) ایک بات کہہ دی آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔

⑦ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے پاس جیل میں آئے، جب یوسف علیہ السلام نے دیکھا تو پہچان لیا اور کہا اے میرے بھائی! کیا ہوگیا کہ میں آپ کو ان گناہ گاروں میں دیکھ رہا ہوں؟ تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا

اے پاکیزہ! لوگوں کے پاس تیرا رب تجھ پر سلام پڑھ رہا ہے اور آپ علیہ السلام کو کہا ہے کہ جب آدمیوں سے آپ علیہ السلام
نے شفاعت طلب کی تو مجھ سے حیاء نہ آئی؟ پس میری عزت اور جلال کی قسم! میں آپ کو جیل میں چند سال ٹھہراؤں گا تو یوسف
علیہ السلام نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں تو یوسف علیہ السلام نے کہا پھر مجھے بھی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

کعب کا بیان ہے کہ حضرت جبرائیل نے حضرت یوسف سے کہا: اللہ فرماتا ہے کہ تجھے کس نے پیدا کیا؟ حضرت یوسف
نے جواب دیا: اللہ نے۔ حضرت جبرائیل نے کہا (اللہ فرماتا ہے) تجھے باپ کا چہیتا کس نے بنایا؟ حضرت یوسف نے جواب
دیا: اللہ نے۔ حضرت جبرائیل نے کہا (اللہ فرماتا ہے) تجھے کنویں کی تکلیف سے کس نے نجات دی؟ حضرت یوسف نے جواب
دیا: اللہ نے۔ حضرت جبرائیل نے کہا (اللہ فرماتا ہے) تجھے خواب کی تعبیر کس نے سکھائی؟ حضرت یوسف نے جواب دیا: اللہ
نے۔ حضرت جبریئل نے کہا (اللہ فرماتا ہے) چھوٹے بڑے گناہ کا رخ کس نے تیری طرف سے پھیر دیا؟ حضرت یوسف نے
جواب دیا۔ اللہ نے۔ حضرت جبرائیل نے کہا (اللہ فرماتا ہے) پھر تو نے اپنے جیسے آدمی سے کیسے سفارش کی درخواست کی؟

غرض جب سات سال گزرے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی کشائش کا وقت قریب آگیا تو مصر کے شاہ اعظم یعنی ریان بن
ولید نے ایک عجیب خواب دیکھا جس سے وہ دہشت زدہ ہوگیا۔ اس نے دیکھا کہ سات موٹی گائیوں دریا سے برآمد ہوئیں اور ان
کے پیچھے سات گائیں اور دریا سے نکلیں جو نہایت دبلی تھیں۔ پھر دبلی گائیں موٹی گائیوں کو نگل گئیں اور موٹی گائیں دبلی گائیوں کے
پیٹ میں گھس گئیں۔ ان کا کوئی نشان بھی نہیں رہا۔ پھر (غلہ کی) سات سبز بالیاں دیکھیں جن میں دانہ پڑ چکا تھا اور سات خشک بالیاں
دیکھیں جو کاٹنے کے قابل ہوگئی تھیں۔ خشک بالیاں سبز بالیوں سے لپٹیں اور ان پر غالب آگئیں۔ یہاں تک کہ ان کی سبزی بالکل جاتی
رہی۔ بادشاہ نے جادوگروں کو کاہنوں کو اہل دانش وفہم کو اور خواب کی تعبیر دینے والوں کو جمع کیا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا۔

۴۳ "وقال الملک انی اریٰ سبع بقرات سمان یاکلھن سبع عجاف وسبع سنبلات خضر واُخر یا
بسات تو ان کو کہا یا یّھا الملاُ افتونی فی رؤیای ان کنتم للرُّؤیا تعبرون"

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا
مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ
سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْٓ
اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ
فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا
قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمہ: وہ لوگ کہنے لگے کہ یونہی پریشان خیالات ہیں اور (دوسرے) ہم لوگ (کہ صرف امور سلطنت میں ماہر

ہیں) خوابوں کی تعبیر کا علم بھی نہیں رکھتے اور ان (مذکورہ) دو قیدیوں میں سے جو رہا ہو گیا تھا (وہ مجلس میں حاضر تھا) اس نے کہا اور مدت کے بعد اس کو خیال آیا میں اس کی تعبیر کی خبر لائے دیتا ہوں آپ لوگ مجھ کو ذرا جانے کی اجازت دیجئے اے یوسف اے صدق مجسم آپ ہم لوگوں کو اس (خواب) کا جواب (یعنی تعبیر) دیجئے کہ سات گائیاں موٹی ہیں ان کو سات دبلی گائیں کھا گئیں اور سات بالیں ہری ہیں اور اس کے علاوہ (سات) خشک بھی ہیں تا کہ میں ان لوگوں کے پاس لوٹ کر جاؤں تا کہ ان کو بھی معلوم ہو جائے آپ نے فرمایا کہ تم سات سال متواتر (خوب) غلہ بونا پھر جو فصل کاٹو اس کو بالوں میں رہنے دینا (تا کہ گھن نہ لگ جائے) ہاں اگر تھوڑا سا جو تمہارے کھانے میں آدے پھر اس (سات برس) کے بعد سات برس اور ایسے سخت (اور قحط کے) آویں گے جو کہ اس (تمام تر) ذخیرہ کو کھا جاویں گے جس کو تم نے ان برسوں کے واسطے جمع کر کے رکھا ہو گا ہاں مگر تھوڑا سا جو (بیج کے واسطے) رکھ چھوڑ دو گے۔

تفسیر ㊹ "**قالوا اضغاث احلام**" ملا جلا خواب ہے۔ ضغث کی مختلف قسم کے گھاس پھوس اور احلام حلم کی جمع بمعنی خواب اور اس کا فعل حلمت احلم لام کے زبر کے ساتھ ماضی میں اور لام کے پیش کے ساتھ غابر میں۔ حلما وحلما مشدد اور مخفف۔ "**وما نحن بتاویل الاحلام بعالمین**"

㊺ "**وقال الّذی نجا**" قتل سے "**منهما**" ان دو نوجوانوں میں سے یعنی ساقی "**وادّکر**" یوسف علیہ السلام کی بات کو کہ اپنے آقا کے سامنے میرا تذکرہ کرنا۔ "**بعد اُمّة**" ایک زمانے کے بعد یعنی سات سال۔ "**انا انبئکم بتاویله**" یہ نوجوان گھٹنوں کے بل بادشاہ کے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ قید میں ایک شخص ہے جو خواب کی تعبیر بیان کرتا ہے۔ "**فارسلون**" اس میں اختصار ہے۔ اصل عبارت یہ ہے کہ اے بادشاہ! مجھے اس کے پاس بھیج۔ اس نے بھیج دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ جیل شہر میں نہ تھی۔

㊻ "**یوسف ایّها الصّدّیق**" صدیق بمعنی کثرت سے سچ بولنے والا "**افتنا فی سبع بقرات سمان یاکلهنّ سبع عجاف وسبع سنبلٰت خضر واخر یابسات**" کیونکہ بادشاہ نے یہ خواب دیکھا ہے...... "**لعلّی ارجع الی النّاس**" مصر والوں کی طرف "**لعلّهم یعلمون**" خواب کی تعبیر اور بعض نے کہا ہے کہ آپ کا علم میں مرتبہ تو یوسف علیہ السلام نے تعبیر دیتے ہوئے فرمایا کہ موٹی تازی گائیں اور سرسبز خوشے تو سات سال خوشحالی کے ہیں اور کمزور گائیں اور خوشے خشک سالی کے سال ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔

㊼ "**قال تزرعون سبع سنین دأبا**" یہ خبر امر کے معنی میں ہے یعنی سات سال اپنی عادت کے موافق کاشتکاری کرو۔ "**دأب**" بمعنی عادت ہے اور بعض نے کہا ہے کہ خوب محنت اور کوشش سے۔ اور عاصم نے حفص کی روایت میں "**دأبا**" ہمزہ کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ دو لغتیں ہیں۔ کہا جاتا ہے "**دأبت فی الدمر ادأب دأبا ودَأَبًا**" جب اس میں کوشش کرے۔ "**فما حصدتّم فذروه فی سنبله**" گندم کو خوشے میں رکھنے کا حکم دیا تا کہ لمبی مدت پڑی رہے خراب نہ ہو۔ "**الّا قلیلا ممّا تاکلون**" تم کھانے کے لیے تھوڑا چھوڑو، ان کو حکم دیا کہ وہ زیادہ محفوظ کریں اور تھوڑا بقدر ضرورت کھائیں۔

㊽ "ثم یأتی من بعد ذلک سبع شداد" قحط کے سالوں کا نام شداد رکھا ہے کیوں کہ وہ لوگوں پر سخت ہوتے ہیں۔ "یاکلن" یعنی فنا کردیں گے۔ "ما قدّمتم" ان سالوں میں وہ غلہ کھایا جائے گا جو تم نے پہلے سے تیار کر رکھا تھا۔ کھانے کی نسبت السنین کی طرف کی ہے بطور توسّع کے۔ "الّا قلیلاً ممّا تحصنون" جو تم بیج کے لیے ذخیرہ کرلو۔

ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَ فِیْهِ یَعْصِرُوْنَ ㊾ وَقَالَ الْمَلِکُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِکَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ ㊿ قَالَ مَا خَطْبُکُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِکَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ کَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ پھر اس (سات برس) کے بعد ایک برس ایسا آوے گا جس میں لوگوں کے لئے خوب بارش ہوگی اور اس میں شیرہ بھی نچوڑیں گے اور شرابیں پیوینگے) اور بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو میرے پاس لاؤ چنانچہ یہاں سے قاصد چلا) پھر جب ان کے پاس (وہ) قاصد پہنچا (اور پیغام دیا تو) آپ نے فرمایا کہ تو اپنی سرکار کے پاس لوٹ جا پھر اس سے دریافت کر کہ (کچھ تم کو خبر ہے) ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے میرا رب ان عورتوں کے فرقہ کے فریب کو خوب جانتا ہے کہا کہ تمہارا کیا واقعہ ہے جب تم نے یوسف (علیہ السلام) سے اپنے مطلب کی خواہش کی عورتوں نے جواب دیا کہ حاشاللہ ہم کو ان میں ذرا بھی تو برائی کی بات نہیں معلوم ہوئی عزیز کی بی بی (جو کہ حاضر تھی) کہنے لگی کہ اب تو حق بات (سب پر) ظاہر ہی ہوگئی (اب اخفاء بیکار ہے سچ یہی ہے کہ) میں نے ہی ان سے اپنے مطلب کی خواہش کی تھی اور بیشک وہی سچے ہیں یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ تمام اہتمام (جو میں نے کیا) محض اس وجہ سے تا کہ عزیز کو (زائد) یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس کی آبرو میں دست اندازی نہیں کی اور یہ (بھی معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا۔

تفسیر ㊾ "ثم یأتی من بعد ذلک عام فیه یغاث النّاسُ" یعنی بارش برسائے جائیں گے۔ غیث سے ہے بمعنی بارش اور بعض نے کہا ہے کہ بچائے جائیں گے۔ یہ عرب کے قول "استغثت فلانا فاغاثنی" سے مشتق ہے۔ "وفیه یعصرون" حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے "تعصرون" تاء کے ساتھ پڑھا ہے اس لیے کہ ساری کلام خطاب پر ہے اور دیگر حضرات نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے، لوگوں کی طرف لوٹاتے ہوئے۔ مطلب یہ ہے کہ انگور کو نچوڑ کر شراب اور زیتون سے زیتون کا تیل اور تلوں کو نچوڑ کر ان کا تیل نکالیں گے۔ مراد یہ ہے کہ خیر اور نعمتیں زیادہ ہوں گی اور ابوعبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "یعصرون" یعنی خشک سالی اور تکلیف سے نجات دیئے جائیں گے۔

⑳ "وقال الملک ائتونی بہ" جب ساقی نے ساری تعبیر بادشاہ کو جا کر بتائی تو بادشاہ کو یقین ہوگیا کہ ایسا ہوگا تو اس نے یہ بات کہی۔ "فلمّا جاء ہ الرّسول حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو جواب دیا کہ بادشاہ کو یہ کہہ دینا کہ اس نے میرے ساتھ آنے سے انکار کر دیا جب تک کہ وہ میری برأت کو ظاہر نہ کردے۔ قال ارجع الی ربّک یعنی اپنے بادشاہ کے پاس جاؤ۔ فاسألہ ما بال النسوۃ الّلاتی قطّعن ایدیھن "عزیز کی بیوی کا نام نہیں لیا، ادب اور احترام کی وجہ سے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں قید میں اتنی لمبی مدت رہتا جو یوسف علیہ السلام رہے تو میں بادشاہ کے بلانے والے کی دعوت کو قبول کر لیتا۔ "انّ ربّی بکیدھنّ علیم" یعنی اللہ تعالیٰ ان کی کارستانیاں جاننے والے ہیں۔ اتنی مدت کے بعد بھی یوسف علیہ السلام نے ان کا تذکرہ کیا تا کہ آئندہ بادشاہ آپ کی طرف تہمت اور خیانت کی نگاہ سے نہ دیکھے تو وہ بندہ یہ پیغام لے کر بادشاہ کے پاس گیا تو اس نے عورتوں کو بلوایا اور عزیز کی بیوی کو بھی۔

㉑ "قال ان سب عورتوں کو کہا "ما خطبکنّ" کیا ہے تمہاری شان اور تمہارا معاملہ۔ "اذ راودتّن یوسف عن نفسہ" ان عورتوں کو خطاب کیا اور مراد عزیز کی بیوی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ عزیز کی بیوی نے یوسف علیہ السلام کو پھسلایا تھا اور باقی تمام عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو اس کی بات ماننے کا کہا تھا اس لیے ان سب کو خطاب کیا ہے۔ قلن حاشا للّٰہ "اللہ کی پناہ "ما علمنا علیہ من سُوء" ہم نے نہیں دیکھی اس میں خیانت "قالت امرأۃ العزیز الان حصحص الحق" اب حق ظاہر ہوگیا۔ بعض نے کہا ہے کہ عورتیں عزیز کی بیوی کی طرف متوجہ ہو کر اس سے اقرار کرانے لگیں تو اس نے اقرار کیا اور بعض نے کہا ہے کہ اس کو خوف ہوا کہ یہ عورتیں میرے خلاف گواہی نہ دے دیں تو اس نے کہا "انا راودتہ عن نفسہ وانّہ لمن الصادقین" اپنے اس قول میں "ھی راودتنی عن نفسی" جب یوسف علیہ السلام کو اس بات کی اطلاع پہنچی تو فرمایا۔

㉒ "ذٰلک" یعنی یہ جو میں نے بادشاہ کے قاصد کو واپس بھیج کر کیا "لیعلم" تا کہ عزیز مصر جان لے "انّی لم اخنہ" اس کی بیوی کے بارے میں میں نے کبھی اس کی موجودگی یا عدم موجودگی میں خیانت نہیں کی۔

"بالغیب وان اللّٰہ لا یھدی کید الخائنین" یہ کلام یوسف علیہ السلام تھا جو عزیز کی بیوی کے کلام "انا راودتہ عن نفسہ" سے متصل ہے اس میں کوئی تمیز نہیں کی گئی کیونکہ سامعین پہچانتے ہیں کہ کون سی کلام کس کی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ اصل عبارت ہے "ارجع الی ربّک فاسألہ ما بال النسوۃ الّلاتی قطّعن ایدیھن انّ ربی بکیدھن علیم ذلک لیعلم انّی لم اخنہ بالغیب" کہا گیا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام نے یہ بات کہی تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا جب اس کا ارادہ کیا تھا اس وقت بھی خیانت نہ کی تھی؟ تو یوسف علیہ السلام نے کہا "وما ابرّیٔ نفسی" سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عزیز کی بیوی نے کہا اس وقت بھی خیانت نہ کی جب آپ نے شلوار کھولی اے یوسف! (علیہ السلام) تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵۳﴾

وَقَالَ الۡمَلِکُ ائۡتُوۡنِیۡ بِہٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡہُ لِنَفۡسِیۡ ۚ فَلَمَّا کَلَّمَہٗ قَالَ اِنَّکَ الۡیَوۡمَ لَدَیۡنَا مَکِیۡنٌ اَمِیۡنٌ ﴿۵۴﴾

ترجمہ اور (باقی) میں اپنے نفس کو (بالذات) بری (اور پاک) نہیں بتلاتا (کیونکہ) نفس تو (ہر ایک کا) بری ہی بات بتلاتا ہے بجز اس (بعض) کے جس پر میرا رب رحم کرے بلاشبہ میرا رب بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے اور (یہ سن کر) بادشاہ نے کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ میں ان کو خاص اپنے (کام کے) لئے رکھوں گا پس جب بادشاہ نے ان سے باتیں کیں تو بادشاہ نے (ان سے) کہا کہ تم ہمارے نزدیک آج (سے) بڑے معزز اور معتبر ہو

تفسیر ⑤③ **"وما ابرّئ نفسی"** اور میں اپنے نفس کو خطاء اور پھسلنے سے بری نہیں کہتا **"ان النّفس لامّارة بالسّوء"** نفس تو نافرمانی پر ہی ابھارتا ہے۔ **"الّا ما رحم ربّی"** مگر جس پر میرا رب رحم کرے اور اس کو بچالے۔ یہاں مَا مَن کے معنی میں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے فرمان **"فانکحوا ما طاب لکم"** میں ہے یعنی **"من طاب لکم"** یہ فرشتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شہوت سے بچایا ہوا ہے۔ **"انّ ربّی غفور رحیم"** جب بادشاہ کے سامنے یوسف علیہ السلام کی بے گناہی واضح ہوگئی اور ان کی امانت کو پہچان لیا تو ملاقات کا شوق ہوا تو کہنے لگا۔

⑤④ **"وقال الملک ائتونی به استخلصه لنفسی"** میں برائے راست اس کو اپنے لئے رکھنا چاہتا ہوں **"فلمّا کلّمه"** اس میں اختصار ہے۔ اصل عبارت یہ ہے کہ قاصد آیا اور یوسف علیہ السلام کو کہا۔ اب بادشاہ کے پاس چلیں۔ روایت کیا گیا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام وہاں سے کھڑے ہوئے تو قیدیوں کے لیے دُعا کی اے اللہ! ان پر نیک لوگوں کے دل نرم کردیں اور ان پر خبریں مخفی نہ رکھنا تو وہ لوگ ہر شہر میں لوگوں سے زیادہ خبریں جاننے والے ہوئے۔ جب جیل سے نکلے تو اس کے دروازہ پر لکھا کہ یہ زندوں کی قبر ہے اور غموں کا گھر ہے اور سچوں کی تجربہ گاہ ہے اور دشمنوں کی خوشی کی جگہ ہے۔ پھر غسل کیا اور صاف ستھرے ہوئے اور اچھے کپڑے پہنے اور بادشاہ کی طرف چل پڑے۔

وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے دروازے پر ٹھہر کر کہا **"حسبی ربّی من دنیای وحسبی ربّی من خلقه عزّجاره وجلّ ثناؤه ولا اله غیره"** پھر بادشاہ پر داخل ہوکر کہا **"اللهمّ ان اسالک بخیرک من خیره واعوذبک من شرّه وشرّ غیره"** یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کو عربی میں سلام کیا۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کون سی زبان ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میرے چچا اسماعیل علیہ السلام کی زبان ہے پھر اس کو عبرانی میں دُعا دی۔ اس نے پوچھا یہ کون سی زبان ہے؟ تو فرمایا یہ میرے آباء کی زبان ہے۔ بادشاہ ان دونوں زبانوں کو نہ جانتا تھا۔ وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بادشاہ ستر زبانوں میں گفتگو کرتا تھا وہ جس زبان میں گفتگو کرتا یوسف علیہ السلام اسی زبان میں جواب دیتے اور عربی اور عبرانی زبان میں

اس پر اضافہ کر دیتے تو بادشاہ اتنی کم عمری میں یہ کمالات دیکھ کر حیران رہ گیا تو یوسف علیہ السلام کو بٹھایا۔

"قال انک الیوم لدینا مکین امین" یعنی سچا۔ روایت کیا گیا ہے کہ بادشاہ نے کہا کہ میں اپنا خواب آپ کے منہ سے سننا چاہتا ہوں تو یوسف علیہ السلام نے پورا خواب سنایا اے بادشاہ! تو نے سات موٹی تازی سفید خوبصورت گائیں دیکھی ہیں جو تیرے سامنے دریائے نیل کے کنارے سے آئی تھیں، ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے اور بچے پیچھے آ رہے تھے تو ان کو دیکھ رہا تھا اور ان کی خوبصورتی تجھے بھلی معلوم ہو رہی تھی کہ اچانک دریائے نیل خشک ہو گیا اور اس کے کیچڑ سے سات لاغر کیچڑ میں لت پت گائیں نکلیں جن کے پیٹ سکڑے ہوئے تھے نہ ان کے تھن تھے اور نہ دودھ پینے والے بچے۔ ان کے دانت (کچلیاں) اور داڑھیں تھیں اور ہتھیلیاں کتوں کی ہتھیلیوں جیسی تھیں اور ناک درندوں کی ناک کی طرح تھیں۔ انہوں نے موٹی گائیوں کو درندوں کی طرح چیر پھاڑ ڈالا اور ان کا گوشت کھالیا، ان کے چمڑے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور ان کی ہڈیاں ریزہ ریزہ کر دیں اور ان کا گودہ صاف کر دیا۔ پس آپ یہ دیکھ کر تعجب کر رہے تھے کہ اچانک سات سرسبز بالیاں اور سات سیاہ بالیاں ایک تنا میں تھیں ان کی جڑیں پانی اور نمناک مٹی میں تھیں تو اپنے دل میں کہہ رہا تھا یہ کیا چیز ہے؟ سرسبز پھل آور اور یہ سیاہ خشک اور ان کا تنا اور جڑ ایک ہے تو ہوا چلی اور خشک بالیوں کے پتے سرسبز بالیوں پر ڈال دیئے تو ان میں آگ بھڑک اٹھی وہ جل کر سیاہ ہو گئیں یہ تو نے دیکھا ہے تو تو گھبرا کر بیدار ہو گیا تو بادشاہ نے کہا اللہ کی قسم! یہ خواب اس سے بھی عجیب تھا جو میں نے آپ سے سنا۔ اے دوست! آپ میرے خواب کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ تو بعد میں یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ غلہ جمع کریں اور خوب کاشتکاری کرائیں، ان خوشحالی کے سالوں میں اور غلہ گوداموں میں رکھوادیں بالیوں اور سیٹوں میں تاکہ سٹے اور بالیاں جانوروں کی خوراک بن جائیں گی اور دانے لوگوں کی خوراک بن جائیں اور لوگوں کو حکم دیں کہ وہ اپنے غلہ کا خمس نکالیں تو جو غلہ آپ نے جمع کیا ہوگا وہ مصر والوں کے لیے کافی ہو جائے گا اور دیگر علاقوں سے لوگ غلہ کے لیے آئیں گے تو آپ ان کو غلہ بیچنا تو آپ کے پاس اتنا خزانہ بھی جمع ہو جائے گا جو کسی کے پاس نہ ہوگا تو بادشاہ کہنے لگا یہ سارا انتظام کون کرے گا کون بیچے گا؟

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ. اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾

ترجمہ: یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کر دو میں (ان کی) حفاظت (بھی) رکھوں گا (اور) خوب واقف ہوں۔

تفسیر ⑤⑤ "قال یوسف علیہ السلام نے اجعلنی علی خزائن الارض" خزائن خزانہ کی جمع ہے اس سے مراد غلہ اور مال کے گودام ہیں اور ارض سے مراد مصر کی زمین ہے۔ "انی حفیظ علیم" یعنی ان گوداموں پر حفیظ اور اس کے مصالح کو جاننے والا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ میرے بھائی یوسف علیہ السلام پر رحم کرے۔ اگر وہ یہ نہ کہتے "اجعلنی علی خزائن الارض" تو وہ اسی وقت ان کو امیر بنا دیتا لیکن ان کے یہ کہنے کی وجہ ایک سال مؤخر کر دیا۔ آپ علیہ السلام ایک سال بادشاہ کے ساتھ اس کے گھر میں رہے اور اسی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما

سے مروی ہے کہ جب وہ سال مکمل ہوگیا جس میں یوسف علیہ السلام نے امارۃ کا سوال کیا تھا تو بادشاہ نے آپ علیہ السلام کو بلوایا اور آپ علیہ السلام کو تلوار پہنائی اور آپ علیہ السلام کے لیے سونے کا تخت بچھوایا۔ جس پر یاقوت اور موتی لگے ہوئے تھے اور ریشم کا استر اس پر چڑھوایا اور تخت کی لمبائی تیس گز اور چوڑائی دس گز تھی۔ اس پر تیس بچھونے تھے اور ساٹھ تکیے تو یوسف علیہ السلام کو آنے کا کہا جب آپ علیہ السلام تاج پہنے نکلے تو آپ کا رنگ برف کی طرح اور چہرہ چاند کی طرح تھا، کوئی بھی آپ علیہ السلام کے چہرے میں اپنی صورت دیکھ سکتا تھا۔ آپ علیہ السلام تخت پر آ کر بیٹھ گئے۔ بادشاہ نے قطفیر کو معزول کر کے سارے معاملات آپ علیہ السلام کے سپرد کر دیئے۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابن زید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مصر کے بادشاہ کے بہت خزانے تھے سب کا انتظام آپ علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔ کہتے ہیں کہ پھر کچھ دن بعد قطفیر مرگیا تو بادشاہ نے اس کی بیوی راعیل کا نکاح یوسف علیہ السلام سے کر دیا تو یوسف علیہ السلام جب اس کے پاس گئے تو کہا کہ کیا یہ اس سے بہتر نہیں جس کی طرف تو مجھے بہلاتی تھی؟ تو اس نے کہا اے صدیق مجھے ملامت نہ کیجئے میں خوبصورت اور ناز و نعم میں پلی ہوئی عورت تھی میرا خاوند عورتوں کے پاس نہ آتا تھا اور آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسا حسن و جمال دے رکھا تھا تو میرا نفس مغلوب ہوگیا اور شہوت قوی ہوگئی اور آپ کی محبت میں عقل کھو بیٹھی تو یوسف علیہ السلام نے اس کو کنواری پایا، اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ افرائیم بن یوسف علیہ السلام اور میشا بن یوسف علیہ السلام اور مصر کا نظام بڑے احسن انداز میں چلایا کہ مرد و عورت سب آپ سے محبت کرنے لگے۔ پس یہ مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان۔

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

ترجمہ: اور ہم نے ایسے (عجیب) طور پر یوسف (علیہ السلام) کو ملک میں با اختیار بنا دیا کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں سہیں ہم جس پر چاہیں اپنی عنایت متوجہ کر دیں اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے اور آخرت کا اجر کہیں زیادہ بڑھ کر ہے ایمان اور تقویٰ والوں کے لئے۔

تفسیر: ⑯ "وكذالك مكنا ليوسف في الارض" یعنی مصر کی زمین کا ان کو مالک بنایا اور جو چاہے اس میں کرتے ہیں۔ صرف ابن کثیر نے (نشاء) نون کے ساتھ پڑھا یا ہے اللہ تعالیٰ کے قول (مکنا) پر کرتے ہوئے اور دیگر حضرات نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے اللہ تعالیٰ کے قول یتبوا پر لوٹاتے ہوئے (نصيب برحمتنا) اپنی نعمت کے ساتھ۔ یتبوّا ٹھہرتے ہیں جہاں منها حيث يشآءُ نصيب برحمتنا من نشاء ولا نضيع اجر المحسنين" ابن عباس رضی اللہ عنہما اور وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صبر کرنے مرد مراد ہیں۔ مجاہد اور ان کے علاوہ لوگ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام بادشاہ کو برابر اسلام کی دعوت دیتے رہے یہاں تک کہ وہ اور بہت سے لوگ اسلام لے آئے، یہ تو دُنیا کے معاملہ میں ہوا۔

⑤⑦ "ولا جر الآخرة اجر سے مراد آخرت کا ثواب خیر للّذین اٰمنوا و کانوا یتقون" جب یوسف علیہ السلام نے اچھی تدبیر کے ساتھ غلہ جمع کر لیا اور بہت سے محل اور قلعے بنوا لیے اور ان میں غلہ بھروا دیا تو خوشحالی کے سال چلے گئے اور پھر ایسے قحط کے سال آئے کہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہ ہوا تھا تو پہلے سال میں لوگوں کا سارا غلہ ختم ہو گیا جو انہوں نے خوشحالی کے سالوں میں جمع کیا تھا۔

تو اہل مصر یوسف علیہ السلام سے غلہ خریدنے آئے تو پہلے سال یوسف علیہ السلام نے ان کو نقد کے بدلے غلہ دیا یہاں تک کہ مصر میں کوئی دینار اور درہم نہ بچا جو یوسف علیہ السلام نے نہ لے لیا ہو اور دوسرے سال زیورات اور موتیوں کے بدلے غلہ فروخت کیا حتیٰ کہ لوگوں کے زیور وغیرہ بھی باقی نہ بچے اور تیسرے سال جانور اور مویشی دے کر غلہ لیا، وہ بھی ختم ہو گئے اور چوتھے سال غلام اور لونڈیاں دے کر غلہ خریدا یہاں تک کہ کسی کے پاس کوئی غلام اور لونڈی نہ رہی اور پانچویں سال زمین اور گھر اور گھریلو سامان کے بدلے غلہ لیا اور چھٹے سال اپنی اولاد کو غلام بنا کر غلہ لیا اور ساتویں سال خود اپنے آپ کو غلام بن کر غلہ خریدا۔

تو مصر میں کوئی آزاد مرد یا عورت نہ رہی تو لوگوں نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کی بادشاہت جیسی بادشاہت ہم نے کبھی نہیں دیکھی تو یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے مشورہ مانگا۔ اس نے کہا آپ علیہ السلام کی رائے چلے گی ہم آپ علیہ السلام کے تابع ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ اور آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے تمام اہل مصر کو آزاد کر دیا اور ان کی املاک ان کو واپس کر دیں اور روایت کیا گیا ہے کہ ان ایام میں یوسف علیہ السلام نے پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا تو ان سے عرض کیا گیا کہ آپ علیہ السلام بھوکے رہتے ہیں حالانکہ آپ علیہ السلام کے قبضہ میں زمین کے خزانے ہیں تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے پیٹ بھرا تو بھوکے لوگوں کو بھول جاؤں گا اور یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے خانسامہ کو کہا کہ بادشاہ کو آدھا دن گزرنے کے بعد کھانا دیا کرو تا کہ وہ بھوکے لوگوں کو نہ بھول جائے۔ یہ قحط اطراف کے علاقوں تک بھی پہنچا اور لوگ یوسف علیہ السلام کے پاس آنے لگے اور یہ قحط کنعان اور شام تک بھی پہنچا۔ یوسف علیہ السلام کسی کو بھی ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ نہ دیتے تھے۔ یعقوب علیہ السلام کو بھی قحط کی آزمائش پہنچی تو اپنے بیٹوں کو غلہ کے لیے مصر بھیجا اور یوسف علیہ السلام کے بھائی بنیامین کو اپنے پاس روک لیا۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ⑤⑧

ترجمہ: اور (کنعان میں بھی قحط ہوا تو) یوسف کے بھائی آئے پھر یوسف کے پاس پہنچے سو یوسفؑ نے ان کو پہچان لیا اور انہوں نے یوسفؑ کو نہیں پہچانا۔

تفسیر: ⑤⑧ "وجاء اخوة یوسف" یہ دس تھے ان کے گھر فلسطین کی زمین کے قریب تھے۔ غور الشام پر یہ دیہات کے رہنے والے اونٹوں اور بکریوں والے تھے تو یعقوب علیہ السلام نے ان کو بلا کر فرمایا۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا تھا کہ اے میرے بیٹو! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ مصر کا بادشاہ نیک ہے غلہ بیچتا ہے۔ تم تیاری کر کے اس سے غلہ خریدنے جاؤ، وہ مصر آئے۔ "فدخلوا علیه فعرفهم وهم له منکرون" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کیونکہ اس زمانے اور کنویں میں ڈالنے کے درمیان چالیس سال کا وقفہ تھا۔

عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس لیے نہ پہچانا کہ یوسف علیہ السلام تخت شاہی پر تاج پہنے بیٹھے تھے تو یوسف علیہ السلام کو اپنا تعارف کرایا اور یعقوب علیہ السلام کے بارے میں بتایا کہ ہم جاسوس نہیں ہیں ہم ضرورت مند ہیں ایک باپ کی اولاد ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ کتنے بھائی ہو؟ انہوں نے کہا بارہ تھے، ایک بھائی جنگل میں ہلاک ہوگیا۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تم دس ہو، گیارھواں کہاں ہے؟ انہوں نے کہا ہمارے باپ کے پاس اس کے لیے کہ وہ اس ہلاک ہونے والے کا ماں شریک بھائی ہے۔

ہمارے والد اس کے ذریعے دل کی تسلی کرتے ہیں تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کون جانتا ہے کہ تم سچے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اس شہر میں ہم اجنبی ہیں ہمیں یہاں کوئی نہیں جانتا تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے اس بھائی کو لاؤ جو تمہارے والد کے پاس ہے اگر تم سچے ہو تو میں راضی ہو جاؤں گا تو وہ کہنے لگے ہمارے والد اس کی جدائی پر غمگین ہوں گے لیکن ہم ان کو منائیں گے تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے میں سے کسی کو میرے پاس رہن رکھ جاؤ اور اپنے بھائی کو لے آؤ تو انہوں نے قرعہ ڈالا جو شمعون کے حق میں نکلا۔ یہ ان سب میں یوسف علیہ السلام کے بارے میں اچھی رائے رکھتا تھا تو اس کو پیچھے چھوڑ دیا۔

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُمْ مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿٥٩﴾ فَإِنْ لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ ﴿٦٠﴾ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ﴿٦١﴾ وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٦٢﴾

ترجمہ اور جب یوسفؑ نے ان کا سامان (غلہ کا) تیار کر دیا تو (چلتے وقت) فرمایا کہ اپنے علاتی بھائی کو بھی (ساتھ) لانا (تا کہ اس کا حصہ بھی دیا جا سکے) تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں سب سے زیادہ مہمان نوازی کرتا ہوں اور اگر تم (دوبارہ آئے اور اسکو میرے پاس نہ لائے تو نہ میرے پاس تمہارے نام کا غلہ ہوگا اور نہ تم میرے پاس آنا وہ بولے (دیکھئے) ہم (اپنے حد امکان تک تو) اس کے باپ سے اس کو مانگیں گے اور ہم اس کام کو ضرور کریں گے اور یوسف (علیہ السلام) نے اپنے نوکروں سے کہہ دیا کہ ان کی جمع پونجی ان (ہی) کے اسباب میں (چھپا کر) رکھ دو تا کہ جب اپنے گھر جاویں تو اس کو پہچان لیں شاید کہ (یہ احسان و کرم دیکھ کر) پھر دوبارہ آویں۔

تفسیر ⑤⑨ "**ولمّا جهّزهم بجهازهم** ان سے کئے ہوئے وعدہ کے مطابق ہر ایک کو اونٹ جتنا سامان دیا۔ **قال ائتونی باخ لکم من ابیکم** "بنیامین کو لے آؤ" **اَلاَ ترون انّی او فی الکیل** "پورا تول دیتا ہوں کچھ کمی نہیں کرتا تو تمہیں ایک اونٹ کا غلہ زیادہ دوں گا تمہارے بھائی کی وجہ سے اور تمہاری اچھی مہمانی کروں گا۔ "**وانا خیر المنزلین**" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے اچھا مہمان نواز کیونکہ یوسف علیہ السلام نے ان کے خوب طرف داری کی تھی۔

⑥⑩ "**فان لّم تأتونی به فلا کیل لکم عندی** تمہارے لئے میرے پاس کوئی غلہ نہ ہوگا جس کو کیل کر کے دوں **ولا تقربون**"

میرے گھر اوراس شہر میں داخل نہ ہوتا ”لاتقربون“ یا نہی کا صیغہ ہے یا نفی کا۔ معنی یہ ہے کہ میرے پاس یا میرے قریب بھی نہ آؤ۔

⑥①”قالوا سنراود عنه اباه ان سے یہ مطالبہ کریں گے کہ وہ اس کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔

وانّا لفاعلون“ جو آپ نے ہمیں حکم دیا۔

⑥②”وقال لفتیانه حمزہ، کسائی اور حفص رحمہما اللہ نے ”لفتیانه“ الف اور نون کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے ”لفتیته“ تاء کے ساتھ بغیر الف کے پڑھا ہے۔ مراد ان کے خدمت گار ہیں اور یہ دو لغتیں ہیں الصبیان اور الصبیۃ کی طرح۔ اجعلوا بضاعتهم“ ان کے غلہ کی قیمت، یہ چند دراہم تھے۔ اور ضحاک رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ جوتے اور چمڑے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ گندم کے ستو کے آٹھ توشے دان تھے اور پہلا قول اصح ہے۔ ”فی رحالهم“ ان کے ظروف میں۔ یہ رحل کی جمع ہے۔ ”لعلهم یعرفونها اذا انقلبوا الٰی اهلهم لعلّهم یرجعون“ اس سبب میں اختلاف ہے جس کی وجہ سے یوسف علیہ السلام نے یہ کام کیا تھا۔

بعض علماء نے کہا کہ حضرت یوسف نے تکمیل احسان اور اتمام نوازش کے جذبہ کے زیر اثر بھائیوں کا سامان واپس رکھوا دیا تاکہ وہ جانیں کہ بادشاہ کی ہم پر بڑی عنایت ہے کہ اس نے سامان بھی واپس کر دیا اور اسی خیال کے تحت دوبارہ مصر کو لوٹ آئیں۔ بعض نے کہا: حضرت یوسف نے باپ اور بھائیوں سے غلہ کی قیمت وصول کرنا اچھا نہ سمجھا اور ایسی حالت میں کہ باپ بھائی محتاج تھے۔ قیمت لینے کو کمینہ پن خیال کیا۔ کلبی نے کہا: حضرت یوسف کو اندیشہ ہوا کہ کہیں باپ کے پاس اور روپیہ نہ ہو اور روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ لوٹ کر نہ آئیں۔ بعض نے کہا: حضرت یوسف کو معلوم تھا کہ یہ امانت دار لوگ ہیں۔ ان کی دیانت ان کو آمادہ کرے گی کہ یہ سرمایہ لوٹا کر لائیں۔ یہ اس پونجی کو اپنے لئے حلال نہ سمجھیں گے۔

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ⑥③

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ⑥④

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ⑥⑤

ترجمہ: غرض جب لوٹ کر اپنے باپ (یعقوب علیہ السلام) کے پاس پہنچے کہنے لگے اے ابا ہمارے لئے (مطلقاً) غلہ کی بندش کر دی گئی ہے سو آپ ہمارے بھائی (بنیامین) کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ ہم (پھر) غلہ لاسکیں اور ہم ان کی پوری حفاظت رکھیں گے یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ بس (رہنے دو) میں اس کے بارہ میں بھی تمہارا ویسے ہی اعتبار کرتا ہوں جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی (یوسفؑ) کے بارے میں تمہارا اعتبار کر چکا ہوں سو (اللہ کے سپرد ہے) وہی سب سے بڑھ کر نگہبان ہے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے اور اس گفتگو کے بعد

جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو (اس میں) ان کو ان کی جمع پونجی (بھی) ملی کہ ان ہی کو واپس کر دی گئی کہنے لگے کہ اے ابا (لیجئے) اور ہم کو کیا چاہئے یہ ہماری جمع پونجی بھی تو ہم ہی کو لوٹا دی گئی اور اپنے گھر والوں کے واسطے (اور) رسد لاویں گے اور اپنے بھائی کی خوب حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ غلہ اور زیادہ لاویں گے یہ تو تھوڑا سا غلہ ہے۔

تفسیر ⑥③ "فلمّا رجعوا الی ابیھم قالوا یا ابانا" ہم ایک بہت اچھے آدمی کے پاس سے آرہے ہیں اس نے ہمیں مہمان بنایا اور اتنا اکرام کیا کہ اگر یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے بھی کوئی ہوتا تو ہمارا اتنا اکرام نہ کرتا تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا جب تم مصر جاؤ تو اس کو میرا سلام کہنا اور اس کو کہنا کہ ہمارے والد آپ کے لیے دُعا کریں گے۔ پھر پوچھا کہ شمعون کہاں ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ شاہِ مصر نے اس کو رہن رکھ لیا ہے اور ساری بات بتائی تو یعقوب علیہ السلام نے پوچھا تم نے اس کو گیارہویں بھائی کا کیوں بتایا؟ انہوں نے کہا کہ ان لوگوں نے ہمیں جاسوس سمجھ کر پکڑ لیا تھا جب ہم نے عبرانی زبان میں گفتگو کی اور پوری بات بتائی اور کہنے لگے اے ہمارے والد "منع منا الکیل" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم اپنے ساتھ اپنا بھائی نہ لے گئے تو وہ ہمیں غلہ نہ دے گا اور بعض نے کہا ہے کہ صرف ہمارے اونٹوں کا بوجھ دیا گیا بنیامین کے حصہ کا غلہ روک لیا گیا۔ یہاں کیل سے غلہ مراد ہے۔ "فارسل معنا اخانا" بنیامین "نکتل حمزہ اور کسائی رحمہما اللہ نے "یکتل" یاء کے ساتھ پڑھا ہے یعنی وہ اپنے لیے کیل (ماپ) کرے گا جیسے ہم کیل ماپا کریں گے اور دیگر حضرات نے "نکتل" نون کے ساتھ پڑھا ہے، ہم اور وہ غلہ کو ماپیں گے اور بعض نے کہا ہے "نکتل" سے ہم اس کے لیے ماپ کریں۔ وانا لہ لحافظون"

⑥④ "قال ھل آمنکم علیہ الّا کما امنتکم علی اخیہ یوسف من قبل" یعنی کیسے تم پر مطمئن ہو جاؤں حالانکہ تم اس کے بھائی یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ کرتا تھا کر چکے ہو۔ "فاللہ خیر حافظا حمزہ اور کسائی اور حفص رحمہما اللہ نے "حافظا" الف کے ساتھ تفسیر کی بناء پر پڑھا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "ھو خیر رجلا" اور دیگر حضرات نے "حفظا" بغیر الف کے مصدر کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی "خیر کم حفظا" فرمایا کہ اس کی حفاظت تمہاری حفاظت سے بہتر ہے۔ وھو ارحم الرّاحمین"

⑥⑤ "ولمّا فتحوا متاعھم" جو وہ مصر سے لائے تھے۔ "وجدوا بضاعتھم اپنے غلہ میں اپنے سکوں کو موجود پایا جو ان کو واپس لوٹائے گئے تھے ردّت الیھم قالوا یا ابانا ما نبغی کیا ہم اور کون سی چیز ہم تلاش کرتے ہیں؟ کیونکہ انہوں نے یعقوب علیہ السلام کو بادشاہ کا احسان یاد دلایا اور بنیامین کو ان کے ساتھ بھیجنے پر اُبھارا، پھر جب انہوں نے سامان کھولا اور اپنی رقم مل گئی۔ کہنے لگے "یا ابانا ما نبغی" "ھذہ بضاعتنا رُدّت الینا" یعنی ہم گفتگو سے کیا چیز طلب کر رہے تھے یہ اس کا احسان اور سخاوت ہے کہ تول پورا دیا اور قیمت بھی واپس کر دی۔ "ونمیر اھلنا" ہم ان سے گندم خریدیں گے اور گھر والوں کی طرف لائیں گے۔ "مَا رَاھلہ یمیر میراً" اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی دوسرے شہر سے گندم گھر لائے اور اسی کی مثل "امتار یمتار امتیاراً" ہے۔ "ونحفظ اخانا بنیامین اس سے جس کا آپ کو ڈر ہے "ونزداد" اپنے کجاووں پر "کیل بعیر" اس لیے کہ یوسف علیہ السلام ہر شخص کے نام پر ایک اونٹ کا بوجھ دیتے تھے۔ "ذلک کیل یسیر" یعنی جو ہم اب لے کر آئے ہیں

یہ تھوڑا ہے ہماری اور گھر والوں کی ضرورت کے لیے کافی نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ معنی یہ ہے کہ ہم ایک اونٹ کا بوجھ زیادہ کریں گے یہ آسان غلہ ہے جس میں نہ کوئی مشقت ہے اور نہ کوئی خرچ۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعیر سے یہاں گدھا مراد ہے کہ ایک گدھے کا بوجھ زیادہ لائیں گے اور یہ بھی ایک لغت ہے کہ گدھے کو بعیر کہا جاتا ہے اور ان لوگوں کے پاس گدھے تھے اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے کہ بعیر سے معروف معنی یعنی اونٹ مراد ہے۔

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمہ یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا اس وقت تک ہرگز اس کو تمہارے ہمراہ نہ بھیجوں گا جب تک کہ اللہ کی قسم کھا کر مجھ کو پکا قول نہ دو گے کہ تم اس کو ضرور لے ہی آؤ گے ہاں اگر کہیں گھر ہی جاؤ تو مجبوری ہے (چنانچہ سب نے اس پر قسم کھائی) سو جب وہ قسم کھا کر اپنے باپ کو قول دے چکے تو انہوں نے فرمایا کہ ہم لوگ جو کچھ بات چیت کر رہے ہیں یہ سب اللہ ہی کے حوالے ہے اور (چلتے وقت) یعقوب (علیہ السلام) نے (ان سے) فرمایا کہ اے میرے بیٹو سب کے سب ایک ہی دروازے سے مت جانا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے جانا اور خدا کے حکم کو تم پر سے نہیں ٹال سکتا حکم تو بس اللہ ہی کا (چلتا) ہے (باوجود اس تدبیر ظاہری کے دل سے) اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی پر اور بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے اور جب (مصر پہنچ کر) جس طرح ان کے باپ نے کہا تھا (اسی طرح شہر کے) اندر داخل ہوئے تو باپ کا ارمان پورا ہو گیا (باقی) ان کے باپ کو ان سے (یہ تدبیر بتلا کر) خدا کا حکم ٹالنا مقصود نہ تھا لیکن یعقوب (علیہ السلام) کے جی میں (درجہ تدبیر میں) ایک ارمان (آیا) تھا جس کو انہوں نے ظاہر کر دیا اور وہ بلاشبہ بڑے عالم تھے بایں وجہ کہ ہم نے ان کو علم دیا تھا لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔

تفسیر ﴿۶۶﴾ "قال" ان کو یعقوب علیہ السلام نے **"لن ارسله معكم حتّٰى تؤتون موثقا"** عہد و پیمان **"من الله"** اور عہد موثق جس کو قسم کے ذریعے مؤکد کیا گیا ہو اور بعض نے کہا ہے اپنے اوپر اللہ کو گواہ بنا کر مؤکد کیا گیا ہو۔ **"لتاتنّني به"** اور لام اس میں داخل کیا گیا ہے اس لیے کہ کلام کا معنی قسم ہے۔ **"لتاتنّني به الّا ان يّحاط بكم"** مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مگر یہ

کہ تم سب ہلاک ہو جاؤ اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مگر یہ کہ تم مغلوب ہو جاؤ اور مقابلہ کی طاقت نہ رکھو۔ اور واقعہ میں یہ بھی ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی بہت دل گرفتہ ہوئے اور بہت کوشش کی اور یعقوب علیہ السلام کے پاس بنیامین کو بھیجنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ "فلمّا اتوہ موثقھم قال" یعنی یعقوب علیہ السلام "اللّٰہ علی ما نقول و کیل" گواہ ہے۔ کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب یعقوب علیہ السلام نے "فاللّٰہ خیر حافظا وھو ارحم الرّاحمین" کہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری عزت کی قسم! تو نے مجھ پر بھروسہ کیا ہے۔ میں ان دونوں کو ضرور آپ کے پاس واپس لاؤں گا۔

⑥⑦ "وقال" جب وہ یعقوب علیہ السلام سے روانہ ہونے لگے تو فرمایا۔ "یا بَنِیَّ لا تدخلوا من باب وّاحد وادخلوا من ابواب متفرّقۃ" کیونکہ وہ لوگ بڑے خوبصورت دراز قد اور مضبوط جسم والے تھے تو یعقوب علیہ السلام کو خوف ہوا کہ ان کو نظر نہ لگ جائے تو ان کو حکم دیا کہ مختلف دروازوں سے داخل ہوں تاکہ نظر لگنے سے بچ جائیں کیونکہ نظر کا لگنا برحق ہے اور اثر میں وارد ہوا ہے کہ نظر بندے کو قبر اور اونٹ کو قدر (ہنڈیا) میں داخل کر دیتی ہے۔ اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو یہ اُمید تھی کہ اگر وہ جدا جدا ہو کر داخل ہوں گے تو یوسف علیہ السلام کو بھی دیکھ لیں گے اور پہلا قول اصح ہے۔ "وما اغنی عنکم من اللّٰہ من شیء" معنی یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کر دیا ہے تو وہ تم کو ضرور پہنچے گا چاہے تم اکٹھے ہو یا جدا کیونکہ مقدر ہو کر رہتا ہے اور تدبیر تقدیر کے آگے نفع نہیں دیتی۔ "ان الحکم" نہیں ہے حکم "الاّ للّٰہ" یعقوب علیہ السلام نے اللہ کی طرف معاملہ سپرد کر دیا ہے "علیہ توکّلت وعلیہ فلیتوکّل المتوکّلون"

⑥⑧ "ولمّا دخلوا من حیث امر ھم ابوھم" یعنی مختلف دروازوں سے اور بعض نے کہا ہے کہ شہر فرماء کے چار دروازے تھے ان سے داخل ہوئے۔ "ما کان یغنی عنھم من اللّٰہ شیء" اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کی بات کی تصدیق کر دی ہے۔ "الاّ حاجۃ فی نفس یعقوب قضاھا" ان پر ویسی شفقت کی جیسی کوئی بھی باپ اپنی اولاد پر کرتا ہے جب وہ سفر پر جانے لگے۔ "وانّہ لذو علم" یعنی جو کچھ وہ کرتے تھے علم کی وجہ سے کرتے تھے نہ کہ جہالت کی وجہ سے۔ "لما علّمناہ" یعنی ہماری تعلیم کی وجہ سے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق عمل کرتے تھے۔ سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے علم پر عمل نہ کرے وہ عالم نہیں ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ اس کو محفوظ رکھتے ہیں جو ہم نے ان کو علم دیا۔ "ولکنّ اکثر النّاس لا یعلمون" جو کچھ یعقوب علیہ السلام جانتے تھے اس لیے کہ وہ درست علم کے راستے پر نہیں چلے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مشرک نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو کیا الہام کیا ہے۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ⑥⑨

ترجمہ: اور جب یہ لوگ (برادران یوسفؑ) یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے (تو) انہوں نے اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ملا لیا (اور تنہائی میں ان سے) کہا کہ میں تیرا بھائی یوسفؑ ہوں سو یہ لوگ جو کچھ (بدسلوکی) کرتے رہے ہیں اس کا رنج مت کرنا۔

اوی الیہ اخاہ کی تفسیر

تفسیر ⑲ "ولمّا دخلوا علٰی یوسف" تو کہا یہ ہمارا بھائی ہے جس کے لانے کا آپ علیہ السلام نے حکم دیا تھا۔ یوسف علیہ السلام نے کہا تم نے اچھا کیا عنقریب تم اس کی جزا پاؤ گے۔ پھر ان کو مہمان بنایا اور خوب اکرام کیا اور دستر خوان پر دو دو کو بٹھایا تو بنیامین اکیلے رہ گئے تو وہ غمزدہ ہو کر کہنے لگے کہ اگر میرا بھائی یوسف علیہ السلام آج زندہ ہوتا تو مجھے اپنے ساتھ بٹھاتا تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اکیلا رہ گیا ہے تو ان کو اپنے ساتھ بٹھالیا اور رات کو بھی اپنے ساتھ سلایا کیونکہ ہر دو آدمیوں کو ایک بستر دیا تھا۔ بنیامین اکیلے رہ گئے تو اپنے ساتھ سلالیا۔ پھر صبح کو ان کو کہا کہ اس جیسا کوئی دوسرا نہیں، میں اس کو اپنے ساتھ رکھوں گا۔ پھر ان کو الگ جگہ دی اور بنیامین کو اپنے ساتھ ٹھہرایا۔

تو یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان "آوی الیہ اخاہ" اور ان سے ساری تفصیل پوچھی کہ آپ کا نام کیا ہے؟ والدہ کا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا راحیل بنت لاوی۔ پھر پوچھا کہ آپ کی کوئی اولاد بھی ہے انہوں نے کہا دس بچے ہیں۔ پھر پوچھا کہ کوئی ماں شریک بھائی بھی ہے؟ انہوں نے کہا ایک بھائی تھا وہ فوت ہوگیا تو یوسف علیہ السلام نے پوچھا کیا تو پسند کرتا ہے کہ میں تیرے اس بھائی کے بدلے بھائی بن جاؤں؟

تو بنیامین نے کہا کہ آپ علیہ السلام جیسا بھائی کس کو ملے گا؟ لیکن آپ علیہ السلام یعقوب اور راحیل کی اولاد نہیں ہیں تو یوسف علیہ السلام رو پڑے اور ان کو گلے لگا کر کہا "انّی انا اخوک فلا تبتئس" یعنی غم نہ کر "بما کانوا یعملون" کچھ بھی ماضی میں ہمارے ساتھ کر چکے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے اور جو بات میں نے تجھے بتائی وہ ان کو نہ بتانا۔ پھر یوسف علیہ السلام نے ان کو پورا غلہ دیا اور ایک ایک کو ایک اونٹ کا غلہ دیا اور بنیامین کو بھی ایک اونٹ کا سامان دیا۔ پھر بادشاہ کا پیالہ بنیامین کے کجاوہ میں رکھنے کا حکم دیا۔

سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے بنیامین کے کجاوہ میں پیالہ رکھوایا لیکن اس کو معلوم نہ تھا۔ کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام نے کہا میں تیرا بھائی ہوں تو بنیامین نے کہا کہ میں اب آپ کو چھوڑ کر نہ جاؤں گا تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تو میری وجہ سے والد کے غم کو جانتا ہے اب میں نے تجھے روک لیا تو ان کا غم اور بڑھ جائے گا، اب میں تجھے ایک ہی صورت میں روک سکتا ہوں کہ تجھے کسی رسوا کر دینے والی چیز سے مشہور کر دوں گا تو انہوں نے کہا مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے آپ کچھ بھی کریں مجھے اپنے سے جدا نہ کریں تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنا پیمانہ آپ کے کجاوہ میں چھپا دوں گا پھر آپ کے چوری کرنے کی خبر پھیلا دوں گا تا کہ آپ میرے پاس رہ سکیں تو بنیامین نے کہا جو آپ چاہیں کریں۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ

جَآءَ بِهٖ حِمۡلُ بَعِيۡرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيۡمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوۡا تَاللّٰهِ لَقَدۡ عَلِمۡتُمۡ مَّا جِئۡنَا لِنُفۡسِدَ فِى الۡاَرۡضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيۡنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوۡا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ كٰذِبِيۡنَ ﴿۷۴﴾

ترجمہ پھر جب یوسف (علیہ السلام) نے ان کا سامان تیار کر دیا تو پانی پینے کا برتن اپنے بھائی کے اسباب میں رکھ دیا پھر ایک پکارنے والے نے پکارا کہ اے قافلہ والو تم ضرور چور ہو وہ ان (تلاش کرنے والوں) کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے انہوں نے کہا کہ ہم کو بادشاہی کا پیانہ نہیں ملتا (وہ غائب ہے) اور جو شخص اس کو لا کر حاضر کرے اس کو ایک بار شتر غلہ ملے گا اور میں اس (کے دلوانے) کا ذمہ دار ہوں یہ لوگ کہنے لگے کہ بخدا تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم لوگ ملک میں فساد پھیلانے نہیں آئے اور ہم لوگ چوری کرنے والے نہیں ان ڈھونڈنے والے) لوگوں نے کہا اچھا اگر تم جھوٹے نکلے تو اس (چور) کی کیا سزا؟

السقایۃ کی مختلف تفاسیر

تفسیر ⑦ **"فلمّا جھّزھم بجھازھم جعل السقایة فی رحل اخیه"** یہ پیالا تھا جس میں بادشاہ پانی وغیرہ پیتا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ زمرد کا تھا اور ابن اسحٰق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ چاندی کا تھا اور بعض نے کہا ہے سونے کا تھا۔ یوسف علیہ السلام نے اس کو مکیال بنالیا تھا تا کہ اس کے علاوہ کسی چیز کے ساتھ کیل نہ کیا جائے۔ یوسف علیہ السلام اس سے پانی وغیرہ پیتے تھے اور سقایہ اور صواع ایک ہیں، اس کو بنیامین کے غلہ میں رکھ دیا۔ پھر وہ چل پڑے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو مہلت دی وہ چلتے ہوئے ایک منزل تک سفر کر گئے اور بعض نے کہا ہے وہ آبادی سے نکل گئے۔ پھر ان کے پیچھے آدمی بھیجے جنہوں نے ان کو روکا۔ **"ثمّ اذّن مؤذّن"** آواز لگانے والے نے آواز لگائی **"ایّتھا العیر** وہ قافل جس میں غلہ ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ تجارتی قافلہ گدھوں پر سوار تھا اور فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں اونٹوں پر۔ **انکم لسارقون"** یہ بات انہوں نے یوسف علیہ السلام کے حکم کے بغیر کہی تھی اور بعض نے کہا ہے کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کے حکم سے یہ بات کہی تھی اور بعض نے کہا ہے کہ انہوں نے تاویل کے ساتھ ان کو چور کہا تھا کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کو ان کے والد سے چرایا تھا۔ جب قاصد ان تک پہنچے تو ان کو کہا کہ کیا ہم نے تمہاری خوب ضیافت نہیں کی؟ اور تمہیں اچھا ٹھکانہ نہیں دیا؟ اور تمہارا تول پورا نہیں دیا؟ اور تمہارے ساتھ وہ رویہ اپنایا جو کسی دوسرے کے ساتھ نہیں اپنایا؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں تو انہوں نے پوچھا اب کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ بادشاہ کا پیالہ گم ہوگیا ہے اور تمہارے علاوہ ہمیں کوئی مشکوک نہیں لگتا۔

⑦ **"قالوا واقبلوا علیھم** اعلان کرنے والے اور اسی کے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے **ماذا تفقدون"** تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے اور فقدان وجدان کی ضد ہے۔

⑫ "قالوا نفقد صواع الملک ولمن جاء به حمل بعیر جواس کو لے آئے گا اس کو انعام کے طور پر ایک اونٹ بوجھ زیادہ دیا جائے گا۔ وانا به زعیم" ضامن یہ آواز لگانے والے نے کہا۔

⑬ "قالوا" یعنی یوسف علیہ السلام کے بھائی کہنے لگے "تاللّٰہ" واللہ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے صرف اسی اسم کے ساتھ یہ خصوصیت ہے کہ واؤ کو تاء کے ساتھ تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ "لقد علمتم ما جئنا لنفسد فی الارض" مصر میں چوری کرنے نہیں آئے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ ان کو کیسے کہہ دیا کہ تم جانتے ہو کہ ہم فساد فی الارض والے نہیں ان کو یہ علم کیسے ہوا تھا؟ جواب یہ ہے کہ جب وہ مصر میں داخل ہوئے تھے تو اپنے جانوروں کے منہ ڈھانپ دیئے تھے کہ یہ کسی کی چیز پر منہ نہ مار سکیں تو ان کے بارے میں معروف ہو گیا کہ جو چیز ان کی نہ ہو یہ اس کو نہیں لیتے۔ "وما کنّا سارقین"

⑭ "قالوا" آواز لگانے والا اور اس کے ساتھی کہنے لگے "فما جزاؤہ" چور کی سزا کیا ہے۔ "ان کنتم کاذبین" تمہارے کہنے پر کہ تم چور نہیں ہو۔

قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾

ترجمہ: انہوں نے جواب دیا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ وہ جس شخص کے اسباب میں ملے پس وہی شخص اپنی سزا ہم لوگ ظالموں (یعنی چوروں) کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں پھر یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائی (کے اسباب) کے تھیلے سے قبل تلاشی کی ابتدا اول دوسرے بھائیوں کے (اسباب کے) تھیلوں سے کی پھر (آخر میں) اس (برتن) کو اپنے بھائی (کے اسباب) کے تھیلے سے برآمد کر لیا ہم نے یوسفؑ کی خاطر سے اس طرح تدبیر فرمائی یوسف اپنے بھائی کو اس بادشاہ (مصر) کے قانون کے رو سے نہیں لے سکتے تھے مگر یہ ہے کہ اللہ ہی کو منظور تھا ہم جس کو چاہتے ہیں (علم میں) خاص درجنوں تک بڑھا دیتے ہیں اور تمام علم والوں سے بڑھ کر ایک بڑا علم والا ہے۔

تفسیر: ⑮ "قالوا" یوسف علیہ السلام کے بھائی کہنے لگے "جزاؤہ من وّجد فی رحله فهو جزاؤہ" پس چور اس کی جزاء ہے یہ کہ چور کو چوری کے مال کے ساتھ جس کی چوری کی ہے اس کے حوالے کر دیا جائے گا وہ اس کو ایک سال غلام بنائے رکھے گا۔ چور کے بارے میں یہی آل یعقوب علیہ السلام کا طریقہ تھا اور ملک مصر کا قانون چور کے بارے میں یہ تھا کہ چور کو مارا جائے گا کہ وہ چوری کیے ہوئے مال کے دُگنے مال کا تاوان دے گا تو یوسف علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ اپنے بھائی کو اپنے پاس روک لیں تو فیصلہ کا اختیار انہی کو دے دیا تا کہ ان کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو روک سکیں۔ "کذالک نجزی

الظالمین" غیر کا مال چوری کرنے والے کے ساتھ تو اس وقت قاصد نے کہا کہ اب تمہارے سامان کی تفتیش کی ضرورت ہے۔

⑯ "فبدأ باوعیتھم" تہمت کو دور کرنے کے لیے "قبل وعاءِ اخیہ" ان سب کے سامان کی باری باری تلاشی لی گئی۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمیں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ وہ جس کا سامان کھول کر اس میں دیکھتے تو اللہ تعالیٰ سے گناہ کی معافی مانگتے کہ ان پر تہمت لگائی ہے۔ یہاں تک کہ صرف بنیامین باقی رہ گئے تو کہا میرا خیال نہیں کہ اس نے وہ پیالہ لیا ہوگا تو ان کے بھائیوں نے کہا اللہ کی قسم! آپ ان کے سامان کو بھی ضرور دیکھیں کیونکہ اس سے تمہارے اور ہمارے دلوں کو اطمینان ہو جائے گا۔ جب انہوں نے بنیامین کا سامان کھولا تو اس سے پیالا نکال لیا تو یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ "ثمّ استخرجھا من وعاء اخیہ" "استخرجھا" کی ضمیر کو مؤنث لائے ہیں اور الصواع مذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قول "ولمن جاء بہ حمل بعیر" کی دلیل کی وجہ سے۔ اس لیے کہ یہاں ضمیر کو "العقابۃ" کی طرف لوٹایا ہے اور بعض نے کہا ہے الصواع مذکر و مؤنث استعمال ہوتا ہے۔ جب انہوں نے پیالہ بنیامین کے کجاوے سے نکالا تو سارے بھائیوں نے شرم سے سر جھکا لیا اور پھر بنیامین پر متوجہ ہوئے اور کہنے لگے تو نے کیا کیا؟ ہمیں رسوا کر دیا اور ہمارے چہرے سیاہ کر دیئے اے راحیل کے بیٹے!"کذلک کدنا لیوسف" اس جگہ کید سے مراد ہے کید یہاں کید پہلی کید کی جزاء کے معنی میں ہے۔ یعنی ان لوگوں نے جیسے ابتداء میں یوسف علیہ السلام کے ساتھ تدبیر کی ہم نے بھی ان کے ساتھ ویسے کیا اور یعقوب علیہ السلام نے بھی یوسف علیہ السلام کو کہا تھا "فیکیدوا لک کیدا" کید کی نسبت مخلوق کی طرف ہو تو بمعنی حیلہ اور اللہ کی طرف کی ہو تو بمعنی حق تدبیر۔ "ما کان لیاخذ اخاہ فی دین الملک" یعنی اس کے قانون میں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کی سلطنت میں "الاّ ان یشاء اللّٰہ" یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو اپنے پاس روکنے پر قادر نہ ہوتے بادشاہ کے قوانین کے مطابق اگر ہم اپنی مہربانی سے ان کو ایک حق تدبیر نہ بتاتے جس سے ان کو راستہ مل گیا۔ "نرفع درجات من نّشاء" علم کے ذریعے جیسے ہم نے یوسف علیہ السلام کا درجہ ان کے بھائیوں پر بلند کیا۔

اور یعقوب رحمہ اللہ نے "یرفع" اور "یشآء" دونوں میں یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور درجات کی اضافت اس سورت میں "من" کی طرف کی ہے اور وجہ یہ ہے کہ ان دونوں میں فعل اللہ تعالیٰ کی طرف مسند ہے اور اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے قول "الاّ ان یشاء اللّٰہ" میں گزر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کرتے ہیں اور باقی حضرات نے ان دونوں میں نون کے ساتھ پڑھا ہے مگر کوفی حضرات نے (درجات) تنوین کے ساتھ پڑھا ہے اور ان کے علاوہ سے اضافت کے ساتھ۔ یعنی ہم اس کو بلند کرتے ہیں اور یہاں بھی واقع اللہ تعالیٰ ہیں۔

"وفوق کلّ ذی علم علیم" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہر عالم کے اوپر ایک عالم ہوتا ہے یہاں تک کہ علم کی انتہا اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عالم کے اوپر ہیں۔

قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ. فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ. قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ⑰ قَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ. اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ⑱

ترجمہ: کہنے لگے کہ (صاحب) اگر اس نے چوری کی تو (تعجب نہیں کیونکہ) ایک بھائی (تھا وہ) بھی (اسی طرح) اس سے پہلے چوری کر چکا ہے پس یوسفؑ نے اس بات کو (جو آگے آتی ہے) اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور اس کو ان کے سامنے (زبان سے ظاہر نہیں کیا یعنی (دل میں) یوں کہا کہ اس (چوری کے) درجہ میں تو تم (اور بھی زیادہ) برے ہو اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اس کی حقیقت کا اللہ ہی کو خوب علم ہے کہنے لگے اے عزیز اس (بنیامین) کے ایک بہت بوڑھا باپ ہے سو آپ (ایسا کیجئے) اس کی جگہ ہم میں سے ایک کو رکھ لیجئے (اور اپنا مملوک بنا لیجئے) ہم آپ کو نیک مزاج دیکھتے ہیں۔

تفسیر ⑰ "قالوا ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل" اس کے ماں شریک بھائی سے مراد یوسف علیہ السلام تھے۔ اس چوری میں اختلاف ہے جس کے ساتھ انہوں نے یوسف علیہ السلام کو موصوف کیا۔ سعید بن جبیر اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے رشتہ دار کا بت تھا جس کی وہ عبادت کرتا تھا تو یوسف علیہ السلام نے اس کو چپکے سے اُٹھا کر راستے میں ڈال دیا یا توڑ دیا تاکہ اس کی عبادت نہ کی جائے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے پاس ایک سائل آیا تو گھر سے ایک انڈا اُٹھا کر اس کو دے دیا سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعقوب علیہ السلام کے گھر سے ایک مرغی پکڑ کر سائل کو دے دی تھی۔ اور وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ دستر خوان سے فقراء کے لیے کھانا چھپا لیتے تھے اور محمد بن اسحٰق رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام اپنی پھوپھی جو اسحٰق رحمہ اللہ کی بیٹی تھیں کے گھر رہتے تھے، اپنی والدہ راحیل کی وفات کے بعد تو ان کی پرورش ان کی پھوپھی نے کی اور ان سے بہت زیادہ محبت ہوگئی جب یوسف علیہ السلام چلنے لگے تو یعقوب علیہ السلام نے کہا اے بہن! یوسف علیہ السلام مجھے واپس کر دے، مجھ سے وہ ایک گھڑی دور ہوں مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔

اس نے کہا اللہ کی قسم! میں اس کو نہ چھوڑوں گی اور کہا کہ کچھ دن اور میرے پاس رہنے دیں۔ یعقوب علیہ السلام نے اجازت دے دی۔ یوسف علیہ السلام کی پھوپھی کے پاس حضرت اسحاق علیہ السلام کا ایک پٹکا تھا جو ان کی وراثت میں آیا تھا اور یہ خاتون کیونکہ ان کی بڑی بیٹی تھیں تو یہ ان کو ملا تو انہوں نے وہ پٹکا یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کے نیچے باندھ دیا، وہ بچے تھے پھر کہنے لگیں کہ اسحاق علیہ السلام کا پٹکا گم ہو گیا ہے، سب گھر والوں کی تلاشی لو۔ جب تلاشی لی تو وہ یوسف علیہ السلام کے پاس ملا تو انہوں نے کہا کہ اب اس کو میرے حوالے کیا جائے تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اگر یوسف نے ایسا کیا ہے تو آپ کے حوالے ہے تو انہوں نے یوسف علیہ السلام کو اپنے مرتے دم تک اپنے پاس رکھا تو اس وجہ سے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا "ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل فاسرّھا اس کو چھپایا یوسف فی نفسہ ولم یبدھا لھم اور یہاں

"یبدھا" کی ضمیر مؤنث لائے ہیں اس لیے کہ اس سے "الکلمۃ" مراد ہے اور وہ باری تعالیٰ کا قول "قال انتم شرّ مکانا" ہے اس کو اپنے دل میں ذکر کیا اور اس کی صراحت نہیں کی۔ مراد یہ ہے کہ "انتم شرّ مکانا" مرتبہ میں اللہ کے ہاں اس سے یوسف علیہ السلام جس پر تم نے چوری کی تہمت لگائی ہے اس لیے کہ یوسف علیہ السلام نے حقیقت میں چوری نہ کی تھی اور تمہاری خیانت حقیقت میں ہے۔ قال انتم شرّ مکانا" یہ بات اپنے دل میں کہی ان کو صراحتاً نہ کی تھی۔ "واللّٰہ اعلم ما تصفون"

⑱ "قالوا یایّھا العزیز انّ لہ ابا شیخا کبیرا" ان لوگوں کو اس وقت بڑا سخت غصہ آیا اور یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو جب غصہ آتا تو ان سے مقابلہ کی کسی کو طاقت نہ تھی اور روبیل کو جب غصہ آتا تو اس کے سامنے کوئی چیز نہ ٹھہر سکتی اور جب وہ چیخ مارتا تو جو حاملہ عورت اس کی آواز سن لیتی اس کا حمل گر جاتا لیکن اگر یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی اس کے غصہ کی حالت میں اس کو ہاتھ لگا دیتا تو اس کا غصہ ختم ہو جاتا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ حالت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں میں سے شمعون کی تھی۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ اس نے بھائیوں کو کہا کہ مصر کے بازاروں کی تعداد کتنی ہے؟ انہوں نے کہا دس۔ اس نے کہا تم لوگ بازاروں کو کافی ہو جاؤ۔ اور میں تمہیں بادشاہ کی طرف سے کافی ہو جاتا ہوں یا میں بازار والوں کو کافی ہو جاتا ہوں اور تم بادشاہ کو کافی ہو جاؤ تو یہ لوگ یوسف علیہ السلام پر داخل ہوئے اور روبیل نے کہا کہ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دو ورنہ میں ایسی چیخ ماروں گا کہ مصر میں کوئی عورت حاملہ نہ رہے گی سب کے حمل گر جائیں گے اور غصہ سے اس کے جسم کے بال کھڑے ہو کر کپڑوں سے نکل آئے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے چھوٹے بیٹے کو کہا کہ روبیل کے پہلو میں ٹھہر کر اس کو ہاتھ لگا دو اور روایت کیا گیا ہے کہ اس کو کہا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے پاس لے آ۔ وہ بچہ گیا اور ہاتھ لگایا تو روبیل کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو روبیل کہنے لگا کہ یہاں یعقوب علیہ السلام کی نسل میں سے کوئی ہے تو یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ یعقوب علیہ السلام کون ہیں؟ روایت کیا گیا ہے کہ اس کو دوبارہ غصہ آ گیا تو یوسف علیہ السلام کھڑے ہوئے اور اس کو ٹانگ مار کر نیچے گرا دیا اور کہا اے عبرانیو! تم سمجھتے ہو کہ تم سے طاقتور کوئی نہیں ہے؟ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ اب یہاں چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں ہے تو کہنے لگے اے عزیز! اس کا بوڑھا والد ہے جو اس سے محبت کرتا ہے۔ "فخذ احدنا اس کے بدلے مکانہ انّا نراک من المحسنین"

قَالَ مَعَاذَاللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا اسْتَایْــٴَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا ؕ قَالَ كَبِیْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَیْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى یَاْذَنَ لِیْۤ اَبِیْۤ اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ لِیْ ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمہ: یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ ایسی (بے انصافی کی) بات سے خدا بچاوے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا دوسرے شخص کو پکڑ کے رکھ لیں اس حالت میں تو ہم بڑے بے انصاف سمجھے جاویں گے پھر جب ان کو یوسفؑ سے تو بالکل امید نہ رہی (کہ بنیامین کو دینگے تو (اس جگہ سے) علیحدہ ہو کر باہم مشورہ کرنے لگے

ان سب میں جو بڑا تھا اس نے کہا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ تم سے خدا کی قسم کھلا کر پکا قول لے چکے ہیں اور اس سے پہلے یوسفؑ کے بارے میں کس قدر کوتاہی کر ہی چکے ہو سو میں تو اس زمین سے ٹلتا نہیں تاوقتیکہ میرے باپ مجھ کو (حاضری کی) اجازت نہ دیں یا اللہ تعالیٰ اس مشکل کو سلجھائے اور وہی خوب سلجھانے والا ہے۔

تفسیر آپ علیہ السلام کے ان افعال میں جو ہم سے کیے کہ ماپ پورا کیا اور اچھی مہمان نوازی کی اور قیمت بھی واپس کردی اور بعض نے کہا ہے کہ انہوں نے یہ مراد لیا تھا کہ اگر آپ نے یہ کیا تو آپ نیکی کرنے والوں میں ہوں گے۔

⑲ "**قال یوسف** نے "**معاذ اللّٰہ**" میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں "**ان ناخذ الّا من وجدنا متاعنا عندہ**" یہ نہیں کہا کہ جس نے ہماری چوری کی جھوٹ سے بچنے کے لیے۔ "**انا اذا لظالمون**" اگر ہم مجرم کی جگہ بے گناہ کو پکڑ لیں۔

⑳ "**فلمّا استیئسوا منہ**" ابوعبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کو یقین ہو گیا کہ ان کا بھائی ان کے ساتھ نہ بھیجا جائے گا۔ "**خلصوا نجیّا**" آپس میں سرگوشیاں اور مشورے کرنے لگے۔ **النجی** جماعت کے لیے بھی استعمال ہوسکتا ہے اور ایک کے لیے بھی جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "**وقرّ بناہ نجیّا**" یہ ایک اور جمع کے لیے اس لیے جائز ہے کہ یہ مصدر ہے۔ صفت بنایا جاتا ہے، عدل اور زور کی طرح اور اسی کی مثل نجویٰ کا لفظ اسم اور مصدر دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "**واذھم نجویٰ**" یعنی متناجون اور فرمایا "**ما یکون من نجویٰ ثلاثۃ**" اور مصدر استعمال کر کے فرمایا "**انّما النجویٰ من الشیطان**" ......"**قال کبیرھم**" یعنی عقل اور علم میں نہ کہ عمر میں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ یہوذا تھا جوان میں زیادہ سمجھدار تھا۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ شمعون تھا۔

اس کے لیے بھائیوں پر سرداری تھی اور قتادہ، سدی اور ضحاک رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ روبیل تھا یہ ان میں عمر میں بڑا تھا اور ابتداء میں یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے سے بھی اس نے منع کیا تھا۔ "**الم تعلموا ان اباکم قد اخذ علیکم موثقا من اللّٰہ ومن قبل ما فرّطتم**" تم نے کوتاہی کی "**فی یوسف**" اور "**ما**" کے محل میں اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے اس کا محل نصب ہے اس پر علم واقع کرنے کے ساتھ۔ یعنی کیا تم نہیں جانتے۔ اس سے پہلے تمہاری یوسف علیہ السلام کے بارے میں کوتاہی اور بعض نے کہا ہے یہ محل رفع میں ہے ابتداء کی بناء پر اور کلام اس کے قول "**من اللّٰہ**" پر مکمل ہوگئی ہے۔ پھر فرمایا "**ومن قبل**" یہ تمہاری یوسف علیہ السلام کے بارے میں زیادتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ "**ما**" صلہ یعنی اس سے پہلے تم نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں زیادتی کی۔ "**فلن ابرح الارض**" جس میں میں ہوں یعنی مصر۔ "**حتی یاذن لی ربی**" اس سے نکلنے کی اور مجھے گھر بلائے۔ **فلن ابرح الارض حتّی یاذن لی ابی**" واپس بلالے۔

"**او یحکم اللّٰہ لی**" میرے بھائی کو لوٹا دے یا میرے نکلنے کا بھائی کو چھوڑ کر اور بعض نے کہا ہے کہ یا اللہ! میرے بارے میں تلوار کا فیصلہ کردے کہ میں ان سے قتال کر کے بھائی کو لے جاؤں۔ "**وھو خیر الحاکمین**"

اِرۡجِعُوۡۤا اِلٰۤی اَبِیۡکُمۡ فَقُوۡلُوۡا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابۡنَکَ سَرَقَ. وَمَا شَہِدۡنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمۡنَا وَمَا کُنَّا لِلۡغَیۡبِ حٰفِظِیۡنَ ﴿۸۱﴾ وَسۡـَٔلِ الۡقَرۡیَۃَ الَّتِیۡ کُنَّا فِیۡہَا وَالۡعِیۡرَ الَّتِیۡۤ اَقۡبَلۡنَا فِیۡہَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلۡ سَوَّلَتۡ لَکُمۡ اَنۡفُسُکُمۡ اَمۡرًا ؕ فَصَبۡرٌ جَمِیۡلٌ ؕ عَسَی اللّٰہُ اَنۡ یَّاۡتِیَنِیۡ بِہِمۡ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۸۳﴾

ترجمہ تم واپس اپنے باپ کے پاس جاؤ اور (جا کر ان سے) کہو کہ اے ابا آپ کے صاحبزادے (بنیامین) نے چوری کی (اس لئے گرفتار ہوئے) اور ہم تو وہی بیان کرتے ہیں جو ہم کو (مشاہدہ سے) معلوم ہوا ہے اور ہم غیب کی باتوں کے تو حافظ تھے نہیں اور اس بستی (یعنی مصر) والوں سے پوچھ لیجئے جہاں ہم (اس وقت) موجود تھے اور اس قافلے والوں سے پوچھ لیجئے جن میں ہم شامل ہو کر (یہاں) آئے ہیں اور یقین جانیے ہم بالکل سچ کہتے ہیں یعقوبؑ فرمانے لگے بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی سو صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا مجھ کو) اللہ سے امید ہے کہ ان سب کو مجھ تک پہنچادے گا (کیونکہ) وہ خوب واقف ہے بڑی حکمت والا ہے۔

تفسیر ⑧① "**ارجعوا الی ابیکم**" جو بھائی مصر میں رُک گیا اس نے اپنے بھائیوں کو یہ کہا "**فقولوا یا ابانا انّ ابنک سرق وما شھدنا الّا بما علمنا**" ہم نے وہی بات کی جس کا ہم نے مشاہدہ کیا کہ وہ پیالہ اس کے سامان سے برآمد ہوا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ ان کو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اس آدمی (بادشاہ) کو یہ بات تمہاری وجہ سے معلوم ہوئی کہ چوری کے مال کے بدلے میں بندہ کو قید کیا جاتا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم نے اس کے سامنے وہی گواہی دی جو ہم جانتے تھے کہ چور کو غلام بنایا جاتا ہے اور یہ قانون یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کے ہاں تھا۔ "**وما کنّا للغیب حافظین**" مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ علیہ السلام کا بیٹا چوری کرے گا اور یہ قانون ہماری ہی طرف لوٹے گا۔

اور ہم نے جو تحفظ بھائی کے بارے میں کہا تھا مطلب یہ تھا کہ جو اس کی حفاظت میں ہم سے ہو سکے گی کریں گے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم اس کے دن اور رات اور آنے اور جانے کے حافظ نہ تھے اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ **وما کنا للغیب حافظین** شاید اس نے رات کو اپنے کجاوہ میں وہ چھپالیا ہو۔

⑧② "**واسأل القریة الّتی کُنّا فیھا**" یعنی بستی والوں سے اور وہ مصر کے لوگ ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ مصر کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے انہوں نے اس سے مصر کی طرف کوچ کیا تھا۔ "**والعیر الّتی اقبلنا فیھا**" یعنی وہ قافلہ جس میں ہم تھے کیونکہ ان کے ساتھ یعقوب علیہ السلام کے پڑوس میں کنعان کی ایک اور قوم بھی سفر میں تھی۔ "**وانّا لصادقون**" اگر یہ اعتراض ہو کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کو اطلاع دیئے بغیر اپنے بھائی کو اپنے پاس کیسے روک لیا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ والد کو اس سے شدید محبت ہے اور اس کے نہ جانے کی وجہ سے ان کو تکلیف ہوگی تو یوسف علیہ السلام کے لیے والد کو تکلیف

دینا کیسے جائز ہوگیا؟ تو جواب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے یہ کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا، اللہ تعالیٰ نے یہ حکم اس لیے دیا کہ یعقوب علیہ السلام کی آزمائش زیادہ کر کے ان کے اجر میں اضافہ کریں اور ان کو ان کے گزشتہ آباء کے درجہ میں پہنچادیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں پر اپنا آپ ظاہر نہیں کیا اس لیے کہ وہ ان سے مطمئن نہ تھے کہ وہ اب بھی ان کے بارے میں کوئی تدبیر کر کے ان کو والد سے چھپادیں، اور پہلا قول اصح ہے۔

⑧③ "قال بل سوّلت لکم" مزین کردیا ہے "انفسکم امراً" اور اس میں اختصار ہے اس کا معنی پس وہ لوٹے اپنے والد کی طرف اور ان کے بڑے بھائی نے جو کچھ کہا تھا وہ والد کو بتایا تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا "بل سوّلت لکم انفسکم امراً" تمہارا اپنے بھائی کو جلدی نفع کو لینے کے لیے مصر لے جانا۔ "فصبر جمیل عسی اللہ ان یاتینی بھم جمیعا" یوسف علیہ السلام، بنیامین اور ان کا بھائی جو مصر میں رہ گیا۔ "انّہ ھو العلیم" میرے غم کو ان کے گم ہونے پر "الحکیم" اپنی مخلوق کی تدبیر میں۔

وَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوۡسُفَ وَابۡيَضَّتۡ عَيۡنٰهُ مِنَ الۡحُزۡنِ فَهُوَ كَظِيۡمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوۡا تَاللّٰهِ تَفۡتَؤُا تَذۡكُرُ يُوۡسُفَ حَتّٰى تَكُوۡنَ حَرَضًا اَوۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡهٰلِكِيۡنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۶﴾

ترجمہ: اور ان سے دوسری طرف رخ کرلیا اور کہنے لگے ہائے یوسفؑ افسوس اور غم سے (روتے روتے) ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں اور وہ (غم سے جی ہی جی میں) گھٹا کرتے تھے بیٹے کہنے لگے بخدا (معلوم ہوتا ہے) تم سدا کے سدا یوسفؑ کی یادگاری میں لگے رہو گے یہاں تک کہ گھل گھل کے دم بلب ہوجاؤ گے یا یہ کہ (بالکل) مر ہی جاؤ گے یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ میں تو اپنے رنج و غم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں اور اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

تفسیر ⑧④ "وتولّی عنھم" جب یعقوب علیہ السلام کو بنیامین کی خبر پہنچی تو غم انتہاء کو پہنچ گیا اور اس کے غم نے یوسف علیہ السلام کا غم بھی تازہ کردیا تو ان بیٹوں سے اعراض کیا اور کہا "وقال یا اسفا ہائے غم علی یوسف اور اسف سخت ترین غم وابیضّت عیناہ من الحزن یعنی نابینا ہوگئے تھے۔ مقاتل فرماتے ہیں چھ سال سے کچھ نہ دیکھ سکے تھے۔ "فھو کظیم" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے اپنے والد سے جانے اور دوبارہ ملاقات کے درمیان اسّی (۸۰) سال کا عرصہ لگ گیا لیکن اس عرصہ میں یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں خشک نہیں ہوئیں اور روئے زمین پر یعقوب علیہ السلام سے زیادہ معزز اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت کوئی نہ تھا۔

⑧⑤ "قالوا" یعقوب علیہ السلام کی اولاد "تاللّٰہ تفتؤ تذکر یوسف حتّٰی تکون حرضًا" یعنی ہمیشہ یوسف علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہیں۔ حرضًا کا معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دفن ہوجائیں گے اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ الحرض موت سے کم حالت یعنی موت کے قریب ہوجانا۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فاسد جس میں عقل نہ ہو اور الحرض جس کا

جسم اور عقل خراب ہو چکی ہو اور بعض نے کہا غم میں پگھل رہے ہیں۔ بعض نے کہا کہ حرض کا معنی ہے غم یا عشف پیرانہ سالی کی وجہ سے بدن کا یا مذہب کا' یا عقل کی بگاڑ پیدا ہو گئی ہو اور آیت کا معنی یہ ہے کہ حتیٰ کہ آپ کمزور جسم مخبول العقل ہو جائیں گے۔"او تکون من الھالکین"یعنی مُردہ لوگوں میں سے۔

⑧⑥"قال"یعقوب علیہ السلام نے اس وقت جب ان کی سختی دیکھی۔"انّما اشکوا بثّی و حزنی الی اللّٰہ"بث شدید غم۔

انما اشکوا بثی و حزنی الی اللہ کا شانِ نزول

روایت کیا گیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کا ایک پڑوسی آپ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا اے یعقوب علیہ السلام آپ کی حالت کس چیز نے تبدیل کر دی ہے آپ تو بالکل کمزور اور فناء ہو چکے ہیں حالانکہ اس عمر کو نہیں پہنچے جس کو آپ علیہ السلام کے والد پہنچے تھے تو یعقوب علیہ السلام نے کہا مجھے اس آزمائش نے کمزور اور فناء کر دیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کا غم دے کر مجھ سے لی ہے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اے یعقوب کیا آپ میری مخلوق کے سامنے میری شکایت کر رہے ہیں؟ تو یعقوب علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! مجھ سے غلطی ہو گئی مجھے معاف کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میں نے آپ کو معاف کر دیا۔ پھر جب بھی یعقوب علیہ السلام سے ایسا سوال کیا جاتا تو وہ فرماتے"انّما اشکوا بثّی و حزنی الی اللّٰہ"

اور روایت کیا گیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کون سی چیز نے آپ علیہ السلام کی نگاہ ختم کر دی اور آپ علیہ السلام کی کمر جھکا دی؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے یوسف علیہ السلام پر رونے نے میری نگاہ ختم کر دی اور اس کے بھائی کے غم نے میری کمر جھکا دی تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کیا آپ علیہ السلام میری شکایت کر رہے ہیں؟ پس میری عزت اور جلال کی قسم! میں آپ علیہ السلام کی مصیبت دور نہ کروں گا جب تک آپ مجھے نہ پکاریں تو اس وقت یعقوب علیہ السلام نے کہا"انّما اشکوا بثّی و حزنی الی اللّٰہ"

تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی میری عزت اور جلال کی قسم! اگر وہ دونوں مر بھی گئے ہوتے تو میں ان کو آپ کے لیے زندہ کر دیتا اور میں نے تم پر یہ آزمائش اس وجہ سے ڈالی کہ تم نے ایک بکری ذبح کی تھی۔ تمہارے دروازے پر ایک مسکین کھڑا تھا تم نے اس کو کھانے کے لیے کچھ نہ دیا اور مجھے اپنی مخلوق میں سب سے محبوب انبیاء علیہم السلام ہیں پھر مساکین تو آپ علیہ السلام کھانا تیار کرا کے مساکین کو دعوت دیں تو آپ علیہ السلام نے کھانا تیار کرا کے اعلان کرایا کہ جو روزہ دار ہو آج آل یعقوب علیہم السلام کے پاس افطار کرے اور روایت کیا گیا ہے کہ اس کے بعد جب بھی صبح دوپہر کا کھانا کھاتے تو کسی کو آواز لگانے کا کہتے کہ جس نے کھانا کھانا ہو تو یعقوب علیہ السلام کے پاس آ جائے اور جب افطار کرنا ہوتا تو آواز لگواتے کہ جس نے افطار کرنا ہو یعقوب علیہ السلام کے پاس آ جائے اور صبح و شام کا کھانا مساکین کے ساتھ کھاتے۔ وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کو وحی کی کہ کیا آپ علیہ السلام جانتے ہیں کہ میں نے آپ کو یہ عتاب کیوں کیا اور آپ علیہ السلام کے بیٹے کو آپ علیہ السلام سے اسّی (۸۰) سال کیوں جدا کیا؟ یعقوب علیہ السلام نے کہا نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

کہ اس لیے کہ آپ علیہ السلام نے ایک بکری کا بچہ بھونا تھا اور اپنے پڑوسی پر بخل کیا تھا، خود کھایا اس کو نہ کھلایا۔

وہب اور سدی وغیرہ کا بیان ہے کہ حضرت جبرئیل جیل خانہ کے اندر حضرت یوسف کے پاس پہنچے اور پوچھا: صدیق! کیا آپ نے مجھے پہچانا؟ حضرت یوسف نے فرمایا: میں ایک پاک صورت دیکھ رہا ہوں اور پاکیزہ خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ حضرت جبرئیل نے فرمایا میں روح الامین ہوں، رب العالمین کا قاصد ہوں۔ حضرت یوسف نے فرمایا: آپ تو سب سے بڑھ کر پاکیزہ، مقربین کے سردار اور رب العالمین کے امین ہیں اور یہ گناہ گاروں کے داخل ہونے کی جگہ ہے۔ یہاں آپ کے آنے کا کیا سبب ہے؟ حضرت جبرئیل نے فرمایا: یوسف! کیا آپ واقف نہیں کہ انبیاء کی پاکی کی وجہ سے اللہ (ناپاک) گھروں کو پاک کر دیتا ہے اور جس زمین میں پیغمبر داخل ہوتے ہیں، وہ ہر زمین سے زیادہ پاک ہو جاتی ہے۔ اے اطہر الطاہرین اور اے منتخب نیک بندوں کی اولاد! آپ کی وجہ سے اللہ نے قید خانہ کو اور اس کے ماحول کو پاک کر دیا۔ حضرت یوسف نے فرمایا: آپ نے مجھے صدیق کے نام سے کیوں پکارا اور منتخب پاک لوگوں میں میرا شمار کیوں کیا؟ مجھے تو گناہ گاروں کے مقام میں داخل کیا گیا ہے اور بدچلن لوگوں کے ناموں میں میرا نام بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ حضرت جبرئیل نے فرمایا: اللہ نے آپ کا نام صدیقوں میں شامل کیا، مخلص منتخب بندوں میں آپ کا شمار کیا اور آپ کے صالح اسلاف کی فہرست میں آپ کو داخل کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے دل کو فتنہ میں نہ پڑنے دیا اور اپنی مالکہ کے کہے کو نہیں مانا۔ حضرت یوسف نے پوچھا: روح الامین! کیا آپ کو حضرت یعقوب کی بھی کوئی اطلاع ہے؟ حضرت جبرئیل نے فرمایا: جی ہاں، اللہ نے ان کو صبر جمیل عطا فرمایا۔ وہ آپ کے غم میں مبتلا ہوئے اور غم سے جی ہی جی میں گھٹتے رہے۔ حضرت یوسف نے پوچھا: ان کے غم کا کچھ اندازہ بھی ہے؟ حضرت جبرئیل نے فرمایا: ان ستر عورتوں کے غم کے برابر جن کے بچے مر گئے ہوں۔ حضرت یوسف نے فرمایا: جبرئیل! پھر ان کو اس کا اجر کس قدر ملے گا؟ حضرت جبرئیل نے فرمایا: سو شہیدوں کے برابر۔ حضرت یوسف نے فرمایا: کیا آپ کو کچھ معلوم ہے کہ میری ان سے ملاقات بھی (کبھی) ہوگی۔ حضرت جبرئیل نے جواب دیا: جی ہاں۔ یہ سن کر حضرت یوسف کا دل خوش ہو گیا اور فرمایا: جو کچھ مجھے پیش آیا اس کی مجھے کوئی پرواہ نہیں اگر میں حضرت یعقوب کو دیکھ لوں۔

"**واعلم من اللہ مالا تعلمون**" یعنی میں یوسف علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں جو بات جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔

روایت میں آیا ہے کہ حضرت عزرائیل، حضرت یعقوب کی ملاقات کو گئے تو حضرت یعقوب نے پوچھا: اے پاکیزہ خوشبو اور حسین صورت والے فرشتے! کیا آپ نے میرے بچہ کی روح قبض کی ہے؟ حضرت عزرائیل نے جواب دیا: نہیں۔ یہ سن کر حضرت یعقوب کو کچھ سکون ہو گیا اور آپ کو حضرت یوسف کے دیکھنے کی تمنا ہوئی۔

بعض علماء نے آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے: میں جانتا ہوں کہ یوسف کا خواب سچا ہے، میں اور تم سب آئندہ اس کو ضرور سجدہ کریں گے۔ سدی نے بیان کیا: جب بیٹوں نے باپ کو بادشاہ کے حسن سلوک کی اطلاع دی تو آپ کو حضرت یوسف کے زندہ ہونے کا خیال پیدا ہو گیا اور (ملنے کی) خواہش بھی اور فرمایا: شاید وہ یوسف ہو۔

یعقوب اسرائیل اللہ (عبداللہ) بن اسحاق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ کی طرف سے شام مصر کے نام! حمد و ستائش کے بعد

واضح ہو کہ ہم ایسے گھرانے والے ہیں جو ہمیشہ سپرد مصائب رہے ہیں۔ میرے دادا حضرت ابراہیم کو ہاتھ پاؤں باندھ کر ان کو آگ میں ڈالا گیا۔ پھر اللہ نے اس آگ کو ان کیلئے ٹھنڈا اور سلامتی بنا دیا۔ میرے باپ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ان کی گردن پر چھری رکھ دی گئی۔ تاکہ ان کو ذبح کر دیا جائے مگر اللہ نے کا فدیہ (جنت سے مینڈھے کی شکل میں) بھیج دیا (اور ان کو محفوظ رکھا) اب رہا میں تو میرا ایک بیٹا تھا جو سب اولاد سے مجھے پیارا تھا۔ اس کے بھائی اس کو جنگل میں لے گئے۔ پھر (شام کو) اس کا خون آلودہ کرتا لا کر مجھے دے دیا اور کہا: اس کو بھیڑیے نے کھا لیا۔ اس پر روتے روتے میری آنکھیں جاتی رہیں۔ پھر میرا ایک بیٹا اور تھا جو مرحوم کا ماں جایا بھائی تھا۔ میں اس کو دیکھ کر تسلی حاصل کر لیتا تھا۔

اب آپ نے اس کو روک لیا اور یہ خیال کیا کہ اس نے چوری کی ہے۔ ہم ایسے خاندان والے ہیں جو چوری نہیں کرتے نہ چور ہمارے ہاں پیدا ہوتا ہے۔ اگر آپ میرے بیٹے کو مجھے واپس کر دیں تو بہتر ہے ورنہ آپ کو ایسی بددعا دوں گا کہ اس کا اثر آپ کی ساتویں نسل تک پڑے گا۔ حضرت یوسف نے خط پڑھا تو آنسوؤں کو روک نہ سکے اور سامنے آ کر فرمایا **هل علمتم ما فعلتم بيوسف واخيه اذ انتم جاهلون** یعنی جبکہ تم کو معلوم نہ تھا کہ یوسف آخر میں کس مرتبہ تک پہنچے گا۔ اس وقت تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ کچھ معلوم بھی ہے۔ بعض لوگوں نے جاھلون کا ترجمہ کیا ہے۔ قصوروار گنہگار۔ حسن بصری نے ترجمہ کیا: جبکہ تم جوان تھے اور جوانی کی جہالت میں مبتلا تھے اس وقت تم نے کیا کیا تھا۔

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾

(ترجمہ) اے میرے بیٹو جاؤ اور یوسفؑ اور ان کے بھائی کی تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو بیشک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں پھر جب یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے کہنے لگے اے عزیز ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو (قحط کی وجہ سے) بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے اور ہم کچھ یہ نکمی چیز لائے ہیں سو آپ پورا غلہ دے دیجئے اور ہم کو خیرات (سمجھ کر) دے دیجئے بیشک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو جزا (ئے خیر) دیتا ہے یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا (کہو) وہ بھی تم کو یاد ہے جو کچھ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ (برتاؤ) کیا تھا جبکہ تمہاری جہالت کا زمانہ تھا۔

(تفسیر) ﴿۸۷﴾ **"یا بُنَیّ اذھبوا فتحسّسوا"** اس کی خبر لاؤ اور اچھی طرح اس کو ڈھونڈو **"من یوسف و اخیه"**...... "تحسّس" حاء اور جیم کے ساتھ معنی میں ایک دوسرے سے دور نہیں ہیں مگر تحسس حاء کے ساتھ خیر میں اور جیم کے ساتھ شر میں

بولا جاتا ہے اور تحسس کا معنی کسی چیز کو اپنے حواس سے تلاش کرنا۔ "ولا تیاسوا من روح اللّٰه" اللہ کی رحمت سے اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ کی کشادگی سے۔ "انّه لاییأس من روح اللّٰه الا القوم الکافرون"

⑧⑧ "فلمّا دخلوا علیه قالوا یا یّھا العزیز مسّنا واھلنا الضرّ" شدت اور بھوک۔ "وجئنا ببضاعة مُزجٰةٍ" یعنی تھوڑے ردی پیسے جو غلہ کی قیمت نہیں بن سکتے مگر بائع کے چشم پوشی کرنے سے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ دراہم کھوٹے اور ردی تھے اور بعض نے کہا ہے کہ دیہاتیوں کے سامان اون پنیر وغیرہ تھی اور بعض نے کہا ہے کہ گندم کا ستو تھا اور بعض نے کہا ہے کہ چمڑا اور جوتے تھے۔ "فاوف لنا الکیل" جو آپ عمدہ پیسوں کے بدلے میں دیتے ہیں وہ ہمیں ان پیسوں کے بدلے میں دیدیں "وتصدّق علینا" عمدہ اور ردی قیمت کے درمیان جو فرق ہے اس کا ہم پر احسان کریں اور غلہ میں کمی نہ کریں۔ یہ اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے اور ابن جریج اور ضحاک رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج کر ہم پر احسان کریں۔ "ان اللّٰه یجزی المتصدّقین" ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یوں نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء دیں گے کیونکہ ان کو عزیز کے مؤمن ہونے کا علم نہ تھا۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کسی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی صدقہ حرام تھا؟ تو سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا فرمان "وتصدّق علینا انّ اللّٰه یجزی المتصدّقین" نہیں سنا۔ سفیان رحمہ اللہ کی مراد یہ تھی کہ صدقہ ان کے لیے حلال تھا اور روایت کیا گیا ہے کہ حسن رحمہ اللہ نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا "اللّٰھُمّ تصدّق علیّ" تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صدقہ نہیں کرتا صدقہ تو وہ کرتا ہے جو ثواب کو طلب کرتا ہے تو یوں کہہ "اللّٰھُمّ اعطنی یا تفضّل علیّ"

⑧⑨ "قال ھل علمتم مافعلتم بیوسف واخیه اذ انتم جاھلون" عطاء رحمہ اللہ کا اختلاف ہے کہ کس بات نے یوسف علیہ السلام کو یہ کلام کرنے پر اُبھارا۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ جب انہوں نے یہ کلام کی تو یوسف علیہ السلام کا دل نرم ہوا اور آنسو بہنے لگے اور جو چیز وہ چھپا رہے تھے وہ ظاہر ہوگئی۔

اور بعض نے کہا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کا وہ خط پڑھا جو بھائی لائے تھے تو آنسوؤں پر ضبط نہ کر سکے اور یہ بات کہی۔ "ھل علمتم مافعلتم بیوسف الخ ......

اذ انتم جاھلون" کہ یوسف علیہ السلام کے معاملہ کا انجام کیا ہوگا؟ اور بعض نے کہا ہے کہ "جاھلون مذنبون و عاصون" کے معنی میں ہے کہ جب تم گناہ کرنے والے تھے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم نوجوان تھے اور تمہارے ساتھ جوانی کی جہالت تھی۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کے بھائی کو تو کچھ نہ کہا تھا پھر یوسف علیہ السلام نے "ما فعلتم بیوسف و اخیه" کیسے کہہ دیا؟ تو جواب یہ ہے کہ جب پیالہ بنیامین کے کجاوہ سے ملا تو انہوں نے بنیامین کو کہا اے راحیل کے بیٹے ہم نے تم سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی اور بعض نے جواب دیا کہ یوسف علیہ السلام کے گم ہو جانے کے بعد وہ بنیامین کو تکلیف دیتے تھے کیونکہ وہ یوسف علیہ السلام کے ماں شریک بھائی تھے۔

قَالُوْٓا ءَاِنَّکَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَھٰذَآ اَخِیْ قَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا ؕ اِنَّہٗ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰہِ لَقَدْ اٰثَرَکَ اللّٰہُ عَلَیْنَا وَاِنْ کُنَّا لَخٰطِئِیْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ؕ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: کہنے لگے کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو انہوں نے فرمایا (ہاں) میں یوسف ہوں اور یہ (بنیامین) میرا (حقیقی) بھائی ہے ہم پر اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان کیا واقعی جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتے وہ کہنے لگے کہ بخدا کچھ شک نہیں تم کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت عطا فرمائی بیشک ہم (اس میں) خطاوار تھے یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ نہیں تم پر آج کوئی الزام نہیں اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

تفسیر ⑨⓪ "قالوا ءانک لانت یوسف" ابن کثیر اور ابو جعفر نے (انک) خبر کی بنا پر پڑھا ہے اور دیگر حضرات نے استفہام کی بنا پر۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام پردہ کے پیچھے سے گفتگو کر رہے تھے جب یوسف علیہ السلام نے "ھل علمتم مافعلتم بیوسف" کہا تو پردہ ہٹا دیا تو انہوں نے پہچان لیا اور ضحاک رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام نے یہ بات کہی تو مسکرائے تو انہوں نے پروئے ہوئے موتیوں کی طرح چمکدار دانت دیکھ کر آپ کو یوسف علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی اور استفہاماً کہا "ائنک لانت یوسف؟" عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نہ پہچانا تھا تو یوسف علیہ السلام نے اپنا تاج نیچے رکھ دیا تو ان کے سر پر ایک علامت تھی جو یعقوب علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور ان کی والدہ سارہ علیہا السلام کے سر پر بھی تھی تو اس وجہ سے پہچان لیا اور بعض نے کہا ہے کہ اندازہ کے طور پر کہا تھا "قال انا یوسف وھٰذا اخی" بنیامین "قدمنّ اللّٰہ علینا" ہم پر احسان کیا کہ ہمیں جمع کر دیا۔ "انّہ من یتق" فرائض کی ادائیگی اور معاصی سے اجتناب کے ساتھ۔ "ویصبر" ان سے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام کی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زنا سے بچے گا اور کنوارہ ہونے پر صبر کرے گا اور مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معصیت سے بچے گا اور قید پر صبر کرے گا۔ "فانّ اللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین"

⑨① "قالوا" معذرت کرتے ہوئے "تاللّٰہ لقد آثرک اللّٰہ علینا" اللہ نے تجھے اختیار کیا اور ہم پر فضیلت دی "وان کنا لخاطئین" جو کچھ تیرے ساتھ ہم نے کیا نہ یہ کہ گناہ گار تھے۔ کہا جاتا ہے خطئی خطأ جب جان بوجھ کر کرے اور اخطأ کہا جاتا ہے جب بغیر عمد کے کرے۔

⑨② "قال" یوسف علیہ السلام نے اور وہ بردبار تھے "لاتثریب علیکم الیوم" تم پر کوئی عار نہیں ہے اور آج کے بعد میں تمہارے گناہ کا تذکرہ نہ کروں گا۔

"یغفر اللّٰہ لکم وھو ارحم الرّاحمین" جب یوسف علیہ السلام نے اپنا تعارف کرا دیا تو والد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رورو کران کی نگاہ ختم ہوگئی ہے تو اپنی قمیص ان کو دی اور کہا:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾

ترجمہ اب تم میرا یہ کرتہ (بھی) لیتے جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو (اس سے) ان کی آنکھیں روشن ہوجاویں گی اور اپنے (باقی) گھر والوں کو (بھی) سب کو میرے پاس لے آؤ اور جب قافلہ چلا تو ان کے باپ نے کہنا شروع کیا کہ اگر تم مجھ کو بڑھاپے میں بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو (تو ایک بات کہوں کہ مجھ کو تو یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے وہ پاس والے کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں۔

تفسیر ⑨③ "اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علٰی وجه ابی یاتِ بصیرا" حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا تھا کہ اس طرح کرنے سے نگاہ ٹھیک ہوجائے گی۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قمیص جنت کی بنی ہوئی تھی۔ مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے حکم دیا تھا کہ اپنی قمیص بھیج دیں یہ قمیص ابراہیم علیہ السلام کی تھی کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کے کپڑے اُتار کر ان کو عریاں آگ میں ڈالا گیا تھا تو جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس جنت کے ریشم کی قمیص لائے تھے اور ابراہیم علیہ السلام کو پہنا دی تھی۔ یہ قمیص ابراہیم علیہ السلام کے پاس رہ گئی پھر آپ علیہ السلام کے بعد وراثت میں اسحاق علیہ السلام کو ملی۔ پھر ان کے بعد یعقوب علیہ السلام کو ملی جب یوسف علیہ السلام جوان ہوئے تو یعقوب علیہ السلام نے ایک سرکنڈے میں یہ قمیص ڈال کر اس کا منہ بند کر دیا اور اس سرکنڈے کو یوسف علیہ السلام کے گلے میں لٹکا دیا کیونکہ ان کو نظر لگ جانے کا خوف تھا تو وہ ہر وقت ان کے گلے میں رہتا۔ جب بھائیوں نے قمیص اُتار کر آپ علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا تو جبرئیل علیہ السلام آئے اور اس تعویذ سے قمیص نکال کر آپ علیہ السلام کو پہنا دی اور اس وقت بھی جبرئیل علیہ السلام آئے اور یوسف علیہ السلام کو کہا کہ یہ قمیص اپنے والد کے پاس بھیج دیں کیونکہ اس میں جنت کی خوشبو ہے جس بیمار یا مصیبت زدہ پر پڑے گی، اس کو عافیت ملے گی تو یوسف علیہ السلام نے یہ قمیص بھائیوں کو دے دی۔ اور کہا (القوہ علی وجه ابی یات بصیرا) "واتونی باھلکم اجمعین"

⑨④ "ولمّا فصلت العیر" جب وہ قافلہ مصر کی جھونپڑیوں سے نکل کر کنعان کی طرف متوجہ ہوئے۔ "قال ابوھم" یعقوب علیہ السلام نے اپنے پوتوں کو کہا "انّی لاجد ریح یوسف" مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی خوشبو تین دن کی مسافت سے آگئی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ آٹھ راتوں کی مسافت سے اور حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان اسّی فرسخ کا فاصلہ تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ بادِ صبا چلی اور قمیص کو پھڑ پھڑایا تو اس قمیص

کی خوشبو یعقوب علیہ السلام تک آئی تو انہوں نے جنت کی خوشبو محسوس کی تو جان لیا کہ زمین میں جنت کی خوشبو اس قمیص کے علاوہ نہیں ہے اس وجہ سے فرمایا انی لا جد ریح یوسف اس قافلہ کے آنے سے پہلے "لو لا ان تفندون" تم مجھے کم عقل سمجھو گے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تم مجھے جاہل سمجھو گے اور فند کی اصل فساد ہے۔

⑮ "قالوا" یعنی یعقوب علیہ السلام کے پوتے کہنے لگے۔"تاللّٰہ انک لفی ضلالک القدیم" اپنی پرانی غلطی میں ہیں کہ یوسف علیہ السلام کی یاد نہیں بھولتے۔ ضلال سے مراد ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت اس کی یاد کی کثرت اور امید ووصال رکھنے کی وجہ سے آپ کی عقل صحیح راستے سے ہٹ گئی ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک یوسف علیہ السلام مر چکے تھے۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا. قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ. اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ⑯ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ⑰ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّىْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ⑱

ترجمہ: پس جب خوشخبری والا آ پہنچا تو (آتے ہی) اس نے وہ کرتہ ان کے منہ پر ڈال دیا پس فوراً ہی (ان کی) آنکھیں کھل گئیں آپ نے (بیٹوں) سے فرمایا کیوں نہیں میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے سب بیٹوں نے کہا کہ اے ہمارے باپ ہمارے لئے (خدا سے) ہمارے گناہوں کی دعائے مغفرت کیجئے بیشک ہم خطاوار تھے یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے دعائے مغفرت کروں گا بیشک وہ غفور رحیم ہے۔

تفسیر ⑯ "فلمّا ان جاء البشیر یوسف علیہ السلام کی طرف سے خوشخبری لانے والا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بشیر قافلہ کے آگے آیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں وہ یہودا تھا۔ اس نے کہا میں خون میں لت پت قمیص یعقوب علیہ السلام کے پاس لے گیا تھا اور میں نے ان کو خبر دی تھی کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ آج میں یہ قمیص لے کر جاؤں گا اور ان کو خبر دوں گا کہ ان کا بیٹا زندہ ہے تو جیسے میں نے ان کو غمگین کیا تھا آج خوش کروں گا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہودا نے قمیص اُٹھائی اور ننگے پاؤں سر دوڑتا ہوا چل پڑا اور اس کے پاس سات روٹیاں تھیں، اپنے والد تک پہنچنے تک ان کو ختم نہیں کر سکا اور مسافت اسّی (۸۰) فرسخ کی تھی اور بعض نے کہا ہے کہ بشیر مالک بن ذعر تھا۔ القاہ علی وجھہ" یعنی خوشخبری لے کر آنے والے نے یوسف علیہ السلام کی قمیص یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈال دی۔"فار تدّ بصیرا" یعنی نگاہ ٹھیک ہوگئی اور کمزوری کے بعد قوت لوٹ آئی اور بڑھاپے کے بعد جوانی لوٹ آئی اور غم کے بعد خوشی۔"قال الم اقل لکم انّی اعلم من اللّٰہ مالا تعلمون" یوسف علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جمع کریں گے اور روایت کیا گیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے خوشخبری دینے والے سے پوچھا تو یوسف علیہ السلام کو کس

حال پر چھوڑ آیا ہے؟ اس نے کہا وہ مصر کے بادشاہ ہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بادشاہ کا کیا کروں تو اس کو کس دین پر چھوڑ آیا ہے؟ تو اس نے کہا دین اسلام پر تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اب نعمت مکمل ہوگئی۔

⑰ "قالوا یا ابانا استغفر لنا ذنوبنا انّا کنّا خاطئین" گناہ گنار تھے۔

⑱ "قال سوف استغفر لکم ربّی" اکثر مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے دُعا کو سحر کے وقت تک مؤخر کر دیا کیونکہ یہ ایسا وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا کوئی دُعا مانگنے والا ہے کہ میں اس کی دُعا قبول کروں۔ جب وعدہ کا وقت آیا تو سحر کی نماز کے لیے یعقوب علیہ السلام کھڑے ہوئے۔ نماز سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی اے اللہ! میرے یوسف علیہ السلام کے فراق پر جزع وفزع کرنے پر میری مغفرت کر دے اور میرے کم صبر کرنے پر مغفرت کر دے اور میری اولاد نے جو یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا اس کو بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ میں نے آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی اولاد کی بخشش کر دی۔

عکرمہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "سوف استغفر لکم ربّی" سے مراد جمعہ کی رات ہے۔ وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی رات کو بیس سال سے زائد عرصہ ان کے لیے مغفرت کرتے رہے۔ طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں دُعا کو جمعہ کی رات تک مؤخر کیا تھا اس رات عاشورہ کی رات بھی ہوگئی اور شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ "سوف استغفر لکم ربّی" کا مطلب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام سے پوچھوں گا اگر انہوں نے تمہیں معاف کر دیا ہے تو تمہارے لیے اپنے رب سے استغفار کروں گا۔ "انّه هو الغفور الرّحیم" روایت کیا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے بشیر کے ساتھ دوسو سواریاں کثیر سامان کے ساتھ بھیجی تھیں تاکہ وہ یعقوب علیہ السلام اور ان کے گھر والوں اور اولاد کو لے آئیں تو یعقوب علیہ السلام مصر کی طرف جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ کل بہتر مرد وعورت مصر کی طرف چل پڑے۔ مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تہتر تھے۔ جب مصر کے قریب گئے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے سے بڑے بادشاہ سے کہا تو یہ دونوں چار ہزار کے لشکر کے ساتھ مصر سے نکلے اور مصر کے لوگ ان دونوں کے ساتھ چل پڑے یعقوب علیہ السلام کے استقبال کے لیے۔ یعقوب علیہ السلام یہوذا پر سہارا لگا کر چلتے آ رہے تھے، دور سے اتنے گھوڑے اور لوگ دیکھے تو پوچھا اے یہوذا یہ مصر کا فرعون ہے؟ اس نے کہا نہیں آپ علیہ السلام کا بیٹا ہے۔ جب قریب ہوئے تو یوسف علیہ السلام سلام کرنے لگے کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا نہیں پہلے یعقوب علیہ السلام سلام کریں گے۔

تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا السلام علیک یا مذہب الاحزان اے غموں کو دور کرنے والے تجھے سلامتی ہو اور روایت کیا گیا ہے کہ وہ دونوں سواریوں سے اُترے اور معانقہ کیا۔ ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب یعقوب اور یوسف علیہما السلام گلے ملے تو دونوں رو پڑے۔ پھر یوسف علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے ابا جان! آپ اتنا روئے کہ نگاہ ختم ہوگئی کیا آپ علیہ السلام کو معلوم نہیں کہ قیامت ہمیں جمع کرے گی؟ تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں اے میرے بیٹے! لیکن تو مجھ سے بچپن میں جدا ہو گیا تھا، مجھے یہ ڈر رہا کہ کہیں تیرا دین نہ چھن جائے جو تیرے اور میرے درمیان حائل بن جائے۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَاۗءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ: پھر جب یہ سب کے سب یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے پاس (تعظیماً) جگہ دی اور کہا سب مصر میں چلئے (اور) خدا کو منظور ہے) وہاں) امن چین سے رہئے اور اپنے والدین کو تخت (شاہی) پر اونچا بٹھایا اور سب کے سب یوسف کے آگے سجدے میں گر گئے اور یہ حالت (دیکھ کر) یوسف نے کہا اے میرے ابا یہ ہے خواب کی تعبیر جو پہلے زمانہ میں دیکھا تھا جس کو میرے رب نے سچا کر دیا اور خدا نے میرے ساتھ احسان فرمایا کہ (ایک تو) اس نے مجھے قید سے نکالا اور (دوسرا یہ کہ) تم سب کو جنگل سے یہاں لایا (یہ سب کچھ) بعد اس کے ہوا کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان میں فساد ڈلوا دیا تھا بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے اس کی عمدہ تدبیر کرتا ہے بلاشبہ وہ بڑے علم اور حکمت والا ہے۔

تفسیر: ﴿۹۹﴾ "فلمّا دخلوا علٰی یوسف آوٰی الیه ابویه" اکثر مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ابویہ سے یوسف علیہ السلام کے والد اور خالہ لیا مراد ہیں ان کی والدہ بنیامین کے پیدا ہونے کے کچھ دن بعد وفات پا گئی تھیں اور بعض نے کہا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے والد اور حقیقی والدہ مراد ہیں وہ زندہ تھیں۔ اور بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی والدہ کو زندہ کر دیا اور وہ یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر آئیں۔ "وقال ادخلوا مصر ان شاء اللّٰہ آمنین" اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے اور استثناء اس استغفار کی طرف لوٹ رہا ہے جو یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو کہا تھا "سوف استغفر لکم ربّی ان شاء اللّٰہ"

﴿۱۰۰﴾ "ورفع ابویه علی العرش" یعنی تخت پر ان دونوں کو بٹھایا۔ "وخرّو اله سُجّداً" یعنی یعقوب علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام کی خالہ اور ان کے بھائی اور اس زمانے میں لوگوں کا سلام سجدہ کرنا ہے۔ یہاں سجود سے پیشانی زمین پر ٹکانا مراد نہیں ہے بلکہ تواضع کے ساتھ جھکنا مراد ہے اور بعض نے کہا ہے کہ پیشانی زمین پر رکھی تھی سلام اور تعظیم کے لیے نہ کہ عبادت کے طور پر۔ یہ گزشتہ اُمتوں میں تو جائز تھا لیکن اس اُمت میں منسوخ کر دیا گیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے سامنے اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کیا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ "وقال" یوسف علیہ السلام نے اس وقت "یا ابت هٰذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلها ربّی حقًّا" وہ خواب اس کا قول "انّی رأیت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رأیتهم لی ساجدین" ہے۔ "وقد احسن بی اذ اخرجنی من السجن"

یہاں کنویں کا ذکر نہیں کیا حالانکہ وہ آزمائش قید کی آزمائش سے زیادہ سخت تھی ایک تو اس لیے کہ بھائی شرمندہ نہ ہوں

کیونکہ ان کو پہلے کہہ چکے تھے "لا تثریب علیکم الیوم" اور اس لیے بھی کہ قید سے نکالنے کی نعمت خداوندی کنویں والی نعمت سے بڑی تھی کیونکہ کنویں سے نکلنے کے بعد یوسف علیہ السلام عبدیت اور غلامی کی طرف گئے اور قید سے نکلنے کے بعد بادشاہ ہوگئے اور اس وجہ سے کہ کنویں میں واقع ہونا بھائیوں کے حسد کی وجہ سے تھا اور قید یوسف علیہ السلام کی ایک لغزش کا بدلہ تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ "وجاء بکم من البدو" بدو کشادہ زمین جہاں جانوروں والے اپنے جانوروں کے ساتھ رہیں۔ یہ لوگ دیہات اور مویشیوں والے تھے۔ "من بعد ان نزغ الشیطان بینی وبین اخوتی" حسد اور بغض کے ساتھ۔ "انّ ربّی لطیف لما یشاء" اور بعض نے کہا ہے کہ من یشاء کے معنی میں ہے اور لطف کی حقیقت ایسی چیز جو احسان کو نرمی کے ساتھ دوسرے تک پہنچادے۔ "انّه هو العلیم الحکیم" مؤرخین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے پاس مصر میں چوبیس سال قیام کیا بڑی قابل رشک اور آسودہ حالت میں۔

پھر مصر میں وفات پائی۔ جب وفات کا وقت آیا تو اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کو وصیت کی ان کے جسد اطہر کو یہاں سے لے جا کر حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ دفن کیا جائے تو یوسف علیہ السلام نے ایسا کیا ان کو ملک شام دفنانے گئے اور پھر مصر واپس آ گئے اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام کو ساگوان کی لکڑی کے تابوت میں بیت المقدس لے جایا گیا اور اسی دن عیص کی بھی وفات ہوئی اور ان دونوں کو ایک قبر میں دفن کیا گیا۔ یہ دونوں ایک ہی بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ ان دونوں کی عمر ایک سو سینتالیس سال تھی۔ جب یوسف علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام نعمتیں جمع کر دیں تو دُنیا کی نعمتیں دائمی نہیں ہیں اس لیے آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اچھے انجام کا سوال کیا اور کہا:

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ: اے میرے پروردگار آپ نے مجھ کو سلطنت کا بڑا حصہ دیا اور مجھ کو خوابوں کی تعبیر دینا تعلیم فرمایا (جو کہ علم عظیم ہے) اے خالق آسمانوں کے اور زمین کے آپ میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا لیجئے اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کر لیجئے۔

تفسیر ﴿۱۰۱﴾ "ربّ قد اٰتیتنی من الملک" یعنی ملک مصر اور ملک جس کو سیاست اور تدبیر حاصل ہو اس کی قدرت کا وسیع ہونا۔ "وعلّمتنی من تاویل الاحادیث" خواب کی تعبیر "فاطر السّمٰوٰت والارض" یعنی ان دونوں کا خالق ہے۔ "انت ولیّی فی الدّنیا والآخرة توفّنی مسلمًا والحقنی بالصالحین" میرے انبیاء آباء کے ساتھ۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام میں سے یوسف علیہ السلام کے سوا کسی نے موت کا سوال نہیں کیا۔ جب یوسف علیہ السلام کے والدین بھی پہنچ گئے تو آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق ہوا تو اس وقت یہ دُعا مانگی تھی۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

اس دُعا کے بعد کئی سال زندہ رہے اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ جب یہ بات کہی تو اس کے بعد ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ وفات پا گئے۔ یعقوب علیہ السلام کی ملاقات کے بعد تیئس سال زندہ رہے اور ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی اور توریت میں ہے کہ ایک سو دس سال کی عمر میں وفات پائی اور عزیز کی بیوی سے یوسف علیہ السلام کے تین بچے پیدا ہوئے۔ افرائیم، میشا اور رحمۃ جن کا نکاح حضرت ایوب علیہ السلام سے ہوا تھا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ والد کے بعد یوسف علیہ السلام ساٹھ سال زندہ رہے اور بعض نے کہا ہے اس سے بھی زیادہ اور اسی میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی تو یوسف علیہ السلام کو ایک صندوق میں رکھ کر نیل میں دفن کیا گیا کیونکہ جب آپ علیہ السلام کا انتقال ہوا تو لوگوں میں جھگڑا ہوا ہر محلہ والے چاہتے تھے کہ وہ ان کے محلہ میں دفن کیے جائیں تا کہ برکت ہو۔ جھگڑا اتنا بڑھا کہ قتال کی نوبت آ گئی۔ تو سب کی رائے یہ ہوئی کہ آپ علیہ السلام کو دریائے نیل میں دفن کر دیا جائے تا کہ پانی آپ علیہ السلام سے گزر کر تمام لوگوں تک برکت پہنچا دے۔

عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نیل کے دائیں جانب دفن کیے گئے تو یہ جانب ہری بھری اور دوسری جانب خشک ہو گئی تو انہوں نے بائیں جانب دفن کیا وہ ٹھیک ہو گئی دائیں جانب خشک ہو گئی تو آپ علیہ السلام کو نیل کے درمیان میں دفن کر دیا اور وہ زنجیروں کے ساتھ یہ کام کرنے پر قادر ہوئے تو تمام جانبین ہری بھری ہو گئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو یہاں سے نکال کر ان کے آباء کے قرب میں شام جا کر دفن کیا۔

ذٰلِکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ وَمَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ یَمْکُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَآ اَکْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَکَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِکُوْنَ ﴿۱۰۶﴾

ترجمہ (اے محمد) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم (ہی) نے وحی کے ذریعہ سے آپ کو بتایا اور آپ ان کے (یوسف کے بھائیوں) کے پاس اس وقت موجود نہ تھے جبکہ انہوں نے اپنا ارادہ پختہ کر لیا اور وہ تدبیریں کر رہے تھے اور اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے گو آپ کا کیسا ہی جی چاہتا ہو اور آپ ان سے اس پر کچھ معاوضہ تو چاہتے نہیں یہ (قرآن) تو صرف تمام جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں جن پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے اور وہ ان کی طرف (اصلاً) توجہ نہیں کرتے اور اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کہ وہ شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔

تفسیر ﴿۱۰۲﴾ "ذٰلک" جو میں نے ذکر کیا "من انباء الغیب نوحیه الیک وما کنت لدیهم" اے محمد ﷺ آپ اولاد

یعقوب کے پاس نہ تھے۔اذا جمعوا امرھم" یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔

"وھم یمکرون" یوسف علیہ السلام کے ساتھ۔

﴿۱۰۳﴾ "وما اکثر النّاس" اے محمد! "ولو حرصت بمؤمنین" ان کے ایمان پر حریص ہیں۔روایت کیا گیا ہے کہ یہود اور قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوسف علیہ السلام کا واقعہ پوچھا تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو توریت کے موافق واقعہ بتایا تو پھر بھی ایمان نہ لائے تو اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت غمگین ہوئے۔اس لیے اس آیت میں آپ علیہ السلام کو کہا گیا ہے کہ اگرچہ آپ علیہ السلام ان کے ایمان پر حریص ہیں لیکن وہ ایمان نہ لائیں گے۔

﴿۱۰۴﴾ "وما تسألھم علیہ" تبلیغ رسالت اور اللہ کی طرف بلانے پر "من اجر ان ھو" نہیں ہے وہ قرآن "الّا ذکر للعالمین"

﴿۱۰۵﴾ "وکاین" اور کتنی "من اٰیۃ" عبرت اور دلالت "فی السّمٰوٰت والارض یمرّون علیھا وھم عنھا معرضون" نہ ان میں غور کرتے ہیں اور نہ ان سے عبرت حاصل کرتے ہیں......

﴿۱۰۶﴾ "وما یؤمن اکثرھم باللّٰہ الّا وھم مشرکون" ان کا ایمان یہ ہے کہ جب ان سے پوچھا جائے کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اور جب ان سے سوال کیا جائے کہ بارش کون برساتا ہے؟ تو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ پھر اس کے ساتھ بتوں کی عبادت بھی کرتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت مشرکین کے تلبیہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ وہ اپنے تلبیہ میں کہتے تھے۔"اللّھم لبّیک لبّیک لاشریک لک الّا شریک ھو لک تملکہ وما ملک" اور عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت دُعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ وہ خوشحالی میں اپنے رب کو بھول جاتے تھے جب مصیبت ہوتی تو خالص اللہ کے لیے دُعا کرتے۔جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ "وظنّوا انّھم احیط بھم دعوا اللّٰہ مخلصین لہ الدّین" اور دوسری جگہ فرمایا "فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللّٰہ مخلصین لہ الدّین" فلما نجاھم الی البر اذا ھم یشرکون اور اس کے علاوہ آیات۔

اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ. عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

(ترجمہ) سو کیا پھر بھی اس بات سے مطمئن ہوئے بیٹھے ہیں کہ ان پر خدا کے عذاب کی کوئی ایسی آفت آپڑے جو

ان کو محیط ہو جائے یا ان پر اچانک قیامت آ جاوے اور ان کو (پہلے سے) خبر بھی نہ ہو آپ فرما دیجئے کہ یہ میرا طریق ہے میں (لوگوں کو توحید) خدا کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ میں دلیل پر قائم ہوں میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی اور اللہ (شرک سے) پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں اور ہم نے آپ سے پہلے مختلف بستی والوں میں سے جتنے (رسول) بھیجے سب آدمی ہی تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے (کوئی بھی فرشتہ نہ تھا اور یہ لوگ جو بے فکر ہیں) تو کیا یہ لوگ ملک میں (کہیں) چلے پھرے نہیں کہ (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیسا (برا) انجام ہوا جو ان سے پہلے (کافر ہو گزرے ہیں اور البتہ عالم آخرت ان لوگوں کے لئے نہایت بہبودی کی چیز ہے جو احتیاط رکھتے ہیں سو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

تفسیر ⑩⑦ "**افامنوا ان تأتیهم غاشیة من عذاب اللّٰه**" یعنی جلدی سزا۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسا عذاب جو ان کو ڈھانپ لے۔ قتادہ نے غاشیہ ترجمہ کیا پڑنے والی آفت ضحاک نے کہا کہ اس سے مراد ہیں آسمانی بجلیاں اور غیبی حوادث **او تاتیهم الساعة بغتة**' اچانک جس کی پہلے سے کوئی علامت نہ ہو نہ وقت معین ہو۔ "**وهم لایشعرون**" اس کے قیام کو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ لوگ بازاروں میں مشغول ہوں گے اور ایک سخت چیخ لوگوں کو ہیجان میں ڈالے دے گی۔

⑩⑧ "**قل هٰذه سبیلی**" میری سنت اور میرا طریقہ۔ "**ادعوا الی اللّٰه علی بصیرة**" یقین پر۔ بصیرت ایسی معرفت جس کے ذریعے حق اور باطل کی تمیز ہو جائے۔ "**انا ومن اتّبعنی**" جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی وہ بھی اللہ کی طرف بلاتا ہے۔ یہ کلبی اور ابن زید رحمہما اللہ کا قول ہے۔ فرمایا کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتا ہے اس پر حق ہے کہ وہ اس کی طرف بلائے جس طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور بعض نے کہا ہے کہ کلام "**ادعوا الی اللّٰه**" پر مکمل ہو چکی ہے۔ "**علٰی بصیرة انا ومن اتّبعنی**" یہ نئی کلام ہے۔

میں اپنے رب کی طرف سے بصیرت پر ہوں اور میرے متبعین بھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وہ اچھے طریقہ اور سیدھی ہدایت پر تھے۔ علم کے معدن اور ایمان کے خزانے اور رحمٰن کے لشکر تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کوئی طریقہ اپنانا چاہتا ہے تو وہ ان کا طریقہ اپنائے جو مر چکے ہیں کیونکہ زندہ پر فتنہ سے مطمئن نہیں ہوا جا سکتا۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں اس اُمت کے افضل لوگ ہیں اُمت میں سب سے زیادہ پاکیزہ دل اور گہرے علم اور کم تکلف کرنے والے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی رفاقت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے چن لیا ہے۔ پس تم ان کی فضیلت سمجھو اور ان کے نشان قدم پر چلو اور جتنا ہو سکے ان کے اخلاق اور سیرت کو مضبوطی سے تھامو کیونکہ وہ لوگ سیدھی راہ پر تھے۔ "**وسبحان اللّٰه**" اور آپ کہہ دیں سبحان اللہ، اللہ کو ان چیزوں سے پاک کرنے کے لیے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ "**وما انا من المشرکین**"

12

⑩⑨ "وما ارسلنا من قبلک" اے محمدؐ "الاّ رجالاً" فرشتے "نّوحی الیھم" ابو جعفر اور حفص نے (نوحی) نون اور حاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی حضرات نے یاء اور حاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ من اھل القریٰ" شہر والوں میں سے نہ کہ بستی والوں میں سے۔ اس لیے کہ شہر والے دیہات والوں سے زیادہ عقل مند ہوتے ہیں کیونکہ دیہات کے لوگ سخت مزاج ہوتے ہیں۔ "افلم یسیروا فی الارض" یہ تکذیب کرنے والے مشرکین "فینظروا کیف کان عاقبۃ الّذین من قبلھم" یعنی وہ امتیں جنہوں نے تکذیب کی تو وہ عبرت حاصل کریں "ولدار الآخرۃ خیر للّذین اتّقوا" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو ہماری اطاعت کرتے ہیں ان سے ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہم ان کو نجات دیتے ہیں عذاب آنے کے وقت اور جو آخرت کے گھر میں ہے وہ ان کے لیے بہتر ہے۔

پس جو ہم نے ذکر کیا وہ آیت میں چھوڑ دیا گیا ہے کلام کے اس پر دلالت کرنے کی وجہ سے اس کا قول (ولدار الآخرۃ) بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آخرت کے گھر کا حال بہتر ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ شی کی اضافت اپنی ذات کی طرف ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان (ان ھذا لھو حق الیقین) اور جیسے ان کا قول یوم الخمیس اور ربیع الآخر (افلا تعقلون) کہ تم ایمان لے آؤ۔

حَتّٰٓی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا جَآءَ ھُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ⑪⓪ لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِھِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؕ مَا کَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ⑪①

ترجمہ: یہاں تک کہ پیغمبر (اس بات سے) مایوس ہو گئے اور ان (پیغمبروں) کو گمان غالب ہو گیا کہ ہمارے فہم نے غلطی کی ان کو ہماری مدد پہنچی پھر (اس عذاب سے) ہم نے جس کو چاہا وہ بچا لیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹتا ان (انبیاء و امم سابقین) کے قصے میں سمجھدار لوگوں کے لئے (بڑی) عبرت ہے یہ قرآن (جس میں یہ قصے ہیں) کوئی تراشی ہوئی بات تو ہے نہیں (کہ اس سے عبرت نہ ہوتی) بلکہ اس سے پہلے جو (آسمانی) کتابیں ہو چکی ہیں یہ ان کی تصدیق کرنے والا ہے اور ہر (ضروری) بات کی تفصیل کرنے والا ہے اور ایمان والوں کے لئے ذریعہ ہدایت و رحمت ہے۔

تفسیر ⑪⓪ "حتّٰی اذا استیاس الرّسل وظنّوا انّھم قد کذّبوا جاء ھم نصرنا" قراء کا "کُذّبوا" میں اختلاف ہے۔ اہل کوفہ اور ابو جعفر نے تخفیف کے ساتھ "کذبوا" پڑھا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس قرأت کا انکار کیا کرتی تھیں۔

اور دیگر حضرات نے شد کے ساتھ پڑھا ہے جنہوں نے شد کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں ظن یقین کے معنی میں ہوگا اور اس کی ضمیر رسولوں کی طرف راجع ہوگی تو معنی یہ ہے کہ حتیٰ کہ جب رسول اپنی قوم کے ایمان سے نا اُمید ہوگئے "ظنّوا" اور یقین ہوگیا رسولوں کو کہ اُمتوں نے ان کی تکذیب کی ان کے ایمان کی اُمید نہیں کی جاسکتی۔ یہاں ظن بمعنی یقین ہے۔ یہ تفسیر قتادہ رحمہ اللہ کے قول کا معنی ہے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ یہاں کذبوا کی ضمیر کفار کی طرف راجع ہوگی اور ظن اپنے معنی میں ہے۔ معنی یہ ہے کہ حتیٰ کہ جب رسول نا اُمید ہوگئے ان سے جنہوں نے ان کی قوم میں سے ان کی تکذیب کی، اس سے نا اُمید ہوئے کہ وہ ان کی تصدیق کریں گے اور گمان کیا کہ جو لوگ ان پر ایمان لائے ہیں وہ بھی سخت امتحان اور مصائب کی وجہ سے ان کی تکذیب کر کے دین سے مرتد ہو جائیں گے مدد کو مؤخر سمجھنے کی وجہ سے۔

اور جنہوں نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے انہوں نے کہا ہے کہ معنی یہ ہے حتیٰ کہ جب رسول اپنی قوم کے ایمان سے نا اُمید ہوگئے "وظنّوا" اور قوم نے گمان کیا کہ رسولوں نے عذاب کی وعید کے بارے میں ان سے جھوٹ کہا تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے کہ ان کے دل کمزور ہوگئے۔ اور رسولوں نے گمان کیا کہ ان سے مدد کے وعدوں میں کذب اختیار کیا گیا تو وہ بشر تھے ان کا دل کمزور ہوگیا اور نا اُمید ہوگئے کہ ان سے وعدہ کا خلاف کیا گیا ہے۔

پھر تلاوت کی (حتى يقول الرسول والذين امنوا معه متى نصر الله جاء هم) یعنی رسولوں کے پاس ہماری مدد آئی (فنجي من نشاء) اکثر حضرات نے دونونوں کے ساتھ پڑھا ہے یعنی ہم نجات دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اور ابن عامر اور حمزہ اور عاصم اور یعقوب نے ایک نون مضموم اور جیم کے شد اور یاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ مجہول ہے۔ اس لئے کہ مصحف میں ایک نون مضموم کے ساتھ لکھا ہوا ہے تو اس قرأت میں (من) کا محل رفع ہوگا اور پہلی قرأت میں نصب ہوگا پس ہم نجات دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں عذاب کے نزول کے وقت اور وہ فرمانبردار مومن ہیں۔ "ولا يُرَدُّ بأسنا" ہمارا عذاب "عن القوم المجرمين" قوم سے مراد مشرکین ہیں۔

⑪ "لقد كان في قصصهم" یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں "عبرة" نصیحت ہے "لاولی الالباب" ما كان یعنی قرآن میں ہے حديثاً يفترىٰ من دون الله ولكن تصديق الّذى يبين يديه" یعنی توریت اور انجیل "وتفصيل كلّ شىءٍ" ہر اس چیز کی تفصیل جس کے بندے محتاج ہیں یعنی حلال وحرام اور امر و نہی وهدى و رحمة بیان اور نعمت ہے لقوم يؤمنون"

سُورَۃُ الرَّعد

یہ سورت مکی ہے سوائے ان دو آیاتوں کے "ولا یزال الذین کفروا" اور "ویقول الذین کفروا لست مرسلاً" اس کی ۴۳ آیات ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓرٰ. تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ ط وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ① اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَھَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ط یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ ②

ترجمہ: المرآ یہ (جو آپ سن رہے ہیں) آیتیں ہیں ایک بڑی کتاب (یعنی قرآن) کی اور جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے یہ بالکل سچ ہے اور لیکن بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے اللہ ایسا (قادر) (ہے کہ اس نے آسمانوں کو بدوں ستون کے اونچا کھڑا کر دیا چنانچہ تم ان (آسمانوں) کو (اسی طرح) دیکھ رہے ہو پھر عرش پر قائم ہوا اور آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگا دیا ہر ایک ایک وقت معین پر چلتا رہتا ہے وہی (اللہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے (اور) دلائل کو صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کے پاس جانے کا یقین کرلو۔

تفسیر: ① "المر" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے کہ میں اللہ ہوں جانتا ہوں اور دیکھتا ہوں "تلک آیات الکتاب" وہ خبریں جو آپ کے سامنے بیان کی گئی ہیں اور وہ آیات (نشانیاں) تورات، انجیل اور ماقبل کتابوں میں گزر چکی ہیں۔ "والذی انزل الیک" یہ قرآن جو آپ پر نازل کیا گیا "من ربک الحق" یہ حق ہے اس کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔ یہ عبارت اس طرح تھی "ھو الحق فاعتصم به" اس صورت میں یہ محل رفع میں واقع ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے اور "والحق" اس کی خبر ہے اور بعض نے کہا کہ یہ حالت نصب میں واقع ہے۔ اس صورت میں عبارت یوں ہوگی "تلک آیات الکتاب وآیات الذی انزل الیک" اور وہ آیات جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہیں۔ پھر حق کو ابتداء میں لے کر آئے

عبارت یہ ہوئی۔ "ذلک الحق" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کتاب سے مراد قرآن ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ یہ قرآن کی نشانیاں ہیں۔ آیت کا مطلب یہ بنے گا کہ یہ قرآن جو آپ کی طرف نازل کیا گیا تمہارے رب کی طرف سے وہ حق ہے۔ "ولکن اکثر الناس لا یؤمنون" مقاتل کا قول ہے کہ یہ مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے کہا کہ محمد اپنی طرف سے کہتے ہیں ان کے قول کی تردید کی، پھر ربوبیت کے دلائل ذکر کیے اور ارشاد فرمایا۔

② "اللّٰہ الذی رفع السمٰوٰت بغیر عمد ترونها" اس کا معنی ستون ہے اس کا مفرد عمود آتا ہے۔ جیسے اُدیم جمع ہے ادم کی۔ اسی طرح عمد ہے جیسے رسول کی جمع رسل ہے۔ معنی یہ ہے کہ آسمان بغیر ستونوں کے بنایا گیا ہے۔ یہی صحیح ہے۔ آسمان کے نہ کوئی ستون ہیں جن پر وہ کھڑا ہے اور نہ ہی اس کے اوپر کوئی چیز ہے جس سے باندھ کر اس کو لٹکایا گیا ہو۔ ایاس بن معاویہ کا قول ہے۔ آسمان زمین کو ڈھانپے ہوئے ہے مثل "قبة" کے۔ بعض نے کہا کہ "ترونها" راجع ہے عمد کی طرف۔ اس صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ اس کے ستون ہیں لیکن نظر نہیں آ رہے اور بعض لوگوں کا گمان ہے کہ آسمان کے ستون بڑے بڑے پہاڑ ہیں جو پوری دُنیا کو احاطہ میں لیے ہوئے ہیں اور آسمان ان پر مشتمل ہے۔ (قبہ) کی طرح۔ "ثم استویٰ علی العرش" اس پر اس کو بلند کیا۔ "وسخر الشمس والقمر" اور اس سے منافع حاصل کرنے کے لیے تمہارے لیے جھکایا۔ "کل یجری" یہ چلتے ہیں جب تک اللہ تعالیٰ اس کا ارادہ رکھتے ہیں۔ "لاجل مسمًّی" وقت مقررہ تک جب تک دُنیا کو فنا نہیں کیا گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اجل مسمی سے مراد اس کے درجات اور منازل ہیں جن سے آگے کوئی تجاوز نہیں کرسکتا۔ "یدبر الامر" ان تمام امور کے فیصلے وہ اکیلے کرتا ہے۔ "یفصل الآیات" وہی تمام دلائل کو کھول کر بیان کرتا ہے۔ "لعلکم بلقاء ربکم توقنون" تاکہ تم اس کی ملاقات پر یقین رکھو اور اس کے وعدے پر بھی اور اس کی تصدیق کرو۔

وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ③ وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّ نَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ④

(ترجمہ) اور وہ ایسا ہے کہ اس نے زمین کو پھیلایا اور اس (زمین) میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے دو قسم کے پیدا کئے شب (کی تاریکی) سے دن (کی روشنی) کو چھپا دیتا ہے ان امور (مذکورہ) میں سوچنے والوں کے (سمجھنے کے) واسطے (توحید پر) دلائل (موجود) ہیں اور زمین میں پاس پاس مختلف قطعے ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجور ہیں جن میں بعضی تو ایسی ہیں کہ ایک تنہ سے اوپر جا کر دو تنے ہو جاتے ہیں اور بعضے میں دو تنے نہیں ہوتے سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے اور ہم ایک کو دوسرے پر پھلوں

میں فوقیت دیتے ہیں ان امور (مذکورہ) میں (بھی) سمجھداروں کے واسطے (توحید کے) دلائل (موجود) ہیں۔

تفسیر ③ "**وهو الذی مد الارض**" مد کا معنی ہے بچھانا۔ "**وجعل فیها رواسی**" ثابت شدہ پہاڑ (جمے ہوئے پہاڑ) اس کی واحد راسیۃ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ کوہ ابوقبیس زمین پر سب سے پہلے قائم کیا گیا۔ "**وانهاراً**" اور اس زمین میں نہریں جاری کیں۔ "**ومن کل الثمرات جعل فیها زوجین اثنین**" دو قسم کے پھل۔ ان میں سے بعض سرخ ہیں اور بعض زرد ہیں اور بعض ان میں کڑوے ہیں اور بعض کھٹے۔ "**یغشی اللیل النهار**" رات کی تاریکی سے دن کی روشنی کو چھپا دیتا ہے اور دن کی روشنی سے رات کے اندھیرے کو زائل کر دیتا ہے۔ "**ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون**" تفکر کہا جاتا ہے اشیاء کے مختلف معانی کی وجہ سے دل کو پھیرنا۔

④ "**وفی الارض قطع متجاورات**" یعنی وہ بعض بعض کے ساتھ قریب قریب ہیں۔ بعض زمین اُگانے کے قابل ہے اور بعض زمین بنجر ہے جو کوئی چیز اُگا نہیں سکتی اور کسی زمین میں سبزہ کم ہے اور کسی زمین میں سبزہ زیادہ ہوتا ہے۔ "**وجناتٌ**" اور اس میں باغات بھی ہیں۔ "**من اعناب وزرع ونخیل صنوان**" ابن کثیر ابو عمر حفص یعقوب کے نزدیک یہ مرفوع ہیں اور جنات پر عطف ہے اور بعض حضرات نے ان کو مجرور پڑھا ہے۔ اس صورت میں اعناب پر عطف نسق ہوگا۔ صنوان جمع ہے صنو کی۔ اس کھجور کو کہا جاتا ہے جن کی جڑیں تو ایک ہوں اور اوپر شاخیں مختلف ہوں۔ "**وغیر صنوان**" اس سے مراد وہ اکیلی کھجور جو ایک ہی تنے پر کھڑی ہو۔ اہل تفسیر کا قول ہے کہ صنوان جو مجتمع ہوں اور غیر صنوان جو مجتمع نہ ہوں۔ جیسے قنوان جمع ہے "قنوٌ" کی۔ اسی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں منقول ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا آدمی کا چچا اس کے باپ کا صنو ہوتا ہے۔ صنوان اور قنوان کے تثنیہ اور جمع ہونے میں کوئی فرق نہیں مگر اعراب میں فرق ہے۔ صنوان کے نون تثنیہ میں مکسور ہوتا ہے اور بغیر تنوین کے ہوتا ہے اور جمع میں تنوین کے ساتھ ہوتا ہے۔ "**یسقی بماء واحد**" ابن عامر، عاصم، یعقوب نے "**یسقی**" یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ تمام پانیوں کے ساتھ بولا جاتا ہے (اور دوسرے قراء نے تاء کے ساتھ ذکر کیا ہے) اللہ تعالیٰ کا فرمان۔

"**وجنات**" اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد "**ونفضل بعضها علی بعض**" ذکر کیا۔ یہاں پر بعضہ ذکر نہیں کیا۔ پانی وہ جس کا جسم پتلا اور مائع ہے، ہر بڑھنے والی چیز کی حیات اس پانی میں ہے۔ "**ونفضل بعضها علی بعض فی الاکل**" اس سے مراد پھل اور کھانے کی اشیاء حمزہ اور کسائی نے "**ویفضل**" یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے "**یدبر الامر یفصل الآیات**" اور دوسرے قراء نے نون کے ساتھ "**نفضل**" پڑھا ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ ہم کھانے کی بعض چیزوں کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہم بعض کھانے کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں۔ فارسی میں کہا جاتا ہے۔ اچھی کھجور، دقل، میٹھی، کڑوی۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک باپ سے سب بنی آدم پیدا ہوئے لیکن کوئی اچھا ہے کوئی برا۔

بنی آدم کی مثال زمین جیسی ہے کہ بعض زمین بنجر ہے اور بعض زرخیز

حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس کی مثال اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے دلوں سے دی ہے۔ زمین کا ایک خمیر تھا، اللہ نے اپنے دست قدرت سے اس کو پھیلایا، بچھایا اور پاس پاس اس کے جدا جدا ٹکڑے کردیئے۔ پھر اس پر آسمان سے پانی برسایا، پھر اس سے نکالے پھل پھول، کھیتیاں، درخت پیدا کیے اور دوسرے حصے کو شوریلا، نمکین، کلر اور بنجر کردیا۔ باوجودیکہ سب پر ایک ہی طرح کا پانی برسایا، آدمیوں کی حالت بھی اسی طرح ہے سب کو آدم علیہ السلام سے پیدا کیا اور سب کے لیے ہدایت نامہ آسمان سے اُتارا، کچھ دل تو اس کی وجہ سے نرم پڑ گئے اور ان کے اندر خشوع پیدا ہوگیا اور کچھ سخت ہوگئے اور غافل بن گئے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے خدا کی قسم جو بھی قرآن کا ہم نشین ہوا تو اُٹھنے کے وقت کچھ زیادتی لے کر اُٹھایا یا نقصان لے کر اُٹھایا، اللہ نے فرمایا "وننزل من القرآن ما هو شفاءٌ ورحمة للمؤمنين ولا يزيد الظالمين الا خساراً"......"ان فی ذلک" جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے۔ "لآيات لقوم يعقلون"

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَ اِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَ اِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑤ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۬ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ. وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑥ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۬ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ⑦

(ترجمہ) اور (اے محمدؐ) اگر آپ کو تعجب ہو تو (واقعی) ان کا یہ قول تعجب کے لائق ہے کہ جب ہم خاک ہوگئے کیا پھر ہم ازسرنو (قیامت کے روز) پیدا ہوں گے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اور ایسے لوگوں کی گردنوں میں (دوزخ میں) طوق ڈالے جاویں گے اور ایسے لوگ دوزخی ہیں۔ (اور) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ لوگ عافیت (کی ختم میعاد) سے پہلے آپ سے مصیبت (کے نزول) کا تقاضا کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے (اور کفار پر) واقعات عقوبت گزر چکے ہیں اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب لوگوں کی خطائیں باوجود ان کی بے جا حرکتوں کے معاف کردیتا ہے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب سخت سزا دیتا ہے اور یہ کفاریوں (بھی) کہتے ہیں کہ ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے خاص معجزہ (جو ہم چاہتے ہیں) کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ صرف ڈرانے والے (نبی) ہیں اور ہر قوم کے لئے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں۔

وان تعجب فعجب قولهم کی تفسیر

تفسیر ⑤ "وان تعجب فعجب قولهم" تعجب اس کیفیت کا نام ہے کہ کسی امر بعید کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا۔ یہاں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس قول پر تعجب نہ کریں کہ یہ اس بات کا اقرار تو کرتے ہیں کہ اوّل تخلیق اللہ نے کی لیکن یہ دوبارہ پیدا کیے جانے کے منکر ہیں کیونکہ مشرکین مکہ دوبارہ اُٹھائے جانے کے منکر تھے۔ اگرچہ ابتداء پیدا کیے جانے کے قائل تھے اور یہ بات دل میں بار بار کھٹکتی ہے کہ پہلی بار کسی چیز کو بنانا مشکل ہے بنسبت دوسری مرتبہ پیدا کرنے سے، یہ جگہ بطور تعجب کے ہے یا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مشرک جو آپ کے دعوائے رسالت کی تکذیب کررہے ہیں اور واضح دلائل کے باوجود پھر بھی ایسی چیزوں کی پوجا کررہے ہیں جن میں نہ نفع پہنچانے کی طاقت ہے اور نہ ہی نقصان پہنچانے کی طاقت اور وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھ رہے ہیں کہ اللہ نے ان کی مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ ان کے اس قول کی بناء پر آپ کو تعجب ہورہا ہے اور یہ لوگ بھی تعجب کررہے ہیں کہ "اء ذا کنا ترابًا" مرنے کے بعد مٹی ہوجائیں گے "ائنا لفی خلق جدید" آپ کو لوٹایا جائے گا نئی تخلیق کے ساتھ جس طرح کہ تم مرنے سے پہلے تھے۔ نافع، کسائی اور یعقوب رحمہم اللہ نے "ائذا" ہمزہ استفہام کے ساتھ نقل کیا ہے۔ "ء انا" خبر کے ترک پر۔ ابوجعفر اور ابن عامر نے اس کے برعکس لیا ہے۔ اسی طرح "سبحان الذی" دونوں جگہوں "المؤمنون" اور "الم سجدہ" پر اسی طرح پڑھا ہے اور باقی قراء نے اس میں استفہام کے ساتھ پڑھا ہے اور اسی طرح صافات کی دونوں جگہوں میں لیکن ابوجعفر نے نافع کی موافقت کی ہے صافات کے شروع میں۔ انہوں نے جملہ استفہام کو مقدم کیا اور یعقوب دوسری جگہ استفہام کو ذکر نہیں کرتے۔ "اولئک الذین کفروا بربهم و اولئک الاغلال فی اعناقهم" قیامت کے دن۔ "واولئک اصحب النار هم فیها خالدون"

⑥ "ویستعجلونک بالسیئة قبل الحسنة" استعجال کہا جاتا ہے کسی کام کو جلدی طلب کرنا یا مقررہ وقت سے پہلے کسی چیز کی طلب کرنا۔ یہاں "سیئة" سے مراد سزا و عذاب ہے اور "حسنة" سے مراد نعمت و عافیت یعنی مشرکین مکہ عافیت کی جگہ عذاب کے طالب تھے اور استہزاء کے طور پر کہتے تھے۔

اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کردے یا ہم پر کوئی اور دردناک عذاب بھیج دے۔ "وقد خلت من قبلهم المثلات" ان سے پہلے اُمتیں گزر چکی ہیں جنہوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور رسولوں کو جھٹلایا۔ اس وجہ سے ان کو سزائیں پڑیں۔ مثلات جمع ہے مثلہ کی۔ میم کے فتحہ اور ثاء کے ضمہ کے ساتھ جیسے صدقہ اور صدقات ہے۔ "وانّ ربک لذو مغفرة للنّاس علی ظلمهم وانّ ربک لشدید العقاب"

⑦ "ویقول الذین کفروا لولا انزل علیه" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی معجزہ نازل کیوں نہیں ہوتا۔ "آیة من ربه" اس کی نبوت پر دلیل اور حجت بنے۔ "انما انت منذر" بمعنی ڈرانے والا "ولکل قوم هادٍ" یعنی ہر ایک قوم کے لیے

ایک نبی جوان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ایک دعوت دینے والا ان کو دعوت دیتا ہے حق کی طرف یا گمراہی کی طرف۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ہادی سے مراد ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آپ علیہ السلام تو صرف ڈرانے والے اور ہر قوم کو سیدھا راستہ دکھانے والے۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ ہادی اللہ تعالیٰ ہیں۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ⑧ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ⑨ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ ۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ ۢ بِالنَّهَارِ ⑩ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ ۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ⑪

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کو سب خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے اور ہر شے اللہ کے نزدیک ایک خاص انداز سے (مقرر) ہے وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے سب سے بڑا (اور) عالیشان ہے تم میں سے جو شخص کوئی بات چپکے سے کہے اور جو پکار کر کہے اور جو شخص رات میں کہیں چھپ جاوے اور جو دن میں چلے پھرے یہ سب برابر ہیں ہر شخص (کی حفاظت) کے لئے کچھ فرشتے (مقرر ہیں) جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی (اچھی) حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی حالت نہیں بدل دیتے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کر لیتا ہے تو پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت ہی نہیں اور کوئی خدا کے سوا ان کا مددگار نہیں رہتا۔

(تفسیر) ⑧ "اللّٰہ یعلم ما تحمل کل انثی" مذکر ہو یا مؤنث جو وہ اپنے پیٹ میں اُٹھائے ہوئے ہے برابر ہے کہ وہ تمام الخلقت ہے یا ناقص الخلقت ہے۔ ایک ہے یا دو یا اس سے زائد۔

وما تغیض الارحام وماتزداد کی تفسیر

"وما تغیض الارحام" اور جو رحموں میں کم بیشی ہوتی ہے۔ "وما تزداد" بعض اہل تفسیر کا قول ہے کہ تغیض الارحام سے مراد حالت حمل میں حیض کا آنا۔ جب حاملہ عورت کو حیض آنے لگ جائے تو بچے کے لیے نقصان ہوتا ہے کیونکہ رحم میں حیض کا خون بچے کے لیے غذا کا سبب ہوتا ہے۔ جب حیض جاری ہو گیا تو اس کی غذا منقطع ہو گئی، اس سے بچے کو نقصان پہنچ جاتا ہے اور اگر خون جاری نہ ہو تو یہ بچے کی غذائیت میں فائدہ مند ہوتا ہے اور اس سے بچہ بڑھتا ہے۔

اور بعض نے کہا کہ جب حاملہ عورت کو حیض آنے لگ جائے تو بچے کی غذا میں کمی آئے گی اور حمل کی مدت میں اضافہ ہوگا۔

مثال کے طور پر اگر اس حاملہ نے نو ماہ پاکی کی حالت میں گزارے، پھر اس کے بعد اس نے پانچ دن حیض کے دیکھے تو اب ان پانچ دنوں میں بچے کی غذا میں نقصان ہوا۔ لہٰذا اتنی مدت حمل میں زیادتی بڑھے گی۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "غیضھا" سے مراد نو ماہ کی مدت حمل میں نقصان ہے اور "والزیادۃ" نو ماہ سے زیادتی مراد ہے اور بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد نقصان اور بچے کا گر جانا اور زیادتی سے مراد تمام الخلقت ہو جانا بناوٹ کا پورا ہو جانا۔

مدت حمل کی کم از کم چھ ماہ ہے۔ اس مدت کے دوران وہ زندہ رہ سکتا ہے اور پرورش بھی پا سکتا ہے اور اس کی اکثر مدت میں اختلاف ہے۔

رضاعت کی مدت مقدار میں ائمہ کے مختلف اقوال

بعض نے کہا کہ اکثر مدت دو سال ہے۔ یہی قول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور بعض حضرات کے نزدیک اس کی اکثر مدت چار سال ہے۔ اسی طرف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ گئے ہیں۔ حماد بن سلمہ کا قول ہے کہ ھرم بن حبان کو ھرم اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنی ماں کے پیٹ میں چار سال تک رہا۔ "وکل شیءٍ عندہ بمقدار" یہ حد مقرر سے کوئی چیز نہ بڑھ سکتی ہے اور نہ گھٹ سکتی ہے۔

⑨ "عالم الغیب والشھادۃ الکبیر" ہر چیز اس سے پست اور کم درجہ ہے۔

"المتعال" کہ وہ اپنی قدرت سے ہر چیز پر غالب ہے۔

⑩ "سواء منکم من اسرّ القول ومن جھر بہ" کہ اللہ کے علم میں سب برابر ہیں خواہ وہ اپنی بات پوشیدہ طور پر کریں یا جہر کے طور پر۔ "ومن ھو مستخف باللیل" رات کے اندھیروں میں دوسروں کو چھپائے رکھنا۔ "وسارب بالنھار" جو دن کو نکلے تو سب اسی کی طرف دیکھیں۔ "سَرْب" سین کے فتحہ اور راء کے سکون کے ساتھ راستہ کو کہتے ہیں۔

مستخف باللیل وسارب بالنہار کی تفسیر

قتیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے "سارب بالنھار" سے مراد دن میں اپنے کام کاج میں مشغول ہونے والا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس آیت میں فرمایا گیا کہ مستخف سے مراد رات کو چھپ کر زنا کرنے والا اور "سارب بالنھار" کا مطلب ہے کہ دن میں باہر نکل کر وہ لوگوں کو دکھاتا ہے کہ میں جرم سے پاک ہوں اور بعض نے کہا کہ مستخف باللیل کا مطلب یہ ہے کہ ان کے قول کو ظاہر کر دینا جیسا کہ کہا جاتا ہے پوشیدہ چیز کو جب ظاہر کر دیا جائے اور اس بات کو پوشیدہ رکھنا جس کو وہ چھپائے۔

⑪ "لہ معقبات" اللہ تعالیٰ کے فرشتے جو دن رات اُترتے اور چڑھتے ہیں۔ جب رات والے فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو دن والے فرشتے زمین کی طرف اُترتے ہیں اور جب دن والے فرشتے اوپر جاتے ہیں تو رات والے فرشتے نیچے

اُترتے ہیں۔ "تعقیب" کسی چیز کے ظاہر ہونے کے بعد اس کا لوٹ جانا۔ اس کو مؤنث کے لفظ سے ذکر کیا کیونکہ اس کا واحد معقب ہے اور جمع معقبات آتی ہے۔ جیسا کہ ابناوات سعد اور رجالات بکر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے آگے پیچھے آتے جاتے رہتے ہیں۔ فجر اور عصر کی نماز میں ان کا اجتماع ہوتا رہتا ہے، رات بھر جو فرشتے تم میں رہتے ہیں جب وہ چڑھ جاتے ہیں تو ان کا رب باوجود یہ کہ بخوبی واقف ہے پھر بھی فرشتوں سے پوچھتا ہے، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا، فرشتے عرض کرتے ہیں ان کو ہم نے نماز پڑھتے چھوڑا ہے۔ جب ہم ان میں پہنچے تھے تب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ "**من بین یدیه و من خلفه**" یعنی چھپنے والے اور ظاہر ہونے والوں میں سے ہر ایک کے آگے **یحفظو نه من امر الله** یعنی اللہ کا حکم آ گیا، اللہ کی اجازت سے وہ ان کی حفاظت کرتے ہیں جب تک کہ تقدیر نہ آ جائے۔ جب تقدیر کا لکھا ہوا آ جاتا ہے تو یہ اس سے الگ ہو جاتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ اللہ کے امر کی حفاظت کرتے ہیں جس کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس پر ایک فرشتہ مؤکل موجود نہ ہو جو اس کے سوتے وقت جاگتے وقت اس کی حفاظت کرتا ہے اور ہر جن وانس اور کیڑے مکوڑے سے اس کی نگہداشت کرتا ہے جو چیز بندے پر آنا چاہتی ہے فرشتہ اس سے کہتا ہے ہٹ جاؤ، ہاں اللہ ہی کا حکم کسی چیز کے آ پہنچنے کو ہوتا ہے تو وہ چیز پہنچ جاتی ہے۔ کعب احبار کا بیان ہے کہ اگر اللہ فرشتوں کو تم پر مامور نہ کر دیتا جو کھانے پینے اور برہنگی کے وقت تمہارے قریب رہتے ہیں تو جنات تم کو جھپٹ لیتے۔

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس آیت میں امراء کے قید و بند سے تمہیں حفاظت دی جائے گی، ان کے سامنے اور ان کی پیٹھ پیچھے۔ بعض نے کہا کہ اس سے دو فرشتے مراد ہیں جو دائیں اور بائیں کندھے پر بیٹھے ہوئے ہیں جو نیکیاں اور بدیاں لکھتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "**اذ یتلقی المتلقیان عن الیمین و عن الشمال قعید**" ابن جریج کا قول ہے کہ "**یحفظو نه**" کا معنی ہے کہ وہ اللہ کے حکم کی حفاظت کرتے ہیں یعنی نیکیوں اور برائیوں سے (نیکی پر عمل کرنے اور برائیوں سے بچنے کے بارے میں) اور بعض حضرات نے کہا کہ ھا ضمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔

جویبر سے روایت ہے کہ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے اللہ کی طرف سے کچھ فرشتے مقرر ہیں جو آپ کے آگے پیچھے رہتے ہیں اور شیاطین، جن وانس کے شر اور حوادث سے آپ کی حفاظت کرتے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن زید کا قول ہے کہ اس آیت کا نزول عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ کے سلسلے میں ہوئی۔ کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو صالح کی روایت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا ہے کہ عامر بن طفیل عامری اور اربد بن ربیعہ عامری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادے سے چلے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے اندر صحابہ کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے، دونوں مسجد میں داخل ہوئے۔ عامر بن طفیل کانا تھا مگر بہت حسین تھا، خوبصورتی کی وجہ سے لوگ نظر

اُٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ ایک شخص نے عرض کیا یہ عامر بن طفیل آپ کی طرف آ رہا ہے، فرمایا آنے دو، اگر اللہ کو اس کی بھلائی منظور ہوئی تو اس کو ہدایت کر دے گا، عامر آ کر کھڑا ہو گیا اور بولا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا: فرمایا جو دوسرے مسلمانوں کے حقوق و فرائض ہوں گے وہ تمہارے ہوں گے، کہنے لگا اپنے بعد یہ حکومت میرے سپرد کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کا اختیار مجھے نہیں، یہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے جس طرح چاہے کرے، کہنے لگا آپ صحرائیوں میں مجھے حاکم بنا دیں اور شہریوں پر آپ حاکم رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ بھی نہیں ہو سکتا، بولا پھر آپ علیہ السلام مجھے کیا دیں گے؟ میں گھوڑوں کی لگام تمہارے سپرد کر دوں گا جن پر سوار ہو کر تم جہاد کرو گے، بولا کیا آج تک میرے پاس یہ نہیں ہیں، اچھا آپ میرے ساتھ اُٹھ کر آئیں، میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر اس کے ساتھ ہو لئے۔ عامر نے اربد سے کہہ دیا تھا کہ جب تو [illegible] (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مشغول دیکھے تو ان کے پیچھے سے آ کر تلوار سے حملہ کر دینا۔ چنانچہ عامر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ جھگڑا اور گفتگو میں لوٹ پوٹ کرنے لگا تو اربد حملہ کرنے کے ارادے سے گھوم کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آ گیا اور ایک بالشت تلوار نیام سے کھینچ بھی لی لیکن اللہ نے اس کو روک دیا اور وہ پوری تلوار نہ کھینچ سکا۔ عامر اس کی طرف اشارے بھی کرتا رہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو منہ پھیر کر اربد کو دیکھا اور تلوار نکالنے میں مشغول پایا تو دُعا کی، اے اللہ! جس طرح تو چاہے میری طرف سے ان کا کام تمام کر دے، اس روز ابر نام کا بھی نہ تھا، سخت گرمی کا دن تھا اور فضا صاف تھی یکدم اربد پر بجلی ٹوٹ پڑی اور اس کو سوختہ کر دیا، عامر پیٹھ پھیر کر بھاگا اور کہنے لگا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم نے اپنے رب سے دُعا کی، اس نے اربد کو مار ڈالا، خدا کی قسم میں تیرے اوپر اتنے کم مو (تھوڑے بال والے) گھوڑے اور نوجوان چڑھا کے لاؤں گا کہ اس سارے میدان کو بھر دوں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تجھے ایسا کرنے ہی نہ دے گا اور قبیلہ کی دو شاخیں قبائل اوس و خزرج بھی تجھے ایسا نہ کرنے دیں گے۔ غرض عامر ایک سلولیہ عورت کے گھر جا کر اُترا اور صبح کو اُٹھ کر ہتھیار باندھے، چہرہ کا رنگ بدلا ہوا تھا، گھوڑے پر سوار ہو کر ایڑھی لگائی اور دوڑتا ہوا صحرا میں پہنچا اور غرور سے کہنے لگا اے موت کے فرشتے میرے سامنے نکل کر آ، پھر کچھ شعر پڑھنے لگا اور بولا، قسم ہے لات و عزیٰ کی، اگر میں دو پہر تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھی یعنی ملک الموت تک پہنچ گیا تو اپنا یہ برچھا دونوں کے آر پار کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے اپنے پَر کی ایک جھپٹ اس کے منہ پر رسید کی اور عامر چکرا کر زمین پر گر پڑا۔ اس وقت اس کے زانو پر ایک بڑی گلٹی نکل آئی، مجبوراً سلولیہ عورت کے گھر لوٹ آیا اور کہنے لگا، اونٹ کی گلٹی کی طرح گلٹی اور سلولیہ عورت کے گھر میں موت، پھر گھوڑا منگوا کر سوار ہوا اور دوڑتا ہوا چل دیا۔ آخر گھوڑے کی پشت پر ہی مر گیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا قبول فرمائی۔ عامر طاعون کی بیماری سے مرا اور اربد بجلی سے ہلاک ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کے متعلق یہ آیات نازل فرمائیں۔ "**سواء منکم من اسرّ القول ...... تا ...... له معقبات من بین یدیه**" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت وہ فرشتے کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے پیچھے ہیں۔

"انّ اللّٰہ لا یغیر ما بقوم" کسی قوم کی عافیت ونعمت کونہیں بدلتا۔ "حتّٰی یغیروا ما بانفسھم" یہاں تک کہ وہ برے اعمال کی جگہ اچھے اعمال کو اختیار نہ کرلیں۔ "واذا اراد اللّٰہ بقوم سوءً" یعنی عذاب کے ذریعے یا ہلاکت کے ذریعے۔ "فلا مَرَدَّ لہٗ" تو اس کو کوئی لوٹانے والا نہیں۔ "ومالھم من دونہ من وّال" کوئی ایسا ٹھکانا جو اس کو دے دے اور بعض نے کہا کہ ان سے عذاب کو دفع کرسکے۔

هُوَالَّذِیْ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنْشِیُٔ السَّحَابَ الثِّقَالَ ⑫ وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ. وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِھَا مَنْ یَّشَآءُ وَھُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰہِ. وَھُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ⑬

ترجمہ: وہ ایسا ہے کہ تم کو بجلی دکھلاتا ہے جس [illegible]ی ہوتا ہے اور امید بھی ہوتی ہے اور وہ بادلوں کو (بھی) بلند کرتا ہے جو پانی سے بھرے ہوتے ہیں اور رعد (فرشتہ) اس کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتا ہے اور (دوسرے فرشتے بھی اس کے خوف سے اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہے گرادیتا ہے اور وہ لوگ اللہ کے باب میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ بڑا اشدید القوت ہے۔

تفسیر: ⑫ "ھو الذی یریکم البرق خوفًا و طمعًا" بعض نے کہا کہ خوف سے مراد بجلی کی کڑک اور طمعاً سے مراد بارش سے ہونے والا نفع۔ اور بعض نے کہا کہ سفر میں بارش کے ضرر کا خوف یا مشقت کا پہنچنا اور مقیم کا طمع کرنا کہ اس سے برکت ونفع حاصل ہوگا۔ بعض نے کہا کہ خوف اس سے جب وہ اپنے گھروں سے دور ہوں اور طمع جب کرتے جب وہ اپنے مکانات میں موجود ہوں۔

"وینشیٔ السحاب الثقال" بھاری بھاری بادل اُٹھاتا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اللہ نے بادلوں کو اُٹھایا تو بادل ظاہر ہوگئے۔ "سحب" جمع ہے اس کی واحد "سحابۃ" آتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ بادل پانی کی چھلنی ہے۔

رعد فرشتے کی تسبیح

"ویسبح الرعد بحمدہ" اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے کہ رعد فرشتے کا نام ہے جو بادلوں کو ہنکاتا ہے اور بادلوں سے نکلنے والی آواز اس کی تسبیح ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جو شخص رعد کی آواز سن کر "سبحان الذی یسبح الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہ وھو علٰی کل شیءٍ قدیر" اگر اس پر بجلی گر پڑے تو وہ اپنے دین اسلام پر مرے گا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ رعد کی آواز سنتے تھے باتیں کرنا چھوڑ دیتے تھے اور یہ کہتے تھے۔ "سبحان الذی من یسبح الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہ" اور فرماتے تھے کہ یہ زمین والوں کے لیے سخت دھمکی ہے۔ بعض احادیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر میرے بندے اطاعت کرتے، تو رات میں ان کو بارش سے سیراب کرتا اور دن میں ان پر دھوپ نکال دیتا اور ان کو رعد کی آواز بھی نہ سناتا۔

حضرت جویبر نے ضحاک رحمہ اللہ کے حوالے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ رعد فرشتہ بادلوں پر مامور ہے جہاں حکم ہوتا ہے بادلوں کو چلاتا ہے اور پانی کے سمندر اس کے انگوٹھے کے گڑھے میں ہیں اور وہ اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے اور جب وہ پاکی بیان کرتا ہے تو آسمان کا کوئی فرشتہ ایسا باقی نہیں رہتا جو اس کی تسبیح کے ساتھ خود بھی بلند آواز سے تسبیح نہ کرے۔ اس وقت بارش اُترتی ہے "والملائكة من خيفته" ملائکہ کی تسبیح اللہ عزوجل کے خوف اور خشیت کی وجہ سے ہے۔ بعض نے کہا کہ ان فرشتوں سے مراد رعد کے مددگار فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتے ہیں، عاجزی اختیار کرتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔

"ويرسل الصواعق" جمع ہے صاعقہ کی، ہلاک کرنے والی بجلی جو آسمان سے عذاب کی شکل میں زمین پر اُترتی ہے۔ "ويصيب بها من يشاء" جیسا کہ بجلی کی کڑک اربد بن ربیعہ کو پہنچی۔ محمد بن علی باقر کا قول ہے بجلی مسلمان اور غیر مسلم سب پر گرتی ہے مگر ذکر کرنے والے مسلمان پر نہیں گرتی۔

وهم يجادلون في الله کی تفسیر

"وهم يجادلون" اور وہ جھگڑتے ہیں۔ "في الله" یہ آیت اربد بن ربیعہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تمہارا رب کس چیز کا ہے موتی کا ہے یاقوت کا ہے یا سونے کا ہے اس پر آسمان سے ایک بجلی گری جس نے اربد کو جلا دیا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت "ويرسل الصواعق" کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ عرب کے شیطانوں میں سے ایک شخص تھا جس کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند آدمیوں کو اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دینے کے لیے بھیجا۔ وہ کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو، بتاؤ کس چیز کا بنا ہوا ہے سونے کا ہے، چاندی کا ہے، لوہے کا ہے، تانبے کا ہے، ان لوگوں نے اس کے قول کو بڑی گستاخی سمجھا اور واپس آ کر خدمت گرامی میں عرض کیا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ علیہ السلام نے ہمیں ایسے آدمی کے پاس بھیجا کہ اس سے بڑھ کر کافر دل اور اللہ کا سرکش اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کے پاس پھر جاؤ، حسب الحکم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوبارہ گئے۔ اس شخص نے پہلی بار سے زیادہ گستاخانہ کلمات زبان سے نکالے اور کہنے لگا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے سے میں ایسے رب کو مان لوں جو نہ مجھے دکھائی دیتا ہے نہ میں اس کو پہچانتا ہوں، صحابہ رضی اللہ عنہم لوٹ آئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ اس نے تو پہلی دفعہ سے زیادہ بری بات کہی ہے، فرمایا پھر لوٹ کر جاؤ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم پھر لوٹ گئے، اس سے گفتگو کر ہی رہے تھے کہ وہ اپنی سابقہ بات کہہ رہا تھا کہ اچانک بادل آئے اور سب کے سروں پر آ گئے اور اس میں گرج اور چمک پیدا ہوئی اور ایک کڑک اس شخص پر گر پڑی وہ سب کے سامنے سوختہ ہو گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینے کیلئے دوڑتے ہوئے آئے، راستے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت اور مل گئی اور انہوں نے کہا وہ آدمی جل گیا، لوٹ کر آنے

والوں نے دریافت کیا تم کو کیسے معلوم ہوا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی بھیجی اور یہ آیت نازل فرمائی ”ویرسل الصواعق فیصیب بھا من یشاء وھم یجادلون فی اللّٰہ“......

”وھو شدید المحال“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے کہ بہت سخت پکڑ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس سے مراد شدید الحول ہے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے سخت کینہ والا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے سخت قوت والا۔ ابوعبیدہ نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے سخت سزا دینے والا۔ بعض نے کہا کہ سخت مکر وفریب۔ ”محال مما حلۃ“ اور ”مماکرۃ“ مغالبہ سب کے ایک معنی ہیں۔

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ⑭ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (آیت سجدہ) ⑮ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۔ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَ النُّوْرُ ۔ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ⑯

(ترجمہ) سچا پکارنا اسی کے لئے خاص ہے اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کر سکتے جتنا پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوتا ہے۔ اس کے منہ تک (اڑ کر) آ جاوے وہ (اس کے منہ تک ازخود) آنے والا نہیں اور کافروں کی درخواست (ان معبودان باطلہ سے کرنا) محض بے اثر ہے اور اللہ ہی کے سامنے سب سر تسلیم خم کئے ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کے وقتوں میں آپ کہے کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے آپ (ہی) کہہ دیجئے کہ اللہ ہے پھر آپ یہ کہئے کہ کیا پھر بھی تم نے خدا کے سوا دوسرے مددگار قرار دے رکھے ہیں جو خود اپنی ذات کے نفع اور نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے آپ یہ (بھی) کہیئے کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتا ہے یا کہیں تاریکی اور روشنی برابر ہو سکتی ہے یا انہوں نے اللہ کے ایسے شریک قرار دے رکھے ہیں کہ انہوں نے بھی (کسی چیز کو) پیدا کیا ہو جیسا خدا پیدا کرتا ہے پھر ان کو پیدا کرنا ایک سا معلوم ہوا۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی واحد ہے غالب ہے۔

له دعوة الحق کی تفسیر

تفسیر ⑭ "له دعوة الحق" اس سے مراد اللہ کے لیے سچائی کی دُعا کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "دعوة حق" سے مراد توحید ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ "دعوة الحق" سے مراد "شهادة أن لا اله الا اللّٰه" بعض نے کہا کہ اس سے مراد اخلاص سے دُعا کرنا اور خالص دعا صرف اللہ عزوجل کے لیے ہوتی ہے۔ "والذين يدعون من دونه" وہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر "لا يستجيبون لهم بشيء" نہ ان سے کسی بات کا جواب دیتے ہیں نہ نفع کا اور نہ ضرر کا۔ "الا كباسط كفيه الى الماء ليبلغ فاه وما هو ببالغيه" اس ہاتھ پھیلانے والے کی طرح تاکہ وہ پانی کو پکڑ سکے اور پانی کو پکڑنے والا اس کے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں آتی اور نہ ہی وہ کسی حد تک پہنچ سکتا ہے۔ اسی طرح ان بتوں کی پوجا کرنے والا اس کو نہ یہ بت نفع دیتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور بعض نے کہا کہ یہ ایسے ہے جیسے پیاسا شخص کنویں کے کنارے بیٹھا ہو اور پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے اور یہ آواز لگا تا رہے آ پانی' آ پانی نہ تو وہ خود پانی تک پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی پانی اس تک پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا اس کے ہاتھوں کا پھیلانا اور اس کا پانی کو پکارنا کچھ نفع نہیں دیتا اور نہ ہی وہ پانی اس کے منہ تک پہنچ سکتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ بتوں کی پوجا کرتے ہیں نہ تو ان کا پکارنا ان کو نفع دیتا ہے اور نہ ہی وہ کسی چیز پر قادر ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس پیاسے شخص کی طرح جس نے پانی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ پانی اسے اس وقت تک نفع نہیں دے سکتا جب تک اس سے چلو نہ بھر لے اور نہ ہی پانی اس کے منہ تک پہنچ سکتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے بازو پھیلائے رکھے، ایسی مثال کافروں کے متعلق بیان کی ہے کہ کفار کا بتوں کی پوجا کرنا محض نقصان کے اور کچھ نہیں۔ "وما دعاء الكفرين" کافروں، بتوں کو پکارنا "الا فى ضلال" ان کو گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، جب یہ اس کی طرف احتیاجیت رکھیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وضل عنهم ما كانوا يفترون وما كانوا يدعون" ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ تشریحی قول نقل کیا ہے کہ کافروں کا اپنے رب کو پکارنا بالکل بے سود ہے کیونکہ ان کی آواز (دعائیں) رب تک پہنچتی ہی نہیں۔

⑮ "وللّٰه يسجد من فى السمٰوٰت والارض طوعًا" اس سے مراد فرشتے اور مؤمنین ہیں۔ "وكرهًا" منافقین و کافرین جو تلوار کے ڈر کی وجہ سے سجدہ کرتے ہیں۔ ناپسندیدگی سے سر جھکاتے ہیں۔ "وظلالهم" بالتبع ان کے سائے بھی سربسجود ہوتے ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے مؤمنین کے سائے سجدہ کرتے ہیں خوشی سے کیونکہ مؤمنین کو سجدہ سے صرف رضا الٰہی مقصود ہوتا ہے اور کافر کا سجدہ مجبوری سے کیونکہ وہ سجدہ کرتا ہے مگر ناپسندیدگی کی وجہ سے۔ "بالغدو والاصال" جب وہ صبح و شام سجدہ کرتے ہیں تو ان کے سائے بھی ان کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں۔ اصال جمع ہے اصیل کی عصر اور غروب شمس کے درمیان وقت کو کہا جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ "ضلالهم" سے مراد اشخاص ہیں جو صبح کے وقت اور عشاء کے وقت سجدہ کرتے ہیں۔

⑯ "قل من رب السمٰوٰت والارض" یعنی ان دونوں کو پیدا کرنے والا اور ان کو پھیرنے والا کون ہے تو وہ کہیں گے

اللہ۔مشرکین، کفاراس بات کو مانتے تھے کہ ان کا خالق اللہ ہے، آسمانوں اورزمینوں کا پیدا کرنے والا ہے تو جب آپ کو یہ جواب دیں تو اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بھی کہہ دیجئے اللہ۔ روایت میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں سے پوچھا کہ آسمان وزمین کا خالق کون ہے تو انہوں نے جواب دیا آپ ہی بتائیے اس پر اللہ نے فرمایا "قل" اے محمد "اللّٰہ" یہ کہنے سے ان پر حجت لازم کردی ہے۔ "قل افاتخذتم من دونه أولياء" کیا تم اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہو، اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا، بغیر کسی کی مدد کے اور تم اس کے سوا کسی اور کو پوجتے ہو۔ یعنی بتوں کو پوجتے ہو۔

"لا يملكون لانفسهم نفعًا و لا ضرًّا" تو پھر تمہارے لیے کیسے مالک ہوں گے پھر ان کی مثال بیان کی۔ "قل هل يستوى الاعمى والبصير" اسی طرح کافر اور مؤمن برابر نہیں ہوسکتے۔ "ام هل تستوى" حمزہ، کسائی، ابوبکر کے نزدیک "يستوى" یاء کے ساتھ ہے۔ دوسرے قراء نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ "الظلمات والنور" جیسے اندھیرا اور نور برابر نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح کفر اور ایمان برابر نہیں ہوسکتے۔ "ام جعلوا" یعنی بنا رکھے ہیں شریک "لله شركاء خلقوا كخلقه فتشابه الخلق عليهم" انہوں نے جن معبودوں کو شریک بنا رکھا ہے وہ کسی چیز کے خالق نہیں کہ ان کو اللہ کی تخلیق اور معبودوں کی تخلیق میں اشتباہ ہوجاتا اور یہ کہتے کہ اللہ خالق ہے اس لیے معبود ہے اور ہمارے معبود بھی خالق ہیں، اس لیے وہ بھی مستحق عبادت ہیں۔ "قل الله خالق كل شىءٍ وهو الواحد القهار" اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی مثال بیان کی ہے حق وباطل کی۔

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ ⑰

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر نالے (بھر کر) اپنی مقدار کے موافق چلنے لگے پھر وہ سیلاب خس وخاشاک کو بہالایا جو اس (پانی) کے اوپر (آرہا) ہے اور جن چیزوں کو آگ کے اندر زیور اور اسباب بنانے کی غرض سے تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی میل کچیل ہے اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی اسی طرح مثال بیان کررہا ہے سو جو میل کچیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کے کار آمد ہے وہ دنیا میں (نفع رسانی کے ساتھ) رہتی ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح (ہر ضروری مضمون میں) مثالیں بیان کیا کرتے ہیں۔

تفسیر ⑰ "انزل" نازل کیا اللہ عزوجل نے "من السماء ماءً" مراد بارش ہے "فسالت" اس پانی سے "اودية بقدرها" وادیوں کے اندازے کے مطابق چھوٹی ہوں یا بڑی۔ "فاحتمل السيل" وادیوں میں بہنے والا پانی "زبدًا رابيًا" وہ جھاگ جو پانی کے اوپر آجاتی ہے۔ "رابيًا" کا معنی ہے وہ عالی اور بلند جو پانی کے اوپر جمع ہوتی ہے، میل کچیل اور باقی پانی صاف شفاف رہ جاتا ہے، یہی مثال حق کی ہے اور وہ جھاگ جو وادی کے کنارے پر پڑے یا درختوں کے ساتھ لگی

وہ باطل ہے۔ بعض نے کہا کہ "انزل من السماء ماءً" یہ مثال ہے قرآن کی اور وادی کی مثال دل ہیں کہ قرآن ان دلوں میں اُترتا ہے اور مختلف قسم کے دل جتنے یقین کے پختہ ہوں گے اتنا ہی وہ اس قرآن کو مانیں گے۔ بعض اس سے مشکوک ہوں گے اور بعض دل مردہ ہوں گے، یہ دونوں مثالیں بیان کی ہیں۔

"ومما یوقدون علیه فی النار" حمزہ اور کسائی وحفص نے "یوقدون" پڑھا ہے اس لیے کہ اللہ کا فرمان "یوم ینفع الناس" اور اس کا خطاب یہاں نہیں ہے۔ "وممّا توقدون" اور وہ اشیاء جن کو آگ پر تپاتے ہیں، ایقاد کہا جاتا ہے پگھلانے کے لیے کسی چیز کو آگ میں تپانا۔ "ابتغاء حلیة" زینت کو طلب کرنے کے لیے اس سے مراد سونا چاندی ہیں کیونکہ عام طور پر یہی آگ سے پگھلائے جاتے ہیں۔ "او متاع" اس سے سامان طلب کرتے ہیں جس سے یہ فائدہ اُٹھاتے ہیں یا کھیتی کے اوزار کے لیے لوہا وغیرہ پگھلایا جاتا ہے یا ظروف بنانے کے لیے تانبا، پیتل پگھلایا جاتا ہے۔

"زبدٌ مثله کذلک یضرب اللّٰه الحق والباطل" جب ان کو پگھلایا جاتا ہے تو پانی کی جھاگ کی طرح ہو جاتے ہیں اور باقی اس جھاگ سے صاف ستھرے ہو کر جواہرات کی شکل بن جاتے ہیں، یہ مثال حق کی ہے اور وہ جھاگ جس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا گیا۔ اس کی مثال باطل کی سی ہے۔ "فاما الزبد" وہ ندی جو اوپر سے بہتی ہے۔ "فیذهب جفاءً" وہ میل کچیل جو سیلاب یا پگھلائی ہوئی دھات کے اوپر آکر اِدھر اُدھر منتشر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ وادی اور سیلابی نالے نے کوڑا کرکٹ اِدھر اُدھر پھینک دیا۔ بعض حضرات نے کہا کہ جفاء کا معنی ہے منتشر پراگندہ، اسی طرح کہا جاتا ہے "اجفات القدر" جب ہنڈیا اُبلنے لگے اور جھاگ چھوڑنے لگے جب وہ جوش مارنا چھوڑ دے تو اس میں کوئی جھاگ باقی نہ رہے۔

اگر باطل کچھ دیر کے لیے اُٹھے گا تو پھر وہ خاموش ہو جائے گا۔ بعض نے کہا کہ "جفاءً" سے مراد متفرق جدا جدا ہونا، ہوا نے ماحول کو پراگندہ کر دیا جب وہ جدا جدا اور منتشر ہو جائے۔ "واما ما ینفع النّاس" یعنی اصل پانی اور دھات تو زمین پر قائم رہتا ہے۔ "فیمکث فی الارض" باقی رہے اور ضائع نہ ہو۔ "کذلک یضرب اللّٰه الامثال" اللہ تعالیٰ نے یہی مثال بیان کی ہے حق و باطل کی۔ باطل کی مثال جھاگ کی طرح ہے یہ حق کو ضائع کر دیتا ہے جیسے پانی کہ جھاگ نکل جانے کے بعد پانی خالص ہو جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ مؤمنین کی تسلی کے لیے کہا۔ یہ مثال مشرکین کی ہے کہ حقیقت میں یہ اس جھاگ کی طرح ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں اور مؤمنین کی مثال وحقیقت اس پانی کی طرح ہے جو اپنے مکان میں بقاء وثابت رہے۔

لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰی ؕ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْاَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ⑱ اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ کَمَنْ هُوَ اَعْمٰی ؕ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑲ الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ ⑳

ترجمہ: جن لوگوں نے اپنے رب کا کہا مان لیا ان کے واسطے اچھا بدلہ ہے اور جن لوگوں نے اس کا کہنا نہ مانا ان کے پاس اگر تمام دنیا بھر کی چیزیں (موجود) ہوں اور (بلکہ) اس کے ساتھ اسی کے برابر بھی ہو تو وہ سب اپنی رہائی کے لئے دے ڈالیں ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ برا قرارگاہ ہے جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے وہ سب حق ہے کیا ایسا شخص اس کی طرح ہو سکتا ہے جو کہ اندھا ہے پس نصیحت تو سمجھدار لوگ ہی قبول کرتے ہیں اور یہ (سمجھدار) لوگ ایسے ہیں کہ اللہ سے جو کچھ انہوں نے عہد کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں اور عہد کو توڑتے نہیں۔

تفسیر ⑱ "للذین استجابوا" رب کا کہا مانا۔ "لربھم" اس کی اطاعت کی۔ "الحسنی" اس سے مراد جنت ہے۔ "والذین لم یستجیبوا له لو أنّ لھم ما فی الارض جمیعًا و مثله معه لافتدوا به" یعنی قیامت کے دن اگر کل زمین کی دولت ان کو مل جائے تو دوزخ سے اپنی رہائی کے لیے وہ دے دیں گے۔

"اولٰئک لھم سوء الحساب" ابراہیم نخعی کا بیان ہے کہ سوء حساب یہ ہے کہ ان سے سختی کے ساتھ حساب فہمی کی جائے گی اور کوئی گناہ معاف نہیں کیا جائے گا۔ "وماواھم" آخرت میں ان کا ٹھکانا۔ "جھنم وبئس المھاد" اس کا معنی ہے بچھونا وہ حجرا ہے جو ان کے لیے بچھایا جائے گا۔

⑲ "أفمن یعلم ان ما انزل الیک من ربّک الحق" اس پر وہ ایمان لے آئیں اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کریں۔ "کمن ھو اعمی" جو نہ اس کو جانتا ہے اور نہ اس پر عمل کرتا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ حمزہ اور ابی جہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ بعض نے کہا کہ یہ عمار اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس میں پہلا قول یہ ہے کہ حمزہ اور عمار ہیں اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد ابوجہل ہیں اور وہ اعمٰی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کیا حق کو دیکھنے والا اور اس کی پیروی کرنے والا اور جو حق کو نہ دیکھنے والا اور نہ پہچاننے والا برابر نہیں ہو سکتے۔ "انما یتذکر" بمعنی نصیحت کے ہے۔ "اولوا الالباب" عقل والے مراد ہیں۔

⑳ "الذین یوفون بعھد اللّٰہ" جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جو ان پر فرض کیا گیا تو تم اس کی مخالفت نہ کرو۔ "ولا ینقضون المیثاق" عہد سے مراد وہ ہے جب سب حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا گیا تھا اور ان سے عہد لیا تھا۔

وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ㉑

ترجمہ: اور یہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم کیا ہے ان کو قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور سخت عذاب کا اندیشہ رکھتے ہیں۔

تفسیر ㉑ "والذین یصلون ما امر اللّٰہ به أن یوصل" اس سے مراد ایمان لانا ہے تمام کتب اور رسولوں پر اور ان کے درمیان کسی قسم کا فرق نہ کرنا۔

والذین یصلون ما امر اللہ کی تفسیر

اکثر مفسرین رحمہم اللہ نے کہا کہ اس سے مراد صلہ رحمی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے خود سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ اللہ نے فرمایا ہے میں ہی اللہ ہوں، میں ہی رحمٰن ہوں، میں نے رحم کو پیدا کیا اور اپنے نام سے لفظ رحم کو مشتق کیا ہے جو اس کو جوڑے رکھے گا میں اس کو اپنے ساتھ جوڑے رکھوں گا اور جو اس کو کاٹے گا اس سے میں قطع تعلق کرلوں گا۔

صلہ رحمی کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، پیدا کر چکا تو رحم نے کھڑے ہو کر رحمٰن کی کمر پکڑلی۔ اللہ نے فرمایا، کیا ہے رحم نے عرض کیا یہ اس کی جگہ ہے جو قطع تعلق سے تیری پناہ چاہتا ہے، اللہ نے فرمایا کیا تو اس بات سے خوش نہیں جو تجھے جوڑے رکھے گا میں اسے جوڑے رکھوں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اس سے قطع تعلق کروں گا، رحم نے عرض کیا بے شک میں اس پر راضی ہوں، اے میرے رب! اللہ نے فرمایا پس یہ تیرے لیے ہے۔ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا چاہو تو یہ پڑھو "فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم"

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنے والد سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تین چیزیں عرش کے نیچے ہوں گے۔ قرآن مجید، امانت رحم، قرآن حجت کرے گا اس کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے اور رحم ندا کرے گا خوب سن لو جس نے مجھے جوڑے رکھا اللہ اس سے تعلق رکھے گا اور جس نے مجھے توڑا اللہ اس سے قطع تعلق کرلے گا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہو کہ اللہ اس کے رزق میں وسعت اور عمر میں درازی عطا کرے گا تو وہ قرابت داروں کو جوڑے رکھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی گناہ ایسا نہیں جس کی سزا اللہ تعالیٰ دُنیا ہی میں دے دے اور اس کو آخرت میں بدلہ دیا جائے گا، وہ ہے قطع رحمی کرنا۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا یہ فرماتے ہوئے کہ قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ حضرت ابوایوب انصاری سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور عرض کیا مجھے خبر دیجئے جو مجھے جنت کے قریب کردے اور دوزخ سے دور کردے، فرمایا اللہ کی بندگی کر، کسی چیز کو اس کا شریک نہ قرار دے نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کر اور رشتہ داری کو جوڑے رکھ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رشتہ قرابت کو

جوڑنے والا وہ نہیں جو برابر کا بدلہ دے دے بلکہ قرابت کو جوڑنے والا وہ ہے کہ اگر رشتہ قرابت ٹوٹ گیا ہو تو وہ اس کو جوڑ لے۔ سفیان عن قطر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب قطع رحمی کی جائے تو اس کو جوڑ دو۔ ”ویخشون ربھم ویخافون سوء الحساب“

وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: اور یہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے رب کی رضامندی کے جویاں رہ کر مضبوط رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے چپکے بھی اور ظاہر کر کے بھی خرچ کرتے ہیں اور بدسلوکی کو حسن سلوک سے ٹال دیتے ہیں اس جہان میں نیک انجام ان لوگوں کے واسطے ہے یعنی رہنے کی جنتیں جن میں وہ لوگ بھی داخل ہوں گے اور ان کے ماں باپ اور بیٹیوں اور اولاد میں جو (جنت کے) لائق ہوں گے وہ بھی داخل ہوں گے اور فرشتے ان کے پاس (ہر سمت کے) دروازے سے آتے ہوں گے اور یہ کہتے ہوں گے کہ تم صحیح سلامت رہو گے بدولت اس کے کہ تم (دین حق پر) مضبوط رہے تھے سو اس جہان میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے معاہدوں کو ان کی پختگی کے بعد توڑتے ہیں خدا تعالیٰ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے ان کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کے لئے اس جہان میں خرابی ہوگی۔

تفسیر ﴿۲۲﴾ ”والذین صبروا“ اللہ تعالیٰ کی طاعت میں ثابت قدم رہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اللہ تعالیٰ نے جو احکام ان کے سپرد کیے ان پر ثابت قدم رہے۔ عطاء کا قول ہے کہ مصائب و شدائد پر صابر رہے اور بعض علماء نے کہا کہ صبر سے مراد نفسانی خواہشات سے اجتناب کرنا۔ ”ابتغاء وجه ربھم“ اللہ کی تعظیم کی وجہ سے ان بتوں کی مخالفت کرے۔ ”واقاموا الصلٰوۃ وانفقوا مما رزقنٰھم سرًّا وعلانیةً“ وہ زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔

گناہ اگر ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرو کیونکہ نیکی گناہوں کو مٹا دیتی ہے

”ویدرؤن بالحسنة السیئة“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نیک اعمال برے اعمال کو مٹا دیتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا فرمان ”ان الحسنات یذھبن السیئات“ کا معنی یہی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی برا عمل کرے تو اسے چاہیے کہ اس کے ساتھ نیک عمل بھی کرے تاکہ اس کی

نیکی اس کی برائی کو مٹادے۔ اگر برائی چھپ کر کی ہے تو نیکی بھی ویسے کرے اور اگر برائی علانیہ کی ہے تو نیکی بھی اعلانیہ کرو۔

عقبہ بن عامر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص گناہوں کے بعد نیکیاں کر لیتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کوئی اتنی تنگ زرہ پہن رکھی ہو جس سے اس کا دم گھٹ رہا ہو، پھر اس نے ایک نیکی کر لی تو ایک کڑی ٹوٹ گئی، پھر دوسری کڑی ٹوٹ گئی یہاں تک کہ وہ زمین پر گر پڑی۔ ابن کیسان کا قول ہے آیت کا معنی ہے کہ وہ توبہ کے ذریعے گناہ کو معاف کر دیتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ شر کو شر کے ساتھ بدلہ نہ دو بلکہ شر کو خیر کے ساتھ بدلہ دو۔ قتیبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب برائی کرے تو اس کے بدلے میں نیکی کرو۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان کو نیکی کے ساتھ بدلہ دو، اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان **"اذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلامًا"** حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب کوئی تمہیں کسی چیز سے محروم کر دے تم اس کو عطا کرو اور جو تمہارے اوپر ظلم کرے تو تم ان کو معاف کر دو اور کوئی شخص تمہارے ساتھ قطع رحمی کرے تم اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ عبداللہ بن مبارک کا قول ہے: **"اولئک لهم عقبى الدار"** اس سے مراد جنت ہے یعنی اللہ ان کو آخرت میں ثواب عطا کرتا ہے، پھر اس کو بیان فرمایا۔

㉓ **"جنات عدن"** اس کی اقامت کی جگہ باغات ہوں گے۔ **"يدخلونها ومن صلح من آبائهم وازواجهم وذرياتهم والملائكة يدخلون عليهم من كل باب"** بعض نے کہا اس سے جنت کے دروازے ہیں اور بعض نے کہا کہ قصور کے ابواب مراد ہے۔

㉔ **"سلام عليكم"** وہ کہتے تھے سلام علیکم اور بعض نے کہا کہ جنتی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آفات سے سلامت رکھے جن سے تم دُنیا میں ڈرتے تھے۔ مقاتل کا قول ہے ان پر فرشتے ایک دن رات کی مقدار کے برابر ان کے پاس آتے، تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایا اور تحائف لے کر آتے ہیں اور وہ کہتے ہیں تم پر سلامتی ہو۔

"بما صبرتم فنعم عقبى الدار" ارطاۃ بن منذر فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص **"مشیخة الجند"** سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ ابوالحجاج نے کہا کہ میں ابوامامہ کے پاس بیٹھا اور کہا کہ جنت کے اندر اپنی مسند پر مؤمن راحت اندوز ہوں گے، خادموں کی دو قطاریں اس کے سامنے ہوں گی، دونوں قطاروں کے سروں پر ایک بند دروازہ ہوگا، دروازے پر فرشتہ اندر آنے کا طلب گار ہوگا، مؤمن اپنے قریبی خادم سے اور وہ خادم اپنے برابر والے خادم سے اور یونہی سلسلہ وار ہر خادم اپنے متصل خادم سے کہے گا کہ فرشتہ دروازہ پر خواستگار اجازت ہے۔ یہاں تک کہ آخری خادم جو دروازے سے متصل ہوگا، وہ دروازہ کھول دے گا، فرشتہ اندر آ کر سلام کرے گا اور واپس چلا جائے گا۔

㉕ **"والذين ينقضون عهد الله من بعد ميثاقه"** جو کفار کے ساتھ کیا تھا۔ **"ويقطعون ما امر الله به أن يوصل"** یعنی وہ بعض انبیاء پر ایمان لاتے ہیں اور بعض پر ایمان نہیں لاتے۔ بعض نے کہا کہ وہ قطع رحمی کرتے ہیں۔ **"ويفسدون فى الارض"** یعنی وہ گناہوں والے اعمال کرتے تھے۔ **"اولئک لهم اللعنة ولهم سوء الدار"** اس سے مراد آگ ہے۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿26﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿27﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿28﴾

ترجمہ: اللہ جس کو چاہے زیادہ رزق دیتا ہے اور تنگی کر دیتا ہے اور یہ (کفار) لوگ دنیوی زندگی پر اتراتے ہیں اور یہ دنیاوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بجز ایک متاع قلیل کے اور کچھ بھی نہیں اور یہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ ان کے رب کی طرف سے کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ کہہ دیجئے کہ واقعی اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گمراہ کر دیتے ہیں اور جو شخص ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کو اپنی طرف ہدایت کر دیتے ہیں مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔

تفسیر ⑯ "اللّٰہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر" اللہ جس پر چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ "وفرحوا بالحیٰوۃ الدنیا" اس سے مراد مشرکین مکہ ہیں جو شرارت اور تکبر میں ملوث ہیں۔ فرح کہا جاتا ہے من چاہی چیز کے ملنے سے دل کا سرور آ جانا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دُنیا سے خوشی حاصل کرنا (دُنیا ملنے کی بناء پر خوش ہونا) حرام ہے۔ "وما الحیٰوۃ الدنیا فی الاخرۃ الّا متاع" یعنی تھوڑا سا فائدہ جو زائل ہونے والا۔ کلبی کا بیان ہے کہ اس کی مثال چھوٹی پیالی، پلیٹ، پیالہ، ہنڈیا کی سی ہے کہ ان سے نفع لے کر ان کو پھینک دیا جاتا ہے اس کی مثال دُنیا کی ہے۔

⑰ "ویقول الذین کفروا" اس سے مراد اہل مکہ ہیں۔ "لولا انزل علیه آیة من ربه قل ان اللّٰه یضل من یشاء ویهدی الیه من اناب" جس کی توجہ کو اپنی طرف پھیرنا چاہتا ہے پھیر دیتا ہے اور بعض نے کہا کہ اس کو دین کی طرف ہدایت دے دیتا ہے جو دل سے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔

⑱ "الذین امنوا" یہ محل نصب میں واقع ہے "من اناب" سے بدل ہے۔ "وتطمئن" ان کے دل سکون میں ہو جاتے ہیں۔ "قلوبھم بذکر اللّٰه" مقاتل کا بیان ہے کہ بذکر اللّٰه سے مراد قرآن ہے۔ دل کو سکون ہوتا ہے یقین کے ساتھ اور اضطراب ہوتا ہے شک کی بناء پر۔ "الا بذکر اللّٰه تطمئن القلوب" مؤمنین کے دلوں کو تسکین اور ان کا یقین پختہ ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد پختہ عہد ہے کہ جب کوئی مسلمان اللہ سے پختہ عہد کرتا ہے کسی چیز پر تو ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں۔ سوال۔ اگر کہا جائے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں ارشاد فرمایا "انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللّٰه وجلت قلوبھم" مؤمن وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور اس جگہ ذکر الٰہی کو مؤمن کے قلب کا اطمینان فرمایا گیا ہے۔ ایک حالت میں خوف اور اطمینان ایک دل میں کیسے جمع ہو سکتے ہیں۔

اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا کہ عذاب کے ذکر کے وقت مؤمن کا دل ڈر جاتا ہے اور ثواب کے وعدہ کے ذکر کے وقت اس کے اندر اطمینان پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا دل ڈر جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اس سے سخت حساب لے گا اور چین پاتا ہے اللہ کے فضل وکرم کے ذکر سے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِیْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاْ عَلَیْهِمُ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ وَهُمْ یَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰی ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا ؕ اَفَلَمْ یَایْـَٔسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰی یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان کے لئے خوشحالی ہے اور نیک انجامی ہے (اور) اسی طرح ہم نے آپ کو ایک ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے کہ اس (امت) سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں تا کہ آپ ان کی وہ کتاب پڑھ کر سنا دیں جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے اور وہ لوگ ایسے بڑے رحمت والے کی ناسپاسی کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ میرا مربی اور نگہبان ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور اسی کے پاس مجھ کو جانا ہے اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ سے زمین جلدی جلدی طے ہو جاتی یا اس کے ذریعہ سے مردوں کے ساتھ کسی کو باتیں کرا دی جاتیں تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے بلکہ سارا اختیار خاص اللہ ہی کو ہے یہ سن کر پھر بھی کیا ایمان والوں کو اس بات میں دل جمعی نہیں ہوئی کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو تمام (دنیا بھر کے) آدمیوں کو ہدایت کر دیتا۔ اور یہ (مکہ کے) کافر تو ہمیشہ (آئے دن) اس حالت میں رہتے ہیں کہ ان کے (بد) کرداروں کے سبب ان پر کوئی نہ کوئی حادثہ پڑتا رہتا ہے یا ان کی بستی کے قریب نازل ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ جاوے گا یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلاف نہیں کرتے

تفسیر ﴿۲۹﴾ "الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت" یہ جملہ مبتداء ہے اور "طوبیٰ لهم" اس کی خبر ہے۔

طوبیٰ لھم کی تفسیر

طوبیٰ کی تفسیر میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے طوبیٰ کا معنی کیا ہے خوشی اور آنکھوں کی ٹھنڈک۔ عکرمہ نے کہا کہ ان کا مآل اچھا ہوگا اور قتادہ کا قول ہے ان کے لیے بھلائی ہوگی اور معمر قتادہ سے مروی ہے کہ اگر تم کو کوئی بھلائی

اور فائدہ حاصل ہو جائے تو دوسرا آدمی تم سے کہتا ہے "طوبیٰ لک" یعنی تجھے اچھی بات پہنچے ابراہیم کا قول ہے نیکوکار مؤمنوں کے لیے بھلائی اور عزت ہوگی۔ فراء کا قول ہے طوبیٰ اصل میں طیب سے ہے اس میں واؤ طا کے ضمہ کی وجہ آئی ہے اس کی دو لغات ہیں۔ جیسا کہ عرب کا قول ہے "طوباک و طوبیٰ لک" دونوں کا ایک معنی ہے ان کے لیے خوشی ہے۔ "وحسن مآب" ان کا اچھا لوٹنا ہے۔ سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حبشی زبان میں طوبیٰ باغ کو کہتے ہیں۔

ربیع کا قول ہے ہندوستان میں ایک باغ کا نام ہے۔ ابی امامہ ابو ہریرہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم نے فرمایا طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے جو تمام جنتوں پر سایہ فگن ہے اور عبید بن عمیر کا قول ہے کہ طوبیٰ جنت کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں ایک درخت ہے جس کی شاخیں مکان اور بالا خانہ پر سایہ فگن ہیں سوائے سیاہ رنگ کے ہر رنگ اور ہر پھول اور ہر پھل اور ہر میوہ اللہ نے اس درخت میں پیدا کیا ہے اس کی جڑ سے دو چشمے نکلتے ہیں کافور اور سلسبیل۔ مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس کا ہر پتہ ایک جماعت پر سایہ کیے ہوئے ہے اور ہر پتہ پر ایک فرشتہ اللہ کی طرح طرح کی تسبیح بیان کرنے میں مشغول ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا طوبیٰ کیا ہے؟ فرمایا جنت میں ایک درخت ہے جس کا پھیلاؤ سو سال کی رفتار کے برابر ہے۔ اہل جنت کے کپڑے اس کے شگوفوں سے برآمد ہوں گے۔ حضرت معاویہ بن قرۃ اپنے والد سے مرفوع روایت ذکر کرتے ہیں کہ طوبیٰ ایک درخت ہے جس کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے بویا ہے اور اس کے اندر اپنی روح سے پھونکا۔ اس درخت سے زیور اور کپڑے پیدا ہوں گے اور اس کی شاخیں حصار جنت کے باہر سے دکھائی دیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جنت کے اندر ایک درخت ہے جس کے سایہ میں گھوڑا سوار سو برس تک چلتا رہے تب بھی قطع نہ کر سکے۔ اگر تم اس کا ثبوت چاہتے ہو تو پڑھ "وظل ممدود" یہ بات کعب رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو فرمایا آپ نے سچ کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا۔ اگر کوئی شخص تین سالہ یا چار سالہ اونٹ پر سوار ہو کر اس تنہ کے گرد اگرد چکر لگائے تو دورہ پورا نہ کر سکے یہاں تک کہ وہ گر جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے ہاتھ سے بویا ہے اور اپنی روح اس میں پھونکی ہے۔ اس کی شاخیں جنت کے باہر سے نظر آئیں گی۔ جنت کی ہر نہر اسی درخت کی جڑ سے نکلتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کو طوبیٰ کہا جاتا ہے، اللہ اس سے فرمائے گا میرا بندہ جو کچھ کہتا ہے تو شگافتہ ہو کر اپنے اندر سے اس چیز کو برآمد کر دے۔ حسب الحکم درخت پھٹے گا اور اس کے اندر سے بندہ کی خواہش کے مطابق گھوڑا زین اور لگام پورے ساز سمیت برآمد ہو جائے گا اور بندے کی خواہش کے مطابق اونٹنی اپنے کجاوے نکیل اور سامان سمیت برآمد ہو جائے گی اور کپڑے بھی پھٹ کر اس درخت سے نکلیں گے۔

㉚ "کذلک ارسلناک فی امۃ" جس طرح ہم نے پہلے انبیاء کو بھیجا اُمتوں کی طرف اس طرح اس اُمت کی طرف بھیجا۔ "قد خلت" اس کا معنی گزر چکا۔ "من قبلها اُمم لتتلوا" کا معنی ہے کہ اس کو پڑھ کر سنائیں۔ "علیهم الذی او حینا الیک

وهم يكفرون بالرحمٰن" قتادہ، مقاتل اور ابن جریج کا قول ہے کہ یہ آیت مدنی ہے اور صلح حدیبیہ کے بارے میں نازل ہوئی اور یہ اس وجہ سے کہ جب سہیل بن عمرو قریش کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور باہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا آپس میں صلح نامہ لکھوانے پر اتفاق ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لکھو بسم الله الرحمن الرحيم قریش بولے ہم رحمٰن کو نہیں جانتے ہم تو صرف یمامہ والے رحمٰن (مسیلمہ کذاب) کو جانتے ہیں تم وہی لکھو جو پہلے لکھتے تھے یعنی "باسمک اللّٰهُمَّ" (سے لکھو) یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "وهم يكفرون بالرحمٰن"

مشہور یہی ہے کہ یہ آیت مکی ہے۔ اس کا سبب نزول یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے قریب یا اللہ یا رحمٰن فرما رہے تھے ابوجہل نے یہ لفظ سن لیا، فوراً مشرکوں سے جا کر کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم دو معبودوں کو پکار رہے تھے، اللہ کو اور رحمٰن کو اور ہم تو یمامہ والے رحمٰن کے علاوہ کسی اور رحمٰن سے واقف نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "قل ادعوا الله او ادعوا الرحمٰن أيامّا تدعوا فله الاسماء الحسنٰى"

ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حوالہ نقل کیا ہے کہ یہ آیت کفار قریش کے حق میں نازل ہوئی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ رحمٰن کو سجدہ کرو کافروں نے جواب میں کہا رحمٰن کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "قل" آپ ان کو کہہ دیجئے کہ جس رحمٰن کے جاننے کے تم منکر ہو وہی میرا خالق اور کارساز ہے۔ "هو ربى لا اله الاّ هو عليه توكلت" اسی پر اعتماد کیا۔ "واليه متاب" اسی سے توبہ کرتا ہوں اور اسی طرف میرا رجوع ہے۔

ولوأن قرآنا سيرت بالجبال کا شان نزول

㉛ "ولو أن قرأنًا سيرت به الجبال" یہ آیت مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی جن میں ابوجہل بن ہشام، عبداللہ بن اُبی اُمیہ یہ کعبہ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص عبداللہ بن ابی اُمیہ نے کہلا بھیجا کہ اگر آپ ہم کو اپنا پیروکار بنانا چاہتے ہیں تو قرآن کے ذریعے سے مکہ کے پہاڑوں کو یہاں سے ہٹادیں تاکہ کشائش پیدا ہو جائے، ہماری کھیتی کے لیے اس وقت زمین تنگ ہے اور یہاں سے چشمے اور نہریں بھی نکال دیجئے تاکہ ہم درخت لگائیں، کھیتیاں بوئیں اور باغ تیار کریں، آپ اپنے دعوے کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک حضرت داؤد علیہ السلام سے کم مرتبہ تو نہیں ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے پہاڑ چلا دیئے گئے تھے جو ان کے ساتھ مل کر پاکی بیان کرتے تھے۔ آپ ہوا کو بھی ہمارا تابع بنا دیجئے کہ ہم غلہ کو حاصل کرنے اور دوسری ضروریات کو فراہم کرنے کے لیے جو شام کو جاتے ہیں ہوا پر چلے جایا کریں اور ہم روز لوٹ آیا کریں۔ آخر آپ کا قول ہے کہ ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زیر حکم کر دیا گیا تھا اور آپ کا یہ بھی خیال تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے اور اللہ کے نزدیک آپ کا مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کم نہیں ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "ولو ان قرأنًا سيرت به الجبال" زمین کے اوپر سے لے جائے۔ "او قطعت به الارض"

زمین کو پھاڑا اور اس سے نہریں اور چشمے پیدا کیے۔ "او کلم به الموتٰی" لو شرطیہ کے جواب میں آئمہ کے مختلف اقوال ہیں۔
اس شرط کا جواب محذوف ہے اور وہ سامعین کے سننے پر اکتفاء کیا گیا۔ تقدیری عبارت یوں ہوگی "لکان هذا القرآن" اگر ہوتا قرآن اس طرح تو ہم اس طرح کر دیتے۔ جیسا کہ شاعر کا شعر ہے ترجمہ: (پس قسم کھا، اگر اس کے علاوہ ان کا رسول کوئی چیز لے آتا تو پھر ان کو (قبول کرنے کے سوا) چھٹکارا نہ ملتا۔) قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر ہم اس قرآن کے ذریعے ایسا کر دیتے ان کے کہنے سے پہلے تو ہم ان پہاڑیوں کو اپنی جگہ سے ہٹا لیتے۔ بعض حضرات نے کہا کہ جواب مقدم ہے تقدیری عبارت یہ ہوگی "وهم يكفرون بالرحمٰن" گویا کہ یوں کہا گیا کہ "لو سيرت به الجبال"

"او قطعت به الارض او كلم به الموتٰی" اگر ایسا کر دیا جاتا تو پھر بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے۔ جیسا کہ پہلے ہمیں ان کے متعلق معلوم ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "ولو اننا نزلنا اليهم الملائكة وكلمهم الموتٰی وحشرنا عليهم كل شیءٍ قبلاً ما كانوا ليؤمنوا الا ان يشاء الله" اگر ہم فرشتوں کو اُتار کر ان کے پاس بھیج دیتے اور مُردے ان سے کلام کرتے اور ہر چیز کو جمع کر کے ان کے سامنے لے آتے۔ "بل لله الامر جميعًا" ان تمام امور میں وہ چاہے تو کرے اور چاہے نہ کرے۔ "افلم ييأس الذين اٰمنوا" اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ "یأس بمعنی علم، "افلم يعلم" کیا وہ نہیں جانتے۔

کلبی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ نخع (قبیلہ) کی لغت ہے اور بعض نے کہا کہ ھوازن کی لغت ہے جس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت دلالت کرتی ہے "افلم يتبين الذين اٰمنوا" (ان کے ہاں "لم ييئس" کی جگہ "لم يتبين" آیا ہے اور اس کا معنی ہے "لم يعلم") فراء نے اس قول کا انکار کیا ہے کہ اس کا معنی جاننا نہیں اور بعض لوگوں کا گمان ہے کہ اس کا سماع کلام عرب میں نہیں ہے کہ "یأس" کا معنی علم ہو۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "یئست" بمعنی علمت۔ لیکن یہاں علم کا معنی پوشیدہ ہے یا "ایاس" کا معنی مجازاً علم کے لیا گیا ہو۔

جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے یہ بات سنی کہ مشرکین مکہ کی یہ خواہش ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا سے اللہ ایسا کر دے تو یہ لوگ ایمان لے آئیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "افلم ييأس الذين اٰمنوا" یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان لوگوں کے ایمان لانے سے نا اُمید نہیں ہوئے۔

"ان لو يشاء الله لهدى الناس جميعا ولا يزال الذين كفروا تصيبهم بما صنعوا" ان کے کفر اور اعمال خبیثہ کی وجہ سے "قارعة" یعنی ان پر کوئی نہ کوئی حادثہ پڑتا رہتا ہے کوئی مصیبت بلاء، آفت خواہ بصورت قحط ہو یا بصورت قید و قتل یا مال کی تباہی اور غارت گری قید و بند وغیرہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں قارعة سے مراد ہیں وہ فوجی دستے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں پر بھیجتے رہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قارعة سے مراد سرایا ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِدھر اُدھر بھیجا۔ "او تحل" اس سے مراد سریہ ہے یا "قارعة" (قیامت ہے)۔ "قريبًا من دارهم" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ خود ان کی بستیوں کے قریب جا کر اُتریں گے۔

"حتّٰى يأتى وعد الله" بعض نے کہا کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد فتح اور نصرت اور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دُنیا میں تشریف لاتا اور دین محمدی کے ظہور کے لیے۔ "ان اللّٰہ لایخلف المیعاد" کفار ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے ہیں استہزاء کرتے ہوئے۔ اللہ رب العزت نے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے ارشاد فرمایا۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾ أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ م بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ قُلْ سَمُّوْهُمْ أَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ أُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمِنَ الْأَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ قُلْ إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ أُشْرِكَ بِهٖ إِلَيْهِ أَدْعُوْا وَإِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾

ترجمہ اور بہت سے پیغمبروں کے ساتھ جو آپ کے قبل ہو چکے ہیں استہزا ہو چکا ہے پھر میں ان کافروں کو مہلت دیتا رہا پھر میں نے ان پر دارو گیر کی سو میری سزا کس طرح کی تھی پھر (بھی) کیا جو (خدا) ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہو وہ اور ان لوگوں کے شرکاء برابر ہو سکتے ہیں اور ان لوگوں نے خدا کے لئے شرکاء تجویز کئے ہیں آپ کہئے کہ (ذرا) ان (شرکاء) کا نام تو لو کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو کہ دنیا (بھر) میں اس (کے وجود) کی خبر اللہ تعالیٰ کو نہ ہو یا محض ظاہری لفظ کے اعتبار سے ان کو شریک کہتے ہو بلکہ ان کافروں کو اپنے مغالطہ کی باتیں مرغوب معلوم ہوتی ہیں اور (اسی وجہ سے) یہ لوگ راہ (حق) سے محروم رہ گئے ہیں اور جس کو خدا تعالیٰ گمراہی میں رکھے اس کا کوئی ان کے لےء دنیوی زندگانی میں (بھی) عذاب ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بدرجہا زیادہ سخت ہے اور اللہ (کے عذاب) سے ان کا کوئی بچانے والا نہیں ہوگا (اور) جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس (کی)) عمارت واشجار) کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اس کا پھل اور اس کا سایہ دائم رہے گا یہ تو انجام ہوگا متقیوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہوگا اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کتاب سے خوش ہوتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی ہے اور ان ہی گروہ میں بعضے ایسے ہیں کہ اس کے بعض حصہ کا انکار کرتے ہیں آپ فرمایئے کہ مجھ کو صرف یہ حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں میں اللہ ہی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھ کو جانا ہے۔

تفسیر ⑬ "ولقد استهزی برسل من قبلک" جیسے کہ آپ کی استہزاء کرتے ہیں۔ "فاملیت للذین کفروا" یعنی ان کو مہلت دی اور مدت لمبی ہوگئی۔ اسی سے ملوان ہے یعنی دن ورات۔ "ثم اخذتهم" دُنیا میں ان کو قتل کی سزا دیں گے اور

آخرت میں آگ کی "فکیف کان عقاب" میری سزاان کے لیے کیسی ہوگی۔

㉝ "افمن ھو قائم علٰی کل نفس بما کسبت" اس کا محافظ اس کا رزاق اور ان سب کا جاننے والا ہے اور ان کے اعمال کا بدلہ بھی دینے والا ہے۔ اس کا جواب محذوف ہے تقدیری عبارت اس طرح ہوگی "کن لیس بقائم بل عاجزٌ عن نفسہ" ...... "وجعلو اللّٰہ شرکاء قل سموھم" یعنی ان کے نام آپ بیان کریں۔ بعض نے کہا کہ آپ ان کو صفوں میں کھڑا کردیں، پھر ان کی طرف غور وفکر سے نظر دوڑائیں کہ وہ اس کے اہل ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے۔ "أم تنبؤنہ" کیا وہ تمہیں اللہ کے بارے میں خبردیں گے۔ "بما لایعلم فی الارض" اس لیے ان کو یہ بات معلوم نہیں کہ زمین میں ان کا کوئی شریک ہے اور نہ زمین میں ان کے علاوہ کوئی اور معبود ہے؟ "ام بظاھر" یعنی یہ ظاہر کو دیکھتے ہیں۔ "من القول" جو ان سے سنی جائے چونکہ یہ حقیقت میں باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ بعض حضرات کے نزدیک قول کو زائل کرنا (اس کی بات کی طرف دھیان ہی نہ رکھنا)

"بل زین للذین کفروا مکرھم" اس سے مراد ان کا دھوکہ دینا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے اور اللہ پر جھوٹ بولنے کی وجہ سے۔ "وصدوا عن السبیل" دین سے ان کو پھیر دیا گیا ہے۔ اہل کوفہ اور یعقوب کے نزدیک "وصدوا" پڑھا ہے اور سورۃ حم المؤمن میں "وصد" صاد کی میم کے ساتھ پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے صاد پر زبر پڑھا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "انّ اللذین کفروا ویصدون عن سبیل اللّٰہ" اور دوسری جگہ ارشاد باری ہے "اللذین کفروا وصدوا عن سبیل اللّٰہ" ان دونوں جگہوں میں صاد کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ "ومن یضلل اللّٰہ" جس کو اللہ رسوا کردے۔ "فمالہ من ھاد"

㉞ "لھم عذاب فی الحیٰوۃ الدنیا" عذاب سے دُنیاوی عذاب قتل اور قید ہونا ہے۔ "ولعذاب الاخرۃ اشق" بمعنی اشد کے ہے۔ "ومالھم من واق" ان کو اللہ کے عذاب سے روکنے والا کوئی نہیں۔

㉟ "مثل الجنۃ التی وعدالمتقون" جنت کی صفات یہی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وللّٰہ المثل الاعلٰی" اس کی صفات میں سے جنت کا بلند وبالا ہونا ہے۔ "تجری من تحتھا الانھار" اس جنت کی صفات جس کے متعلق متقین کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے کہ اس کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور بعض نے کہا کہ ان کے اعمال کا بدلہ ایسی جنت کے ساتھ ہے جس کا وعدہ متقین کے ساتھ کیا گیا اور وہ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ "اکلھا دائمٌ" اس کے پھل اور اس کی نعمتیں کبھی ختم ہونے والی نہیں ہیں۔ "وظلھا" اس کا سایہ بھی ایسا ہوگا جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اس آیت میں فرقہ جہمیہ کی تردید ہے۔ ان کے نزدیک جنت کی نعمتیں فانی ہیں۔ "تلک عقبی" سے مراد انجام ہے۔ "الذین اتقوا" اس سے مراد جنت ہے۔ "وعقبی الکافرین النار"

㊱ "والذین آتیناھم الکتاب" کتاب سے مراد قرآن ہے یا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ "یفرحون بما انزل الیک" اس سے مراد قرآن ہے۔ "ومن الاحزاب" وہ کفار جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جماعت بندی کی تھی اور وہ یہود ونصاریٰ ہیں۔ یہ مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے۔

"من ینکر بعضہ" دوسرے حضرات کا قول ہے کہ الرحمٰن کا لفظ قرآن میں کم آیا ہے۔ جب حضرت عبداللہ بن سلام اور

آپ کے ساتھی مسلمان ہو گئے قرآن میں رحمٰن کا ذکر کم پایا تو یہ چیز ان کو کچھ اچھی معلوم نہیں ہوئی کیونکہ تورات میں یہ لفظ بکثرت آیا ہے اس کے بعد جب یہ لفظ بار بار قرآن میں آیا تو ان کو اس سے خوشی ہوئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ”والذین آتیناھم الکتاب یفرحون بما انزل الیک ومن الاحزاب من ینکر بعضہ“ جب مشرکین مکہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح نامہ لکھوانا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح نامہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھوائی تو مشرکین کہنے لگے ہم تو رحمٰن یمامہ کے علاوہ کسی اور رحمٰن سے واقف نہیں اس سے مراد ان کی مسیلمہ کذاب ہے۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی ”وھم بذکر الرحمٰن ھم کافرون“ اور آیت ”وھم یکفرون بالرحمٰن“ اس آیت میں ”بعضہ“ کے لفظ سے معلوم ہو رہا ہے کہ مشرکین اللہ کے ذکر کا انکار نہیں کرتے تھے بلکہ رحمٰن کا لفظ ذکر کرنا ان کو گوارہ نہ تھا۔ ”قل“ کہہ دیجئے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ”انما امرت أن اعبداللہ ولا اشرک بہ الیہ أدعوا والیہ مآب“ اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے اس کو اس طور پر نازل کیا کہ وہ ایک خاص حکم ہے عربی زبان میں اور اگر آپ (بفرض محال) ان کے نفسانی خیالات کا اتباع کرنے لگیں بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم (صحیح) پہنچ چکا ہے تو اللہ کے مقابلہ میں کوئی نہ کوئی آپ کا مددگار رہوگا اور نہ کوئی بچانے والا اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیبیاں اور بچے بھی دیئے اور کسی پیغمبر کے اختیار میں یہ امر نہیں ہوا کہ ایک آیت بھی بدوں خدا کے حکم کے لا سکے ہر زمانہ کے مناسب خاص خاص احکام ہوتے ہیں خدا تعالیٰ (ہی) جس حکم کو چاہیں موقوف کر دیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں اور اصل کتاب انہیں کے پاس ہے۔

تفسیر: ﴿۳۷﴾ ”وکذلک أنزلناہ حکمًا عربیًا“ وہ کہتے ہیں کہ جس طرح ہم نے گزشتہ قوموں کے لیے انہی کی زبانوں میں کتابیں نازل کیں اس طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں فیصلہ بنا کر اُتارا ہے تا کہ تمہارے اور تمہاری قوم کے لیے اس کا سمجھنا اور سمجھانا آسان ہو۔ اس کو عرب کی طرف منسوب کیا کیونکہ قرآن کو انہی کی لغت میں اُتارا ہے اس پر گروہوں نے ان کو جھٹلایا ہے۔ بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جس طرح ہم نے ماقبل ان کی لغات پر کتابیں نازل کیں اسی طرح ہم نے یہ قرآن تمہاری ہی لغت میں اُتارا ہے۔ ”ولئن اتبعت اھواء ھم“ اس سے مراد ملت ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد قبلہ ہے۔ ”بعد ما جاء ک من العلم مالک من اللہ من وّلی وّلا واق“ کوئی مددگار اور حامی نہ ملے۔

㊳ "ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک" روایت میں آتا ہے کہ اس سے مراد یہود ہیں کہ انہوں نے کہا تھا کہ اس شخص کا مطمع تو صرف عورتیں ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک وجعلنا لھم ازواجًا وذریۃ" اور ہم نے ان کے لیے فرشتوں کو پیغمبر نہیں بنایا کہ جو نہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں اور نہ نکاح کرتے ہیں۔ "وما کان لرسول أن یأتی بایۃ الا باذن اللّٰہ" یہ عبداللہ بن ابی کو جواب ہے۔ پھر ارشاد فرمایا "لکل اجل کتاب" یعنی اللہ نے ہر امر اپنے فیصلہ سے لکھ دیا ہے (لوح محفوظ میں) اور بعض نے کہا کہ اس میں تقدیم وتاخیر ہے عبارت اس طرح تھی "لکل کتاب اجل" یعنی ہر مدت اور ہر وقت کے لیے اللہ نے حکم نازل فرمایا ہے۔

㊴ "یمحوا اللّٰہ ما یشاء ویثبت" ابن کثیر، ابوعمر، عاصم اور یعقوب کے ہاں "یثبت" بغیر تشدید کے ہے۔ دوسرے قراء نے اس کو تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔

یمحوا اللّٰہ مایشاء کی تفسیر میں ائمہ مفسرین کے اقوال

اس آیت کے معنی میں مفسرین رحمہم اللہ کا آپس میں اختلاف ہے۔ سعید بن جبیر اور قتادہ کا قول ہے کہ جن فرائض اور احکام کو اللہ چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے اور بدل دیتا ہے اور جن کو چاہتا ہے منسوخ نہیں کرتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ لوح محفوظ میں سے جو کچھ چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے اس میں ثبت کر دیتا ہے سوائے رزق اور عمر اور نیک بختی اور بدبختی کے یہ امور نہیں بدلے جاتے۔

حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نطفہ کے قرار پکڑنے کے چالیس یا پینتالیس دن کے بعد ایک فرشتہ داخل ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے اے میرے رب! یہ شقی ہے یا سعید یہ دونوں باتیں لکھ دی جاتی ہیں۔ پھر فرشتہ کہتا ہے اے رب! یہ نر ہے یا مادہ۔ یہ دونوں اُمور بھی لکھ دیئے جاتے ہیں، پھر اس کا عمل اثر عمر اور رزق لکھ دیا جاتا ہے۔ پھر یہ تحریریں لپیٹ دی جاتی ہیں جن کے اندر اس کے بعد نہ زیادتی ہوتی ہے اور نہ کمی ہوتی ہے۔

حضرت عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے دونوں حضرات نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سعادت اور شقاوت کو بھی مٹا دیتا ہے اور رزق وموت وحیات کو بھی اور کچھ ثابت رکھتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ جب بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے تو رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے اللہ! اگر تو نے مجھے اہل سعادت میں لکھا ہے تو ان میں قائم رکھ اور اگر تو نے میرے لیے شقاوت لکھ دی ہے تو اس سے میرا نام مٹا دے اور اہل سعادت اور مغفرت میں لکھ دے۔ بلاشبہ جو تو کچھ چاہے مٹا دیتا ہے اور جو کچھ چاہے قائم رکھتا ہے، تیرے ہی پاس اُم الکتاب ہے۔ اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور بعض آثار میں آتا ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض آدمیوں کی عمر کے تیس سال باقی ہوتے ہیں لیکن جب وہ قطع تعلق کرتا ہے تو اس کے تیس سال کو تین دن کر دیئے جاتے ہیں اور بعض لوگوں کی عمر کے تین دن باقی ہوتے ہیں تو وہ صلہ رحمی کرتے ہیں تو ان کے تین دن کو کھینچ کر تیس سال بنا دیئے جاتے ہیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت رات کے آخری حصہ میں نزول، اجلال فرماتا ہے۔ ان تین گھڑیوں میں سے پہلی گھڑی میں درج شدہ چیز کو دیکھتا ہے اس کے سوا کوئی بھی اس کتاب کو نہیں دیکھ سکتا، پس جو کچھ چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حفاظت والے فرشتے انسان کے تمام اعمال لکھ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دیوان (رجسٹرڈ) سے ان چیزوں کو مٹا دیتا ہے جن پر نہ ثواب ملتا ہے نہ عتاب۔ جیسے کہ کھانا، پینا، دخول، خروج اور ان جیسے کلام جو صادق تو ہیں مگر ان پر نہ ثواب ہے نہ عتاب۔ یہ قول ضحاک اور کلبی رحمہما اللہ کا ہے۔ اور کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ تمام اشیاء ان کے لیے لکھی جاتی ہیں لیکن جب جمعرات کا دن آتا ہے تو ان چیزوں کو مٹا دیا جاتا ہے جن پر نہ ثواب مرتب ہوتا ہے اور نہ ہی عذاب مرتب ہوتا ہے۔ عطیہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے لکھا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے لیکن آخر میں نافرمانی کرنے لگتا ہے اور اسی گمراہی پر مرجاتا ہے تو اللہ اس کے پچھلے نیک اعمال مٹا دیتا ہے اور جو شخص مرتے دم تک اطاعت پر قائم رہتا ہے اللہ اس کی نیکیاں قائم رکھتا ہے۔

حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے "**یمحوا اللّٰہ ما یشاء**" کا مطلب ہے کہ جس کی موت کا وقت آجاتا ہے اللہ اس کو لے جاتا ہے اس کی زندگی کا نقش مٹا دیتا ہے اور جس کی موت کا وقت نہیں آیا ہوتا اس کو قائم رکھتا ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول ہے "**یمحوا اللّٰہ ما یشاء**" اللہ اپنے بندوں کے جو گناہ چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے مٹا دیتا ہے اور جن گناہوں کو چاہتا ہے ان کو معاف نہیں کرتا۔

عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے "**یمحوا اللّٰہ مایشاء**" کا مطلب ہے کہ اللہ اپنے بندوں کے جو گناہ توبہ سے معاف کرنا چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور گناہوں کے بدلے نیکیاں ثبت کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "**فاولئک یبدل اللّٰہ سیأتھم حسنات**" سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ "**یمحوا اللّٰہ مایشاء**" کا مطلب ہے کہ مٹا دیتا ہے۔ چاند کی چاندنی کو "**ویثبت**" اور باقی رکھتا ہے یعنی سورج یا دھوپ کو لے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کا اس آیت میں ذکر کیا ہے۔ "**فمحونا ایة اللیل وجعلنا ایة النھار مبصرة**" ہم نے رات کی نشانی (چاندنی) مٹا دی اور ہم دن کی نشانی نظروں کے سامنے لے آئے۔ ربیع رحمہ اللہ کا قول ہے کہ "**یمحوا اللّٰہ مایشاء**" اس آیت کا تعلق ارواح کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیند کی حالت میں ارواح کو قبض کر لیتا ہے اس کے بعد جس کو موت دینا چاہتا ہے اس کو اپنے پاس روک لیتا ہے اور جس کو زندہ رکھنا چاہتا ہے اس کی روح واپس لوٹا دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا**"...... "**وعندہ اُم الکتاب**" اُم الکتاب سے کتاب کی اصل (جڑ) سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل ممکن نہیں۔

ام الکتاب کی تفسیر

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ کے پاس دو کتابیں ہیں، ایک کتاب اُم الکتاب کے علاوہ ہے۔ اس کتاب سے جو چاہیں مٹاتے ہیں اور جس کو چاہیں باقی رکھیں اور اُم الکتاب میں کسی قسم کی تبدیلی ممکن نہیں۔
عطاء رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اللہ کی ایک لوح محفوظ ہے۔ اس کی مقدار پانچ سو برس

کے ہے یا وہ سفید موتی کی بنی ہوئی ہے اس کے دونوں پٹھے یاقوت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو روزانہ تین سوتیس بار ملاحظہ فرماتا ہے جو کچھ چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اسی کے پاس اُم الکتاب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے اُم الکتاب کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ علم الکتاب یعنی اللہ تعالیٰ کا علم

وَاِنۡ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ الَّذِىۡ نَعِدُهُمۡ اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ وَعَلَيۡنَا الۡحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِى الۡاَرۡضَ نَـنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا‌ؕ وَاللّٰهُ يَحۡكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكۡمِهٖ‌ؕ وَهُوَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدۡ مَكَرَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَلِلّٰهِ الۡمَكۡرُ جَمِيۡعًا‌ؕ يَعۡلَمُ مَا تَكۡسِبُ كُلُّ نَفۡسٍ‌ؕ وَسَيَعۡلَمُ الۡـكُفّٰرُ لِمَنۡ عُقۡبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَسۡتَ مُرۡسَلًا‌ؕ قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا ۢ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡۙ وَمَنۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ الۡكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

ترجمہ: اور جس بات کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں اس میں کا بعض واقعہ اگر ہم آپ کو دکھلا دیں خواہ ہم آپ کو وفات دے دیں پس آپ کے ذمہ تو صرف (احکام کا) پہنچا دینا ہے اور داروگیر کرنا تو ہمارا کام ہے کیا اس امر کو نہیں دیکھ رہے کہ ہم زمین کو ہر چہار طرف سے برابر کم کرتے چلے آتے ہیں اور اللہ (جو چاہتا ہے) حکم کرتا ہے اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں اور وہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے اور ان سے پہلے جو (کافر) لوگ ہو چکے ہیں انہوں نے تدبیریں کیں سو اصل تدبیر تو خدا ہی کی ہے اس کو سب خبر رہتی ہے جو شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اور ان کفار کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم میں نیک انجامی کس کے حصہ میں ہے اور یہ کافر لوگ یوں کہہ رہے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ پیغمبر نہیں آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری نبوت پر) اللہ تعالیٰ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے کافی گواہ ہیں۔

تفسیر: ⑩ "**واِمّا نرینک بعض الذی نعدھم**" آپ کی وفات سے ان مشرکین کو عذاب دیں۔ "**او نتوفینک**" اس سے پہلے۔ "**فانما علیک البلاغ**" اس پہچاننے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ "**وعلینا الحساب**" ان کو بدلہ دے گا قیامت کے دن۔

⑪ "**اولم یروا**" اس سے مراد اہل مکہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے۔

نقصها من اطرافها کی مختلف تفاسیر

"**انا نأتی الارض ننقصها من اطرافها**" اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد مشرکین کے علاقوں کا فتح کرنا ہے۔ اس سے دیار اسلام میں اضافہ اور دیار شرک میں نقصان ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا "**اولم یروا أنا نأتی الارض ننقصها من اطرافها**" ان زمینوں کے بعد ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فتوحات میں اضافہ نہیں کیا۔ کیا ان کو اس کا مشاہدہ نہیں۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، قتادہ رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت کا قول ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ خراب الارض کا معنی ہے

کہ کیا ان کو نظر نہیں آتا کہ ہم ان کی آبادیوں کو اُجھاڑ رہے ہیں اور آبادیوں کے رہنے والوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔

مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ خراب الارض کا معنی ہے زمین والوں کو موت دے دینا۔ عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد لوگوں کو موت دینا اور شعبی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ عطاء اور ایک جماعت کا قول ہے کہ نقصان سے مراد علماء کی موت ہے اور فقہاء کا اس دنیا سے چلے جانا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ علم کو قبض نہیں کرے گا، ان کے سینوں سے اُٹھائے جانے کے ساتھ بلکہ علم کو اُٹھایا جائے گا، علماء کے اُٹھائے جانے کے ساتھ، یہاں تک کہ کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جہلاء کو اپنا سردار بنائیں گے اور ان سے مسائل دریافت کریں گے وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے تو وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور ان کو بھی گمراہ کریں گے۔

حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ عالم کی موت اسلام میں ایسا رخنہ ہے جس کا ازالہ کوئی چیز نہیں کر سکتی، رات اور دن کا اختلاف بھی اس کا تدارک نہیں کر سکتی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ تم علم کو لازم پکڑے رکھو، اس کے قبض ہونے سے پہلے اور اہل علم کے قبض ہونے سے پہلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ فقہاء کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ہتھیلی جب ایک مرتبہ کٹ جائے تو پھر جڑتی نہیں۔ سلیمان فارسی کا قول ہے لوگ اس وقت تک خیر پر باقی رہیں گے۔ سعید بن جبیر سے کہا گیا کہ لوگوں کی ہلاکت کی علامت کیا ہے فرمایا ان کے علماء کا ہلاک ہونا ہے۔ **"واللّٰہ یحکم لا معقب لحکمہ"** اس کی قضاء کو ردّ کرنے والا اور اس کے حکم کو توڑنے والا کوئی نہیں۔ **"وھو سریع الحساب"**

⑫ **"وقد مکر الذین من قبلھم"** اس سے مشرکین مکہ مراد ہیں۔ مکر کہا جاتا ہے نامعلوم طریقے سے کسی کو دُکھ پہنچانا۔ **"فللّٰہ المکر جمیعًا"** اللہ ہی کے پاس ہے ان کے مکر کی سزا۔ بعض علماء نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اللہ ہی ان کے فریب کا خالق ہے خیر وشر اس کے قبضہ میں ہے، نفع اور ضرر اسی کے ہاتھ میں ہے، اس کی اجازت اور حکم کے بغیر کسی کا فریب کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ **"یعلم ما تکسب کل نفس وسیعلم الکفار"** اہل حجاز اور ابو عمرو کے نزدیک (الکافر) واحد ذکر ہے۔ دوسرے قراء کے نزدیک کفار جمع کا صیغہ ہے۔ **"لمن عقبی الدار"** ان کا انجام آخرت ہے جب دوزخی آگ میں چلے جائیں گے اور مؤمن جنت میں چلے جائیں گے۔

⑬ **"ویقول الذین کفروا لست مرسلاً قل کفی باللّٰہ شھیدًا بینی وبینکم"** تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا۔ **"ومن عندہ علم الکتاب"** ایمان رکھنے والے اہل کتاب کی شہادت کافی ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس سے عبداللہ بن سلام مراد ہیں۔ شعبی رحمہ اللہ نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا کہ سورۃ مکی ہے اور عبداللہ بن سلام مدینہ میں اسلام لائے۔ ابو بشر نے کہا کہ میں نے سعید بن جبیر سے کہا **"ومن عندہ علم الکتاب"** سے کیا عبداللہ بن سلام ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اس سے عبداللہ بن سلام کیسے مراد ہو سکتے ہیں حالانکہ سورۃ مکی ہے۔ حسن اور مجاہد رحمہما اللہ کا قول ہے کہ **"ومن عندہ علم الکتاب"** سے اللہ عزوجل ہیں جس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت دلالت کرتی ہے۔ **"ومن عندہ"** میم اور دال کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ یعنی اللہ عزوجل کے پاس۔ حسن اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قرأت میں **"ومِنْ عِنْدَہٖ"** آیا ہے۔ اس پر دلیل یہ قرأۃ ہے **"وعلمناہ من لدنا علمًا"** اور **"الرحمٰن علم القرآن"**

سُورۃ ابراھیم

یہ سورت مکی ہے اس کی اکیاون آیات ہیں۔ اس سورۃ میں صرف دو آیات مدنی ہیں۔
"الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللّٰہ کفراً" الیٰ قولہ "فان مصیرکم الی النار" تک۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓرٰ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ① اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَوَیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِ ②

ترجمہ الرا یہ (قرآن) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل فرمایا ہے تاکہ آپ تمام لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف یعنی خدائے غالب ستودہ صفات کی راہ کی طرف لاویں وہ ایسا خدا ہے کہ اسی کی ملک ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بڑی خرابی یعنی بڑا سخت عذاب ہے۔

تفسیر ① "الر کتب" کتاب خبر ہذا ابتداء محذوف کی۔ "انزلناہ الیک" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا۔ "لتخرج الناس من الظلمات الی النور" تاکہ وہ تمہیں دعوت دے گمراہی سے نور ایمان کی طرف۔ "باذن ربھم" اپنے رب کے حکم سے۔ بعض نے کہا کہ اپنے رب کے علم سے۔ "الی صراط العزیز الحمید" اپنے دین کی طرف، عزیز غالب اور حمید وہ ہے جو حمد کا مستحق ہو۔

② "اللّٰہ" ابوجعفر، نافع، ابن عامر نے لفظ اللہ کو مرفوع پڑھا کیونکہ یہ جملہ مستانفہ ہے اور اس کے مابعد اس کی خبر ہے اور دوسرے حضرات نے مجرور پڑھا ہے۔ اس صورت میں "للعزیز الحمید" کے لیے صفت ہوگی۔ یعقوب جب اس کو ملا کر پڑھتے تو مجرور پڑھتے۔ ابوعمرو کا قول ہے کہ مجرور تقدیم و تاخیر کی وجہ سے ہے۔ عبارت اس طرح ہوگی۔ "الی صراط اللّٰہ العزیز الحمید"...... "الذی لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض وویل للکافرین من عذاب شدید"

نِ الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَةِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ ۢ بَعِیْدٍ ③ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمْ

ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ④ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ⑤ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ⑥

ترجمہ ان کافروں کو جو دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور (بلکہ) اللہ کی راہ (مذکور سے) روکتے ہیں اور اس میں کجی (یعنی شبہات) کے متلاشی رہتے ہیں ایسے لوگ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں اور ہم نے تمام (پہلے) پیغمبروں کو (بھی) ان ہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تا کہ ان سے (احکام الٰہیہ کو) بیان کریں پھر جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں گمراہ کرتے ہیں اور جس کو چاہیں ہدایت کرتے ہیں اور وہی (سب امور پر) غالب ہے حکمت والا ہے اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو (کفر کی) تاریکیوں سے (ایمان کی) کی روشنی کی طرف لاؤ اور ان کو اللہ تعالیٰ کے معاملات یاد دلاؤ بلاشبہ ان معاملات میں عبرتیں ہیں ہر صابر شاکر کے لئے اور اس وقت کو یاد کیجئے کہ جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جبکہ تم کو فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے تھے۔ اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑا امتحان تھا۔

تفسیر ③ "**الذین یستحبون**" اس سے مراد جو کچھ وہ اختیار کرتے ہیں۔ "**الحیٰوۃ الدنیا علی الاخرۃ ویصدون عن سبیل اللّٰہ**" یعنی وہ لوگوں کو اللہ کے دین قبول کرنے سے روکتے ہیں۔ "**ویبغونھا عوجًا**" وہ تلاش کرتے ہیں کجی کو اور حق سے منہ موڑ کر اللہ کے راستے کے طلبگار رہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ھا ضمیر لوٹ رہی ہے دُنیا کی طرف، معنی اس کا یہ ہوگا کہ راہِ حق سے منہ موڑ کر دُنیا کے طلبگار ہوتے ہیں بمعنی حرام مال چاہتے ہیں۔ "**اولٰئک فی ضلال بعید**"

④ "**وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لھم**" ان کی لغت کے مطابق تا کہ اس سے بات کو سمجھ لیں۔ اگر سوال کیا جائے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری مخلوق کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ عرب میں ان کی زبان کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا تھا۔ دوسرے لوگ عرب کے تابع ہیں، پھر انبیاء علیہم السلام نے اپنے اطراف لوگوں کو مختلف زبانوں میں ترجمہ سکھلا کر بھیجا تا کہ ان کو ان کی زبانوں میں تبلیغ کرے۔

"**فیضل اللّٰہ من یشاء و یھدی من یشاء وھو العزیز الحکیم**"

⑤ "**ولقد ارسلنا موسٰی بایاتنا أن اخرج قومک من الظلمت الی النور**" دعوت کے ذریعے وہ کفر کو ایمان

کی طرف لے آئے۔ "و ذکرھم بایام اللّٰہ" ابن عباس رضی اللہ عنہما وابی بن کعب رضی اللہ عنہ مجاہد وقتادہ نے اس کا معنی "بنعم اللّٰہ" کیا ہے۔ (اللہ کی نعمتیں) مقاتل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اس سے مراد ماقبل اُمتوں کے واقعات ہیں۔ جیسا کہ محاورات میں بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص ایام العرب کا عالم ہے یعنی عرب کی لڑائیوں سے واقف ہے۔ اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اپنی قوم کو وہ واقعات بتلاؤ جو اللہ نے گزشتہ ایام میں ظاہر کیے خواہ وہ نعمت کی صورت میں ہوں یا مصیبت یا مشکل کی صورت میں ہوں۔ ان کو وہ ایام یاد دلاؤ کیونکہ ان کے ہاں یہ دن معلوم ہیں۔ "ان فی ذلک لایات لکل صبّار شکور" صبار کہتے ہیں بہت زیادہ صبر ادا کرنے والا اور شکور کہا جاتا ہے جو بہت زیادہ شکر ادا کرنے والا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ہر مؤمن کے لیے اس میں بڑی نشانیاں ہیں اور صبر وشکر مؤمن کی خصلتوں میں سے ہونی چاہیے۔

⑥ "واذ قال موسٰی لقومه اذکروا نعمة اللّٰه علیکم اذ انجاکم من اٰل فرعون یسومونکم سوء العذاب ویذبحون أبناء کم" فراء کا قول ہے کہ یہاں واؤ کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آل فرعون کو مختلف قسم کے عذاب دیئے گئے ذبح کرنے کے علاوہ۔ اور اگر یہاں سے واؤ کو حذف کردیں تو اس صورت میں "یذبحون" اور "یقتلون" کی تفسیر ہوگی کہ ان کو عذاب دیا گیا۔ قتل کی صورت میں اور بچوں کو ذبح کرنے کی صورت میں۔ "ویستحیون نساء کم" عورتوں کو زندہ چھوڑتے تھے۔ "وفی ذلک بلاء من ربّکم عظیم"

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِيْدٌ ⑦ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِيْدٌ ⑧ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ؕ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِیْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ⑨ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ⑩

ترجمہ: اور وہ وقت یاد کرو جبکہ تمہارے رب نے تم کو اطلاع فرمادی کہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو (سمجھ رکھو کہ) میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ اور موسیٰ (علیہ السلام) نے (یہ بھی) فرمایا کہ اگر تم اور تمام دنیا بھر کے آدمی سب کے سب مل کر بھی ناشکری کرنے لگو تو اللہ تعالیٰ بالکل بے احتیاج ستودہ صفات ہیں (اے کفار مکہ) کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں یعنی قوم نوح اور عاد (قوم ہود) اور ثمود

(قوم صالح) اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں جن کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ان کے پیغمبران کے پاس دلائل لے کر آئے سوان قوموں نے اپنے ہاتھ ان پیغمبروں کے منہ میں دیدیے اور کہنے لگے کہ جو حکم دے کر تم کو بھیجا گیا ہے ہم اس کے منکر ہیں اور جس امر کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو ہم تو اس کی جانب سے بڑے شبہ میں ہیں جو (ہم کو) تردد میں ڈالے ہوئے ہیں ان کے پیغمبروں نے کہا کیا (تم کو) اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک ہے۔ جو کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے وہ تم کو بلا رہا ہے تاکہ تمہارے گناہ معاف کر دے اور معین وقت تک تم کو (خیر وخوبی کے ساتھ) حیات دے انہوں نے کہا کہ تم محض ایک آدمی ہو جیسے ہم ہیں تم یوں چاہتے ہو کہ ہمارے آباؤ اجداد جس چیز کی عبادت کرتے تھے (یعنی بت) اس سے ہم کو روک دو سو کوئی صاف معجزہ دکھلاؤ۔

تفسیر ⑦ "**واذ تاذن ربکم**" "تأذن" بمعنی اعلم کے ہے، اطلاع دے دی بتلا دیا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "**أذن و تأذن**" ان دونوں کا معنی ایک ہی ہے جیسے "**أوعد، توعد**" ہے۔ "**لئن شکرتم**" میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے بایں معنی ان پر ایمان لاؤ گے اور اطاعت کرو گے۔ "**لازیدنکم**" تمہیں نعمت میں اور زیادہ دیں گے۔ (شکر کہتے ہیں کہ موجود چیز پر اور جو چیز ضائع ہو جائے اس پر صبر کرے) یا شکر موجودہ نعمت کو برقرار رکھتا ہے اور غیر موجود کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ بعض نے کہا کہ اگر تم نیکی کرنے میں میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہارے ثواب میں زیادتی کروں گا۔ "**ولئن کفرتم**" میری نعمتوں کا انکار کیا اور ان پر شکر ادا نہ کیا تو "**انّ عذابی لشدید**"

⑧ "**وقال موسٰی ...... تا ...... لغنی حمید**" اللہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہے۔ حمید وہ اپنے افعال میں قابل ستائش ہے۔ اس لیے کہ وہ فضل وعادل والا ہے۔

⑨ "**الم یأتکم نبا الذین**" یہ خبر ہے الذین کی۔ "**من قبلکم قوم نوح وعادوثمود والذین من بعدھم لایعلمھم الا اللّٰہ**" بعد قوم سے مراد نوح عاد، ثمود ہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس آیت کے پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا نسب بیان کرنے والے جھوٹے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور عدنان کے درمیان تیس قرن ہوئے ہیں جن سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی واقف نہیں۔ مالک بن انس رضی اللہ عنہ کو یہ امر پسندیدہ نہ تھا کہ کوئی شخص مسلسل اپنے اسلاف کا سلسلہ پشت در پشت حضرت آدم علیہ السلام تک جوڑتا چلا جائے اور اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی یہی رائے ہے۔ "**جاء تھم رسلھم بالبّینات**" واضح نشانیوں کے ساتھ "**فردوا ایدیھم فی افواھھم**" ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ غصہ کی وجہ سے اپنی انگلیوں کو کاٹتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے: "**عضوا علیکم الا نامل من الغیظ**" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے جب انہوں نے اللہ کی کتاب سنی تو تعجب کیا تو اس تعجب واستہزاء کی وجہ سے اپنے ہاتھ منہ میں دے دیئے۔

مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے کہ انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی اور جو وہ لے آئے اس کی تردید کی۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ میں نے فلاں کی بات اس کے منہ میں لوٹا دی اور اس کی تکذیب کر دی۔ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ انہوں نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر کے

پیغمبروں کو خاموش رہنے کے لیے اشارے کر دیئے اور اشارہ کر کے بتلایا کہ منہ بند رکھو، ایسی باتیں نہ کرو۔ مقاتل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ پیغمبروں کے منہ پر ان کو خاموش کرنے کے لیے رکھ دیئے۔ بعض نے کہا کہ "ایدی نعمت کے معنی میں ہے۔ یعنی انہوں نے پیغمبروں کے احکام اور شریعت کو پیغمبروں کے منہ پر لوٹا دیا اور انکار کیا۔ "افواھھم" سے مراد ان کی نعمتیں ہیں۔ "وقالوا" اُمتیں کہنے لگیں اپنے اپنے رسولوں کو "انا کفرنا بما ارسلتم به وانا لفی شک مما تدعوننا الیه مریب" شک کا موجب ہے۔

⑩ "قالت رسلھم أفی اللّٰہ شک" یہ استفہام بمعنی نفی کے ہے جس کا ہم اعتقاد کرتے ہیں اس کے بارے میں شک میں ہیں۔ "فاطر السمٰوٰت والارض" ان دونوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ "یدعوکم لیغفر لکم من ذنوبکم" اس سے مراد تمہارے گناہ۔ "من صلة" ہے "ویؤخرکم الی اجل مسمًّی" جس مدت میں اللہ نے ان کو زمین میں چھوڑے رکھا۔ اس مدت میں وہ عذاب دینے سے جلدی نہیں کرتا۔ "قالوا" رسول ان سے کہنے لگے "ان انتم الا بشرٌ مثلنا" صورت میں اور جسم میں ہماری طرح ہو فرشتے تو ہو نہیں۔ "تریدون" اس قول و دعوت سے تمہارا مقصد یہ تھا۔ "ان تصدونا ...... تا ...... بسلطٰن مبین" ان کے دعوے میں یہ واضح دلیل و حجت ہے۔

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪

ترجمہ: ان کے رسولوں نے (ان کے جواب میں) کہا کہ ہم بھی تمہارے جیسے آدمی ہی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرمائے اور یہ بات ہمارے قبضہ کی نہیں کہ ہم تم کو کوئی معجزہ دکھلا سکیں بغیر خدا کے حکم کے اور اللہ ہی پر سب ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے اور ہم کو اللہ پر بھروسہ نہ کرنے کا کون امر باعث ہو سکتا ہے حالانکہ اس نے ہم کو ہمارے (منافع دارین کے) رستے بتلا دیئے اور تم نے جو کچھ ہم کو ایذا پہنچائی ہے ہم اس پر صبر کریں گے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے۔

تفسیر: ⑪ "قالت لھم رسلھم ...... تا ...... علی من یشاء من عبادہ" نبوت اور حکمت کے ساتھ۔ "وما کان اللّٰہ ...... تا ...... فلیتوکل المؤمنون"

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ⑫ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ⑬ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ⑭ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ⑮

ترجمہ: اور ان کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب

میں پھر آ جاؤ پس ان رسولوں پر ان کے رب نے (تسلی کے لئے) وحی نازل فرمائی کہ ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے اور ان کے (ہلاک کرنے کے) بعد تم کو اس سرزمین پر آباد رکھیں گے (اور) یہ ہر اس شخص کے لئے (عام) ہے جو میرے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے اور کفار فیصلہ چاہنے لگے اور جتنے سرکش (اور) ضدی (لوگ) تھے وہ سب بے مراد ہوئے۔

تفسیر ⑫ "وما لنا أن لا نتوکل علی اللّٰه" اور یہ پہچانتے ہیں کہ کوئی چیز اس کی قضاء وقدرت کے ان کو نہیں پہنچتی۔ "وقد ھدانا سبلنا" ہمارے لیے واضح کردے، ہدایت کے راستے کو اور نجات کا راستہ دکھلا دے۔ "ولنصبرن" لام برائے قسم کے لیے ہے۔ اصل میں اس طرح تھا۔ "واللّٰہ لنصبرن"...... "علیٰ ما آذیتمونا وعلی اللّٰہ فلیتوکل المتوکلون"

⑬ "وقال الذین کفروا لرسلھم لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا" یا لوٹ جاؤ ہمارے دین کی طرف۔ "فاوحی الیھم ربھم لنھلکن الظالمین"

⑭ "ولنسکننکم الارض من بعدھم" ان کی ہلاکت کے بعد "ذلک لمن خاف مقامی" جو میرے سامنے قیامت کے دن کھڑے ہونے سے ڈرتا ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ولمن خاف مقام ربه جنتان" بندے کی اضافت اپنی طرف کی ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "ندمت علیٰ ضربک" اس کا مطلب یہ ہے کہ "علیٰ ضربی ایاک"...... "وخاف وعید" اور میری سزا سے ڈرا۔

⑮ "واستفتحوا" اس کا مطلب ہے کہ ان سے مدد طلب کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مقاتل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اس کی ضمیر ماقبل اُمتوں کی طرف راجع ہے کیونکہ وہ اُمتیں کہا کرتی تھیں کہ اگر یہ انبیاء ورسل علیہم السلام صادق ہیں تو پھر ہم پر عذاب نازل فرما۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا فرمان "و اذ قالوا اللّٰھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء" اے اللہ! اگر یہ ہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کردے۔

مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے کہ "استفتحوا" کی ضمیر رسل کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب رسولوں نے دیکھا کہ ان کی قوم ایمان نہیں لاتی تو وہ اللہ سے مدد مانگنے لگتے اور قوم کے لیے عذاب کی دُعا کرتے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا "ربّ لا تذر علی الارض من الکافرین دیّارًا" اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ربّنا اطمس علی اموالھم و اشدد علی قلوبھم"...... "وخاب" خسارے میں پڑ گیا اور بعض نے کہا کہ وہ ہلاکت میں پڑ گیا۔ "کل جبّار عنید"

جبار عنید کی تفسیر میں مختلف اقوال

جبار کہتے ہیں کو جو اپنی ذات سے اعلیٰ اور بالا کسی کو نہ سمجھے۔ جبر یہ کہا جاتا ہے کہ انتہائی بلندی کو طلب کرتا کہ اس سے اونچی کوئی چیز نہ ہو۔ اس معنی کی بناء پر اس صفت کا استحقاق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ جبار اس کو کہا جاتا ہے جو مخلوق کو اپنے حکم پر چلنے کے لیے مجبور کرے اور عنید کا معنی ہے حق سے عناد رکھنے والا اور سچائی سے بیزار ہونے والا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عنید کا ترجمہ کیا ہے حق سے روگردانی کرنے والا۔ مقاتل رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ کیا تکبر کرنے والا۔ قتادہ رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ کیا کہ عنید وہ شخص ہے جو لا الٰہ الا اللہ کا انکار کرے۔

مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ⑯ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ⑰ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ۨ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ⑱

ترجمہ اس کے آگے دوزخ ہے اور اس کو (دوزخ میں) ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو کہ پیپ لہو کے مشابہ ہوگا۔ جس کو گھونٹ گھونٹ کر کے پیوے گا اور گلے سے آسانی کے ساتھ اتارنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور ہر (چہار) طرف سے اس پر (سامان) موت کی آمد ہوگی اور وہ کسی طرح مرے گا نہیں اور اس کو سخت عذاب کا سامنا ہوگا جو لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کی حالت باعتبار عمل کے یہ ہے جیسے کچھ راکھ ہو جس کو تیز آندھی کے دن میں تیزی کے ساتھ ہوا اڑا لے جائے ان لوگوں نے جو کچھ عمل کیے تھے اس کا کوئی حصہ ان کو حاصل نہ ہوگا یہ بھی بڑی دور دراز کی گمراہی ہے۔

تفسیر ⑯ "من ورائه جهنم" ان کے آگے جہنم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وكان وراء هم ملك" یعنی "امامهم" (ان کے آگے) ابوعبیدہ کا قول ہے کہ یہ اضداد میں سے ہے۔ اخفش کا قول ہے کہ جیسے کہا جاتا ہے کہ یہ کام تمہارے پیچھے آرہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کام بعد میں تمہارے پاس ہوگا اور میں فلاں کے پیچھے کھڑا ہوں۔ یعنی اس کی آڑ میں ہوں اور مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے اس کے پیچھے جہنم ہے اس کے بعد "ويسقى من ماءٍ صديد" یعنی وہ پانی جو دوزخیوں کے پیٹ اور کھالوں سے بہے گا وہ پیپ اور خون ہوگا۔ محمد بن کعب کا قول ہے وہ پانی جو زناکاروں کے اعضاء نہانی سے بہے گا وہ کافروں کو پلایا جائے گا۔

⑰ "يتجرعه" اس کو گھونٹ گھونٹ کر پئے گا۔ ایک ہی مرتبہ نہیں پئے گا بلکہ گھونٹ گھونٹ کر کے اس کی کڑواہٹ اور اس کا بہت زیادہ گرم ہونے کی وجہ سے۔ "ولا يكاد يسيغه" یکاد صلۃ ہے۔ آسانی کے ساتھ اس کو نہیں پی سکے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "لم يكد يراها" وہ نہیں دیکھے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس کو آسانی کے ساتھ نگل نہیں سکے گا۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے کہ وہ اپنے پیٹ میں درد محسوس کرے گا (اس کو ہضم نہیں کر سکتا)۔

حضرت ابوامامہ رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں اس فرمان کے بارے میں "ويسقى من ماء صديد يتجرعه" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ دوزخی جب اس کو پینے کے لیے منہ کے قریب کرے گا تو وہ ناپسند کرے گا۔ جب وہ اپنے منہ کے قریب کرے گا تو اس کا چہرہ بھون جائے گا اور سر بمع بالوں و کھال کے اس

میں گر جائے گا اور جب وہ اس کو پیئے گا اس کی آنتیں کٹ جائیں گی۔ یہاں تک کہ وہ اس کے پیچھے سے نکل جائیں گی۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد "وسقوا ماء حمیما فقطع أمعاء ھم" کہ ان کو گرم پانی پلایا جائے گا جس وجہ سے ان کی آنتیں کٹ جائیں گی اور وہ کہیں گے "وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوی الوجوہ"...... "ویأتیه الموت من کل مکان" وہ موت کی سختیاں اور شدائد ہیں اور "من کل مکان" سے مراد جسم کا ہر حصہ۔ ابراہیم تیمی رحمہ اللہ کا قول ہے یہاں تک کہ ہر بال کے نیچے سے ان پر موت کی سختی محسوس ہوگی۔ بعض نے کہا کہ موت کا فرشتہ ان کے سامنے سے پیچھے سے اوپر سے نیچے سے دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے آئے گا۔ "وما ھو بمیت" وہ اس سے راحت نہیں پائے گا۔ ابن جریج رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان کی سانس گلے میں اٹکی رہے گی، نہ منہ سے باہر نکلے گی اور نہ اندر ہی اُترے گی کہ اس سے زندگی حاصل ہو۔ اس کی مثال "لا یموت فیھا ولا یحییٰ"...... "ومن ورائه" اور اس عذاب کے بعد۔ "عذاب غلیظ" بہت سخت عذاب ہوگا۔ بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد ہے دوزخ میں ہمیشہ رہنا۔

⑱ "مثل الذین کفروا بربھم أعمالھم" جن لوگوں نے اعمال کے ساتھ اپنے رب سے کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "ویوم القیامة تری الذین کذبوا علی اللّٰہ وجوھھم مسودة" ان لوگوں کے چہروں کو دیکھو جنہوں نے اللہ کے ساتھ جھوٹ بولا، وہ کالے ہیں۔

"کرماد اشتدت به الریح فی یوم عاصف" دن کو عصوف کہا گیا اس کا معنی ہے ہوا کا تیز چلنا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ دن گرم ہے یا دن ٹھنڈا ہے۔ وہ ہوا ٹھنڈی یا گرم ہوتی ہے نہ کہ دن۔ بعض نے کہا کہ عبارت اس طرح تھی "یوم عاصف الریح" ریح کو حذف کر دیا گیا۔ اس سے اللہ رب العزت نے کفار کے اعمال کی مثال بیان کی ہے کہ کافروں نے دُنیا کے اندر جو نیک اعمال کیے وہ ان کو کچھ نفع بخش نہیں ہوں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا رکھا تھا جیسے ہوا کے ساتھ مٹی کے ذرات موجود ہوں تو اس ہوا سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان "لا یقدرون" اس سے مراد کفار ہیں۔ "ممّا کسبوا" جو انہوں نے دُنیا میں کمایا۔ "علیٰ شیءٍ" آخرت میں کوئی بدلہ نہیں ہوگا۔ "ذلک ھو الضلال البعید"

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑲ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ⑳ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ㉑

(ترجمہ) کیا (اے مخاطب) تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو بالکل ٹھیک ٹھیک پیدا کیا ہے اس سے اس کا قادر ہونا معلوم ہو گیا پس اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور ایک دوسری نئی مخلوق پیدا کر دے

اور یہ خدا کو کچھ بھی مشکل نہیں اور خدا کے سامنے سب پیش ہوں گے پھر چھوٹے درجہ کے لوگ (یعنی عوام وتابعین) بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے کہ ہم (دنیا میں) تمہارے تابع تھے تو کیا تم خدا کے عذاب کا کچھ جزو ہم سے ہٹا سکتے ہو وہ (جواب میں) کہیں گے کہ اگر اللہ ہم کو کوئی راہ بتلاتا تو ہم تم کو بھی (وہ) راہ بتلا دیتے (اور اب تو) ہم سب کے حق میں دونوں صورتیں برابر ہیں خواہ ہم پریشان ہوں خواہ ضبط کریں ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں اور (جب قیامت میں) تمام مقدمات فیصل ہو چکیں گے۔

تفسیر ⑲ "**الم تر أن اللّٰہ خلق السموات والارض**" حمزہ اور کسائی نے "**خالق السموات والارض**" پڑھا ہے۔ اسی طرح سورۃ نور میں ہے "**خالق کل دابۃ**" ان صورتوں میں یہ مضاف ہوگا اور دوسرے قراء نے خلق ماضی پڑھا ہے اور آگے جملہ منصوب پڑھا ہے۔ "**بالحق**" ان دونوں کو پیدا کیا ہے حق کے لیے یعنی امر عظیم کے لیے پیدا کیا، بے فائدہ نہیں بنایا۔ "**ان یشأ یذھبکم ویأت بخلق جدید**" تمہارے علاوہ کسی اور کو وہ لے آئے جو تم سے زیادہ فرمانبردار ہو۔

⑳ "**وما ذلک علی اللّٰہ بعزیز**" یہ تمام چیزیں اس کی قدرت میں آسان ہیں کوئی بھی چیز اللہ کے ہاں دُشوار نہیں، وہ بزرگ اور بلند عظمت والا ہے۔

㉑ "**وبرزوا للّٰہ جمیعًا**" یعنی وہ سب کے سب اپنی قبروں سے باہر نکل آئے اور سب ظاہر ہو جائیں گے۔ "**فقال الضّعفاء**" ان کی پیروی کرنے والے لوگ کہیں گے "**للذین استکبروا**" یعنی ان لیڈروں سے کہیں گے جو پیغمبروں کی پیروی سے روکتے تھے۔ "**انّا کنا لکم تبعًا**" جمع تابع کی ہے جیسے حرس جمع ہے حارس کی۔ "**فھل انتم مغنون**" دفاع کرنے والے ہو۔ "**عنا من عذاب اللّٰہ من شیءٍ قالوا**" اپنے پیروکاروں سے کہو کہ وہ تمہیں اس عذاب سے نجات دیں۔ "**لو ھدانا اللّٰہ لھدینا کم**" اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم تم کو بھی ہدایت دیتے لیکن جب ہم گمراہ ہوئے تو پھر ہم نے تمہیں گمراہی کی طرف دعوت دی۔ "**سواء علینا أجزعنا أم صبرنا مالنا من محیص**" نہ ان کے لیے بھاگنے کی جگہ ہوگی اور نہ ہی وہ اس (جہنم) سے نجات پائیں گے۔

دوزخیوں کی فریاد

مقاتل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ دوزخی آگ میں کہیں گے آؤ ہم سب مل کر خوب فریاد کریں۔ چنانچہ وہ پانچ سو برس تک فریاد کریں گے۔ ان کو یہ فریاد کچھ نفع نہیں پہنچا سکے گی۔ پھر وہ کہیں گے کہ آؤ سب اس پر صبر کریں۔ چنانچہ وہ پانچ برس تک صبر کریں گے اور جب دیکھیں گے کہ کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو پھر کہیں گے "**سواء علینا اجزعنا ام صبرنا مالنا من محیص**"

محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ دوزخی، دوزخ کے منتظمین سے کہیں گے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا "**وقال الذین فی النار لخزنۃ جھنم ادعوا ربکم یخفف عنا یومًا من العذاب**" اپنے رب سے دُعا کرو کہ وہ ایک دن ہی ہمارے عذاب میں تخفیف کر دے۔ منتظمین دوزخ جواب دیں گے "**اولم تک تاتیکم رسلکم**"

بالبینات قالوا بلٰی" کیا تمہارے پاس رسول واضح دلائل لے کر نہیں آئے تھے، انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ پھر جہنم کے خازنین کہیں گے "ادعوا وما دعا الکافرین الا فی ضلال" کہ تم خود دُعا کرو کافروں کی دُعا سوائے ناکامی کے اور کچھ نتیجہ نہیں۔

جب وہ اس سے مایوس ہو جائیں گے تو آواز دیں گے "یا مالک لیقض علینا ربک" اے مالک! تمہارا رب تو ہمارا کام تمام ہی کر دے، مالک ان کو اسّی (۸۰) برس تک کوئی جواب نہیں دے گا۔ اسی برس میں ہر سال تین سو ساٹھ دن کا ہی ہوگا لیکن ہر دن ہزار برس کا ہوگا، اسّی برس کے بعد جواب دے گا تم کو یہیں رہنا ہوگا، جب وہ نا اُمید ہو جائیں گے تو وہ ایک دوسرے سے کہیں گے تم پر جو مصیبت آنی تھی وہ آ ہی گئی، ہم کو صبر کرنا چاہیے، شاید یہ صبر ہمارے لیے کچھ نفع مند کارگر ہو۔ جس طرح دُنیا میں جن لوگوں نے اللہ کی اطاعت پر صبر کیا تھا تو ان کو فائدہ ہوا، وہ صبر کرنے پر جمع ہو جائیں گے اور طویل مدت صبر پر قائم رہیں گے۔ پھر جزع فزع کریں گے اور طویل مدت تک کرتے رہیں گے پھر پکاریں گے "سواءٌ علینا اجزعنا أم صبرنا مالنا من محیص" یعنی کوئی نجات کا مقام نہیں۔ پھر ان میں ابلیس کھڑے ہو کر ان کو خطاب کرے گا اور کہے گا۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾

(ترجمہ) تو شیطان (جواب میں) کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے سچے وعدے کئے تھے اور میں نے بھی کچھ وعدے کئے تھے سو میں نے وہ وعدے تم سے خلاف کئے تھے اور میرا تم پر اور تو کچھ زور نہ چلتا تھا بجز اس کے کہ میں نے تم کو بلایا تھا سو تم نے (باختیار خود) میرا کہنا مان لیا تو تم مجھ پر (ساری) ملامت مت کرو اور (زیادہ) اپنے آپ کو کرو نہ میں تمہارا امدادگار (ہو سکتا) ہوں اور نہ تم میرے مددگار (ہو سکتے) ہو میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ تم اس کے قبل (دنیا میں) مجھ کو (خدا کا) شریک قرار دیتے تھے یقیناً ظالموں کے لئے دردناک عذاب (مقرر) ہے۔

وقال الشیطان لما قضی الأمر کی تفسیر

(تفسیر) ۲۲ "وقال الشیطان لما قضی الامر انّ اللّٰہ وعدکم وعدالحق" جب وہ شیطان کی بات سن لیں گے تو اپنے آپ سے نفرت ہو جائے گی، اس پر ان کو آواز دی جائے گی جتنی نفرت آج تم کو اپنے آپ سے ہو رہی ہے، اس سے زیادہ نفرت اللہ کو تم سے اس وقت تھی جب تم کو ایمان کی دعوت دی جا رہی تھی اور تم انکار کر رہے تھے، یہ سن کر وہ پکار اُٹھیں گے اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہم کو پھر لوٹا دے ہم اچھے عمل کریں گے ہم کو یقین آ گیا، اللہ تعالیٰ ان کی تردید میں

فرمائے گا۔ "ولو شئنا لآتینا کل نفس هداها" پھر وہ تیسری بار پکاریں گے، اے ہمارے رب! ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور پیغمبروں کا بھی اتباع کریں گے تو ہم کو تھوڑی مدت کے لیے مہلت دے دے، اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا "اولم تکونوا أقسمتم من قبل مالکم من زوال" کیا تم نے اس سے پہلے قسم کھا کر نہیں کہا تھا کہ ہم کو فنا نہیں۔ پھر وہ چوتھی مرتبہ پکاریں گے۔ اے ہمارے رب! تو ہمیں یہاں سے نکال دے، ہم جو کچھ پہلے کر چکے ان کے سوا دوسرے عمل کریں گے۔ پھر ان کو جواب دیا جائے گا "ألم تکن آیاتی تتلی علیکم فکنتم بها تکذبون" کہ کیا ہم نے تم کو ایسی اور اتنی زندگی نہیں دی تھی کہ اس میں جو نصیحت پکڑنے والا تھا نصیحت پکڑ لیتا اور کیا تمہارے پاس ڈرانے والا نہیں پہنچا تھا۔ پھر ایک مدت تک ٹھہرنے کے بعد اللہ ان سے فرمائے گا کہ میرے احکام تم کو پڑھ کر نہیں سنائے گئے تھے اور تم ان کی تکذیب کرتے تھے۔ یہ بات سن کر وہ کہیں گے کیا ہم پر آئندہ ہمارا رب رحم نہیں کرے گا۔ اس کے بعد پکار اُٹھیں گے اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی ہے ہم لوگ گمراہ ہو گئے تھے۔ اے ہمارے رب! ہم کو یہاں سے نکال دے، اگر پھر ہم نے دوبارہ ایسا کیا تو ہم بلاشبہ ظالم ہوں گے۔ اللہ فرمائے گا اس میں ذلت کے ساتھ رہو، مجھ سے بات بھی نہ کرو، اس وقت وہ بالکل مایوس ہوں گے اور دُعا کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور باہم نوحہ کریں گے اور دوزخ کا دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ "وقال الشیطان" اس سے ابلیس مراد ہے۔

"لما قضی الامر" جب وہ فیصلے سے فارغ ہو جائے گا جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے۔ مقاتل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ دوزخ میں شیطان کے لیے منبر بنایا جائے گا، تمام کفار اپنے اپنے سرداروں کے ساتھ اس کے آس پاس جمع ہوں گے اور یہ ان سے کہے گا۔ "انّ اللّٰه وعدکم وعدالحق" بے شک اللہ نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا وہ سچا تھا۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔ (ووعدتکم فاخلفتکم) (بس میں نے تم سے وعدہ کیا تھا اب اس کے وعدہ کے ساتھ خلاف ورزی کی) اور پھر کہا جائے گا کہ شیطان ان سے کہے گا کہ میں نے تمہیں کہا تھا کہ نہ کوئی جنت ہے اور نہ ہی دوزخ (وما کان لی علیکم من سلطن اور نہ ہی کوئی اس پر میرے پاس دلیل تھی) اور بعض نے کہا کہ اس وقت وہ لوگ شیطان سے کہیں گے کہ تم نے اپنے دعوے کے مطابق کوئی دلیل کیوں نہ دی۔ (الاأن دعوتکم) شیطان کہے گا کہ میں نے تو صرف تمہیں دعوت دی تھی یہ مستثنیٰ منقطع ہے (فاستجبتم لی فلاتلوموني ولوموا انفسکم) اور تم نے میری دعوت پر لبیک کہا۔ لہٰذا اب تم مجھ پر ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو کیونکہ تم نے میری دعوت کو اور میری پیروی کو بغیر کسی دلیل اور حجت کے اختیار کیا۔

"ما انا بمصرخکم" میں تمہاری دادرسی نہیں کر سکتا۔ "وما انتم بمصرخی" اور نہ ہی تم میری مدد کو پہنچ سکو گے۔ حمزہ اور اعمش نے "بمصرخی" یاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے حضرات نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے جن کے نزدیک کسرہ ہے وہ کہتے ہیں کہ التقاء ساکنین کی وجہ سے یاء کو کسرہ دیا کیونکہ یاء کسرہ کو چاہتی ہے۔ نحویین کے نزدیک یہ جائز نہیں اور بعض نے کہا کہ یہ لغت بنی یربوع کے نزدیک ہے۔ یہ اصل میں "بمصرخیني" نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔ پھر دو یاؤں میں التقاء ساکنین آیا یاء کو یاء میں مدغم کر دیا۔

"انی کفرت بما اشر کتمونی من قبل" آج سے پہلے دُنیا میں جو تم مجھ کو اللہ کے ساتھ عبادت وطاعت میں شریک کرتے تھے آج اس شرک کا میں انکار کرتا ہوں اور تم سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ "انّ الظالمین" سے مراد کافر ہیں۔ "لھم عذاب الیم"

امت مسلمہ کی شفاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے اور کافروں کا سفارشی شیطان ہوگا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حدیث شفاعت کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب لوگ سفارش کرواتے کرواتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے تو آپ کہیں گے کہ میں تم کو پتہ بتاتا ہوں تم نبی اُمی کے پاس جاؤ وہ سب سے زیادہ صاحب فضیلت والے ہیں۔ آخر لوگ میرے پاس آئیں گے اور اللہ مجھے کھڑے ہو کر گزارش کرنے کی اجازت دے گا۔ پھر میری مجلس ایک بے مثال پاکیزہ ترین خوشبو سے مہکا دی جائے گی۔ ایسی مہک ہوگی کہ کسی نے ایسی خوشبو نہیں سونگھی، پھر میں اپنے رب کے سامنے حاضر ہو کر شفاعت کروں گا۔ اللہ میری شفاعت قبول فرمائے گا اور سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخن تک مجھے نور ہی نور کر دے گا۔ سرتاقدم نور ہی نور کر دے گا، یہ دیکھ کر کافر کہیں گے کہ مسلمانوں کو تو سفارشی مل گیا، اب ہماری سفارش کون کرے گا؟ خود ہی جواب دیں گے اب تو ابلیس ہی جس نے ہم کو گمراہ کیا تھا ہمارے سامنے ہے کوئی سفارشی موجود ہی نہیں ہے۔ جب یہ لوگ ابلیس کے پاس پہنچیں گے اس کو کہیں گے کہ تو ہمارے لیے سفارش کر۔ ابلیس جونہی اُٹھے گا اس کی مجلس میں بدترین بو اُڑنے لگی گی، ایسی بدبو پہلے کسی نے نہیں سونگھی ہوگی، پھر ابلیس ان کو جہنم کی طرف لے جائے گا اور ان سے کہے گا "انّ اللّٰہ وعدکم وعدالحق"

وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۭ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاۗءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ڐ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے وہ ایسے باغوں میں داخل کیے جاویں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور) وہ ان میں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) وہاں ان کو سلام اس

لفظ سے کیا جاوے گا السلام علیکم کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ (یعنی کلمہ توحید) کی وہ مشابہ ہے ایک پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ خوب گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اونچائی میں جا رہی ہوں وہ خدا کے حکم سے ہر فصل میں اپنا پھل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کے لئے اس لئے بیان فرماتے ہیں تا کہ وہ خوب سمجھ لیں اور گندہ کلمہ کی (یعنی کلمہ کفر و شرک کی) مثال ایسی ہے جیسے ایک خراب درخت ہو کہ وہ زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جائے اس کو کچھ ثبات نہ ہو اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات (یعنی کلمہ طیبہ کی برکت) سے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے اور ظالموں کو بچلا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

تفسیر ㉓ "**وادخل الذین آمنوا وعملوا الصلحت ...... تا ...... فیھا سلامٌ**" بعض بعض کو سلام کرتے ہیں اور فرشتے ان پر سلامتی بھیجتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ

㉔ "**الم تر کیف ضرب اللہ مثلاً**" کہ کیا تم نہیں جانتے مثل کہتے ہیں کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ من کل الوجوہ تشبیہ دی جائے۔ "**کلمۃ طیبۃ**" اس سے مراد لا الہ الا اللہ ہے۔ "**کشجرۃ طیبۃ**" اس سے مراد کھجور ہے کہ جس کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ ابوظبیان نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ درخت جنت میں ہے۔ "**اصلھا ثابت**" زمین میں اس کی جڑیں "**وفرعھا**" اس کی بلندی "**فی السماء**" اسی طرح یہ کلمہ مؤمن کے دل میں راسخ ہے۔ معرفت و تصدیق کے ساتھ جب ان الفاظ کے ساتھ کلام کرتا ہے تو اس کی طرف چڑھتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ عزوجل کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "**الیہ یصعدالکم الطیب والعمل الصالح یرفعہ**"

㉕ "**تؤتی اکلھا**" اس کے پھل اس کو ڈھانپ لیں گے۔ "**کل حین باذن ربھا**" لغت میں حین ایک وقت کو کہا جاتا ہے۔

کل حین کی مختلف تفاسیر

اس کے معنی میں مفسرین رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔ مجاہد اور عکرمہ رحمہما اللہ کا قول ہے کہ یہاں حین سے مراد ایک مکمل سال ہے کیونکہ کھجور سال میں ایک مرتبہ پھل دیتی ہے۔ سعید بن جبیر و قتادہ و حسن رحمہم اللہ کا قول ہے کہ اس سے چھ ماہ مراد ہیں کہ اس مدت میں پھل کا ظاہر ہونا پھر پکنا ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد چھ ماہ ہی ہیں۔ بعض نے کہا کہ چار ماہ اس کے ظاہر ہونے سے لے کر اس کے پانے تک سعید بن المسیب نے کہا کہ اس سے مراد دو ماہ ہیں، اتنی مدت میں پھل کاٹنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

ربیع بن انس کا قول ہے کہ "**کل حین**" سے مراد صبح و شام ہے کیونکہ صبح و شام، دن و رات، گرمی و سردی، تر ہو یا خشک ہر وقت موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح مؤمن کا عمل دن کے اوّل و آخر اوپر جاتا رہتا ہے اس کے ایمان کی برکت کی وجہ سے وہ کبھی اس سے نہیں کٹے گا بلکہ ہر وقت اس کا نیک عمل اوپر جاتا رہتا ہے۔

ایمان کی مثال درخت کے ساتھ دینے میں حکمت

ایمان کی مثال درخت کے ساتھ دینے میں یہ حکمت ہے کہ جس طرح درخت تین چیزوں کے بغیر درخت نہیں رہ سکتا، پانی، مضبوط تنا اوراس کی اونچائی، اسی طرح ایمان تین چیزوں کے بغیر تام نہیں ہوسکتا، تصدیق بالقلب، زبان سے اقرار کرنا اور عمل بالارکان۔

انسان کو کھجور کے ساتھ تشبیہ دینے کی حکمت

عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے، اس کی مثال مسلمان جیسی ہے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس درخت کے متعلق آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن مجھے حیا آئی (کہ مجھ سے بڑے بڑے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین موجود ہیں) پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمیں اس کے متعلق بتلائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بات میں نے اپنے والد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے وہاں یہ بات کیوں نہ کہی، اگر تم اس طرح کہہ دیتے تو میرے لیے ایسا ایسا ہوتا۔ کھجور کے ساتھ تشبیہ دینے میں حکمت یہ ہے کہ نخلہ تمام درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جو انسان کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ اس طور پر کہ اگر کھجور کا سر کاٹ دیا جائے تو وہ خشک ہو جاتی ہے جبکہ دوسرے درختوں کے سر کاٹ دیئے جائیں تو وہ نہیں سوکھتے اور انسان کے ساتھ ایک مشابہت یہ بھی ہے کہ یہ پھل اس وقت نہیں دیتی جبکہ اس کے ساتھ نرمادہ کو جوڑا نہ جائے اور اس وجہ سے بھی کہ اس کو آدم علیہ السلام کے بچے ہوئے گارے سے بنایا گیا۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی پھوپھی کا اکرام کرو، کہا گیا کہ کیا یہ ہماری پھوپھی ہے، فرمایا کھجور۔ "ویضرب اللّٰہ الامثال للنّاس لعلھم یتذکرون"

㉖ "ومثل کلمۃ خبیثۃ" کلمہ خبیثہ سے مراد شرک ہے۔ "کشجرۃ خبیثۃ" اس سے مراد حنظل (کوڑتما) کا درخت ہے۔ بعض نے کہا کہ لہسن کا درخت ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد پیلو کا درخت ہے۔ "اجتثت" وہ زمین سے اُکھڑ جائے۔ "من فوق الارض مالھا من قرار" وہ زمین پر ثابت نہیں یعنی اس کی جڑیں زمین میں مضبوط نہیں اور نہ ہی اس کی شاخیں بلندی پر پہنچتی ہیں۔ یہی مثال کافر کی ہے کہ اس کے کسی کام میں خیر نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی اچھا کام اوپر جاتا ہے اور نہ ہی کوئی اس کا نیک عمل ہوتا ہے۔

قول ثابت کی وضاحت

㉗ "یثبت اللّٰہ الذین آمنوا بالقول الثابت" اس سے کلمہ توحید مراد ہے اور وہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ "فی الحیوٰۃ الدنیا" موت سے پہلے۔ "وفی الاخرۃ" اس سے مراد قبر ہے۔ یہی اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ "فی الحیوٰۃ

الدنیا" سے مراد قبر میں سوال و جواب کا ہونا ہے اور آخرت میں جی اُٹھنے کے بعد سوال و جواب ہوگا۔ یہی صحیح ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مسلمان سے قبر میں سوال پوچھا جائے گا تو وہ گواہی دے گا "أن لا الٰه الا اللّٰه وان محمداً رسول اللّٰه" اللہ تعالیٰ کے فرمان "یثبت اللّٰه الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰة الدنیا وفی الآخرة" کا یہی مطلب ہے۔

اسی سند کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، فرمایا "یثبت اللّٰه الذین اٰمنوا بالقول الثابت" یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی کہ کہا جائے گا تمہارا رب کون ہے؟ تو وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے اور نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرمان "یثبت اللّٰه الذین اٰمنوا بالقول الثابت"

اثبات عذاب القبر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی وہاں سے چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے جانے کی قدموں کی آہٹ سنتا ہے، پھر اس میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اس کو بٹھاتے ہیں تو وہ دونوں فرشتے میت سے کہتے ہیں کہ اس رجل (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ اگر میت مؤمن ہو تو وہ کہے گی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے بھیجے ہوئے ہیں فرشتے اس کو کہیں گے دیکھو اپنی جگہ کی طرف جو جہنم میں تمہارے لیے بنائی گئی تھی، اللہ نے تمہیں اس کے بدلے میں جنت میں جگہ عطا کی ہے تو وہ دونوں جگہیں دیکھتا ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے لیے قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے۔ پھر انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح حدیث نقل کی ہے۔ اگر وہ میت منافق یا کافر ہوئی تو جب اس سے کہا جائے گا کہ تم اس رجل کے متعلق کیا کہتے ہو تو وہ کہے گا کہ میں نہیں جانتا، میں وہی کچھ کہتا ہوں جو لوگ کہا کرتے ہیں تو اس سے کہا جائے گا نہ تو جانتا ہے اور نہ تو کہہ سکتا ہے۔ پھر اس کو لوہے کے ہتھوڑے کے ساتھ مارا جائے گا، پھر وہ چیخے گا اس کی چیخ و پکار جن وانس کے علاوہ سب سنتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میت جوتوں کی آہٹ سنتی ہے جب لوگ قبر سے واپس جاتے ہیں پھر اس میت کو بٹھاتے ہیں اور اس کے کفن کو اس کی گردن میں ڈال دیتے ہیں پھر اس سے سوال کرتے ہیں۔

قبر مؤمن کیلئے کشادہ اور منافق و کافر کیلئے تنگ کر دی جاتی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قبر میں دو فرشتے کالے رنگ نیلگوں آنکھوں والے آئیں گے ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے تو وہ دونوں کہتے ہیں کہ تو اس رجل کے متعلق کیا کہتا ہے؟ تو وہ مؤمن شخص کہتا ہے کہ وہ عبداللہ اور اس کے بھیجے ہوئے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں "أن لا الٰه الا

اللّٰہ و ان محمدًا عبدہ ورسولہ" پھر وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم تھا کہ تم یہی کہوگے پھر اس کی قبر کو ستر ذراع وسیع کر دیا جاتا ہے، پھر اس کو منور کر دیا جاتا ہے، پھر ان کو کہا جاتا ہے سوجا۔ پھر اس کو کہا جاتا ہے کہ اپنے اہل والوں کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کو خبر دو، پھر اس کو کہا جائے گا کہ سوجا دُلہن کے سونے کی طرح جس کو سوائے اس شخص کے جو سب گھر والوں میں اس کو پیاری ہوتی ہے اور کوئی نہیں اُٹھاتا یہاں تک کہ اللہ اس کو خواب گاہ سے اُٹھائے گا اور اگر مُردہ منافق ہوگا تو جواب دے گا کہ میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تھا، میں نے بھی ویسے ہی کہہ دیا، مجھے کچھ معلوم نہیں، فرشتے کہیں گے ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ تو یہ بات کہے گا پھر زمین کو حکم دیا جائے گا تو اس پر وہ مل جا۔ زمین اس منافق کو اتنا دبائے گی کہ اس کی پسلیاں اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر نکل جائیں گی۔ اس طرح برابر عذاب میں مبتلا رہے گا، یہاں تک کہ اللہ اس کو اس کی خواب گاہ سے اُٹھائے گا۔

قبر میں مردے کو زندہ کیا جاتا ہے اور اس سے حساب کتاب لیا جاتا ہے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کی روح جب قبض کی جاتی ہے تو قبر میں اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور میت کو بٹھاتے ہیں اور اس سے سوالات کرتے ہیں کہ تمہارا رب کون ہے؟ اور تمہارا دین کیا ہے اور تمہارا نبی کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسری روایت میں آتا ہے کہ اس کو دوسری مرتبہ کہا جائے گا کہ تمہارا رب کون ہے اور تمہارا دین کیا ہے؟ اور تمہارا نبی کون ہے؟ یہی آخری فتنہ ہے جو مؤمنین پر پیش آتا ہے اللہ اس پر ثابت قدم رکھتے ہیں۔ پھر وہ شخص کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے اور میرا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آسمان سے آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ فرمایا یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا "یثبت اللّٰہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاخرۃ"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دفن سے فارغ ہوئے، آپ قبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اللہ سے اس کے لیے ثابت قدمی مانگو کیونکہ اس سے اس وقت سوال کیا جاتا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص کے سامنے جب موت کا تذکرہ آتا تو اس پر وہ خوب روتے اور ارشاد فرماتے کہ جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ نوحہ کرنے والی اور نہ آگ کو میرے ساتھ لایا جائے۔ جب مجھے دفن کر چکو، میری قبر پر مٹی برابر کرلو اور قبر کو کوہان نما بنا دینا، پھر میری قبر کے اِردگرد اتنی دیر ٹھہرے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کرکے اس کو تقسیم نہیں کیا جاتا تاکہ میں تمہارے کھڑے ہونے سے مانوس رہوں اور فرشتوں کی واپسی تک تم واپس نہ لوٹ جانا۔ "یضل اللّٰہ الظالمین" مشرکین قبر میں سوال کے جوابات کی رہنمائی حاصل نہیں کرسکتے۔ "ویفعل اللّٰہ ما یشاء" اس کی توفیق سے اور اس کی رُسوائی اور ثابت قدمی کا باقی رہنا یا اس کا باقی نہ رہنا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ یَصْلَوْنَهَا ؕ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے بجائے نعمت الٰہی کے کفر کیا اور جنہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر یعنی جہنم میں پہنچا دیا وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے ساجھی قرار دیئے تا کہ (دوسروں کو بھی) اس کے دین سے گمراہ کریں آپ کہہ دیجئے کہ چندے عیش کر لو کیونکہ اخیر انجام تمہارا دوزخ میں جانا ہے) جو میرے خالص ایمان والے بندے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ وہ نماز کی پابندی رکھیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور آشکارا خرچ کیا کریں ایسے دن کے آنے سے پہلے پہلے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی۔

تفسیر ﴿۲۸﴾ "الم تر الی الذین بدلوا نعمة اللّٰه کفراً" عمرو عطاء سے مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس قول کے بارے میں فرمایا کہ واللہ وہ قریش کفار تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ناشکرے قریش تھے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔ "واحلوا قومهم دار البوار" بوار سے مراد بدر کا دن ہے۔ "بدلوا نعمة اللّٰه" سے مراد جنہوں نے اللہ کی نعمتوں کو بدل ڈالا اس طور پر کہ ان میں ایک بڑی نعمت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ نے بھیجی اس کا انہوں نے انکار کیا اور ان لوگوں کی پیروی کی جو کفر پر ڈٹے ہوئے تھے اور وہ ہلاکت کی جگہ پڑے رہے، پھر دار البوار کی وضاحت کر دی۔

﴿۲۹﴾ "جهنم یصلونها" اس میں وہ داخل ہوں گے۔ "وبئس القرار" جہنم بری جگہ ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ جنہوں نے اللہ کی نعمت کو بدل دیا انکار کر کے اس سے مراد کفار قریش ہیں کہ بدر کے دن انہوں نے فخر کیا اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش کے دو بڑے گروہ جو سب سے زیادہ بدکار تھے ان میں بنی مغیرۃ اور بنی اُمیہ ہیں۔ بنی مغیرہ کے شر سے تو بدر کی لڑائی میں تمہاری حفاظت ہو چکی اور بنو اُمیہ کو ایک وقت تک مزے اُڑانے کا موقع دیا گیا۔

﴿۳۰﴾ "وجعلوا للّٰه اندادًا" اس سے مراد اللہ کی مثل دوسروں کو قرار دیا۔ باوجودیکہ اللہ کا کوئی مثل نہیں۔ "لیضلوا" ابن کثیر اور ابو عمرو نے یاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا۔ اسی طرح سورۃ حج میں لقمان اور زمر میں بھی پڑھا ہے اور دوسرے قراء کے نزدیک یاء کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ "عن سبیله قل تمتعوا" زندہ رہو دُنیا میں۔ "فان مصیرکم الی النار"

﴿۳۱﴾ "قل لعبادی الذین آمنوا یقیموا الصلٰوة" یہ مجزوم ہے جزا ہونے کی وجہ سے۔ "وینفقوا مما رزقناهم سرا وعلانیة من قبل أن یاتی یوم لا بیع فیه ولا خلال" نہ ان میں کوئی دوستی ہوگی اور نہ ہی کوئی خرید وفروخت۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ. وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ. سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ. فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ. وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۶﴾

ترجمہ اللہ ایسا ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی (یعنی مینہ) برسایا پھر اس پانی سے پھلوں کی قسم سے تمہارے لئے رزق پیدا کیا اور تمہارے نفع کے واسطے کشتی (اور جہاز) کو مسخر بنایا تا کہ وہ خدا کے حکم (قدرت) سے دریا میں چلے اور تمہارے نفع کے واسطے نہروں کو (اپنی قدرت) کا مسخر بنایا اور تمہارے نفع کے واسطے سورج اور چاند کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا جو ہمیشہ چلتے ہی رہتے ہیں اور تمہارے نفع کے واسطے رات اور دن کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا اور جو جو چیز تم نے مانگی تم کو ہر چیز دی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اگر (ان کو) شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لا سکتے (مگر) سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف بڑا ہی ناشکرا ہے اور جبکہ ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دیجئے اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھیئے۔ اے میرے پروردگار ان بتوں نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کر دیا پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہے ہی اور جو شخص (اس بات میں) میرا کہنا نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت (اور) کثیر الرحمت ہیں۔

تفسیر ﴿۳۲﴾ "**اللّٰه الذی خلق السمٰوٰت ...... تا ...... فی البحر بامره**" اس کی اجازت سے "**وسخرلکم الانهار**" ان کو تمہارے تابع کر دیا جس طرف تم چاہو اس کو جاری کر سکتے ہو۔

﴿۳۳﴾ "**وسخرلکم الشمس والقمر دائبین**" یہ دونوں دن و رات چلتے رہتے ہیں تا کہ اس کے ذریعے بندے اپنے مصالح کو انجام دیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ نے اپنی اطاعت میں ان کو تیز رفتار بنا دیا۔ "**وسخرلکم اللیل والنهار**" یہ ایک دوسرے کے پیچھے آتی ہے اور دن رات کے پیچھے اور رات دن کے پیچھے آتی ہے۔

"**واٰتاکم من کل ماسألتموه**" وہ تمہارے پاس سب کچھ آ گئی جو تم نے ان سے سوال کیا تھا۔ دوسرے شئی کو محذوف قرار دیا جس پر پہلا شئی دلالت کر رہا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ تکثیر پر دلالت کر رہا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص تمام اشیاء کو جانتا ہے اور اس کے پاس بہت سارے لوگ آتے ہیں اور ان میں سے تم بعض لوگوں کا ارادہ رکھتے ہو۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان "**فتحنا علیهم ابواب کل شیء**" حسن نے "کُلٍّ" کو تنوین کے ساتھ پڑھا ہے اور ما بمعنی نفی کے ہے۔ اس صورت میں آیت

کا معنی ہے کہ تمہیں وہ چیزیں بھی عطا کی گئیں جو انہوں نے طلب کیں اور وہ اشیاء بھی دیں جو انہوں نے طلب نہیں کیں۔ "وان تعدوا نعمة الله" اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو "لاتحصوها" ان نعمتوں کو تم شمار نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کر سکتے ہو۔ "ان الانسان لظلومٌ كفار" نافرمانی کر کے اپنی جان کے ساتھ ظلم کرتے ہو اور اس کی نعمتوں کا انکار کر کے رب کی ناشکری کرنے کا ظلم، بعض نے کہا کہ ظلوم یہ ہے کہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا جو اس پر نہیں اور کافر وہ ہے جو اللہ کی نعمتوں کا انکار کرے۔

35 "واذ قال ابراهيم رب اجعل هذا البلد" بلد سے مراد حرم ہے۔ "آمنا" امن والا شہر "واجنبني" اور دور فرما۔ "وبني ان نعبد الاصنام"...... "اجنبته جنبًا، جنبته، تجنيبًا، اجتنابًا" ان سب کا معنی ایک ہی ہے۔

شبہ اور اس کا ازالہ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بتوں کی پوجا کرنے سے معصوم تھے، پھر یہ سوال کرنا درست نہیں۔ دوسرا یہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی وبني أن نعبد الاصنام حالانکہ کیسے کر رہے ہیں حالانکہ ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے بعض لوگوں نے بت پرستی کو شروع کیا ہوا تھا، پھر یہ کیسے صحیح ہوگا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ دُعا ابراہیم علیہ السلام کے حق میں ہوئی کہ آپ ہمیشہ بتوں کی پوجا سے محفوظ رہے۔ باقی آپ کی اولاد میں دُعا بایں طور پر قبول ہوئی کہ سب بت پرستی کی طرف نہیں گئے۔ بعض نے کہا کہ بنی سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صلبی اولاد ہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا اپنی اولاد میں سے ان کے لیے تھی جو ایمان والے تھے۔

36 "رب انهن أضللن كثيراً من النّاس" ان بتوں کی پوجا کرنے کی وجہ سے بہت سارے لوگ راہ ہدایت سے بھٹک گئے۔ حتیٰ کہ بہت سارے لوگ بتوں کی عبادت کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے "انما ذلكم الشيطان يخوف اولياء ه" اور بعض نے کہا کہ یہاں گمراہی کی نسبت بتوں کی طرف کی کیونکہ انہی کے سبب کی وجہ سے جیسا کہ کہنے والے نے یوں کہا کہ مجھے دُنیا نے فتنے میں ڈالا ہوا ہے۔ یہاں فتنہ کی نسبت دُنیا کی طرف کی کیونکہ یہ فتنہ کا سبب ہے۔ "فمن تبعني فانه مني" یعنی وہ میرے دین اور ملت کا پیروکار ہے۔

"ومن عصاني فانك غفور الرّحيم" سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جس نے میری نافرمانی کی پھر اس نے توبہ اختیار کی۔ مقاتل بن حیان کا قول ہے کہ جس نے شرک کے علاوہ کوئی گناہ کیا اور بعض نے کہا کہ یا اس کو معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرتا۔

رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ 37

ترجمہ: اے رب ہمارے میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب ایک (کف دست) میدان میں جو زراعت

کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں اے رب ہمارے تاکہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں تو آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دیجئے اور ان کو (محض اپنی قدرت سے) پھل کھانے کو دیجئے تاکہ یہ لوگ (ان نعمتوں کا) شکر کریں۔

تفسیر ㊲ "ربّنا انی اسکنت من ذریتی" ...... "من تبعیضیہ" داخل کیا۔ اس آیت سے مجازاً یہ مراد لیا ہے کہ میں نے اپنی اولاد کو باشندہ کر دیا۔ "بواد غیر ذی زرع" اس سے مراد مکہ ہے کیونکہ ان دو پہاڑیوں کے درمیان واقع ہے۔ "عند بیتک المحرم" اس کو محرم اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے قریب ہر وہ چیز حرام ہو جاتی ہے جو اس کے باہر حرام نہیں ہوتی۔

حضرت ھاجرہ علیہا السلام کا قصہ

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ سب سے پہلے نطاق حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اس غرض سے پہنا کہ قدموں کے نشانوں کو پیچھے سے نطاق کا سرا مٹاتا چلے اور حضرت سارہ کو ان کا نشان قدم معلوم نہ ہو۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر بیت اللہ کے پاس پہنچے اور وہ اس وقت دودھ پیتے بچے تھے اور مسجد کے بالائی مقام پر زمزم کے اوپر ایک بڑے درخت کے پاس دونوں کو بٹھایا اور اس وقت نہ مکہ میں کوئی اور شخص تھا اور نہ ہی وہاں پانی تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک خورجین جس میں چھوہارے تھے اور ایک مشکیزہ پانی سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس رکھ دیا، پھر لوٹ پڑے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے پیچھا کیا اور کہا اے ابراہیم! (علیہ السلام) آپ ہم کو اس ویران وادی میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے یہ بات کئی بار کہی مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چہرہ پھیر کر نہیں دیکھا۔ آخر حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے کہا کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ اس پر حضرت ہاجرہ علیہا السلام بولیں تو اللہ ہم کو ضائع نہیں کرے گا، پھر لوٹ آئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چل دیئے، جب حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی نظر سے غائب ہو گئے تو کعبہ کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ اُٹھا کر ان الفاظ میں دُعا کی۔ "ربّنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع تا یشکرون" تک۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ مشکیزہ کا پانی پیتی رہی اور بچہ کو دودھ پلاتی رہیں۔ یہاں تک کہ پانی ختم ہو گیا اور پیاس لگی اور بچہ بھی پیاسا ہو گیا تو چل دیں، بچہ کی طرف نظر اُٹھائی تو بچہ اپنی زبان منہ میں گھما رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر تاب نہ لا سکیں اور ان سے نظر پھیر لی اور چل کر کوہ صفا پر پہنچ گئیں۔ وہاں سے قریب پہاڑ صفا ہی تھا صفا پر چڑھ کر اوپر کھڑی ہو کر وادی کی طرف دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی نظر آ جائے جب کوئی نظر نہ آیا تو صفا سے اُتر کر وادی میں پہنچیں اور قوت کے ساتھ دوڑنے والے آدمی کی طرح کرتا کا دامن اوپر کو اُٹھا کر دوڑ کر وادی سے گزر کر مروہ پر پہنچیں اور اِدھر اُدھر نظر دوڑائی کہ کوئی نظر پڑ جائے لیکن کوئی دکھائی نہیں دیا اس طرح سات بار کیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسی لیے حاجی ان دونوں کے درمیان

دوڑتے ہیں۔آخر جب مروہ پر پہنچیں تو ایک آواز سنی اور خود اپنے آپ سے کہنے لگیں چپ پھر کان لگا کر سنا تو پھر آواز سنائی دی تو کہنے لگیں میں نے آواز سن لی، اگر تیرے پاس کچھ مدد کا سامان ہو تو لا، اچانک زمزم کے مقام پر ایک فرشتہ نمودار ہوا اور زمین کو ایڑی یا پَر مار کر اس نے کھودا، فوراً پانی نکل آیا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام پانی کا گھیرا بنانے لگیں اور اپنے ہاتھ سے چلو بنا کر پانی لے کر مشکیزے میں بھرنے لگیں جونہی چلو بھر کر اُٹھاتی تھیں پانی اور اُبل آتا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحمت فرمائیں، اگر وہ زمزم کو یوں ہی رہنے دیتیں یا یہ فرمایا کہ اگر وہ چلو نہ بھرتیں تو زمزم ایک جاری چشمہ ہو جاتا، غرض حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے خود پانی پیا اور اپنے بچے کو دودھ بھی پلایا۔ فرشتے نے کہا کہ تم ہلاکت کا اندیشہ نہ کرو، یہاں اللہ کا گھر ہے یہ لڑکا اور اس کے والد اللہ کے گھر کی تعمیر کریں گے، اللہ اپنے گھر والوں کو ضائع نہیں کرے گا۔ کعبہ اس زمانے میں ٹیلہ کی شکل پر زمین سے کچھ اونچا تھا، سیلاب آ کر اس کے دائیں بائیں کناروں کو کاٹ کر لے جاتا تھا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اسی حالت میں رہتی رہیں آخر بنی جرہم کا ایک قافلہ اِدھر سے گزرا اور آ کر مکہ کے نشیبی مقام پر اس نے پڑاؤ ڈالا۔ قافلے والوں نے دیکھا کہ کچھ پرندے پانی پر منڈلا رہے ہیں، کہنے لگے یہ پرندے یقیناً پانی پر گھوم رہے ہیں لیکن ہم تو اس وادی سے پہلے گزر چکے ہیں۔ یہاں تو پہلے کوئی پانی نہ تھا کچھ لوگوں کو بھیجا، انہوں نے جا کر دیکھا تو پانی موجود پایا، لوٹ کر آئے اور ساتھیوں کو اطلاع دے دی، اس کے بعد قافلہ والوں نے آ کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سے گزارش کی کہ ہم کو اپنے پاس رہنے کی آپ اجازت دے دیں۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے فرمایا اچھا لیکن پانی پر تمہارا کوئی حق نہ ہوگا، قافلے والوں نے اس کا اقرار کر لیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ انس کی طالب تھیں۔ (تنہائی کی وحشت کو دور کرنا چاہتی تھیں) پانی پر قبضہ انہی کا رہا۔ قافلہ والوں نے اپنے متعلقین کو بھی اپنے پاس بلوالیا اور سب وہیں مقیم ہو گئے، رفتہ رفتہ بہت سارے خاندان بن گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی جوان ہو گئے۔ بنی جرہم سے عربی بھی انہوں نے سیکھ لی اور جوان ہونے کے بعد سب کے محبوب بن گئے۔ بنی جرہم نے اپنی ہی ایک عورت سے ان کا نکاح بھی کر دیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کی وفات بھی ہو گئی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اس دُعا کی برکت کا معائنہ کرنے آ گئے، اس کا بقیہ قصہ سورۃ بقرہ کی آیت "**واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى**" کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔ "**ربّنا ليقيموا الصلٰوة فاجعل أفئدةً من الناس**" افئدۃ فواد کی جمع ہے۔ "**تهوى اليهم**" شوق ومحبت میں ان کی طرف تیزی سے بڑھیں۔ سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف جھک جائیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر بغیر "مِنْ" کے "**افئدة من النّاس**" فرماتے تو تمام فارسی، رومی، ہندی اور ترک تم پر ہجوم کر آتے۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ یہودی، عیسائی اور مجوسی بھی کعبہ کا حج کرنے لگتے مگر "**من الناس**" فرمایا اب صرف مسلمان ہی حج کرتے ہیں۔ "**وارزقهم من الثمرات**" اس وادی کے ویران ہونے کی وجہ سے کھیتی باڑی اور باغ نہیں ہیں۔ "**لعلهم يشكرون**"

رَبَّنَا اِنَّکَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ٭ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ اِنَّمَا یُؤَخِّرُھُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْہِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُھْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِھِمْ لَایَرْتَدُّ اِلَیْھِمْ طَرْفُھُمْ وَاَفْئِدَتُھُمْ ھَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْھِمُ الْعَذَابُ فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَکَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَکُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَکُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾

ترجمہ اے ہمارے رب آپ کو تو سب کچھ معلوم ہے جو ہم اپنے دل میں رکھیں اور جو ظاہر کردیں اور اللہ تعالیٰ سے (تو) کوئی چیز بھی مخفی نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں تمامی حمد (وثنا) خدا کے لئے (سزاوار) ہے جس نے مجھ کو بڑھاپے میں اسماعیلؑ اور اسحاقؑ (دو بیٹے) عطا فرمائے حقیقت میں میرا رب دعا کا بڑا سننے والا ہے اے میرے رب مجھ کو بھی نماز کا (خاص) اہتمام رکھنے والا رکھئے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو اے ہمارے رب اور میری (یہ) دعا قبول کیجئے اے ہمارے رب میری مغفرت کردیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مومنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن اور (اے مخاطب) جو کچھ ظالم (کافر) لوگ کررہے ہیں اس سے خدائے تعالیٰ کو بے خبر مت سمجھ (کیونکہ) ان کو صرف اس روز تک مہلت دے رکھی ہے جس میں ان لوگوں کی نگاہیں پھٹی رہ جاویں گی دوڑتے ہوں گے اپنے سر اوپر اٹھا رکھے ہوں گے (اور) ان کی نظر ان کی طرف ہٹ کر نہ آوے گی اور ان کے دل بالکل بدحواس ہوں گے اور آپ ان لوگوں کو اس دن سے ڈرایئے جس دن ان پر عذاب آپڑے گا پھر یہ ظالم لوگ کہیں گے اے ہمارے رب ایک مدت قلیل تک ہم کو اور مہلت دیدیجئے ہم آپ کا سب کہنا مان لیں گے اور پیغمبروں کا اتباع کریں گے کیا تم نے اس کے قبل قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تم کو کہیں جانا ہی نہیں ہے۔

تفسیر ﴿۳۸﴾ "**ربّنا انّک تعلم ما نخفی وما نعلن**" ہمارے تمام اُمور کو آپ جانتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مقاتل کا بیان ہے کہ وہ درد جو حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑنے کا غم جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں پیدا ہوا تھا "**وما یخفی علی اللّٰہ من شیءٍ فی الارض ولا فی السماء**" بعض نے کہا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے۔ اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ "**وما یخفی علی اللّٰہ من شیءٍ فی الارض ولا فی السماء**"

㊴"الحمدللّٰہ الذی وھب لی علی الکبر" عطا کریں میرے بڑھاپے کی عمر میں۔"اسماعیل و اسحاق انّ ربی لسمیع الدعاء" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ننانوے سال تھی اور ایک سو بارہ سال کی مدت میں حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔سعید بن جبیر کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک سو سترہ سال کی عمر میں حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔

㊵"رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ" ان میں سے وہ لوگ جو نماز کو اس کے تمام ارکان کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور اس پر محافظت کرتے ہیں"ومن ذریتی "میری ذریت میں سے نماز کو قائم کرنے والا بنادے۔

"ربّنا وتقبل دعاء" میرے عمل اور میری عبادت کو قبول فرما۔ یہاں پر عبارت کو دُعا کے ساتھ ذکر فرمایا۔حدیث میں آیا کہ دُعا عبادت کا مغز ہے۔بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے کہ اس نے میری دُعا کو قبول فرمایا۔ ㊶"ربّنا اغفرلی ولوالدی"

ایک شبہ اور اس کا جواب

سوال: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والدین کے لیے کیسے استغفار فرمایا حالانکہ وہ دونوں مؤمن نہیں تھے؟

جواب: بعض نے کہا کہ آپ کی والدہ مسلمان ہوگئی تھیں۔بعض نے کہا کہ اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ وہ اسلام لے آئیں اور توبہ کرلیں۔بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب آپ کو آپ کے باپ کے متعلق وضاحت بیان نہیں کی گئی تھی لیکن جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کے متعلق سورۃ توبہ میں بیان کردیا گیا تو آپ ان کے متعلق استغفار سے رُک گئے۔"وللمؤمنین" اور تمام مؤمنین کو بخش دے۔"یوم یقوم الحساب" خواہ وہ اس وقت ظاہر ہے یا موجود ہے اور بعض نے کہا کہ یوم الحساب سے مراد جس دن لوگ حساب دینے کے لیے کھڑے ہوں گے۔بعض حضرات نے کہا کہ کھڑے ہونے کی نسبت حساب کی طرف مجازی ہے۔㊷"ولا تحسبن اللّٰہ غافلا عما یعمل الظالمون" غفلت کا معنی ہے کہ انسان کو روکنا اس بات سے کہ اس کو حقیقت کا علم نہ ہو۔اس آیت میں مظلوم کے لیے تسلی کا پیغام اور ظالم کے لیے عذاب کی دھمکی مراد ہے۔"انما یؤخرھم لیوم تشخص فیہ الابصار" اس دن کے ہول سے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔بعض نے کہا کہ نظریں اُٹھ جائیں گی اور اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گی۔

㊸"مھطعین" حضرت قتادہ کا قول ہے تیزی کے ساتھ بلانے کی طرف دوڑیں گے۔سعید بن جبیر کا قول ہے کہ تیزی کے ساتھ دوڑنا جیسے کہ بھیڑیا کا بھاگنا۔مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ٹکٹکی باندھے ہوئے ہوں گے اور لگاتار نظر جمائے ہوئے ہوں گے۔یہاں اھطاع کا معنی ہے کہ وہ دائیں بائیں نہیں دیکھیں گے اور نہ وہ جانیں گے کہ ان کے قدم کہاں پڑ رہے ہیں۔ "مقنعی رء وسھم" اپنے سر اُٹھائے ہوں گے۔قتیبی کا قول ہے کہ مقنع اس شخص کو کہا جاتا ہے جو سر اُٹھائے اپنے سامنے دیکھتا رہے اور اپنے سامنے سے سر نہ اُٹھائے۔حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے منہ آسمان کی طرف ہوں

گے کوئی کسی کی طرف نہیں دیکھے گا۔ "لا یرتد الیھم طرفھم" ان کی شدت نظر کی وجہ سے وہ اپنی آنکھوں کو دوسری طرف نہیں لوٹائیں گے بلکہ ٹکٹکی باندھے اوپر ہی کی طرف نظریں جمائے رکھیں گے۔ "وافئدتھم ھواء" ان کے دل بالکل حواس سے خالی ہوں گے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان کے دل سینے کی طرف آجائیں گے اور گلے میں اٹک جائیں گے، نہ منہ سے باہر آئیں گے اور نہ ہی واپس اپنی جگہ لوٹیں گے۔ ان کے دل ہوا ہو جائیں گے، یعنی ان کے اندر کچھ نہیں ہوگا۔ اسی وجہ سے آسمان اور زمین کے درمیانی خلاء کو ہوا کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ان کے دل خوف کی وجہ سے خالی ہوں گے۔ اخفش کا قول ہے کہ ان کا دماغ خالی ہو جائے گا، اس میں کوئی عقل نہ ہوگی اور عرب کے نزدیک ہر اس شخص کو خالی کہتے ہیں جس میں کوئی فہم نہ ہو۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ ان کے دل ہوا ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے دل بے تاب اور بے قرار ہوں گے، کسی جگہ ان کو قرار نہیں ہوگا۔ اس کا حقیقی معنی یہ ہے کہ دل اپنی جگہ سے ہٹ چکے ہوں گے اور نظریں اوپر کو اُٹھی ہوئی ٹکٹکی باندھے تک رہے ہوں گے۔

㊹ "وانذر الناس" ان کو ڈرایئے "یوم" اس دن سے "یاتیھم العذاب" قیامت سے، "فیقول الذین ظلموا" اس سے مراد شرک ہے۔ "ربنا اخرنا" ہمیں مہلت عطا کر۔ "الیٰ اجلٍ قریب" ان کے سوال کی تردید کر رہے ہیں کہ وہ کہیں گے ہم کو دُنیا کی طرف واپس لوٹا دے، ہم تیری طرف رجوع کر لیں گے۔ "نجب دعوتک ونتبع الرسل" وہ جواب دیں گے تا کہ ہم تیری دعوت کو قبول کریں اور رسولوں کی اتباع کریں۔ "اولم تکونوا اقسمتم من قبل" کہ کیا تم نے دُنیا میں قسمیں کھا کر نہیں کہا تھا کہ ہم ہمیشہ یہاں رہیں گے۔ "مالکم من زوال" یعنی تم کو دوبارہ نہیں اُٹھایا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان "واقسموا باللہ جھد ایمانھم لایبعث اللہ من یموت" انہوں نے پختہ قسمیں کھا کر کہا کہ جو مرے گا اس کو اللہ دوبارہ زندہ نہیں کرے گا۔

وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ㊺ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ㊻ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ㊼ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ㊽

ترجمہ: حالانکہ تم ان (پہلے) لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں رہتے تھے جنہوں نے اپنی ذات کا نقصان کیا تھا اور تم کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیونکر معاملہ کیا تھا اور ہم نے تم سے مثالیں بیان کیں اور ان لوگوں نے بہت سی اپنی بڑی بڑی تدبیریں کی تھیں اور ان کی تدبیریں اور واقعی ان کی تدبیریں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جاویں پس اللہ تعالیٰ کو اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا نہ سمجھنا بیشک اللہ تعالیٰ بڑا زبردست پورا بدلہ لینے والا ہے جس روز دوسری زمین بدل دی جاوے گی اس زمین کے علاوہ اور آسمان بھی اور سب کے سب ایک زبردست اللہ کے روبرو پیش ہوں گے۔

تفسیر: ㊺ "وسکنتم" دُنیا میں رہائش اختیار کی۔ "فی مساکن الذین ظلموا انفسھم" کفر اور نافرمانی کی وجہ سے

اس سے مراد قوم نوح، عاد، ثمود وغیرہ ہے۔ "وتبین لکم کیف فعلنا بھم" یعنی تم جان چکے ہو ان قوموں کے احوال اور سزائیں۔ "وضربنالکم الامثال" کیا ہم نے تمہارے لیے قرآن میں مثالیں بیان نہیں کیں۔

㊻ "وقد مکروا مکرھم و عند اللّٰہ مکرھم" ان کے فریب کا بدلہ۔ "وان کان مکرھم" ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے "وان کاد مکرھم" دال کے ساتھ پڑھا ہے اور عام قراء نے اس کو نون کے ساتھ پڑھا ہے۔ "لتزول منہ الجبال" عام قراء نے لام کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے لام کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ ان کا مکر ایسا تھا کہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہل جاتا۔ حسن رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان کے مکر پہاڑوں کو ان کی جگہ سے نہیں ہٹا سکتا اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان سے مکر وفریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور شریعت الٰہی کو زائل نہیں کر سکتے جو پہاڑوں کی مانند پائیدار ہیں۔ ابن جریج اور کسائی رحمہما اللہ نے "لتزول" لام کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے لام کو مرفوع پڑھا ہے۔ اس کا معنی یہ ہوگا کہ بے شک ان کا مکر بلاشبہ ایسا ہے کہ اس کی وجہ سے پہاڑ بھی ہل جائیں۔ (یعنی ان کا شرک بہت سخت تھا) لیکن پھر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمور شریعہ کو نقصان نہیں پہنچا سکے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان کا مکر (شرک) بہت سخت تھا کہ اس سے پہاڑ ہل جائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وتخر الجبال ھدًا ان دعوا للرحمٰن ولدًا"

نمرود کا آسمان پر چڑھنے کا واقعہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حکایت بیان کی جاتی ہے کہ اس آیت کے معنی میں کہ اس کا نزول نمرود کے حق میں ہوا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں جھگڑا کیا تھا۔ نمرود نے کہا کہ اگر ابراہیم علیہ السلام کا قول سچا ہے تو میں آسمان تک پہنچ کر خود دیکھوں گا کہ وہاں کون ہے، کیا ہے۔ چنانچہ آسمان تک چڑھنے کی ایک صورت بنائی کہ گدھ کے چار بچے لے کر ان کو پالا اور ٹریننگ دی۔ جب وہ جوان ہو گئے ایک صندوق بنوایا جس کے دروازے قائم کیے، ایک بالائی جانب ایک نیچے کی طرف اور چار لکڑیاں لے کر صندوق کے ہر گوشہ میں ایک ایک لکڑی کھڑی کی اور ہر ایک لکڑی کی بالائی نوک پر گوشت کا ٹکڑا باندھ دیا۔ پھر صندوق کو گدھوں کی ٹانگوں سے باندھ دیا۔ اس کے بعد نمرود ایک آدمی کو ساتھ لے کر صندوق میں بیٹھ گیا اور گدھوں کو اُڑایا، گدھ اُڑے اور گوشت حاصل کرنے کے لیے اوپر اُٹھتے گئے۔ اسی طرح اوپر چڑھتے رہے اور دور ہوا میں پہنچ گئے۔ ایک روز گزر گیا تو نمرود نے ساتھی سے کہا اوپر کا دروازہ کھول کر دیکھو، آسمان قریب آ گیا یا نہیں، ساتھی نے دروازہ کھول کر دیکھا اور بولا آسمان تو ویسے ہی دور ہے جیسے پہلے تھا۔ نمرود نے کہا کہ اب نیچے کا دروازہ کھول کر دیکھو ساتھی نے نیچے کا دروازہ کھول کر دیکھا اور کہا زمین ایک تالاب کی طرح اور پہاڑ دھوئیں کی مانند دکھائی دے رہے ہیں۔ غرض گدھ اوپر اُٹھتے اُڑتے گئے یہاں تک کہ ایک دن اور گزر گیا۔ اب خلاء گدھوں کی اُڑان میں رُکاوٹ پیدا کرنے لگی، نمرود نے ساتھی سے کہا اب دونوں دروازے کھول کر دیکھو، اوپر کا دروازہ کھولا تو آسمان ویسے ہی اپنی ہیئت پر نظر آیا اور نیچے کا دروازہ کھول کر دیکھا تو

زمین کی جگہ صرف ایک تاریک سیاہی نظر آنے لگی اور غیب سے ندا آئی، باغی تو کہاں جانا چاہتا ہے؟

عکرمہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ نمرود کے ساتھ تابوت میں ایک غلام بھی تیر کمان لیے موجود تھا، غلام نے تیر پھینکا، تیر خون آلود ہو کر لوٹ آیا، کوئی مچھلی سمندر سے تڑپ کر خلاء میں پہنچ گئی، تیر اس کے خون سے رنگین ہو گیا تھا۔ بعض نے کہا کہ کسی پرندے کے خون سے آلودہ ہو گیا تھا، نمرود نے کہا کہ آسمان والے خدا کے کام سے فارغ ہو گیا۔ پھر ساتھی کو حکم دیا کہ اب لکڑیوں کو اُلٹ دو اوپر کا رُخ نیچے کی طرف کر دو، ساتھی نے اس حکم کی تعمیل کی، اس طرح گوشت نیچے کی طرف ہو گیا اور گدھ گوشت کو نیچے کی طرف دیکھ کر نیچے اُترنے لگے، پہاڑوں نے صندوق اور گدھوں کی سرسراہٹ سنی تو خوفزدہ ہو گئے، ان کو خیال ہوا کہ آسمان سے کوئی نئی مصیبت آ گئی اور قیامت برپا ہو گئی، خوف زدہ ہو کر قریب تھا کہ اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا ''**وان کان مکرھم لتزول منه الجبال**''

⑰ ''**فلا تحسبن اللّٰہ مخلف وعدہ رسله**'' اپنی دوستوں کی مدد یعنی انبیاء و رسولوں کی مدد اور دشمنوں کو ہلاک کرنے کا جو وعدہ کیا ہے۔ اس میں تقدیم و تاخیر ہے، تقدیری عبارت یوں ہوگی ''**فلا تحسبن اللّٰہ مخلف رسله وعدہ**''...... ''**انّ اللّٰہ عزیزٌ ذو انتقام**'' ''**یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوٰت**''

یوم تبدل الارض کی تفسیر

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کو ایک سفید زمین پر جمع کیا جائے گا جس کا رنگ خاکستری ہوگا اور چھنے ہوئے آٹے کی ٹکیہ کی طرح ہوگی جس کی کوئی نشانی نہیں ہوگی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن زمین ایک روٹی ہوگی جو اللہ اپنے ہاتھ سے اہل جنت کی مہمانی کے لیے تیار کرے گا جیسے تم لوگ سفر کے لیے روٹی تیار کرتے ہو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے متعلق نقل کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ زمین بدل کر ایسی زمین کر دی جائے گی جو چاندی کی طرح ہوگی نہ کبھی حرام خون بہایا گیا ہوگا اور نہ کوئی اس پر گناہ کیا گیا ہوگا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اس دن زمین کو چاندی کا اور آسمان کو سونے کا بنا دیا جائے گا۔ محمد بن کعب اور سعید بن جبیر کا قول ہے کہ زمین کو سفید روٹی بنا دیا جائے گا جس سے مؤمن اپنے قدموں سے اُٹھا کر کھائیں گے اور بعض نے کہا کہ آسمان کو جنان اور زمین کو نیران بنایا جائے گا اور بعض نے کہا کہ زمین کو ایک ہیئت سے دوسری ہیئت کی طرف بدل دیا جائے گا، پہاڑوں کو چلایا جائے گا، نہروں کو خشک کر دیا جائے گا اور مختلف وادیوں کو برابر کر دیا جائے گا اور اس کے درختوں کو اکھاڑا جائے گا اور زمین ہو جائے گی چٹیل میدان کی طرح اور آسمان کی تبدیلی کا مطلب یہ ہے کہ سورج کو بے نور کر دیا جائے گا اور چاند کو گرہن لگا دیا جائے گا اور ستاروں کو پھیلا دیا جائے گا، یہ سب کچھ ہو جائیں گے دھواں کی طرح اور کبھی تلچھٹ کی طرح ہو جائیں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ارشاد کے متعلق دریافت کیا ''**یوم تبدل الارض**

غیر الارض والسمٰوات" اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پل صراط پر ہوں گے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ ایک یہودی عالم نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر دریافت کیا اور کہا کہ جب زمین اور آسمان کو تبدیل کر دیا جائے گا تو لوگ اس وقت کہاں ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پل سے دور تاریکی میں۔ "وبرزوا" جب وہ اپنی قبروں سے نکلیں گے۔ "للّٰہ الواحد القھار" وہی جو چاہے گا کرے گا اور وہی فیصلہ کرے گا جس کا وہ ارادہ کرتا ہے۔

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿٤٩﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿٥٠﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٥١﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٥٢﴾

ترجمہ: اور تو مجرموں (یعنی کافروں) کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھے گا (اور) ان کے کرتے قطران کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں پر لپٹی ہوگی تاکہ اللہ تعالیٰ ہر (مجرم) شخص کو اس کے کئے کی سزا دے یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے یہ (قرآن) لوگوں کے لئے احکام کا پہنچانا ہے اور تاکہ اس کے ذریعہ سے (عذاب سے) ڈرائے جاویں اور تاکہ اس بات کا یقین کر لیں کہ وہی ایک معبود برحق ہے اور تاکہ دانشمند لوگ نصیحت حاصل کریں۔

تفسیر: ⑲ "وتری المجرمین یومئذٍ مقرنین" بعض کو بعض کے ساتھ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ "فی الاصفاد" بیڑیاں، ہتھکڑیاں اور طوق، اصفاد جمع ہے صفد کی۔ جس چیز کو مضبوطی کے ساتھ باندھا جائے اس کو صفاد سے تعبیر کرتے ہیں۔ ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ عرب کا قول ہے کہ "صفدت الرجل فھو مصفود" جس کو زنجیروں میں مضبوطی کے ساتھ باندھا گیا ہو۔ بعض نے کہا کہ ہر کافر کو اس کے شیطان کے ساتھ باندھا جائے گا جس کا ذکر اس آیت میں ہے "احشروا الذین ظلموا و ازواجھم" یعنی ان کو شیطان کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ بعض نے کہا کہ ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو گردنوں سے ملا کر زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا۔ بعض نے کہا کہ ان کے ساتھ پہاڑوں کو باندھ دیا جائے گا۔

⑳ "سرابیلھم" ان کی قمیصیں، "سرابیلھم" کا واحد سربال ہے۔ "من قطران" وہ جو اونٹوں پر ملا جاتا ہے۔ عکرمہ اور یعقوب کی روایت میں "مِنْ قِطِرٍ اٰنٍ" پڑھا ہے۔ قطر کہتے ہیں پگھلے ہوئے تانبے کو۔ یہاں اس کی گرمی کی انتہا مراد ہے۔ "یطوفون بینھا وبین حمیم اٰن"...... "وتغشٰی وجوھھم النّار" ان کو آگ لپیٹ لے گی۔

㉑ "لیجزی اللّٰہ کل نفس ما کسبت" اس سے مراد خیر اور شر ہے۔ "ان اللّٰہ سریع الحساب"......

㉒ "ھذا" اس سے مراد قرآن ہے۔ "بلاغ" اس سے تبلیغ و نصیحت ہے۔ "للنّاس ولینذروا" تمہیں ڈرائیں۔ "بہ ولیعلموا انما ھو الٰہ واحد" تاکہ ان آیات سے اللہ کی وحدانیت پر استدلال کرے۔ "ولیذکر اولو الالباب" تاکہ اس سے عقل والے نصیحت حاصل کریں۔

سورة الحجر

مکیہ ہے اس میں ننانوے آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ①

ترجمہ: الٓر یہ آیتیں ہیں ایک کامل کتاب اور قرآن واضح کی۔

تفسیر: ① ...... ''الٓر'' اس کا معنی ہے کہ میں اللہ ہوں اور دیکھنے والا ہوں۔ ''تلک آیات الکتاب'' یہ اس کتاب کی واضح نشانیاں ہیں۔ ''وقرآن'' قرآن کی نشانیاں ہیں۔ ''مبین'' حلال وحرام اور حق و باطل کے درمیان واضح دلائل اور نشانیاں موجود ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

سوال یہ ہے کہ پہلے کتاب کا ذکر کر کے پھر دوبارہ وقرآن مبین کہنے کا کیا مطلب ہے؟ دونوں کا معنی تو ایک ہی ہے؟ اس کا جواب دیا گیا کہ ہر ایک کا ذکر علیحدہ فائدے کے لیے ہے کیونکہ کتاب کہا جاتا ہے جو اس کے اندر لکھا جائے اور قرآن کہتے ہیں بعض اشیاء کا جمع کرنا۔ بعض نے جواب دیا کہ کتاب سے مراد توریت وانجیل ہے اور قرآن سے مراد یہ کتاب ہے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ② ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ③

ترجمہ: کافرلوگ بار بار تمنا کریں گے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ (یعنی ہم دنیا میں) مسلمان ہوتے آپ ان کو ان کے حال پر رہنے دیجئے کہ وہ (خوب) کھالیں اور چین اڑالیں اور خیالی منصوبے ان کو غفلت میں ڈالے رکھیں ان کو ابھی حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے۔

تفسیر: "ربما" ابوجعفر، نافع، عاصم نے باء کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ "رُبَّ" تقلیل کے لیے آتا ہے لیکن مجازاً اظہار کثرت کے لیے آتا ہے۔ رب اسم پر داخل ہوتا ہے اور کبھی کبھار فعل پر بھی داخل ہوتا ہے۔ جیسے "رب رجل جاء نی وربما جاء نی رجلٌ" یہاں پر یہ فعل پر داخل ہے۔ "یودُّ" وہ آرزو کریں گے "الذین کفروا لو کانوا مسلمین"

لو کانوا مسلمین کی مختلف تفاسیر

جس حالت میں کافر اسلام کی تمنا کریں گے اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب ان کا معائنہ کیا جائے گا یا اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا۔ بعض نے کہا قیامت کے دن۔ مشہور قول یہی ہے کہ جب مؤمنین کو اللہ دوزخ سے نجات دے گا اس وقت یہ تمنا کریں گے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب دوزخی دوزخ میں جمع ہو جائیں گے اور حسب مشیت خدا ان کے ساتھ کچھ اہل قبلہ بھی ہوں گے تو کافر مسلمانوں سے کہیں گے کہ کیا تم مسلمان نہ تھے۔ مسلمان کہیں گے، تھے، کیوں نہیں۔ کافر کہیں گے تو اسلام سے کیا فائدہ ہوا؟ تم بھی ہمارے ساتھ دوزخ میں آ گئے، مسلمان کہیں گے ہمارے کچھ گناہ تھے جن کی وجہ سے اللہ نے ہم کو پکڑ لیا۔ یہ گفتگو اللہ سنے گا تو حکم دے گا اہل قبلہ میں سے جو بھی دوزخ کے اندر ہو اس کو نکال لیا جائے۔ چنانچہ سب مسلمان نکال لیے جائیں گے، دوزخی کافر جب یہ دیکھیں گے تو کہیں گے کاش! ہم بھی مسلمان ہوتے تو ہم کو بھی ان کی طرح نکال لیا جاتا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت "ربما یودّ الذین کفروا لو کانوا مسلمین" تلاوت فرمائی۔

شبہ اور اس کا ازالہ

سوال: یہاں پر "ربما" کیسے فرمایا حالانکہ ربما تقلیل کے لیے آتا ہے اور یہ تمنا کرنے والے کافر بہت زیادہ ہوں گے؟
جواب یہ دیا کہ "ربما" کو تکثیر کے لیے ذکر کیا گیا یا اس وجہ سے کہ وہ سب عذاب میں مشغول ہوں گے وہ ندامت کیلئے

فارغ نہیں ہوں گے اوران کے دلوں میں کبھی کبھار یہ آرزو آتی ہے۔

③ ”ذرھم“ اے محمد! ان کافروں کو ”یاکلوا“ یعنی ان کو چھوڑ دو دُنیا میں ”ویتمتعوا“ اس کی لذت سے فائدہ اُٹھالیں۔ ”ویلھھم“ ان کو مشغول رکھے۔ ”الامل“ اپنے حصے سے لے لیں، ایمان واطاعت سے۔ ”فسوف یعلمون“ جب قیامت کے دن وارد ہوں گے اوراپنی سزا کا مزہ چکھ لیں گے اور جو کچھ انہوں نے کیا اس کا انجام دیکھ لیں گے، یہ کافروں کے لیے بطور تہدید اور وعید ہے۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ ان کی تہدید کو رہنے دو اور ”فسوف یعلمون“ دوسری تہدید ہے تو یہاں زندگی میں کہاں عیش ہوسکتی ہے ان دونوں تہدیدوں کے متعلق یہ آیت جہاد کی آیت سے منسوخ ہوگئی۔

وَمَآ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعۡلُوۡمٌ ④ مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ⑤ وَقَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الَّذِىۡ نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ اِنَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ ⑥ لَوۡمَا تَاۡتِيۡنَا بِالۡمَلٰٓئِكَةِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ⑦ مَا نُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَمَا كَانُوۡۤا اِذًا مُّنۡظَرِيۡنَ ⑧ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ⑨ وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ فِىۡ شِيَعِ الۡاَوَّلِيۡنَ ⑩

ترجمہ اور ہم نے جتنی بستیاں ہلاک کی ہیں ان سب کے لئے ایک معین وقت نوشتہ ہوتا رہا ہے کوئی امت اپنی میعاد مقرر سے نہ پہلے ہلاک ہوئی اور نہ پیچھے رہی ہے اور ان کفار (مکہ) نے یوں کہا کہ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے تم مجنون ہو (اور نبوت کا غلط دعویٰ کرتے ہو) (ورنہ) اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتے ہم فرشتوں کو صرف فیصلہ ہی کے لئے نازل کیا کرتے ہیں اور اگر ایسا ہوتا تو اس وقت ان کو مہلت بھی نہ دی جاتی ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم اس کے محافظ اور نگہبان ہیں اور ہم نے آپ کے قبل بھی پیغمبروں کو اگلے لوگوں کے بہت سے گروہوں میں بھیجا تھا اور کوئی رسول ان کے پاس ایسا نہیں آیا۔

تفسیر ④ (وما اھلکنا من قریۃ) اہل قریہ میں سے کتنی ہلاک کیں (الا ولھا کتاب معلوم) ان کیلئے ایک وقت متعین تھا نہ اس سے پہلے یہاں تک کہ ان پر عذاب پہنچ گیا اور نہ ہی عذاب ان سے مؤخر ہوگا۔

⑤ ”ما تسبق من امّۃ أجلھا“ نہ اس کی ہلاکت ہوسکتی ہے وقت سے پہلے۔ ”وما یستاخرون“ ان کی موت نہ پہلے آسکتی ہے اور نہ دیر سے آسکتی ہے۔ بعض نے کہا کہ ان کے عذاب میں جلدی یا تاخیر نہیں ہوسکتی۔ بعض نے کہا کہ ان کی زندگی کا وقت متعین ہے۔

⑥ ”وقالوا“ مشرکین مکہ کہتے تھے ”یا یھا الذی نزّل علیہ الذکر“ اس سے مراد قرآن ہے اور اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ”انک لمجنون“ وہ بطور استہزاء کے کہتے کہ اس شخص پر قرآن اُتارا گیا ہے؟

⑦ ”لوما“ ھلا کے معنی میں ہے یعنی برانگیختہ کرنا۔ ”تاتینا بالملائکۃ“ اپنے دعوے کی صداقت کی شہادت دیں تا کہ وہ گواہی دیں کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ ”ان کنت من الصدقین“ کہ آپ نبی ہیں۔

⑧ "ما ننزل الملائکۃ" اہل کوفہ میں سے ابی بکر کے علاوہ دونوں کے ساتھ پڑھا ہے۔ الملائکہ منصوب ہے اور ابو بکر نے ان کو تنزل پڑھا تھا اور ملائکہ کو مرفوع پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے بھی تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور الملائکۃ کو مرفوع پڑھا ہے۔ "الا بالحق" اس سے مراد عذاب ہے۔ اگر ان پر فرشتے نازل ہوتے تو یہ عذاب لانے میں جلدی کرتے۔ "وما کانوا اذًا منظرین" عذاب کو مؤخر کرنے والے۔ کفار فرشتوں کے نزول کے متعلق یہ مطالبہ کرتے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے اسی طرح جواب دیا۔ معنی یہ ہوگا کہ اگر کفار کو ہم فرشتے سامنے دکھادیں تو کفار سے مہلت ختم کردی جائے گی اور ان کو فی الحال عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

⑨ "انّا نحن نزلنا الذکر" اس سے مراد قرآن ہے۔ "وانّا له لحافظون" کہ ہم اس قرآن کو شیطان سے محفوظ کرلیں گے کہ نہ وہ اس میں زیادتی کرسکے گا اور نہ اس میں کمی کرسکے گا اور نہ اس کو تبدیل کرسکے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه" والباطل سے مراد ابلیس ہے کہ وہ قرآن میں کسی قسم کی زیادتی پر قادر ہوگا اور نہ ہی وہ اس قرآن سے کسی قسم کی کمی کرسکے گا۔ بعض نے کہا کہ "له" کی ضمیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی ہوگا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائیں گے ان کے ساتھ کوئی برائی کا ارادہ نہیں کرسکتا۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔ "واللّٰه یعصمک من النّاس"

⑩ "ولقد ارسلنا من قبلک" اس سے مراد اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ "فی شیع الاوّلین" اس سے مراد پہلے کی اُمتیں اور زمانہ ماضی شیع سے مراد وہ جماعت ہے جو متفق الرائے ہو اور کسی بات پر متفق ہو۔

وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑪ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ⑫ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ⑬ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ⑭ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ⑮ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ⑯ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ⑰

ترجمہ جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو اسی طرح ہم یہ استہزاء ان مجرمین کے قلوب میں ڈال دیتے ہیں (جس کی وجہ سے) یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے اور دستور (پہلوں) سے ہی ہوتا آیا ہے (پس آپ غمگین نہ ہوں اور اگر ہم ان کے لئے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں پھر یہ دن کے وقت اس میں (سے آسمان پر) چڑھ جاویں تب بھی یوں کہہ دیں کہ ہماری نظر بندی کردی گئی تھی بلکہ ہم لوگوں پر تو بالکل جادو کر رکھا ہے اور بیشک ہم نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے پیدا کئے اور دیکھنے والوں کے لئے اس کو آراستہ کیا اور اس کو ہر شیطان مردود سے محفوظ فرمایا۔

تفسیر ⑪ "وما یاتیھم من رسول الا کانوا به یستھزؤن" اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تسلی کا بیان ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔

⑫ "کذلک نسلکه" جس طرح گزشتہ کافر اُمتوں کے دلوں میں ہم نے تکذیب اور استہزاء کو داخل کر دیا تھا اسی طرح مکہ کے ان مشرکوں کے دلوں میں بھی ہم کفر واستہزاء کو داخل کرتے ہیں۔ "فی قلوب المجرمین" اس سے مشرکین مکہ مراد ہیں۔ اس آیت میں فرقہ قدریہ کی تردید ہے کیونکہ ان کے نزدیک بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے۔

⑬ "لا یؤمنون به" یہ ایمان نہیں لائیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور نہ ہی قرآن پر۔ "وقد خلت" اس سے ماقبل گزر چکی ہیں۔ "سنة الاوّلین" اللہ تعالیٰ نے ماقبل اُمتوں کو انبیاء کے جھٹلانے کے بسبب ہلاک کیا۔ اس کے ذریعے اہل مکہ کو ڈرانا مقصود ہے۔ (کہ اگر تم نے بھی اپنے نبی کو جھٹلایا تو تمہیں بھی ماقبل اُمتوں کی طرح ہلاک کر دیا جائے گا۔)

⑭ "ولو فتحنا علیهم" یعنی یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نازل نہیں ہوتے۔ "بابا من السماء فظلوا فیه یعرجون" ان کافروں کو اپنی آنکھوں سے فرشتے چڑھتے دکھائی دیں۔ حسن رحمہ اللہ کا قول ہے کہ "یعرجون" اور "ظلّوا" کی ضمیریں کافروں کی طرف لوٹ رہی ہیں۔ مطلب یہ ہوگا کافر خود آسمان کی طرف چڑھنے لگیں (اور دن کی روشنی میں عجائب آسمانی دیکھتے رہیں)۔

⑮ "لقالوا انما سکرت" اس کا معنی ہے روک دینا۔ "ابصارنا"

سکرت ابصارنا کی تفاسیر

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ہماری آنکھوں کو جادو زدہ کر دیا گیا۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ہماری آنکھوں کو اُچک لیا گیا۔ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ نابینا کر دیا گیا ہے۔ ابن کثیر کے نزدیک (سکرت) کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ معنی اس کا یہ ہے کہ اس کو روک دیا گیا ہے جیسے نہر کو روک دیا جاتا ہے پانی کے سامنے بند باندھنے کے ساتھ۔ "بل نحن قوم مسحورون" ہم سحر زدہ لوگ ہیں ہم پر "نعوذ باللہ" محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جادو کر دیا۔

⑯ "ولقد جعلنا فی السماء بروجًا" بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں۔ یہ ظہور سے ماخوذ ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے "تبرجت المراۃ" عورت نمودار ہوگئی۔ بروج سے مراد منازل ہیں جہاں پر سورج چاند ستارے گردش کرتے ہیں۔ یہ بارہ برج ہیں حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔ ابن عطیہ کا قول ہے کہ بروج آسمان کے اندر بڑے بڑے محلات ہیں۔ "وزیناها" آسمان کو سورج، چاند، ستاروں کے ساتھ مزین کیا۔ "للناظرین"

⑰ "وحفظناها من کل شیطان رجیم" مرجوم کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا کہ ملعون کے معنی میں ہے۔

شیطان کو آسمانوں میں جانے سے کب بندش کر دی گئی

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ پہلے آسمانوں تک پہنچنے سے شیطانوں کی روک ٹوک نہ تھی وہ جا کر آسمانوں کی خبریں لاتے اور کاہنوں کے دلوں میں القاء کرتے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو تین بالائی آسمانوں پر جانے سے

شیطانوں کو روک دیا گیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو باقی چار آسمانوں تک جانے کی بھی ممانعت کر دی گئی۔ اب کوئی شیطان چوری چھپے کوئی بات سن پاتا ہے فوراً اس پر انگارا مارا جاتا تھا ان شیطانوں کی جب کامل بندش ہوگئی تو انہوں نے اس کی شکایت ابلیس سے کی۔ ابلیس نے کہا زمین میں یقیناً کوئی حادثہ ہوا ہے اسے جا کر دیکھو، شیطان زمین پر آئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی تلاوت کرتے پایا، کہنے لگے واللہ یہی نئی بات پیدا ہوئی ہے۔

اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ⑱ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ⑲ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ⑳ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ㉑ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَمَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ㉒

ترجمہ: ہاں مگر کوئی بات (فرشتوں کی) چوری چھپے سن بھاگے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ ہو لیتا ہے اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں بھاری بھاری پہاڑ ڈال دیئے اور اس میں ہر قسم کی (ضرورت کی نباتی) چیز ایک معین مقدار سے اگائی اور ہم نے تمہارے واسطے اس میں معاش کے سامان بنائے اور ان کو بھی معاش دی کہ جن کو تم روزی نہیں دیتے اور جتنی چیزیں ہیں ہمارے پاس سب کے سب خزانے کے خزانے (بھرے پڑے) ہیں اور ہم اس کو ایک معین مقدار سے اتارتے رہتے ہیں ہم اپنی ہواؤں کو بھیجتے ہیں جو کہ بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں پھر ہم ہی آسمان سے پانی برساتے ہیں پھر وہ پانی تم کو پینے کو دیتے ہیں اور تم اتنا پانی جمع کر کے نہ رکھ سکتے تھے۔

تفسیر: ⑱ **"الا من استرق السمع"** لیکن جو چوری سے سن لیتا ہے **"فاتبعه شهاب مبين"** شہاب آتشیں شعلہ جو ستارے سے نکلتا ہے۔

شیطان پر شہاب ثاقب مارے جانے کے متعلق احادیث

اس کی تفصیل یہ ہے کہ شیاطین نیچے سے آسمان دُنیا تک ایک کے اوپر دوسرا سوار ہوتا ہے اور آسمان دُنیا تک پہنچ جاتا ہے اور چوری سے وہ فرشتوں کی بات سن لیتے ہیں۔ فرشتے ان پر شہاب ثاقب مارتے ہیں تو ان کا یہ انگارہ ضائع نہیں جاتا۔ انگارہ پڑنے سے کوئی مر جاتا ہے، کسی کا چہرہ یا پہلو یا ہاتھ یا کوئی اور حصہ حسب مشیت الٰہی جل جاتا ہے۔ کوئی بدحواس پاگل ہو جاتا ہے اور بھوت بن جاتا ہے جو زمین پر آ کر جنگلوں میں مسافروں کو سیدھے راستے سے بھٹکاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب آسمان میں اللہ تعالیٰ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اطاعت میں فرشتے اپنے پَر پھڑ پھڑاتے ہیں اور ایسی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے پتھر کی چٹان پر کسی

زنجیر کے لگنے سے ہوتی ہے۔ جب دلوں سے خوف دور ہو جاتا ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں، تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ دوسرے فرشتے جواب دیتے ہیں جو کچھ فرمایا بلاشبہ حق ہے وہی بزرگ و بالا ہے چوری سے، سننے والے ایک کے اوپر دوسرے لگے ہوتے ہیں۔ سفیان نے ہاتھ سے نشان بنا کر بتایا کہ ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر۔ چنانچہ چوری سے سننے والا کوئی بات سن پاتا ہے اور اپنے نیچے والے کو بتا دیتا ہے اور نیچے والا اپنے سے نیچے کو بتا دیتا ہے۔ اسی طرح سب سے نیچے والا جادوگر یا کاہن کی زبان پر وہ بات لے آتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نیچے والے تک پہنچانے سے پہلے اوپر والے پر شعلہ آتشیں آ پڑتا ہے اور کبھی آتشیں شعلہ پہنچنے سے پہلے وہ نیچے والے کو بتا چکتا ہے۔ ساحر یا کاہن اس کو سو جھوٹ ملا کر بتلاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کاہن نے ہم سے ایسی ایسی بات پہلے ہی نہ کہہ دی تھی۔ چنانچہ ایک آسمانی بات کی وجہ سے کاہن کی تصدیق کی جاتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ فرشتے بادل میں اُترتے ہیں اور وہاں اس بات کا تذکرہ ہوتا ہے جس کا فیصلہ آسمان پر ہو چکا ہوتا ہے کوئی شیطان اس کو چوری سے سن پاتا ہے اور جا کر کاہن کے دل میں ڈال دیتا ہے، کاہن اس میں اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا کر بیان کر دیتے ہیں۔

جان لو کہ اس کا ظہور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نہیں ہوا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے کسی نے اس کو بیان کیا۔ اس کا ظہور اس امر کے بعد ہوا یہ نبوت کی علامت قرار دی گئی۔ یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس ستارے کے شعلہ سے سب سے پہلے ڈرنے والا ثقیف قبیلہ تھا۔ قبیلہ ثقیف کے کچھ لوگ ایک آدمی کے پاس آئے جس کا نام عمرو بن اُمیہ قبیلہ بنی علاج کا تھا اور عرب لوگ اس کے پاس تحفے تحائف بھیجتے تھے۔ ان لوگوں نے اس سے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ آسمان میں کون سا نیا کام سرانجام پایا جس کی وجہ سے آسمان سے ستارہ پھینکا گیا۔ وہ کہنے لگا کیوں نہیں۔ دیکھو اگر تم ستاروں کے علم کو جانتے ہو جن کے ذریعے ہم خشکی اور سمندر میں ہدایت پاتے ہیں اور ان کے ذریعے گرمیوں اور سردیوں میں موسموں کو پہچانتے ہیں جس موسم میں لوگوں کی معیشت وابستہ ہوتی ہے اور ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ اس زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور اس میں تمام مخلوق کو ہلاک کر دے گا۔ معمر نے زہری کے حوالے سے لکھا کہ کیا زمانہ جاہلیت میں بھی شہاب ثاقب پھینکا جاتا تھا، فرمایا جی ہاں، میں نے کہا کہ کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے **"وانّا کُنّا نقعد منها مقاعد للسمع"** اس نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمانے کے بعد اپنے اُمور میں سختی اور شدت بڑھ گئی۔

ابن قتیبہ کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے شہاب ثاقب پھینکے جاتے تھے لیکن اس میں پہروں کی شدت نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد چوکیداری اور رجم میں خوب اہتمام ہونے لگا۔ بعض نے کہا کہ شیطان کو شہاب الثاقب مار کر واپس اپنی جگہ آ جاتے ہیں۔

⑲ **"والارض مددناها"** پانی پر ہم نے اس کو بچھا دیا۔ کہا جاتا ہے کہ کوئی اس طرح پانچ سو سال اس کے مثل چلتا رہے تو اتنی مقدار کعبہ کے نیچے ہم نے زمین کو پھیلایا۔ **"والقینا فیها رواسی"** بڑے بڑے پہاڑ اس میں گاڑھ دیئے، زمین پہاڑوں

کے بغیر لرز رہی تھی تو اس میں پہاڑ بطور میخوں کے گاڑھ دیئے۔"وانبتنا فیھا" اس زمین میں "من کل شیءٍ موزون" معلوم مقدار میں۔ بعض نے کہا کہ موزون سے مراد پہاڑوں میں معدنیات ہیں جیسے سونا، چاندی، لوہا، تانبا، ہڑتال، سرمہ وغیرہ۔ ان تمام اشیاء کا وزن کیا جائے گا۔ ابن زید کا قول ہے یہ وہ چیزیں ہیں جن کا وزن کیا جائیگا۔

⑳ "وجعلنا لکم فیھا معایش" یہ جمع ہے معیشہ کی۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد کھانے پینے اور پہننے کی اشیاء ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس سے وہ اشیاء مراد ہیں جن سے آدمی کی زندگانی وابستہ ہوتی ہے۔"ومن لستم له برازقین" ہم نے تمہارے لیے اسی میں روزگانی پیدا کردی ہے خواہ وہ چوپایوں کے متعلق ہو یا جانوروں کے متعلق۔ یعنی ہم نے تمہارے لیے اس میں رزق بنایا جو تمہارے لیے کافی ہو۔ اس آیت میں (من) ما کے معنی میں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "فمنھم من یمشی علی بطنه" ان دونوں مقامات میں ما کے معنی میں ہے۔"ممالیک" سے مراد دواب (جانور) ہیں اور بعض نے کہا کہ نصب میں واقع ہے۔ اس صورت میں اس کا عطف "لکم" پر ہوگا۔

㉑ "وان من شیءٍ" یہاں ما کے معنی میں ہے۔ "الا عندنا خزائنه" ان خزانوں کی چابیاں بعض نے کہا کہ اس سے مراد بارش ہے۔"وما ننزله الا بقدر معلوم" ہر زمین پر ایک مقدار معلوم ہے۔ بعض نے کہا کہ آسمان سے کوئی قطرہ بارش کا نہیں اُترتا کہ اس کے ساتھ فرشتہ بھی نازل ہوتا ہے جو اس کو جہاں سے چاہے کھینچ کے لاتا ہے اور فرشتہ اس بوند کو اسی جگہ تک ضرور پہنچاتا ہے جہاں پہنچانے کا حکم ہوتا ہے۔

جعفر بن محمد اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ فرمایا کہ عرش میں جو کچھ ہے اس کی مثال تمام مخلوق کی ہے جو خشکی اور تری میں پیدا کی ہے اس کی تاویل اس آیت سے ثابت ہوتی ہے۔

㉒ "وارسلنا الریاح لواقح" اس سے مراد حاملہ ہیں کیونکہ ہوائیں بادلوں میں پانی کو بھر دیتی ہیں۔ یہ "لاقحة" کی جمع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ "ناقة لاقحة" اس اونٹنی کے لیے بولا جاتا ہے جو حاملہ ہو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ ہواؤں کو بھیجتا ہے ہوا پانی کو اُٹھا کر لاتی ہے بادل پانی کو لے کر ہوا کی وجہ سے چلتا ہے، پھر وہ بارش برساتا ہے۔ ابوعبیدہ کا قول ہے لواقح کا معنی ہے ملاقح اور اس کا مفرد "ملقحة" آتا ہے۔ بمعنی حاملہ کرنے والی ہوائیں یعنی وہ ہوائیں جو پھلوں کے تخم درختوں میں ڈالتی ہیں اور ان کو حاملہ کرتی ہیں۔

ہوائیں بھی اپنا اپنا کام سرانجام دیتی ہیں

عبید بن عمیر کا قول ہے کہ پہلے اللہ خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے جو زمین کو صاف کر دیتا ہے۔ پھر بادلوں کو اُٹھا کر لانے والی ہوائیں بھیجتا ہے جو بادلوں کو اُٹھا کر لاتی ہیں۔ پھر منتشر بادلوں کو یکجا کرنے والی ہوائیں بھیجتا ہے جو ابر کے مختلف ٹکڑوں کو یکجا کر کے تہ بہ تہ کر دیتی ہیں۔ پھر حاملہ کرنے والی ہوائیں بھیجتا ہے جو درختوں میں پھل پیدا کر دیتی ہیں۔ ابوبکر بن

عیاش نے کہا جب تک چاروں ہوائیں اپنا اپنا عمل پورا نہیں کرتیں کوئی قطرہ نہیں اُترتا، سامنے والی ہوائیں بادل کو اُٹھا کر لاتی ہے، شمالی ہوا بادل کو جمع کرتی ہے، جنوبی ہوا بادل کو برساتی ہے اور پچھلی ہوا بادلوں کو منتشر کردیتی ہے اور بعض روایات میں آتا ہے کہ جب جنوبی ہوا چلتی ہے انگور کے خوشے اُٹھا کر لاتی ہے اور ریح عقیم عذاب کو لاتی ہے پھل پیدا نہیں کرتی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب کوئی تیز ہوا چلتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً دوزانو بیٹھ کر دُعا کرتے تھے، اے اللہ! اس کو رحمت بنادے، عذاب نہ بنا، اے اللہ! اس کو رحمت کی ہوائیں کردے، عذاب کی آندھی نہ کردینا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی کتاب میں ارشاد ہے "فارسلنا علیھم ریحًا صرصرًا" اور "اذ ارسلنا علیھم الریح العقیم" اور "ارسلنا الریاح لواقح" ان آیات میں ریح سے مراد وہی ریاح ہیں جو ان میں مذکور ہیں اور فرمایا کہ خوش خبری دینے والی ہوائیں۔ حمزہ نے اس کو مفرد پڑھا ہے۔ "وارسلنا الریح لواقح" ریح سے مراد جنس اور کثرت مراد ہے۔ اسی وجہ سے اس کو جمع بھی ذکر کرتے ہیں۔ اور دوسرے قراء نے اس کو (ریاح) جمع کے ساتھ پڑھا ہے۔ وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ لواقح جمع ذکر کی ہے جو موصوف ہے اور صفت بھی جمع ہوگی نہ کہ مفرد تاکہ موصوف صفت میں مطابقت ہو جائے۔ "فانزلنا من السماء ماءً فاسقیناکموہ" اس بادل کو تمہارے لیے پینے کا پانی بنایا۔ جیسا کہ عربی محاورے میں بولا جاتا ہے۔ "سقیت الرجل ماءً اولبنا، اسقی فلانًا و فلانًا" جب اس کو پینے کے لیے پانی دیا جائے اور "اسقیت الرجل" اس وقت بولا جاتا ہے معنی ہوگا کہ میں نے اس کو پانی دے دیا تاکہ وہ اپنی زمین یا جانور کو سیراب کردے۔ "وما انتم لہ بخازنین" یعنی بارش کا خزانہ ہمارے پاس ہے تمہارے پاس نہیں۔

وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿٢٦﴾ وَالْجَاۗنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿٢٧﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿٢٨﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿٢٩﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰۗىِٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿٣٠﴾

(ترجمہ) اور ہم ہی ہیں کہ زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں اور (سب کے مرنے کے بعد) ہم ہی (باقی) رہ جائیں گے اور ہم تمہارے اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور ہم تمہارے پچھلوں کو بھی جانتے ہیں اور بے شک آپ کا رب ہی ان سب کو (قیامت میں) محشور فرمائے گا بیشک وہ حکمت والا ہے علم والا ہے اور ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی تھی پیدا کیا اور جن کو اس کے قبل آگ سے کہ وہ ایک گرم ہوا تھی پیدا کرچکے تھے اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جب آپ کے رب نے ملائکہ سے (ارشاد) فرمایا کہ میں ایک بشر کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ

سڑے ہوئے گارے کی بنی ہوگی پیدا کرنے والا ہوں سو جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی (طرف سے) جان ڈال دوں تو تم سب اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا سو سارے کے سارے فرشتوں نے (آدمؑ) کو سجدہ کیا۔

تفسیر ㉓ "وانا لنحن نحی ونمیت ونحن الوارثون" تمام مخلوقات کو ہم موت دیں گے اللہ کے سوا کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا۔ وارث سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ بعض نے کہا کہ مخلوقات کے فنا کے بعد باقی رہنے والی ذاتؒ اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تمام مخلوقات کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

مستقدمین اور مستاخرین کی مختلف تفاسیر

㉔ "ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ مستقدمین سے مراد مُردے اور مستاخرین سے مراد زندے ہیں۔

شعبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد اوّلین وآخرین ہیں۔ عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مستقدمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو پیدا ہو چکے ہیں اور اپنے آباء کی پشت سے برآمد ہو گئے اور مستاخرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے اور نہ اپنے باپوں کی پشت سے باہر آئے۔

مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ "مستقدمین" سے مراد گزشتہ اقوام کے لوگ ہیں اور مستاخرین سے مراد اُمت محمدیہ ہیں۔ حسن رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مستقدمین سے مراد طاعات میں آگے بڑھنے والے اور مستاخرین سے مراد طاعت و خیر میں سستی کرنے والے۔

بعض نے کہا کہ "مستقدمین" سے مراد نماز میں صف اوّل میں سبقت کرنے والے اور مستاخرین سے مراد پیچھے صفوں میں رہ جانے والے۔ یہ اس وجہ سے کہ عورتوں کی صفیں مردوں کی صفوں کے پیچھے ہوتی ہیں اور ان کو یہی حکم ہے کہ وہ مردوں کی صفوں کے پیچھے کھڑی ہوں۔ بسا اوقات کچھ مردوں کے دلوں میں شیطانی خیال ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ پیچھے رہ جاتا ہے تاکہ عورتوں کی صفوں کے قریب ہو جائے اور بسا اوقات کسی عورت میں شیطانی وسوسہ آ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ اگلی صفوں میں آنا چاہتی ہیں تاکہ مردوں کی صفوں کے قریب آ جائے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے فرماتے ہیں کہ بہترین صفوں میں سے مردوں کی پہلی صفیں ہیں اور بری صفیں آخری ہیں اور عورتوں کے لیے بہترین صفیں آخری ہیں اور پہلی صفیں ان کے لیے شر ہیں۔ اوزاعی کے نزدیک اوّل وقت اور آخر وقت میں نماز پڑھنے والے مراد ہیں۔ مقاتل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جہاد میں آگے پیچھے رہنے والے مراد ہیں۔ ابن عیینہ کا قول ہے کہ اس سے مراد جو لوگ مسلمان ہو چکے اور جو لوگ ابھی مسلمان نہیں ہوئے۔

㉕ "وان ربک هو یحشرهم انه حکیم علیم" ان سب کو جمع کردے گا جو اس کے علم میں ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ تمام اشیاء کا مالک ہے۔ وہ اوّلین وآخرین سب کو جمع کردے گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص جس چیز پر مرے گا اللہ اسی چیز پر اس کو اُٹھائے گا۔

㉖ "ولقد خلقنا الانسان" اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ یہاں انسان سے اس لیے تعبیر کیا اس کا معنی ہے ظہور اور انسان ظاہر ہے، آنکھ سے دکھائی دیتا ہے اور بعض نے کہا کہ انسان نسیان سے مشتق ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو ایک حکم دیا گیا تھا مگر وہ اس کو بھول گئے۔ "من صلصال" وہ خشک مٹی جو آگ میں نہ پکائی گئی ہو اور کھن کھن بولتی ہو۔

صلصال کی تشریح

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وہ عمدہ پاکیزہ کیچڑ ہے جس میں پانی سوکھ جانے کی وجہ سے شگاف پیدا ہو جاتے ہیں اور جب اس کو ہلایا جاتا ہے تو کھڑ کھڑ کی آواز دیتی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بدبودار کیچڑ کو "صلصال" کہتے ہیں۔ کسائی نے اسی کو اختیار کیا ہے، بعض نے کہا کہ "صلصال" کہتے ہیں "صل اللحم" گوشت بدبودار ہو گیا۔ "من حمأ" وہ کیچڑ جو پانی کے قریب ہونے کی وجہ سے کالی پڑ جائے۔ "مسنون" متغیر کر دینے کو کہتے ہیں۔

مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے اس سے خراب، بدبودار ہے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے بہانا۔ جیسا کہ عرب کا قول ہے "سننت الماء" پانی بہایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس سے وہ بدبودار کیچڑ ہے جو خشک ہونے کے بعد کھن کرنے لگے اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ اللہ رب العزت نے سب سے پہلے مٹی کا گارا تیار کروایا اور اس کو چھوڑے رکھا۔ یہاں تک کہ وہ بدل کر کالا ہو گیا، پھر اس سے حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا۔

الجان خلقناہ کی تفسیر

㉗ "والجانّ خلقناہ من قبل" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ "الجان" سے مراد ہے تمام جنات کا باپ جیسے حضرت آدم علیہ السلام تمام انسانوں کے باپ ہیں اور قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے اس سے مراد ابلیس ہے جس کو آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا کیا اور کہا گیا کہ الجان جنات کا باپ ہے اور ابلیس شیطان کا باپ ہے جنات میں کچھ مسلمان ہیں اور کچھ کافر، زندہ بھی ہوتے ہیں اور مرتے بھی ہیں اور شیطانوں میں کوئی بھی مسلمان نہیں، نہ کسی کو موت آتی ہے، جب ابلیس مرے گا تو اس کے ساتھ سب مریں گے۔

وہب کا قول ہے کہ کچھ جنات تو آدمیوں کی طرح ہیں ان کے بچے پیدا ہوتے ہیں، کھاتے ہیں، پیتے ہیں اور کچھ جنات ہوا کی طرح ہیں ان میں توالد تناسل نہیں ہوتا نہ وہ کھاتے پیتے ہیں۔

من نار سموم کی تشریح

"من نار السموم" سموم وہ گرم ہوا جو مسامات کے اندر گھس جائے اور اس کو ہلاک کر دے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ سموم دن کی اور حرور رات کی گرم لو۔

کلبی نے ابو صالح کا قول نقل کیا ہے وہ آگ جس میں دھواں نہیں ہے اور صواعق بھی انہی میں سے ہے، وہ آگ جو آسمان اور حجاب کے درمیان سے نکلتی ہے۔ جب اللہ کا حکم ہوتا ہے تو صاعقہ زیر حجاب کو پھاڑ کر حسب مشیت الٰہی کہیں گر جاتی ہے حجاب کو پھاڑ نے والی آواز ہی کڑک کہلاتی ہے اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے آگ کے شعلے اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے آتش جہنم۔ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابلیس بھی ملائکہ کی ایک خاص شاخ میں سے ہے اس شاخ کو جن کہا جاتا ہے اس صنف کی تخلیق نارسموم سے ہوتی ہے۔ دوسری آیت میں ان جنات کی تخلیق آگ سے بتائی گئی ہے۔ باقی ملائکہ کی تخلیق نور سے کی گئی ہے۔

㉘ "واذ قال ربک للملائکۃ انی خالق بشراً" کہ میں عنقریب ایک بشر کو پیدا کرنے والا ہوں۔ "من صلصال من حمأ مسنون"

㉙ "فاذا سویتہ" جب میں اس کو پورا بنالوں اور جان ڈال لوں۔ "فنفخت فیہ من روحی" تو وہ زندہ انسان بن جائے، روح وہ جسم لطیف ہے جس سے انسان زندہ ہوتا ہے، روح کی اضافت اپنی طرف تشریف کے لیے کی۔ "فقعوا لہ سٰجدین" اس سے مراد تحیہ والا سجدہ مراد ہے، عبادت والا سجدہ مراد نہیں۔

㉚ "فسجد الملائکۃ" جنہوں نے سجدہ کا حکم دیا۔ "کلھم اجمعون"

سوال: "کلھم اجمعون" کیوں کہا حالانکہ اس کا مقصود "فسجد الملائکۃ" سے پورا ہو جاتا ہے؟

جواب: خلیل اور سیبویہ کے نزدیک اس کو تاکید اً ذکر کیا ہے اور مبرد کا قول ہے کہ "فسجد الملائکۃ" میں یہ احتمال تھا کہ بعض فرشتوں نے سجدہ کیا۔ لہٰذا "کلھم" ذکر کر کے اس احتمال کو دور کر دیا۔ پھر بھی احتمال تھا کہ کیا سب نے ایک وقت میں سجدہ کیا یا مختلف اوقات میں سجدہ کیا اس احتمال کو "اجمعون" نے دور کر دیا۔

عکرمہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اللہ عزوجل نے فرشتوں کی ایک جماعت سے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، انہوں نے سجدہ نہیں کیا، اللہ نے ان پر آگ بھیجی کہ وہ سب جل کر راکھ ہو گئے، پھر دوسری جماعت کو کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، پھر انہوں نے سجدہ کیا۔

اِلَّآ اِبۡلِيۡسَ ؕ اَبٰٓى اَنۡ يَّكُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِيۡنَ ㉛ قَالَ يٰۤاِبۡلِيۡسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِيۡنَ ㉜ قَالَ لَمۡ اَكُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ㉝ قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا فَاِنَّكَ رَجِيۡمٌ ㉞ وَّاِنَّ عَلَيۡكَ اللَّعۡنَةَ اِلٰى يَوۡمِ الدِّيۡنِ ㉟ قَالَ رَبِّ فَاَنۡظِرۡنِىۡۤ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ ㊱ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الۡمُنۡظَرِيۡنَ ㊲ اِلٰى يَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ ㊳ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغۡوَيۡتَنِىۡ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَلَاُغۡوِيَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ㊴ اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ㊵

(ترجمہ) مگر ابلیس نے کہ اس نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

اے ابلیس تجھ کو کون امر باعث ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا کہنے لگا کہ میں ایسا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جس کو آپ نے بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہے پیدا کیا ہے ارشاد ہوا (تو اچھا پھر تو) آسمان سے نکل کیونکہ بیشک تو مردود ہو گیا اور بے شک تجھ پر (میری) لعنت رہے گی قیامت کے دن تک کہنے لگا تو پھر مجھ کو (مرنے سے) مہلت دیجئے قیامت کے دن تک ارشاد ہوا تو (جا) تجھ کو معین وقت کی تاریخ تک مہلت دی گئی کہنے لگا اے میرے رب بسبب اس کے کہ آپ نے مجھے (بحکم تکوین) گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں دنیا میں ان کی نظر میں معاصی کو مرغوب کر کے دکھاؤں گا اور ان سب کو گمراہ کروں گا بجز آپ کے بندوں کے جو ان میں منتخب کئے گئے ہیں۔

تفسیر ㉛ "الا ابلیس أبی ان یکون مع السجدین"

㉜ "قال یا ابلیس مالک الّا تکون مع الساجدین"

㉝ "قال الم أکن لا سجد لبشر خلقته من صلصال من حمأٍ مسنون" شیطان نے کہا کہ میں اس سے افضل ہوں کیونکہ یہ گارے سے پیدا کیا گیا ہے اور میں آگ سے اور آگ مٹی کو کھا جاتی ہے۔

㉞ "قال فاخرج منها" اس جنت سے نکل جا "فانک رجیم" کیونکہ تو دھتکارا ہوا ہے۔

㉟ "وان علیک اللعنة الٰی یوم الدین" کہ آسمان والے ابلیس پر لعنت بھیجتے ہیں جیسے اہل زمین والے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ گویا یہ زمین و آسمان دونوں جگہ ملعون ہے۔

㊱ "قال رب فانظرنی الٰی یوم یبعثون" اس سے مراد خبیث شیطان مردود ہے جس نے اللہ سے اپنی موت کی مہلت مانگی کہ مجھے کبھی موت نہیں آئے گی قیامت تک۔

㊲ "قال فانک من المنظرین"

㊳ "الٰی یوم الوقت المعلوم" اس سے مراد جب تمام مخلوق مرجائے گی اور وہ نفحہ اولیٰ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابلیس کی موت کا وقت چالیس سال ہے جو دونوں نفخوں کے درمیان میں ہوگی اور بعض نے کہا کہ ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے موت سے بالکل محفوظ رہنے کی دُعا کی اور اغوا کرنے کی بھی دُعا کی۔ اللہ نے اغوا کرنے کی دُعا قبول کرلی لیکن موت سے محفوظ رہنے کی دُعا قبول نہیں کی۔ اس کی ایک دُعا کی قبولیت اس کی عزت افزائی کے لیے نہیں بلکہ بدبختی اور مصیبت میں اضافہ کرنے کیلئے فرمائی۔

㊴ "قال رب بما اغویتنی" مجھے گمراہ کر ہی دیا۔ بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی رحمت سے دور کر ہی دیا۔ "لازینّ لهم فی الارض" دُنیا کی محبت کو اور گناہوں کو خوب مزین کر کے پیش کردے گا۔ "ولاغوینهم" ان کو گمراہ کردے گا۔ "اجمعین"

㊵ "الا عبادک منهم المخلصین" مؤمنین کی وہ جماعت جو تیری خالص پیروی اور اطاعت کریں گے۔ لام کے فتحہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ جو شخص توحید کو خالص طور پر اپنائے گا، اللہ اس کو ہدایت سے سرفراز کرے گا اور اپنے مقرب بندوں میں اس کو شمار کرے گا۔

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿41﴾

ترجمہ:۔ارشاد ہوا کہ (وہاں) یہ ایک سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک پہنچتا ہے۔

تفسیر ﴿41﴾ "قال" اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "هذا صراط علي مستقيم" حسن رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حق کا سیدھا راستہ مراد ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے حق کا رجوع اللہ تعالیٰ کی طرف راہ حق بھی اللہ کی طرف پہنچتی ہے کسی اور طرف نہیں مڑتی۔
اخفش رحمہ اللہ کا قول ہے سیدھا راستہ بتانا مجھ پر ہے۔ کسائی کا قول ہے کہ ھذا سے اشارہ ابلیس کے راستے کی طرف ہوگا جو اس نے اپنے لیے اختیار کیا تھا یعنی اغوا اور گمراہ کرنے کا راستہ، جیسے کوئی شخص اپنے مخالف سے کہتا ہے کہ تیرا راستہ مجھ پر ہے، یعنی تو میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکتا۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان "انّ ربک لبالمرصاد" بے شک آپ کا رب گھات لگائے بیٹھا ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ اس کے راستے میں سیدھا رہے، بیان کے ساتھ دلیل کے ساتھ توفیق اور ہدایت کے ساتھ۔ ابن سیرین قتادہ اور یعقوب کے نزدیک صراط مستقیم علو (بلندی) کا درجہ ہے۔ اس میں بعض کو رفیع کے ساتھ تعبیر کیا کیونکہ یا تو وہ خود صراط مستقیم تک پہنچ جائے گا اور یا وہ کسی اور کا ذریعہ بنے گا۔

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿42﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿43﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿44﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿45﴾

ترجمہ واقعی میرے ان بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہ چلے گا ہاں مگر جو گمراہ لوگوں میں سے تیری راہ پر چلنے لگے (تو چلے) اور (جو لوگ تیری راہ پر چلیں گے) ان سب سے جہنم کا وعدہ ہے جس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے (میں سے جانے) کے لئے ان لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں بیشک خدا سے ڈرانے والے (یعنی اہل ایمان) باغوں اور چشموں میں (بستے) ہوں گے۔

تفسیر ﴿42﴾ "ان عبادی لیس لک علیهم سلطان" اس سے مراد قوۃ ہے۔ اہل معانی نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یعنی ان کے دلوں پر تمہارا کوئی بھی بس نہ چلے۔ سفیان بن عیینہ سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے نزدیک کوئی بس نہیں کہ تو ان کو گناہوں میں مبتلا کرے تو میں ان کو معاف کر دوں، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو ہدایت یافتہ ہوگا اور اپنے آپ کو تجھ سے محفوظ رکھے گا۔ "الا من اتبعک من الغاوین"

﴿43﴾ "وانّ جهنم لموعدهم اجمعين" ابلیس اور اس کی تابعداری کرنے والوں کے ساتھ جہنم کا وعدہ ہے۔

﴿44﴾ "لها سبعة ابواب" اس کے سات کواڑ ہیں۔

دوزخ کے دروازے اور سات طبقات

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ دوزخ کے دروازے کیسے ہوں گے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کے اوپر اور انگلیوں کو الگ کر کے فرمایا، دوزخ کے دروازے اس طرح ہوں گے یعنی ہر دروازے کے اوپر ایک دروازہ ہوگا، اللہ تعالیٰ نے جنت کو عرضاً پھیلایا ہے اور دوزخ کو ایک دوسرے کے اوپر۔

ابن جریج رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آگ کے سات طبقات ہیں۔ پہلا طبقہ جہنم دوسرا لظی، تیسرا حطمۃ، چوتھا سعیر، پانچواں سقر، چھٹا جحیم، ساتواں ہاویہ۔ "لکل باب منهم جزءٌ مقسوم" ہر طبقہ میں ایک قوم سکونت اختیار کرے گی۔

دوزخ کے ان سات طبقات میں کون لوگ ہوں گے

ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ پہلے درجہ میں وہ اہل توحید ہوں گے جن کو گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا اور گناہوں کے بقدر وہ دوزخ میں رہیں گے، پھر نکال لیے جائیں گے۔ دوسرے درجے میں نصاریٰ، تیسرے درجے میں یہودی، چوتھے درجے میں صابی، پانچویں درجہ میں مجوسی، چھٹے درجہ میں مشرک اور ساتویں درجہ میں منافق۔ اس لیے اللہ رب العزت کا فرمان ہے "انّ المنافقين في الدرك الاسفل من النار"

روایت کیا گیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جہنم کے سات ابواب ہیں۔ ان میں سے ایک ان لوگوں کے لیے جنہوں نے میری اُمت پر تلوار سونتی یا فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر تلوار کھینچی۔

⑮ "انّ المتقين في جنّٰتٍ وعيون" وہ باغات اور چشموں میں ہوں گے۔

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ⑯ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ⑰ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ⑱ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ⑲ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ⑳

ترجمہ: تم ان میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو اور ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کریں گے کہ سب بھائی بھائی کی طرح (الفت ومحبت سے) رہیں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے وہاں ان کو ذرا بھی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے (اے محمدؐ) آپ میرے بندوں کو اطلاع دے دیجئے کہ میں بڑا مغفرت والا اور رحمت والا بھی ہوں اور (نیز) یہ کہ میری سزا دردناک سزا ہے۔

تفسیر: ⑯ "ادخلوها" ان سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ "بسلام" سلامتی کے ساتھ۔ "آمنین" آئندہ موت، آفت اور یہاں نکلنے سے تم محفوظ ہو۔

㊼"ونزعنا" نکال دیں گے۔"مافی صدورھم من غل"یعنی کینہ، دشمنی، بغض اور حسد کو نکال دیں گے۔"اخوانًا" منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے۔"علی سرر"اس کی جمع سریر آتی ہے۔"متقابلین"وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے ان میں سے کوئی دوسرے کی پیٹھ کو نہیں دیکھے گا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ جنتی جب جنت کے اندر اپنے مؤمن بھائی سے ملنا چاہے گا تو مسہری اس کو لے کر وہاں پہنچ جائے گی، اس طرح دونوں کی ملاقات اور بات چیت ہو جائے گی۔

㊽"لایمسھم" نہیں پہنچے گی ان کو "فیھا نصب"کوئی تھکاوٹ۔"وما ھم منھا بمخرجین"یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جنتی ہمیشہ جنت میں رہیں گے، اس سے نکلیں گے نہیں۔

آیت نبی عبادی کا شان نزول

㊾"نبیٔ عبادی أنی أنا الغفور الرحیم"ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان میں سے جو لوگ توبہ کریں گے۔ روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے پاس تشریف لائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہنستے دیکھ کر ارشاد فرمایا، دوزخ تم لوگوں کے سامنے ہے، پھر بھی ہنس رہے ہو، فوراً حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوگئے اور فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا رب فرماتا ہے کہ تم کیوں میرے بندوں کو میری رحمت سے ناامید کرتے ہو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

㊿"وانّ عذابی ھو العذاب الالیم" قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر بندہ اللہ کی مقدار عفو کو جان لیتا تو حرام سے پرہیز نہ کرتا اور اگر اللہ کی مقدار عذاب کو جان لیتا تو خوف کے مارے اس کی جان ہی نکل جاتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اگر مؤمن بندہ کو اللہ کے عذاب کا علم ہو جاتا تو پھر جنت کی اُمید ہی کسی کو نہ رہتی اور اگر کافر کو اللہ کی رحمت کی مقدار معلوم ہو جاتی تو جنت سے مایوس نہ ہوتا۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تخلیق رحمت کے دن اللہ نے سو رحمتیں پیدا کیں، ننانوے رحمتیں اپنے پاس روک لیں اور ایک رحمت ساری مخلوق میں پھیلا دی جو رحمتیں اللہ کے پاس ہیں اگر ان سب سے کافر واقف ہو جائے تو جنت سے ناامید نہ ہو اور جو عذاب اللہ کے پاس ہے، اگر مؤمن کو اس کا علم ہو جائے تو دوزخ سے بے خوف نہ ہو۔

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٥١﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿٥٣﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿٥٤﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿٥٥﴾ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ

رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَاۤ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾

ترجمہ اور آپ ان (لوگوں) کو ابراہیمؑ کے مہمانوں (کے قصہ) کی بھی اطلاع دیجئے جبکہ وہ ان کے پاس آئے پھر (آکر) انہوں نے السلام علیکم کہا ابراہیمؑ کہنے لگے کہ ہم تو تم سے خائف ہیں انہوں نے کہا کہ آپ خائف نہ ہوں ہم آپ کو ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں جو بڑا عالم ہوگا ابراہیمؑ کہنے لگے کہ کیا تم مجھ کو اس حالت پر فرزند کی بشارت دیتے ہو کہ مجھ پر بڑھاپا آ گیا سو کس چیز کی بشارت دیتے ہو۔ وہ (فرشتے) بولے کہ ہم آپ کو امر واقعی کی بشارت دیتے ہیں سو آپ ناامید نہ ہوں ابراہیمؑ نے فرمایا کہ بھلا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے۔ بجز گمراہ لوگوں کے فرمانے لگے کہ (یہ تو بتلاؤ کہ) اب تم کو کیا مہم درپیش ہے۔ اے فرشتو فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں (مراد قوم لوطؑ ہے) مگر لوط (علیہ السلام) کا خاندان کہ ہم ان سب کو بچا لیں گے ۔ بجز ان کی (یعنی لوطؑ کی) بی بی کے کہ اس کی نسبت ہم نے تجویز کر رکھا ہے کہ وہ ضرور اسی مجرم قوم میں رہ جاوے گی

تفسیر ﴿۵۱﴾ "**ونبئهم عن ضيف ابراهيم**" ان کے مہمانوں کی اطلاع دے دو۔ (**ضیف**) کا اطلاق واحد، جمع، تثنیہ، مذکر، مؤنث سب پر ہوتا ہے۔ اس سے مراد وہ ملائکہ ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی بشارت دینے اور قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجے گئے۔

﴿۵۲﴾ "**اذ دخلوا عليه فقالوا سلامًا قال**" ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا "**انا منكم وجلون**" ہم تم سے خوف زدہ ہیں کیونکہ ہماری طرف سے پیش کیا گیا کھانے سے تم نے انکار کر دیا تھا۔

﴿۵۳﴾ "**قالوا لاتوجل**" یعنی نہ ڈرو۔ "**انا نبشرك**" بلکہ ہم آپ کو خوشخبری دیتے ہیں حمزہ نے اس کو واحد "**نبشرك**" نون کے فتحہ باء کے ساکن اور شین کے ضمہ اور بغیر تشدید کے پڑھا ہے اور باقی قراء نے "**نُبَشِّرُكَ**" نون کے ضمہ باء کے فتحہ کسر مکسور مشدد کے ساتھ پڑھا ہے۔ "**بغلام عليم**" ایسے غلام کی جو چھوٹی عمر میں لڑکا ہوگا اور بڑی عمر میں بڑا عالم ہوگا۔ اس سے مراد حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تعجب ہوا کہ میں بھی بوڑھا ہوں اور میری بیوی بھی بوڑھی ہے۔

﴿۵۴﴾ "**قال أبشرتموني**" ہم آپ کو لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ "**على أن مسني الكبر**" ہمارے بڑھاپے کی حالت میں ہمیں خوشخبری دیتے ہو۔ "**فبم تبشرون**" کس چیز سے خوشخبری دیتے ہو۔ نافع نے نون کے کسرہ اور تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ "**تبشرونِ**" اور ابن کثیر کے نزدیک کسرہ اور نون کی تشدید کے ساتھ "**تبشرونی**" نون کو نون میں مدغم کر کے پڑھا اور دوسرے قراء نے نون کے فتحہ اور تخفیف کے ساتھ پڑھا۔

﴿۵۵﴾ "**قالوا بشرناك بالحق**" اس سے مراد سچائی ہے۔ "**فلا تكن من القانطين**"

﴿۵۶﴾ "**قال ومن يقنط**" ابوعمر، کسائی، یعقوب رحمہم اللہ نون کے کسرہ کے ساتھ اور دوسرے قراء نے نون کے فتحہ کے ساتھ پڑھا،

اس میں دولغتیں ہیں۔ "قنط، یقنط" باب ضرب "قَنِط یقنط" اور باب سمع سے۔ یعنی مایوس نہ ہو۔ "من یقنط من رحمة ربه الاالضالون" اس سے مراد خسارہ پانے والے ہیں۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا ایسا کبیرہ گناہ ہے جیسا غضب سے بے فکر ہو جانا۔

⑰ "قال" ان کو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ "فما خطبکم" تمہارا معاملہ کیا ہے۔ "أیها المرسلون"

⑱ "قالو انا أرسلنا الی قوم مجرمین" اس سے مراد مشرکین ہیں۔

⑲ "الا ال لوط" ان کی تابعداری اور ان کے دین کے پیروکاروں کو "انا لمنجوهم اجمعین" رجم کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی قراء حمزہ و کسائی نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔

⑳ "الا امرأته" اس سے مراد حضرت لوط علیہ السلام ہیں۔ "قدرنا" قضاء کے معنی میں ہے۔ "انها لمن الغابرین" وہ عذاب باقی رہنے والوں میں شمار ہوگا۔ استثناء نفی سے اثبات کی طرف ہے اور اثبات سے نفی کی طرف۔ اس میں حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا استثناء کیا ہے کہ وہ بھی ان ہلاک شدگان میں شامل ہوں گی۔ ابوبکر رحمہ اللہ نے یہاں پر "قدّرنا" دال کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور سورۂ نمل میں دال کی تخفیف کے ساتھ اور باقی قراء اس کو تشدید کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ نِ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ مُّنْکَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰکَ بِمَا کَانُوْا فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَیْنٰکَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَیْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَقَضَیْنَآ اِلَیْهِ ذٰلِکَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِیْنَ ﴿۶۶﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَیْفِیْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَکَ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمہ: پھر جب وہ فرشتے خاندان لوط (علیہ السلام) کے پاس آئے کہنے لگے کہ تم تو اجنبی آدمی (معلوم ہوتے ہو انہوں نے کہا نہیں ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کیا کرتے تھے اور ہم آپ کے پاس یقینی ہونے والی چیز لے کر آئے ہیں اور ہم بالکل سچے ہیں۔ سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر (یہاں سے) چلے جایئے اور آپ سب کے پیچھے ہو لیجئے اور تم میں سے کوئی پیچھا پھر کر بھی نہ دیکھے اور جس جگہ (جانے) کا تم کو حکم ہوا ہے اس طرف سب چلے جانا اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کے پاس یہ حکم بھیجا کہ صبح ہوتے ان کی بالکل جڑ کٹ جاوے گی (یعنی بالکل ہلاک ہو جاویں گے) اور شہر کے لوگ خوب خوشیاں کرتے ہوئے پہنچے لوط (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں سو مجھ کو فضیحت مت کرو اور اللہ سے ڈرو اور مجھ کو رسوا مت کرو وہ کہنے لگے کیا ہم آپ کو دنیا بھر کے لوگوں سے منع نہیں کر چکے۔

تفسیر ⑥① "فلما جاء آل لوط المرسلون"

62 "قال" ان سے حضرت لوط علیہ السلام نے کہا "انکم قوم منکرون" میں تمہیں نہیں جانتا۔

63 "قالوا بل جئناک بما کانوا فیه یمترون" کہ آپ اس عذاب کے بارے میں شک کرتے تھے وہ عذاب لے کر آئے ہیں کیونکہ ان کے لیے عذاب کا وعدہ کیا گیا اور آپ ان کی تصدیق نہیں کریں گے۔

64 "و آتیناک بالحق" یقینی طور پر وہ اس عذاب کو لیکر آئے ہیں۔ "وانا لصادقون"

65 "فاسر باھلک بقطع من اللیل واتبع أدبارھم" ان کے پیچھے۔ "ولا یلتفت منکم احدٌ" یہاں تک کہ ان میں سے کوئی بھی عذاب سے بچ کر نہ نکلے۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے علامت بیان کی ہے جو آل لوط میں سے جو نجات یافتہ ہوں گے۔ "وامضوا حیث تؤمرون" ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شام کو چلے جاؤ۔ مقاتل رحمہ اللہ کے نزدیک زغر مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ اُردن مراد ہے۔

66 "وقضینا الیه ذلک الامر" ہم نے لوط علیہ السلام کے پاس یہ حکم بھیجا کہ ان لوگوں کی جڑ صبح ہونے سے پہلے ہی جڑ سے کاٹ دی جائے ہم نے اس کام کا فیصلہ کیا اور عمل کیا جو قوم لوط کے متعلق حکم دیا گیا۔ "اَنّ دابر ھؤلاء" عبداللہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہی قرأت ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہاں دابر ھولاء سے مراد ان کے اُصول ہیں۔ یعنی ان کی جڑ بھی ختم کردی جائے گی۔ "مقطوع" جڑ سے ان کو کاٹا گیا۔ "مصبحین" جب صبح داخل ہوجائے۔

67 "وجاء اھل المدینة" اس سے سدوم بستی مراد ہے۔ "یستبشرون" لوط علیہ السلام کے مہمانوں نے۔ یعنی اس بستی کے بعض لوگ بعضوں کو اپنی خواہشات کے پیش نظر ایک دوسرے کو خوشخبری دینے لگے۔

68 "قال" حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا "اِنّ ھؤلاء ضیفی" میزبان کے اوپر یہ حق ہے کہ وہ مہمانوں کی مہمان نوازی کرے، ان کا اکرام کرے۔ "فلا تفضحون" ان کے سامنے مجھے رسوا نہ کرو۔

69 "واتقوا اللّٰه ولا تخزون" ان کے سامنے مجھے شرمندہ نہ کرو۔

70 "قالوا أولم ننھک عن العالمین" کیا ہم ان کو تمہارے کہنے پر چھوڑ دیں باوجود یکہ ہم تمہیں اس معاملے میں پہلے منع کر چکے ہیں اور بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا ہم نے آپ کو اس بات سے منع نہیں کیا تھا کہ کسی اجنبی خوبصورت کو اپنے شہر میں پناہ نہ دو۔ ہم تو ان سے جو چاہتے ہیں کریں گے۔

قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِیْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ﴿71﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿72﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُشْرِقِیْنَ ﴿73﴾ فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ﴿74﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ﴿75﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ ﴿76﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿77﴾ وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ لَظٰلِمِیْنَ ﴿78﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿79﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿80﴾

(ترجمہ) لوط (علیہ السلام) نے فرمایا کہ میری (بہو) بیٹیاں موجود ہیں اگر تم میرا کہنا کرو آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے بس سورج نکلتے نکلتے ان کو آوازِ سخت نے آ دبایا پھر ہم نے ان بستیوں کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا اوران لوگوں پر کنکر کے پتھر برسانا شروع کئے اس واقعہ میں کئی نشانیاں ہیں اہل بصیرت کے لئے اور یہ بستیاں ایک آباد سڑک پر ملتی ہیں ان بستیوں میں اہل ایمان کے لئے بڑی عبرت ہے اور بن والے (یعنی شعیب علیہ السلام کی امت بھی) بڑے ظالم تھے سو ہم نے ان سے (بھی) بدلہ لیا اور دونوں (قوموں) کی بستیاں صاف سڑک پر (واقع) ہیں اور حجر والوں نے (بھی) پیغمبروں کو جھوٹا بتلایا۔

(تفسیر) ⑦① "قال ھؤلاء بناتی" یہ تمہارے لیے حلال بیویاں ہیں اگر تم قبول کرو تم حلال کو اختیار کرو اور حرام کو چھوڑ دو۔ "ان کنتم فاعلین" جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے۔ یہاں حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کے مردوں کی بیویوں کو اپنی بیٹیاں کہا کیونکہ نبی اپنی اُمت کے لیے والد کی جگہ ہوتا ہے۔

⑦② "لعمرک" اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری زندگی کی قسم "انھم لفی سکرتھم" حیرانگی اور اپنی گمراہی میں مست ہیں۔ "یعمھون" شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ لعب ولہو میں پڑے ہوئے ہیں۔
ابوالجوزاء رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان سے زیادہ عزیز اللہ نے کسی اور کی جان نہیں پیدا کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے علاوہ کسی اور کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔

⑦③ "فاخذتھم الصیحۃ مشرقین" جب سورج ظاہر ہوا۔ عذاب کی ابتداء اس وقت ہوئی جب صبح ہوئی، اس وقت عذاب کی ابتداء ہوئی اور اس کا اختتام جب ہوا جب سورج طلوع ہو رہا تھا۔

⑦④ "فجعلنا عالیھا سافلھا وأمطرنا علیھم حجارۃً من سجیل"

⑦⑤ "انّ فی ذلک لآیات للمتوسمین" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اس سے مراد دیکھنے والے اور مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے شناخت کرنے والے، قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد عبرت حاصل کرنے والے۔ مقاتل رحمہ اللہ نے کہا غور کرنے والے۔

⑦⑥ "وانھا" قوم لوط کی بستی "لبسبیل مقیم" واضح راستہ۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے ایسا راستہ جس کے نشانات واضح ہوں، مٹے ہوئے نہ ہوں نہ اس میں کوئی خفا ہو اور نہ ہی اس راستے سے بھول جانے کا اندیشہ ہو۔

⑦⑦ "انّ فی ذلک لآیۃ للمؤمنین"

⑦⑧ "وان کان" اور تھے ایکہ بستی والے "اصحاب الایکۃ" اس سے مراد گھنے درخت جھاڑی والے "لظالمین" کافر تھے۔ اس سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے جو گھنے جنگل میں رہتی تھی وہاں عموماً درخت گوگل کے تھے۔

⑦⑨ "فانتقمنا منھم" ہم نے عذاب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سات دن گرمی کو مسلط کیا۔ پھر ان پر ایک بادل نمودار ہوا، لوگ آرام لینے اور کچھ سانس لینے کے لیے بادل کے نیچے آئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بادل سے آگ برسائی اور سب جل بھن کر خاک

ہو گئے۔ اس عذاب کو عذاب یوم الظلہ کہا گیا۔ "فاخذھم عذاب یوم الظلة"...... "وانھما" قوم لوط اور اصحاب الایکہ یعنی سدوم اور ایکہ "لبامام مبین" کھلا ہوا راستہ واضح راستہ جس کو دیکھ کر مکہ والے عبرت حاصل کر سکتے تھے۔

⑧⓪ "ولقد کذب اصحاب الحجر" اصحاب الحجر سے مراد قوم ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم۔ حجر ایک وادی کا نام ہے جو مدینہ اور شام کے درمیان تھی۔ "المرسلین" اس سے مراد وہ شخص ہے جس کی تصدیق حضرت صالح علیہ السلام نے کی۔ یہاں لفظ جمع کے ساتھ ذکر کیا کیونکہ جس نے ایک رسول کی تکذیب کی۔ گویا اس نے سب کی تکذیب کی۔

وَاٰتَیۡنٰھُمۡ اٰیٰتِنَا فَکَانُوۡا عَنۡھَا مُعۡرِضِیۡنَ ⑧① وَکَانُوۡا یَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا اٰمِنِیۡنَ ⑧② فَاَخَذَتۡھُمُ الصَّیۡحَةُ مُصۡبِحِیۡنَ ⑧③ فَمَاۤ اَغۡنٰی عَنۡھُمۡ مَّا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ⑧④ وَمَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَھُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ فَاصۡفَحِ الصَّفۡحَ الۡجَمِیۡلَ ⑧⑤ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ ⑧⑥ وَلَقَدۡ اٰتَیۡنٰکَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِیۡ وَالۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِیۡمَ ⑧⑦ لَا تَمُدَّنَّ عَیۡنَیۡکَ اِلٰی مَا مَتَّعۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡھُمۡ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَیۡھِمۡ وَاخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ⑧⑧

ترجمہ: اور ہم نے ان کو اپنی (طرف سے) نشانیاں دیں سو وہ لوگ ان سے روگردانی (ہی) کرتے رہے اور وہ لوگ پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے تھے کہ امن میں رہیں سو ان کو صبح کے وقت آواز سخت نے آ پکڑا سو ان کے (دنیوی) ہنر ان کے کچھ بھی کام نہ آئے اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کی درمیانی چیزوں کو بغیر مصلحت کے نہیں پیدا کیا اور ضرور قیامت آنے والی ہے سو آپ خوبی کے ساتھ درگزر کیجئے بلاشبہ آپ کا رب بڑا خالق بڑا عالم ہے اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو (نماز میں) مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا آپ اپنی آنکھ اٹھا کر بھی اس چیز کو نہ دیکھئے جو کہ ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو برتنے کے لئے دے رکھی ہے اور ان پر غم نہ کیجئے اور مسلمانوں پر شفقت رکھیے۔

تفسیر ⑧① "واٰتیناھم آیاتنا" آیات سے مراد اونٹنی اور اس کا بچہ ہے۔ پتھر سے اونٹنی کا برآمد ہونا اور بچہ دینا اور اس کا دودھ بکثرت سے ہونا۔ "فکانوا عنھا معرضین"

⑧② "وکانوا ینحتون من الجبال بیوتاً آمنین" وہ لوگ پہاڑ تراش تراش کر ان میں گھر بناتے تھے کہ امن میں رہیں۔

⑧③ "فاخذتھم الصیحة" اس عذاب کی چیخ "مصبحین" وہ اسی بستی میں داخل ہوئے صبح کے وقت۔

⑧④ "فما اغنی عنھم ما کانوا یکسبون" شرک اور برے اعمال ان کو اس عذاب سے نجات نہ دلا سکے۔ سالم بن عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے حجر میں سے گزر رہے تھے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے فرمایا تھا کہ جن لوگوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ان کی بستی میں داخل ہو تو روتے ہوئے جانا

کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آجائے جوان پر آیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اونٹنی پر سوار تھے، چادر سے منہ چھپا کر تیزی کے ساتھ اونٹنی کو دوڑاتے ہوئے وادی سے گزر گئے۔ یہ قول عبدالرزاق نے معمر رحمہما اللہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

⑧⑤"وما خلقنا السمٰوٰت والارض وما بينهما الا بالحق وانّ الساعة" اس سے مراد قیامت ہے۔ "لاٰتية" اس دن احسان کرنے والے کو احسان کے ساتھ بدلہ دیا جائے گا اور برائی کرنے والے کو برا بدلہ دیا جائے گا۔ "فاصفح الصفح الجميل" آپ ان سے اعراض کریں اور ان سے بدلہ لینے میں جلدی نہ کیجئے۔

⑧⑥"انّ ربک هو الخلّاق العليم" اپنی مخلوقات کو خوب جاننے والا ہے۔

⑧⑦"ولقد آتيناک سبعًا من المثاني" حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مثانی سے مراد سورۃ فاتحہ لی ہے۔ یہی قول قتادہ، عطاء، حسن اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ کا ہے۔

سبع مثانی اور قرآن عظیم کی تفسیر میں مختلف اقوال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُم القرآن وہ سات آیات ہیں اور مثانی بار بار پڑھی جانے والی ہے۔

"والقرآن العظيم" ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سبع مثانی سے مراد فاتحۃ الکتاب ہے اور قرآن عظیم ہے۔ سورۃ فاتحہ کو مثانی کیوں کہتے ہیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ، حسن، قتادہ کے نزدیک نماز میں بار بار یعنی ہر رکعت میں اس کو پڑھا جاتا ہے، اس لیے مثانی کہا گیا۔ بعض نے کہا کہ اس کو مثانی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ بندے اور اللہ کے درمیان تقسیم کی گئی ہے۔ اس میں آدھی تو بندے کے لیے دُعا ہے اور آدھی رب تعالیٰ کی ثناء ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ میں نے صلوٰۃ (سورۃ فاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندے کے لیے آدھا آدھا تقسیم کر دیا ہے۔

حسین بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو مثانی اس وجہ سے کہا گیا کہ اس کا نزول دو مرتبہ ہوا۔ ایک مرتبہ مکہ میں اور دوسری مرتبہ مدینہ میں۔ ہر دفعہ اس کے نزول کے وقت ستر (۷۰) ہزار فرشتے نازل ہوئے۔

مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس کو مثانی اس وجہ سے کہا گیا کہ اللہ نے اسی سورۃ کا استثناء فرمایا اور اس کو اپنے پاس ذخیرہ رکھا اور سوائے اس اُمت کے کسی اور اُمت کو نہیں دیا۔ ابوزید بلخی کا قول ہے کہ اس کو سبع مثانی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ سورۃ بھی شریروں اور بدکاروں کو بدکاری سے پھیر دیتی ہے۔ جیسا کہ عرب میں کہتے ہیں "ثنيت العنان" میں نے لگام کو پھیر دیا، موڑ دیا۔ بعض نے کہا کہ مثانی ثناء سے ہے۔ سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ سبع مثانی سے مراد سبع طوال ہیں۔ ان میں پہلی سورۃ البقرۃ اور آخری سورۃ الانفال بمع سورۃ توبہ کے۔ بعض نے کہا کہ سورۃ یونس ہے انفال کی جگہ پر۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے توریت کی جگہ سبع

طوال عطا فرمائے اور "مئین" عطا کی انجیل کی جگہ پر اور زبور کی جگہ مثانی عطا فرمائی اور مفصلات کے ساتھ مجھے فضیلت دی گئی۔

سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سبع طوال عطا کی گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھے عطا کی گئی تھیں۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تختیاں ہاتھ سے پھینک دیں تو دو سورتیں اُٹھالی گئیں چار باقی رہ گئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مثانی کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ان ساتوں سورتوں میں فرائض، حدود وامثال، خیر و شر اور عبرت آفریں الفاظ کا بار بار تذکرہ کیا گیا ہے۔

اور طاؤس رحمہ اللہ کا قول ہے کہ قرآن سارا کا سارا مثانی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "**اللّٰہ نزل احسن الحدیث کتاباً متشابھا مثانی**" قرآن کو مثانی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں واقعات وقصص کا بیان لوٹ لوٹ کر بار بار کیا گیا ہے۔ اس قول کی بناء پر سبع سے مراد سات سورتیں ہوں گی۔ اس تقدیر کی بناء پر اس سے مراد قرآن عظیم ہے اور بعض نے کہا کہ "**سبعاً من المثانی** اور قرآن عظیم مراد ہے۔

88 "**لاتمدن عینیک**" یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) "**الی ما متعنا به ازواجاً**" اس سے مراد جوڑے ہیں۔ "**منھم**" کفار کو جن چیزوں سے نوازا آپ ان کی طرف رغبت اور طمع کی نظر سے نہ دیکھیں۔ (آپ کو جو قرآن دیا گیا ہے اس کے مقابلے میں یہ ساری نعمتیں حقیر ہیں)۔ "**ولا تحزن علیھم**" تم کو جو کافروں کی طرح دُنیا میں عیش وعشرت نہیں ملی اس کی وجہ سے کچھ رنج نہ کرو۔ جہم بن اوس بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی مریم سے سنا۔ یہ عبداللہ بن رستم کے پاس سے گزرے کہ انہوں نے ابن ابی مریم سے کہا کہ میں آپ کی مجلس میں بیٹھنا چاہتا ہوں اور آپ کی باتیں سننا چاہتا ہوں، جب یہ چلے گئے تو ابن مریم نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی فاجر کی نعمت پر رشک نہ کرو، تم کو نہیں معلوم کہ مرنے کے بعد اس کو کیا پیش آئے گا۔ اللہ کے ہاں اس کا قاتل موجود ہے جو نہیں مرے گا۔ وہب بن منبہ کو جب اس حدیث کی اطلاع ملی تو انہوں نے ابوداؤد اعور کو بھیج کر دریافت کرایا کہ نہ مرنے والے قاتل کا کیا مطلب ہے؟ ابن ابی مریم نے کہا اس سے مراد ہے دوزخ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے سے نیچے والے کو دیکھو، اوپر والے کو نہ دیکھو، اللہ کی جو نعمت تم کو حاصل ہے اس کو حقیر نہ سمجھنے کے لیے یہی زیادہ مناسب ہے اور بعض نے کہا کہ یہ آیت ماقبل کے ساتھ متصل ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن کی نعمت دے کر احسان فرمایا تو اس رغبت فی الدنیا سے منع فرمایا۔

حضرت سفیان بن عیینہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان "**لیس منا من لم یتغن بالقرآن**" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جو شخص قرآن کی نعمت پا کر بے نیاز نہ ہوجائے وہ ہم میں سے نہیں۔

وَقُلْ اِنِّیْٓ اَنَاالنَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ﴿۸۹﴾ کَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَی الْمُقْتَسِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِیْنَ ﴿۹۵﴾

ترجمہ: اور کہہ دیجئے کہ میں کھلم کھلا (تم کو عذاب خدا سے) ڈرانے والا ہوں جیسا ہم نے (درعذاب) ان لوگوں پر نازل کیا ہے جنہوں نے حصے کرر کھے تھے یعنی آسمان کتاب کے مختلف اجزاء قرار دیئے تھے سو آپ کے پروردگار کی قسم (یعنی اپنی) ہم ان سب سے ان کے اعمال کی ضرور باز پرس کریں گے غرض آپ کو جس بات کا حکم کیا گیا ہے اس کو (تو) صاف صاف سنا دیجئے اور ان مشرکین کی پرواہ نہ کیجئے یہ لوگ جو ہنستے ہیں۔

تفسیر: ﴿۸۹﴾ "وقل انّی أنا النذیر المبین"

﴿۹۰﴾ "کما انزلنا علی المقتسمین" فراء کا قول ہے تمہارا ان کو عذاب سے ڈرانا جائز ہے جیسے "مقتسمین" کے عذاب کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں۔

﴿۹۱﴾ "الذین جعلوا القرآن عضین" یعنی اس کے اجزاء اور اعضاء کر دیئے۔ یعنی بعض پر وہ ایمان لے آئے اور بعض کا انکار کیا۔

مقتسمین اور عضین کی مختلف تفسیریں

مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ "المقتسمین" سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں اور قرآن سے مراد وہ کتابیں ہیں جو اہل کتاب پڑھتے تھے۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی کتاب کو پہچان تو لیا تھا مگر اس کو چھوڑ دیا تھا۔

بعض علماء نے کہا کہ "المقتسمین" سے مراد ہیں قرآن کے متعلق مختلف خیالات رکھنے والے کافر، کوئی قرآن کو جادو کہتا تھا کوئی شاعری، کوئی کہانت اور کوئی داستان پارینہ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اقسام سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کے اقوال بٹے ہوئے تھے، کوئی آپ کو جادوگر کہتا تھا کوئی شاعر، کوئی کاہن۔

مقاتل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ولید اور مغیرہ نے سولہ آدمی مکہ کی گھاٹیوں، مختلف راستوں اور موریوں پر اس غرض سے مقرر کر دیئے تھے کہ جو کوئی باہر سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس سے کہہ دیں کہ تم اس کے فریب میں نہ آنا، مقرر کردہ لوگوں میں سے کچھ لوگ تو کہیں یہ شخص دیوانہ ہے، کچھ کہیں کہ کاہن ہے اور کچھ شاعر کہیں خود ولید کعبہ کے دروازے پر جا کر بیٹھ گیا تھا، جب اس سے دریافت کیا گیا کہ کچھ لوگ ساحر کچھ شاعر کچھ مجنون کہتے ہیں، تمہارا کیا فیصلہ ہے، ولید نے کہا یہ سب باتیں ٹھیک ہیں سب لوگ سچ کہتے ہیں۔

"عضین" اس کی اصل عضوۃ ہے۔ اسی سے "عضی الشاۃ" بولا جاتا ہے۔ بکری کے اعضاء جدا جدا کر دیئے۔ اب اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کو اجزاء اجزاء کر دیا تھا۔ بعض نے اس کو جادو کہا اور بعض نے اس کو کہانت اور بعض نے اس کو

پچھلوں کی کہانیاں اور بعض نے کہا کہ یہ "عضۃ" کی جمع ہے۔ کہا جاتا ہے "عضۃ وعضین" اور بعض نے کہا کہ "عضین عضۃ" کی جمع ہے اور "عضۃ" کی اصل "عضھۃ" تھی جیسے "شفۃ" اصل میں "شفھۃ" تھا اور اس کی تصغیر "شفھیۃ" ہے۔

یہاں "عضۃ" سے مراد جھوٹ اور بہتان ہے اور بعض نے کہا "عضین عضۃ" سے مشتق ہے سحر کو کہتے ہیں۔ بعض لوگوں نے ارادہ کیا کہ اس قرآن کا نام جادو رکھ دیں۔

92 "فوربک لنسالنھم أجمعین" قیامت کے دن ضرور بضرور ان سے پوچھا جائے گا۔

93 "عما کانوا یعملون" محمد بن اسماعیل بخاری کا قول ہے کہ متعدد علماء کے نزدیک "عما کانوا یعملون" سے مراد ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کہ ہم اس کی باز پرس کریں گے۔ سوال کیا جائے کہ اس آیت اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے درمیان کیا تطبیق ہوگی۔ "فیومئذٍ لا یسأل عن ذنبہ انس ولا جان" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے کیا عمل کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے علم سے باخبر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ یہ ضرور پوچھے گا تا کہ یہ عمل تم نے ایسا کیوں کیا اور قطرب نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے فرمایا کہ سوال کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) علم حاصل کرنے کے لیے جس کو استفہامیہ سوال کیا جاتا ہے۔

(۲) زجر و توبیخ کے لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان "فیومئذٍ لایسأل عن ذنبہ" اس سے مراد استعلاء ہے۔ "لنسأ لنھم اجمعین" میں زجر و توبیخ کے لیے سوال کرنے کی صراحت ہے۔

عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قیامت کا دن بہت طویل ہے جس میں متعدد مواقف راہ اور روکے جانے کے مقامات ہوں گے۔

بعض مقامات پر اعمال کی باز پرس ہوگی۔ بعض مقامات پر کوئی سوال نہ ہوگا۔ یہی تاویل ان آیات کی ہے جس میں بولنے اور نہ بولنے کا تضاد معلوم ہوتا ہے۔ ایک آیت میں ہے "ھذا یوم لا ینطقون" اور دوسری آیت "ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون" قیامت کے دن تم رب کے پاس جھگڑا کرو گے۔

فاصدع بما تومر کی مختلف تفاسیر

94 "فاصدع بما تؤمر" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ظاہر کردو، اللہ نے اپنے رسول کو اظہار دعوت کا حکم دیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اپنا کام کر گزریے۔ ضحاک نے کہا کہ اطلاع دیدو، اعلان کردو، اخفش نے کہا کہ قرآن کے ذریعے حق کو باطل سے جدا کردو، سیبویہ نے کہا کہ جیسا تم کو حکم دیا جا رہا ہے اس کے موافق فیصلہ کرو۔

لغت میں صدع جدا کرنے اور فرق کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے دعوت کے اظہار کرنے کا حکم دیا ہے۔ عبداللہ بن عبیدہ کی روایت میں آیا ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام و

ایمان کی دعوت پوشیدہ دیا کرتے تھے۔ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ علیہ السلام کے ساتھی کھل کر سامنے آگئے۔ "واعرض عن المشرکین" سے یہ آیت قتال سے منسوخ ہے۔

⑮ "انا کفیناک المستھزئین" اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کا حکم پکار کر سناؤ، اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرو، تمہارے لیے اللہ کافی ہے، تمہارے دشمنوں سے جیسے اللہ کافی ہے مذاق کرنے والوں کے متعلق۔

استہزاء کرنے والے قریش کے بڑے بڑے سرغنہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء کرنے والے رؤسا قریش کی تعداد پندرہ تھی۔ ولید بن مغیرہ یہ سب گروہ کا سرغنہ تھا اور دوسرے سردار عاص بن وائل سہمی، اسود بن مطلب بن حارث بن اسعد بن عبدالعزی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بددعا کی تھی اور فرمایا تھا "اللّٰھم اعم بصرہ" اے اللہ! اس کو اندھا کردے، اس کو لاولد کردے۔ اسود بن عبد یغوث بن وہب بن عبد مناف بن زہرۃ۔ حارث بن قیس بن الطلالۃ۔

حضرت جبرئیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اس وقت ٹھٹھا کرنے والے کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ ولید بن مغیرہ آپ کی طرف سے گزرا، اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہوگئے اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے نزدیک یہ کیسا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا برا بندہ ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ کا کام پورا کردیا گیا۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ولید کی پنڈلی کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ ایک روز ولید کسی خزاعی آدمی کی طرف سے ہوکر نکلا، وہ شخص اپنے تیروں کے پَر ٹھیک کر رہا تھا۔ ولید اس وقت یمنی چادر اوڑھے تہبند زمین میں کھینچتا ہوا چل رہا تھا۔ خزاعی شخص کے تیر کی بوری ولید کے تہبند سے اٹک گئی۔ انتہائی غرور کے ساتھ نیچے جھک کر بوری کو تہبند سے نکالنا گوارہ نہ کیا اور زور سے اپنی پنڈلی کو دے ٹپکا، بوری سے پنڈلی میں خراش لگ گئی اور اسی خراش سے یہ مرگیا۔

اسی طرح عاص بن وائل بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ یہ کیسا بندہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، بُرا بندہ ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عاص کے پاؤں کے تلووں کی طرف اشارہ کرکے کہا آپ کا کام ہوگیا۔ چنانچہ ایک روز عاص تفریح کرنے کے لیے اونٹنی پر سوار ہوکر اپنے دونوں لڑکوں کو ساتھ لے کر مکہ سے باہر نکلا اور کسی گھاٹی میں جا کر اُترا، وہاں کپڑے کا کوئی ٹکڑا تھا، عاص نے اس پر قدم رکھا، کپڑے میں کوئی کانٹا تھا، کانٹا اس کے تلووے میں چبھ گیا۔ عاص فوراً چلایا کہ مجھے کسی کیڑے نے ڈس لیا، لوگوں نے تلوے کو دیکھا لیکن ڈھونڈنے کے بعد بھی کوئی چیز نظر نہ آئی، ٹانگ سوج کر اونٹ کی گردن کی طرح ہوگئی، آخر وہیں اسی وقت واصل جہنم ہوگیا۔

اسی طرح اسود بن مطلب کا گزر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سوال کرنے

پر جواب دیا کہ یہ بُرا بندہ ہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پہلے کی طرح کہا اور اس کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا اور وہ نابینا ہو گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک سبز پتہ اسود پر مارا، اس سے وہ اندھا ہو گیا اور آنکھوں میں اتنا درد ہوا کہ وہ اپنا سر دیوار پر مارنے لگا، آخر وہ اسی مرض میں مر گیا۔

کلبی رحمہ اللہ کی روایت کا بیان ہے کہ اسود اپنے غلام کے ساتھ درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور اس کا سر درخت کے ساتھ پٹخنے لگے اور منہ پر کانٹے مارنے لگے۔ اسود نے خوب شور برپا کیا اور غلام سے مدد طلب کی۔ غلام نے کہا کہ مجھے تو کچھ نظر نہیں آتا، آپ خود ہی یہ حرکت کررہے ہیں، اس پر وہ کہنے لگا کہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب نے قتل کردیا، یہ کہتے کہتے مر گیا۔

اور اسود بن یغوث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہو؟ فرمایا یہ بُرا بندہ ہے۔ باوجود یہ کہ میرے ماموں کا بیٹا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ اس کے متعلق فکرمندمت ہوئیے اور اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا جس سے اس کا استسقاءِ بطن ہو گیا اور مر گیا۔

کلبی رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ اسود گھر سے نکلا، باہر گرمی کی لُو لگ رہی تھی، لُو لگنے سے اس کا رنگ کالے حبشی کی طرح ہو گیا، گھر کو لوٹا تو گھر والوں نے اسے پہچانا بھی نہیں اور باہر نکال کر دروازہ بند کرلیا۔ اسی حالت میں وہ مر گیا اور مرتے مرتے کہتا رہا مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب نے قتل کیا ہے۔

حارث بن قیس کے متعلق بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا تھا کہ یہ بُرا بندہ ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حارث کے سر کی طرف اشارہ کرکے کہا تھا کہ آپ کا کام کردیا گیا۔ اب آپ کو ضرورت نہیں۔ چنانچہ اس کی ناک سے پیپ کی ریزش ہونے لگی، اسی سے وہ بھی مر گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حارث بن قیس نے نمکین مچھلی کھائی تھی جس سے پیاس کی شدت ہوگئی اور برابر پانی پیتا رہا۔ آخر پیٹ پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ اس آیت "اِنَّا کفینک المستھزئین" کا مطلب یہی ہے۔

الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿96﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّکَ یَضِیْقُ صَدْرُکَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ ﴿97﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ﴿98﴾ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ ﴿99﴾

ترجمہ (اور) اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیتے ہیں ان سے آپ کے لئے ہم کافی ہیں سو ان کو بھی معلوم ہوا جاتا ہے اور واقعی ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ جو باتیں کرتے تھے اس سے آپ تنگدل ہوتے ہیں سو (اس کا علاج یہ ہے) کہ آپ اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کرتے رہئے اور نمازیں پڑھنے والوں میں رہئے اور آپ اپنے رب کی

عبادت کرتے رہیے یہاں تک کہ آپ کو موت آجاوے۔

تفسیر 96 "الذین یجعلون مع اللّٰہ الٰھا اخر فسوف یعلمون"

بعض نے کہا کہ وہ لوگ استہزاء اور بعض قرآن کو مانتے اور بعض کو نہ مانتے یعنی تقسیم کرتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ، سورۃ نحل، سورۃ نمل اور سورۃ عنکبوت نازل فرمائی تو یہ لوگ جمع ہوکر کہنے لگے اور قرآن کے متعلق مذاق اُڑانے لگے اور کہنے لگے کہ یہ سورۃ البقرہ ہے یہ سورۃ النمل ہے اور کہتے دیکھو یہ سورۃ عنکبوت ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی۔

97 "ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون

98 فسبح بحمد ربک" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے۔ "وکن من الساجدین" ساجدین سے مراد ہیں تواضع اور اظہار فروتنی کرنے والے۔ ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ "فسبح بحمد ربک" سے مراد سبحان اللہ اور "من الساجدین" سے مراد نماز پڑھنے والے مراد ہیں۔ روایت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی مشکل کام پیش آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف رجوع فرماتے۔

99 "واعبد ربک حتی یاتیک الیقین" یقین سے مراد ہے موت۔ یعنی ہر زندہ کے لیے موت کا آنا یقینی ہے۔ ایسا ہی سورۃ مریم میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا "او صانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیًّا"

حضرت جبیر بن نفیر کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے مال جمع کرنے اور تاجر نہ بن جانے کا حکم بذریعہ وحی نہیں دیا گیا بلکہ میرے پاس تو وحی بھیجی گئی کہ "سبح بحمد ربک وکن من الساجدین واعبد ربک حتی یاتیک الیقین"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر کو مینڈھے کی کھال اوڑھے اور اسی کا نطاق باندھے سامنے سے آتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا، اس کو دیکھو، اللہ نے اس کے دل کو نورانی کردیا۔ میں نے وہ وقت بھی اس کا دیکھا تھا کہ اس کے ماں باپ اس کو اعلیٰ قسم کی غذا کھلاتے پلاتے تھے۔ ایک جوڑا اس کے بدن پر دو سو درہم کا تھا لیکن اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے اس کی یہ حالت کردی جو تمہارے سامنے ہے۔ واللہ اعلم

سُورۃ النّحل

یہ سورۃ مکی ہے۔اس میں ایک سو اٹھائیس آیات ہیں۔سوائے آخری تین آیات کے
"وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به" سے آخر سورۃ تک۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ① یُنَزِّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ②

ترجمہ: خدا تعالیٰ کا حکم آ پہنچا سو تم اس میں جلدی مت مچاؤ وہ لوگوں کے شرک سے پاک و برتر ہے وہ فرشتوں (کی جنس یعنی جبرئیل) کو وحی یعنی اپنا حکم دے کر اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں (یعنی انبیاء پر) نازل فرماتے ہیں یہ کہ خبردار کردو کہ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو مجھ سے ڈرتے رہو۔

تفسیر: ① "اتی" اللہ کا حکم آ گیا اور قریب آ گیا۔ "امر اللّٰہ" ابن عرفہ نے کہا کہ جس چیز کی یقینی توقع ہو عرب اس کے لیے کہتے ہیں وہ چیز ہوگئی یا وہ کام بعد میں متوقع پذیر ہونے والا ہو اس کو ماضی سے تعبیر کرتے ہیں۔یعنی اللہ کا امر آ گیا۔"فلا تستعجلوہ" اس کے وقوع پذیر ہونے میں جلدی نہ کرو۔ "امر اللّٰہ" کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد قیامت ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے "اقتربت الساعۃ" تو کفار ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ شخص کہتا ہے کہ پچھلی گھڑی قریب آ گئی تم اپنے بعض کاموں کو چھوڑ دو تا کہ تم بھی دیکھ لو کہ آخر کیا ہونے والا ہے۔جب کوئی چیز نازل نہ ہوئی تو کہنے لگے تم جس چیز سے ہم کو ڈرا رہے ہو اس کا تو نام ونشان بھی نہیں پیدا ہوا۔اس پر آیت "اقترب للناس حسابھم" نازل ہوئی۔یہ آیت سن کر کافر خوفزدہ ہوگئے۔پھر کچھ مدت تک مزید انتظار کیا لیکن طویل انتظار کے بعد بھی کچھ نہ ہوا تو کہنے لگے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم ہم کو ڈراتے ہو اور ہوا کچھ بھی نہیں اس وقت "اتی امر اللّٰہ" نازل ہوئی۔اس جملہ کے سننے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے جلدی کھڑے ہوئے اور لوگوں نے اپنا سر اوپر اُٹھا کر دیکھا اور خیال کیا کہ قیامت حقیقت میں آ ہی گئی۔اس پر "فلا تستعجلوہ" نازل ہوا۔اس وقت لوگوں کو اطمینان ہوا۔استعجال کسی چیز کو وقت سے پہلے طلب کرنا جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اور قیامت کو ان دونوں کی طرح بھیجا گیا ہے۔آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے دونوں انگلیوں سبابہ اور وسطی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ قریب ہے کہ وہ مجھ تک سبقت کر جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قیامت کی علامات میں سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا گیا اور اثناء راہ میں آپ آسمان والوں کی طرف سے گزرے تو اہل سماوات نے کہا اللہ اکبر قیامت برپا ہوگئی اور بعض نے کہا کہ امر سے مراد یہاں جھٹلانے والوں کی سزا اور عذاب تلوار کے ذریعے۔ اس کا واقعہ یہ ہوا کہ نضر بن حارث نے کہا تھا اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کردے۔ پس کافروں نے وقت سے پہلے عذاب کی مانگ کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور نضر کو بدر کے دن قتل کیا گیا۔

"سبحانه و تعالٰی عما یشرکون" جن اوصاف کے ساتھ یہ مشرکین متصف کرتے ہیں اللہ ان سے پاک ہے۔

② **"ینزل الملائکة"** عام قراء نے یاء کے ضمہ اور زاء کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ **"والملائکة"** منصوب ہے۔ یعقوب نے تاء کے فتحہ کے ساتھ اور زاء کے فتحہ کے ساتھ اور والملائکہ کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ **"بالروح"** اس سے مراد وحی ہے اس کو روح کے ساتھ تعبیر کیا کیونکہ اس سے دل اور حق زندہ ہوتا ہے۔ عطاء رحمہ اللہ کا قول ہے کہ نبوت مراد ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد رحمت ہے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں روح سے مراد مع الروح ہے اس سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ **"من امرہ علی من یشاء من عبادہ أن انذروا"** تم جان لو۔ **"انه لا الٰه الا أنا فاتقون"** اس کا معنی ہے کہ ان کو حکم کرو، اس فرمان (لا الٰہ الا اللہ) کے ساتھ اور ڈراؤ، خوف دلاؤ قرآن کے ساتھ۔ اگر وہ ایسا کلمہ نہ کہیں تو پھر ان کو ڈراؤ۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ③ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ④ وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِیْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ⑤ وَلَكُمْ فِیْهَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَحِیْنَ تَسْرَحُوْنَ ⑥ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰی بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِیْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ⑦ وَّالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِیْنَةً ؕ وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ⑧

(ترجمہ) آسمانوں کو اور زمین کو حکمت سے بنایا وہ ان کے شرک سے پاک ہے (اور) انسان کو نطفہ سے بنایا پھر وہ یکا یک کھلم کھلا جھگڑنے لگا اور اسی نے چوپایوں کو بنایا اس میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو اور ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جبکہ (ان کو) شام کے وقت لاتے ہو اور جبکہ (ان کو) صبح کے وقت چھوڑ دیتے ہو۔ اور وہ تمہارے بوجھ بھی (لادکر) اپنے شہر کو لے جاتے ہیں جہاں تم بدوں جان کو محنت میں ڈالے ہوئے (خود بھی) نہیں پہنچ سکتے تھے واقعی تمہارا رب بڑی شفقت اور رحمت والا ہے اور گھوڑے اور خچر اور گدھے بھی پیدا کیے تا کہ ان پر سوار ہو اور نیز زینت کے لئے بھی اور وہ ایسی ایسی چیزیں بناتا ہے جن کی تم کو خبر بھی نہیں۔

تفسیر ③"خلق السمٰوٰت والارض بالحق تعالٰی عمّا یشرکون" ان کے شرک سے اللہ تعالیٰ بالاتر ہے۔

④"خلق الانسان من نطفۃٍ فاذا ھو خصیم" باطل پر جھگڑنے والا۔ "مبین" اس آیت کا نزول ابی بن خلف جمحی کے متعلق ہوا کہ یہ بعث بعد الموت کا منکر تھا۔ یہ ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آیا اور کہنے لگا کہ کیا آپ یہ کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو بوسیدہ ہونے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا، اس کے لیے اللہ رب العزت نے "وضرب لنا مثلاً و نسی خلقہ" نازل فرمائی۔ صحیح یہ ہے کہ یہ آیت اپنے عموم پر ہے اور اس میں قدرت کا بیان ہے اور جو قبیح فعل کرتے تھے اس کو ظاہر کر دیا کہ اللہ نے ان پر جو نعمتیں کی ہیں ان پر انکار کرتے ہیں۔

⑤"والانعام خلقھا" انعام سے مراد اِبل، گائے، بکریاں ہیں۔ "لکم فیھا دِفْءٌ" جانوروں کے بال، اون کو تم لباس بنا کر پہنتے ہو اور کمبل وغیرہ سردی سے بچاؤ کے لیے استعمال کرتے ہو۔ "ومنافع" اس سے مراد افزائش نسل، دودھ، بار برداری، سواری کے منافع ہیں۔ "ومنھا تاکلون" یعنی ان کے گوشت تم کھاتے ہو۔

⑥"ولکم فیھا جمال" اس سے مراد زینت ہے۔ "حین تریحون" جب تم اپنے چوپایوں کو شام کے وقت چرا کر لاتے ہو۔ "وحین تسرحون" جب تم صبح کے وقت اپنے گھروں سے چراگاہ کی طرف چرانے کے لیے لے جاتے ہو۔ یہاں رواح کو مقدم کیا کیونکہ منافع راحت کے بعد لی جاتی ہیں اور مالک کو اپنا منافع لے کر اس کو سکون حاصل ہوتا ہے۔

⑦"وتحمل اثقالکم" سامان کو لاد کر ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف لے جاتے ہیں۔ "الی بلد" دوسرے شہر لے جاتے ہیں۔ عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بلد سے مراد مکہ ہے۔ "لم تکونوا بالغیہ الا بشق الانفس" بوجھ اُٹھانے کی مشقت اور کوشش۔ شق کہتے ہیں کسی چیز کے دو حصے کر دینا۔ تم ان تک نہیں پہنچ سکتے مگر نقصان کے ساتھ، جسم کی تکلیف کے ذریعے یا سامان کے نقصان کے ذریعے۔ ابوجعفر کا قول ہے کہ "بشَق شین کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ اس میں دو لغتیں ہیں۔ مثل رَطل اور رِطل کے۔

"انّ ربکم لرؤف رحیم" یہ منافع تمہارے لیے پیدا کیے۔

⑧"والخیل" اور گھوڑے کو پیدا کیا۔ اس سے مراد جنس ہے نہ کہ ایک ہی اونٹ۔ جیسے کہ نساء جنس ہے اور سماء جنس ہے۔ "والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ" اور ان کو تمہارے لیے زینت بنایا ان منافع کے ساتھ ساتھ۔

گھوڑے اور خچر کے گوشت کا حکم

اس آیت سے گھوڑے کے گوشت کی حرمت کا استدلال کیا گیا۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ اس پر یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ اس آیت میں سواری کرنے کا حکم دیا نہ کہ کھانے کا۔ یہی قول امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کا ہے اور ایک جماعت نے گھوڑے کے گوشت کھانے کو مباح قرار دیا۔ یہ قول حسن، شریح، عطاء، سعید بن جبیر رحمہم اللہ کا ہے اور یہی قول امام شافعی اور اسحاق رحمہما اللہ کا ہے جو حضرات اس کی اباحت کے قائل ہیں ان کے نزدیک آیت کا مطلب

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس کی حلت وحرمت بیان نہیں کی بلکہ اپنے بندوں پر اپنے انعامات کو جتلایا ہے اور اپنے بندوں پر متنبہ کیا ہے اپنی کمال قدرت وحکمت کو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گدھے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا اور گھوڑے کے گوشت کھانے کی رُخصت دی۔ عطاء بن ابی الرباح حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گھوڑے کا گوشت کھاتے تھے اور خچر وگدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ خالد بن ولید سے روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا اور خچر اور گدھے کا گوشت کھانے سے بھی منع فرمایا۔ امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ "**ویخلق مالا تعلمون**" یعنی جنت میں مؤمنوں کے لیے اور دوزخ میں کافروں کے لیے ایسی ایسی راحتیں اور تکلیفیں پیدا کی ہیں جن کا تمہیں پتہ بھی نہیں نہ کسی آنکھ نے ان کو دیکھا نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی شخص کے دل میں اس کا خیال آیا۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ نباتات میں گھن (ایک قسم کا کیڑا) کا لگنا اور پھلوں میں کیڑوں کا ہونا۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ⑨ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ⑩ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ⑪ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ⑫

ترجمہ: اور سیدھا رستہ اللہ تک پہنچتا ہے اور بعضے رستے ٹیڑھے بھی ہیں اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کو (منزل) مقصود تک پہنچا دیتا وہ ایسا ہے جس نے تمہارے واسطے آسمان سے پانی برسایا جس سے تم کو پینے کو ملتا ہے اور اس (کے سبب) سے درخت (پیدا ہوتے) ہیں جن میں تم چرنے چھوڑ دیتے ہو (اور) اس (پانی) سے تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل (زمین سے) اگاتا ہے بیشک اس میں سوچنے والوں کے لئے (توحید کی) دلیل (موجود) ہے اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو (اپنا) مسخر (قدرت) بنایا اور ستارے (بھی) اس کے حکم سے مسخر ہیں بیشک اس میں (بھی) لوگوں کے لئے چند دلیلیں (موجود) ہیں۔

تفسیر: ⑨ "**وعلی اللہ قصد السبیل**" گمراہی سے ہدایت کے راستے کی طرف رہنمائی کا بیان ہے۔ بعض نے کہا کہ حق کو بیان کرنا نشانیوں اور دلائل کے ساتھ اور قصد سے مراد صراطِ مستقیم ہے۔ "**ومنہا جائر**" راہ مستقیم سے یا اللہ کے رُخ سے کٹا ہوا۔ "**قصد من السبیل**" سے مراد دین اسلام ہے اور "**جائر**" سے مراد یہودیت ونصرانیت ہے یا تمام مذاہب کفار ہیں۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قصد السبیل سے شریعت اور فرائض کا بیان ہے۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سہل

بن عبداللہ کے نزدیک قصد السبیل سے مراد سنت ہے اور "ومنها جائر" سے مراد خواہشات اور بدعات ہیں۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان "وانّ هذا صراطي مستقيمًا فاتبعوه ولا تتبعوا السبل"...... "ولو شاء لهداكم اجمعين" اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان "ولو شئنا لاتينا كل نفس هداها" اگر ہم چاہتے تو ہر ایک نفس کو ہدایت دے دیتے۔

⑩ "هو الذی انزل من السماء ماء لکم منه شرابٌ" جس سے تم پیتے ہو۔ "ومنه شجر" اس پانی کے ساتھ تم اپنے درختوں کو پلاتے ہو اور تمہاری کھیتی کا ذریعہ ہیں۔ "فيه" ان درختوں میں "تسيمون" اس میں تم اپنے مویشی چراتے ہو۔

⑪ "ينبت لكم" نازل کردہ پانی سے تمہارے لیے کھیتی وغیرہ پیدا کرتا ہے۔ ابوبکر نے عاصم کے حوالے سے "ننبت" نون کے ساتھ پڑھا ہے۔ "الزرع والزيتون ...... تا ...... لقوم يتفكرون"

⑫ "وسخرلكم" تمہارے لیے ان کو مسخر کرلیا۔ "الليل ...... تا ...... مسخرات" ان تمام اشیاء کو تمہارے تابع کرلیا۔ "بامره" اس کے حکم سے حفص اور عاصم نے "والنجوم مسخرات" کو مرفوع پڑھا ہے مبتدا ہونے کی وجہ سے۔ "ان فی ذلک لایات لقوم یعقلون"

وَمَا ذَرَاَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّکَّرُوْنَ ⑬ وَھُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْکُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَی الْفُلْکَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ⑭ وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَبِکُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ ⑮ وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ ⑯ اَفَمَنْ یَّخْلُقُ کَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ⑰ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ⑱

ترجمہ: اور ان چیزوں کو بھی (بنایا) جن کو تمہارے لئے زمین میں اس طور پر پیدا کیا کہ ان کے اقسام مختلف ہیں بیشک اس میں (بھی) سمجھدار لوگوں کے لئے دلیل (توحید موجود) ہے اور وہ ایسا ہے کہ اس نے دریا کو (بھی) مسخر بنایا تا کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے (موتیوں کا) گہنا نکالو جس کو تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ اس (دریا) میں (اس کا) پانی چیرتی ہوئی چلی جارہی ہیں اور تا کہ تم خدا کی روزی تلاش کرو اور تا کہ شکر کرو اور اس نے زمین میں پہاڑ رکھ دیئے تا کہ وہ (زمین) تم کو لے کر ڈگمگانے (اور ہلنے) نہ لگے اور اس نے نہریں اور رستے بنائے تا کہ منزل مقصود تک پہنچ سکو اور بہت سی نشانیاں بنائیں اور ستاروں سے بھی لوگ راستہ معلوم کرتے ہیں سو کیا جو شخص پیدا کرتا ہو وہ اس جیسا ہو جاوے گا جو پیدا نہیں کرسکتا پھر کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو تو (کبھی) نہ گن سکو واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔

تفسیر: ⑬ "وما ذرأ" اور تمہارے لیے ان چیزوں کو پیدا کیا۔ "لکم" تمہارے لیے ان پیدا کی ہوئی اشیاء کو مسخر کیا۔

"فی الارض" خواہ ان پیدا کردہ اشیاء کا تعلق دواب کے ساتھ ہو، درختوں کے ساتھ ہو اور پھلوں کے ساتھ ہو وغیرہ۔ "مختلفًا" منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے۔ "الوانہ ان فی ذلک لایۃ لقوم یذکرون" اس کا اعتبار کرتے ہیں۔

⑭ "وھو الذی سخر البحر لتاکلوا منہ لحمًا طریًّا" اس سے مراد مچھلی ہے۔ "وتستخرجوا منہ حلیۃ تلبسونھا" حلیۃ سے مراد موتی اور زیور ہے۔ "وتری الفلک مواخر فیہ" اس میں کشتیاں چلتی ہیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس کا ترجمہ ہے آنے جانے والی۔ ایک جاتی ہے اور دوسری آتی ہے۔ باجود یہ کہ ہوا کی رفتار ایک ہی ہے۔ حسن رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد بھری ہوئی، فراء اور اخفش کا قول ہے پانی کو اپنے دونوں بازوؤں سے پھاڑنے والیاں۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے ہواؤں کی رفتار کے سامنے سے کشتیاں آتی ہیں اور ہواؤں کو پھاڑتی ہیں۔ مخر اصل میں کہا جاتا ہے پانی کو پھاڑنا یا کشتی کی آواز۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب کسی کو پیشاب کرنے کا ارادہ ہو تو ہوا کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے۔ حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اپنی پیٹھ ہوا کے مقابل کر دو تا کہ ہوا پھٹ کر دائیں بائیں سے نکل جائے اور پیشاب بھی تمہارے جسم کی طرف عود کر کے نہ آئے۔

ابو عبیدہ کا قول ہے کہ تیز ہوا چلنے کے وقت جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کو مخر کہا جاتا ہے۔ "ولتبتغوا من فضلہ" اس کے ذریعے اپنا فضل (تجارت) تلاش کرو۔ "ولعلکم تشکرون" جب تم دیکھو کہ اللہ کی تمام بنائی ہوئی اشیاء تمہارے لیے مسخر کر دی ہیں اس پر تم اللہ کا شکر ادا کرو۔

⑮ "والقی فی الارض رواسی أن تمید بکم" تا کہ وہ حرکت نہ کرے اور ایک دوسرے کی طرف مائل نہ ہو۔ مید اضطراب کو کہا جاتا ہے اور اس پر کسی چیز کا نہ ٹھہرنا اور بعض نے کہا کہ اس سے وہ جگہ مراد ہے جہاں کشتیاں آ کر رُکتی ہیں۔

وہب کا قول ہے جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ لرز رہی تھی۔ فرشتے کہنے لگے کہ یہ تو اپنی پشت پر کسی کو قرار نہیں پکڑنے دے گی لیکن جونہی صبح ہوئی تو زمین کے اندر پہاڑ قائم ہو گئے اور فرشتوں کو معلوم بھی نہ ہوا کہ کہاں سے پیدا ہوئے۔ "وانھارا وسبلاً" اور اس زمین میں مختلف قسم کی نہریں پیدا کی ہیں اور مختلف قسم کے راستے بنائے ہیں۔ "لعلکم تھتدون" تم ان راستوں کے ذریعے ہدایت کا راستہ حاصل کرو گمراہ ہونے سے بچو۔

⑯ "وعلامات" ان راستوں پر کچھ نشانیاں بھی بنائی ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہاں کلام پورا ہو گیا۔ آگے پھر نئے کلام کی ابتداء کی۔

وبالنجم ھم یھتدون کی مختلف تفاسیر

"وبالنجم ھم یھتدون" محمد بن کعب اور کلبی رحمہما اللہ کا بیان ہے کہ علامات سے مراد پہاڑ ہیں۔ دن کے وقت پہاڑوں سے راستہ معلوم ہوتا ہے اور رات کے وقت ستاروں سے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد تمام ستارے ہیں جن کے ذریعے علامات پہچانی جاتی ہیں اور ان کے ذریعے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔

سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ النجم سے مراد ثریا ہے بنات النعش اور دونوں فرقد، جدی ان سے لوگ راہ بھی معلوم کر لیتے ہیں

اور جہت قبلہ بھی اور قتادہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو تین وجوہ سے پیدا کیا آسمان کی زینت کے لیے، راستے معلوم کرنے کے لیے اور شیطان کو مارنے کے لیے اور جن لوگوں نے کہا کہ ستاروں کو اس کے علاوہ بھی پیدا کیا تو انہوں نے تکلف سے کام لیا اور ان کے پاس اس کا علم بھی نہیں۔

⑰ "أفمن يخلق" اللہ تعالیٰ نے نہیں پیدا کیا۔ "كمن لا يخلق" یعنی ان بتوں نے۔ "افلا تذكرون"

⑱ "وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها ان الله لغفورٌ" تمہارے گناہوں کی پاداش میں، وہ اپنی نعمتوں کو منقطع نہیں کرتا۔ "رحیم" تمہارے لیے نعمتوں کو وسیع قرار دی ہیں۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ⑲ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ⑳ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ㉑ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ㉒ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ㉓

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ تمہارے پوشیدہ اور ظاہری احوال سب جانتے ہیں اور جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی مخلوق ہیں وہ (معبودین) مردے (بے جان) ہیں زندہ نہیں اور ان کو خبر نہیں وہ مردے کب اٹھائے جاویں گے تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے پس جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل (معقول بات سے) منکر ہو رہے ہیں اور وہ (قبول حق سے) تکبر کرتے ہیں (اور) ضروری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے احوال پوشیدہ وظاہر کو جانتے ہیں یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

تفسیر: ⑲ "والله يعلم ما تسرون وما تعلنون"

⑳ "والذين يدعون من دون الله" جو پکارتے ہیں بتوں کو، عاصم اور یعقوب نے "يدعون" یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ "لايخلقون شيئًا وهم يخلقون"

㉑ "اموات" یہ بت بے جان ہیں۔ "غير احياء وما يشعرون" یہ بت شعور نہیں رکھتے۔ "ايّان" کہ قیامت کب آئے گی۔ "يبعثون" قرآن اس پر دلالت کرتا ہے کہ قیامت کے دن ان بتوں کو حاضر کیا جائے گا اور ان کو زندگی دی جائے گی، یہ بت ان کے پجاریوں سے برأت کر لیں گے۔ بعض نے کہا کہ کفار کو معلوم نہیں کہ بتوں کو کب اُٹھایا جائے گا۔

㉒ "الهكم اله واحد فالذين لا يؤمنون بالاخرة قلوبهم منكرة" اس کا معنی ہے "جاحدةٌ" انکار کرنا۔ "وهم مستكبرون" اور وہ قبول حق سے تکبر کرتے ہیں۔

㉓ "لاجرم" حق بات ہے۔ "انّ الله يعلم ما يسرون وما يعلنون انه لا يحب المستكبرين" حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ایک ذرہ برابر تکبر ہوگا اور وہ شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں سے بعض لوگ چاہتے ہیں کہ ان کا لباس خوبصورت ہو، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ جمال والا ہے، جمال کو پسند کرتا ہے، تکبر حق سے روگردانی اور لوگوں کو حقیر سمجھنے سے ہوتا ہے۔ (بعض نے کہا کہ حق کے مقابلے میں مغرور ہو جانا اور حق کو حق نہ جاننا)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّا ذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَاۗقُّوْنَ فِيْهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْۗءَ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٧﴾

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ وہ تو محض بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آ رہی ہیں نتیجہ اس (کہنے) کا یہ ہوگا کہ ان لوگوں کو قیامت کے دن اپنے گناہوں کا پورا بوجھ اور جن کو یہ لوگ بے علمی سے گمراہ کر رہے تھے ان کے گناہوں کا بھی کچھ بوجھ اپنے اوپر اٹھانا پڑے گا خوب یاد رکھو کہ جس گناہ کو یہ اپنے اوپر لاد رہے ہیں وہ بڑا بوجھ ہے (اور) جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بڑی بڑی تدبیریں کیں سو اللہ تعالیٰ نے ان کا بنا بنایا گھر جڑ بنیاد سے ڈھا دیا پھر اوپر سے ان پر چھت آ پڑی اور (علاوہ ناکامی کے) ان پر (خدا کا) عذاب ایسی طرح آیا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا اور یہ کہے گا کہ میرے شریک جن کے بارے میں تم لڑا جھگڑا کرتے تھے (وہ اب) کہاں ہیں جاننے والے کہیں گے کہ آج پوری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے۔ جن کی جان فرشتوں نے حالت کفر پر قبض کی تھی (یعنی) آخر وقت تک کافر رہے۔

تفسیر ㉔ "واذا قیل لھم" وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لائے۔ یہ مشرکین مکہ تھے ان کی سزائیں تقسیم کر دی ہیں جب کہ انہوں نے حاجیوں سے سوال کیا۔ "ماذا انزل ربکم قالوا اساطیر الاوّلین" پچھلوں کی باتیں ہیں یا وہی باطل حکایتیں ہیں۔

㉕ "لیحملوا" کہ وہ اُٹھائیں گے "اوزارھم" اپنے نفسوں کے گناہ "کاملۃ" یہاں کمال کو ذکر کیا کیونکہ جب ان کو دنیا میں مصیبتوں نے گھیر لیا تو ان کے پاس کوئی نیکیاں نہیں تھیں جو ان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتیں۔ "یوم القیامۃ ومن اوزار الذین یضلونھم بغیر علم" بغیر دلیل کے ان کو ایمان سے روکتے تھے۔ "الاساء ما یزرون" جو گناہ وہ اپنے اوپر لاد رہے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص ہدایت کی طرف بلائے گا اس پر بھی اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا گناہ کرنے والے پر اور گناہ کرنے والے کے بوجھ سے اس میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

18

قد مکر الذین من قبلھم سے کون مراد ہے

㉖ "قد مکر الذین من قبلھم" اس سے مراد نمرود بن کنعان ہے اور اس نے آسمان کی طرف چڑھنے کے لیے بابل میں ایک اونچی عمارت بنوائی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور وہب کا بیان ہے کہ اس عمارت کی اونچائی پانچ ہزار ذراع تھی۔ کعب اور مقاتل کا بیان ہے کہ اس کی بلندی دو فرسخ تھی۔ لیکن تیز آندھی آنے کی وجہ سے وہ سمندر میں جاگری اور اس کا کچھ ان لوگوں پر گر پڑا جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہوگئے۔ جب ان پر وہ عمارت گری تو وہ اپنی زبان کے ساتھ جزع فزع کرنے لگے اور وہ ایک دوسرے کو تہتر زبانوں میں پکارنے لگے۔ اسی وجہ سے اس کا نام بابل پڑ گیا۔ اس سے پہلے ان لوگوں کی زبانیں سریانی تھیں۔ اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا "فاتی اللہ بنیانھم من القواعد" ان کے بنائے ہوئے گھر کو جڑ سے اُکھاڑ دیا۔ "فخرّ علیھم السقف" اور وہ عمارت ان کے گھروں کی چھتوں پر آ گری۔ "من فوقھم و أتاھم العذاب من حیث لایشعرون" وہ اپنے امن میں تھے کہ اچانک ان پر عذاب آ گیا۔

㉗ "ثم یوم القیامۃ یخزیھم" ان کو عذاب کے ذریعے مزید رُسوا کرے گا۔ "ویقول أین شرکائی الذین کنتم تشاقون فیھم" جس وجہ سے تم مؤمنین کی مخالفت کرتے تھے، تم ان کو حاضر نہیں کرسکو گے تاکہ وہ تمہارے سے عذاب کو دور کریں۔ نافع نے "تشاقون" نون کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اضافت کی بناء پر اور دوسرے حضرات نے فتحہ کے ساتھ پڑھا۔ "قال الذین اوتوا العلم" اس سے مراد مؤمنین ہیں۔ "انّ الخزیٔ" بلاشبہ ان کے ذلت "الیوم والسوء" عذاب ہے۔ "علی الکافرین"

الَّذِیۡنَ تَتَوَفّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ فَاَلۡقَوُا السَّلَمَ مَا کُنَّا نَعۡمَلُ مِنۡ سُوۡٓءٍ ؕ بَلٰۤی اِنَّ اللّٰهَ عَلِیۡمٌۢ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ㉘ فَادۡخُلُوۡۤا اَبۡوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ؕ فَلَبِئۡسَ مَثۡوَی الۡمُتَکَبِّرِیۡنَ ㉙ وَقِیۡلَ لِلَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا مَا ذَاۤ اَنۡزَلَ رَبُّکُمۡ ؕ قَالُوۡا خَیۡرًا ؕ لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِیۡ هٰذِهِ الدُّنۡیَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الۡاٰخِرَةِ خَیۡرٌ ؕ وَلَنِعۡمَ دَارُ الۡمُتَّقِیۡنَ ㉚ جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَهَا تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ لَهُمۡ فِیۡهَا مَا یَشَآءُوۡنَ ؕ کَذٰلِکَ یَجۡزِی اللّٰهُ الۡمُتَّقِیۡنَ ㉛ الَّذِیۡنَ تَتَوَفّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ طَیِّبِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمُ ادۡخُلُوا الۡجَنَّةَ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ㉜

ترجمہ: پھر کافر لوگ صلح کا پیغام ڈالیں گے کہ ہم تو کوئی برا کام نہ کرتے تھے کیوں نہیں بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے سو جہنم کے دروازوں میں (سے جہنم میں) داخل ہو جاؤ (اور) اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو غرض تکبر کرنے والوں کا وہ برا ٹھکانا ہے اور جو لوگ شرک سے بچتے ہیں ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے وہ کہتے ہیں کہ بڑی خیر نازل فرمائی ہے جن لوگوں نے نیک کام کیے ان کے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور عالم

آخرت تو اور زیادہ بہتر ہے اور واقعی وہ شرک سے بچنے والوں کا اچھا گھر ہے وہ گھر ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں یہ داخل ہوں گے ان باغوں کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جس چیز کو ان کا جی چاہے گا وہاں ان کو ملے گی (بلکہ) اسی طرح کا عوض اللہ تعالیٰ سب شرک سے بچنے والوں کو دے گا جن کی روح فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (شرک سے) پاک ہوتے ہیں وہ (فرشتے) کہتے جاتے ہیں السلام علیکم تم جنت میں چلے جانا اپنے اعمال کے سبب۔

تفسیر ㉘ "**الذین تتوفاھم الملائکۃ**" جن کی جان فرشتوں نے قبض کر لی تھی۔ حمزہ نے "**یتوفاھم**" یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور ان کے بعد جن کی روح قبض کی ہے۔ "**ظالمی انفسھم**" کفر کی وجہ سے یا کفر کی حالت میں منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے۔ یعنی اس حال میں کہ وہ کفر پر ڈٹے ہوئے تھے۔ "**فَاَلْقَوُا السلم**" وہ تسلیم ہو جائے یا پیروی کرنے پر آمادہ ہو جائیں اور کہنے لگے۔ "**ما کنا نعمل من سوءٍ**" اس سے مراد شرک ہے ان کو فرشتوں نے کہا "**بلی ان اللّٰہ علیم بما کنتم تعملون**" عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ کفار ہیں جو بدر کی لڑائی میں مارے گئے۔

㉙ "**فادخلوا**" ان کو کہا جائے گا کہ داخل ہو جاؤ۔ "**ابواب جھنم خالدین فیھا فلبئس مثوی المتکبرین**" ایمان سے منہ پھیرنے والوں کا یہی انجام بد ہوگا۔

㉚ "**وقیل للذین اتقوا**" اور یہ اس وجہ سے کہ عرب کے بعض قبیلے موسم حج میں لوگوں کو بھیجا کرتے تھے تاکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خبر معلوم کریں تو وہ مشرک حاجیوں کے راستے میں بیٹھ جاتے تو ان بیٹھنے والوں سے گزرنے والا اگر پوچھتا تو یہ جواب دیتے کہ وہ ساحر، کاہن، جھوٹا، شاعر اور مجنون ہے۔ (نعوذ باللہ) اگر پوچھنے والے کو اچھی خبر نہ ملتی تو وہ ان بیٹھنے والوں کے متعلق کہتا کہ یہ سب شر ہیں۔ اگر وہ وفد مکہ داخل ہونے سے پہلے واپس چلا جاتا تو اپنے حامیوں سے جا کر یہی خبر بیان کرتے اور اگر وہ مکہ میں داخل ہو جاتے تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو صحیح خبر دیتے کہ وہ سچے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے اندر مبعوث ہوئے ہیں۔

ماذا انزل ربّکم قالوا خیرًا " یعنی ہم پر بہتر چیز نازل فرمائی۔ پھر وہ اسی پر ابتداء کرتے۔ "**للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا حسنۃٌ**" اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک ثواب کو دس گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد فتح اور نصرت ہے۔

مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے اچھی روزی مراد ہے۔ "**وللدار الاخرۃ**" اس گھر سے آخرت کا گھر بہتر ہے۔ "**خیر ولنعم دار المتقین**" حسن رحمہ اللہ کا قول ہے کہ دار المتقین سے مراد دُنیا ہے۔ اہل تقویٰ یہیں سے آخرت کا سامان لے کر جاتے تھے۔ اکثر مفسرین رحمہم اللہ کے نزدیک اس سے مراد جنت ہے۔ پھر اس جنت کی تفسیر بیان کر دی ہے۔

㉛ "**جنات عدن یدخلونھا تجری من تحتھا ...... تا ...... المتقین**"

㉜ "**الذین تتوفاھم الملائکۃ طیبین**" وہ مؤمن جو شرک سے پاک ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد اپنے اقوال وافعال میں پاکیزہ۔ بعض نے اس کا ترجمہ یہ بیان کیا ہے۔ یعنی خوش، جنت کی خوشخبری پا کر خوش وخرم ہونے والے "**یقولون**" فرشتے ان کو کہیں گے۔

"سلام علیکم" بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے کہ ان کو اللہ کی طرف سے سلامتی پہنچادو۔ "ادخلوا الجنة بما كنتم تعملون"

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ کیا یہ لوگ اسی بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس (موت کے) فرشتے آجاویں یا آپ کے پروردگار کا حکم (یعنی قیامت) آجاوے ایسا ہی ان سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے بھی کیا تھا اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ذرا ظلم نہیں کیا لیکن وہ آپ ہی اپنے اوپر ظلم کررہے تھے آخران کے اعمال بد کی ان کو سزائیں ملیں اور جس عذاب پر وہ ہنستے تھے ان کو اسی نے آگھیرا اور مشرک لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو خدا کے سوا کسی چیز کی نہ ہم عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے بدوں (حکم کے) کسی چیز کو حرام کہہ سکتے جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں ایسی ہی حرکت انہوں نے بھی کی تھی سو پیغمبروں کے ذمہ تو صرف (احکام کا) صاف صاف پہنچادینا ہے اور ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں کہ تم (خاص) اللہ کی عبادت کرو اور شیطان (کے رستہ) سے بچتے رہو سو ان میں بعضے وہ ہوئے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور بعضے ان میں وہ ہوئے۔ جن پر گمراہی کا ثبوت ہو گیا تو (اچھا) زمین میں چلو پھرو پھر (آثار) سے دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا برا انجام ہوا ان کے راہ راست پر آنے کی اگر آپ کو تمنا ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہدایت نہیں کیا کرتا جس کو گمراہ کرتا ہے اور ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔

تفسیر ۳۳ "هل ينظرون الا أن تأتيهم الملائكة" ان کی ارواح کو قبض کرکے "او ياتي امر ربك" اس سے مراد قیامت کا دن۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد عذاب ہے۔ "وكذلك فعل الذين من قبلهم" انہوں نے انکار کیا۔ جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں نے انکار کیا۔ "وما ظلمهم الله" ان کے جھٹلانے کی وجہ سے ان پر ظلم نہیں کیا۔ "ولكن كانوا انفسهم يظلمون"

۳۴ "فاصابهم سيئات ما عملوا" ان کے کفر کے سبب اور ان کے برے اعمال کے سبب "وحاق بهم" ان پر عذاب نازل ہوا۔ "ما كانوا به يستهزء ون"

㉟ "وقال الذین أشرکوا لوشاء اللہ ما عبدنا من دونہ من شیءٍ ...... تا ...... من شیءٍ" اس سے مراد بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کے علاوہ سے ہم سے راضی ہوگیا تو ہمارے لیے ہدایت یافتہ ہوگا اس کے علاوہ۔ "کذلک فعل الذین من قبلھم فھل علی الرسل الاالبلاغ المبین" یہ لوگ ہدایت یافتہ نہیں ہوں گے۔ آپ کے اوپر صرف تبلیغ کرنا ہے۔

㊱ "ولقد بعثنا فی کل اُمۃ رسولاً" جیسا کہ تم میں ہم نے رسول بنا کر بھیجا۔ "أن اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت" وہ معبود ہے اللہ کے سوا۔ "فمنھم من ھدی اللہ" اللہ نے ان کو اپنے دین کی طرف رہنمائی کی۔ "ومنھم من حقت علیہ الضلالۃ" ان کے لیے گمراہی پختہ ہوگئی۔ یہاں تک کہ وہ کفر پر ہی مرے۔ "فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین" ان کے کاموں کا انجام کہ ان کے مکانات کو عذاب سے منہدم کردیا اور تمہیں ہلاک کردیا گیا۔

㊲ "ان تحرص علی ھداھم" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کے متعلق کتنی ہی تمنا کریں۔ "فان اللہ لا یھدی من یضل" اہل مکہ کے قراء نے "یَھدِیُ" یاء کے فتحہ اور دال کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی اللہ جس کو گمراہ رکھنا چاہے اس کو کوئی ہدایت نہیں دیتا۔ دوسرے قراء نے یاء کے ضمہ اور دال کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "من یضلل اللہ فلا ھادی لہ"...... "وما لھم من ناصرین" ان کو عذاب سے کوئی نہیں روک سکتا۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ㊳ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِىْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ㊴ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَىْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ㊵ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِى اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ㊶

ترجمہ: اور یہ لوگ بڑے زور لگا لگا کر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا کیوں نہیں زندہ کرے گا اس وعدے کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لازم کر رکھا ہے لیکن اکثر لوگ یقین نہیں لاتے تاکہ جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کیا کرتے تھے ان کے روبرو اس کا (بطور معائنہ کے) اظہار کردے اور تاکہ کافر لوگ (پورا) یقین کرلیں کہ واقعی وہی جھوٹے تھے ہم جس چیز کو (پیدا کرنا) چاہتے ہیں بس اس سے ہمارا اتنا ہی کہنا (کافی) ہوتا ہے کہ تو (پیدا) ہوجا پس وہ (پیدا) ہوجاتی ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن (مکہ) چھوڑ دیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہم ان کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانہ دیں گے۔ اور آخرت کا ثواب بدرجہا بڑا ہے کاش ان (کافروں) کو (بھی) خبر ہوتی وہ ایسے ہیں۔

تفسیر ㊳ "وأقسموا باللّٰه جهد ایمانهم لا یبعث اللّٰه من یموت" اور وہ بعثت کے انکار کرنے والے تھے۔ ان کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "بلیٰ وعدًا علیه حقًّا ولکن اکثر النّاس لا یعلمون"

㊴ "لیبین لهم الذین یختلفون" تا کہ ان پر وہ امر واضح کردے جس کے متعلق وہ اختلاف کرتے ہیں۔ "فیه ولیعلم الذین کفروا انهم کانوا کاذبین"

㊵ "انما قولنا لشیءٍ اذا اردناه ان نقول له کن فیکون" کہ جب ہم مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان کو زندہ کرنے میں کسی قسم کی تھکاوٹ نہیں ہوتی اور نہ اس چیز کے پیدا کرنے میں جو فنا ہو چکی ہے، صرف ہم یہی کہتے ہیں "کن" تو وہ ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بنی آدم نے مجھے جھٹلایا اور اس کے لیے یہ مناسب نہیں تھا اور بنی آدم نے مجھے برا بھلا کہا حالانکہ یہ اس کے مناسب نہ تھا۔ تکذیب تو یہ کی کہ اس نے کہا کہ اللہ نے جیسے شروع میں مجھے پیدا کیا ایسا دوبارہ ہرگز مجھے پیدا نہیں کرے گا حالانکہ ابتدائی تخلیق دوبارہ پیدا کرنے سے آسان نہ تھی اور برا بھلا یہ کہا کہ اس نے کہا کہ اللہ نے میرے لیے اولاد اختیار کر لی ہے حالانکہ میں ایک ہوں بے نیاز ہوں نہ میں کسی کا باپ ہوں نہ کسی کا بیٹا، میری مثل کوئی بھی نہیں ہے۔

آیت والذین هاجروا کا شانِ نزول

㊶ "والذین هاجروا فی اللّٰه من بعد ما ظلموا" اللہ کے معاملے میں ان کو عذاب دیا گیا اور تکلیفیں دی گئیں۔ اس آیت کا نزول حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت خباب، حضرت عمار، عابس، جبیر، ابی جندل بن سہل رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں ہوا۔ مشرکین مکہ نے ان کو پکڑ کر بہت اذیتیں پہنچائیں۔

قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس آیت کا نزول چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق ہوا جن پر مکہ والوں نے مظالم ڈھائے تھے اور ان کو گھروں سے نکال کر باہر کر دیا، انہی مظلوموں میں سے ایک جماعت ملک حبشہ کو چلی گئی۔ پھر اللہ نے ان کو مدینہ میں ٹھکانہ دے دیا۔ مدینہ کو ان کے لیے دار الہجرت بنا دیا اور کچھ مؤمنوں کو ان کا مددگار بنا دیا۔ "لنبوئنّهم فی الدنیا حسنة" اس ٹھکانے سے مراد مدینہ ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جب کسی مہاجر کو کچھ عطا فرماتے تھے تو کہتے تھے یہ لے لو اللہ تمہیں مبارک کرے یہ چیز تو وہ ہے جس کے دینے کا اللہ نے تم سے دُنیا میں وعدہ کیا تھا اور آخرت میں تمہارے لیے رکھ چھوڑا ہے وہ بہت بہتر ہے۔ پھر آپ یہی آیت تلاوت فرماتے تھے۔ بعض کا قول ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم دُنیا میں ان کے ساتھ بھلائی کریں گے۔ بعض نے کہا کہ دُنیا میں بھلائی سے مراد ہے ایمان کی توفیق اور نیکی کی ہدایت۔ "ولاجر الاخرة اکبر لو

کانوا یعلمون"......"لو کانوا یعلمون" سے مراد مشرکین ہیں کیونکہ مؤمنین تو آخرت کے اجر کے متعلق جانتے تھے۔

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٣﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٤﴾ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٤٥﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٤٦﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٤٧﴾

ترجمہ جو صبر کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور ہم نے آپ کے قبل (بھی) صرف آدمی ہی رسول بنا کر معجزات اور کتابیں دے کر بھیجے ہیں کہ ان پر وحی بھیجا کرتے تھے سو اگر تم کو علم نہیں تو (دوسرے) اہل علم سے پوچھ دیکھو اور آپ پر بھی یہ قرآن اتارا ہے تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ان کو آپ ان سے ظاہر کردیں اور تاکہ وہ (ان میں) فکر کیا کریں جو لوگ بری بری تدبیریں کرتے ہیں کیا ایسے لوگ پھر بھی اس بات سے بے فکر ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں غرق کردے یا ان پر ایسے موقع سے عذاب آپڑے جہاں سے ان کو گمان بھی نہ ہو یا ان کو چلتے پھرتے (کسی آفت میں) پکڑ لے یہ لوگ خدا کو ہرگز ہرا (بھی) نہیں سکتے یا ان کو گھٹاتے گھٹاتے پکڑ لے سو تمہارا رب شفیق مہربان بڑا ہے۔

تفسیر ﴿٤٢﴾ "اللذین صبروا" کافروں کی طرف سے ان پر جو مصائب ومشکلات آئی ہیں ان پر صبر کرتے ہیں۔ "وعلی ربھم یتو کلون"

﴿٤٣﴾ "وما ارسلنا من قبلک الا رجالاً نوحی الیھم" یہ مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا اور وہ کہنے لگے کہ اللہ بہت بڑا ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی آدمی اللہ کا پیغمبر نہیں ہوسکتا، اللہ نے ہماری ہدایت کے لیے کسی فرشتے کو کیوں نہیں بھیجا؟ "فاسئلوا اھل الذکر" اس سے مراد اہل کتاب کے مؤمن مراد ہیں۔ "ان کنتم لاتعلمون"

﴿٤٤﴾ "بالبیّنات والزبر" اس کا تعلق ماقبل آیت "وما ارسلنا" کے ساتھ ہے۔ پھر اس صورت میں عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے تم سے پہلے واضح نشانیاں اور کتابیں نہیں بھیجیں اور جن کی طرف بھیجی گئیں وہ کیا مرد نہیں تھے؟ اور ہم نے اس سے پہلے بھی فرشتے نہیں بھیجے اور بعض نے کہا کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ ہم نے تم سے پہلے نہیں بھیجے مگر مرد جن کی طرف ہم وحی کرتے ہیں۔ ہم نے ان کو بھیجا ہے واضح دلائل اور کتابیں دے کر۔ "وانزلنا الیک الذکر لتبین للنّاس ما نزّل الیھم" اس ذکر سے مراد وحی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وحی کو بیان کرنے والے ہیں اور اسی کتاب کی وضاحت سنت سے معلوم ہوتی ہے۔ "ولعلھم یتفکرون"

﴿٤٥﴾ "أفا من الذین مکروا" جنہوں نے ان جیسے عمل کیے۔ "السیئات" اس سے پہلے مراد نمرود بن کنعان وغیرہ کفار کے مراد ہیں۔ "ان یخسف اللہ بھم الارض او یأتیھم العذاب من حیث لا یشعرون"

㊻ "أو یأخذهم" ان کو عذاب سے پکڑ لے۔ "في تقلبهم" ان کو سفر کی طرف پھیر دیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس کا ترجمہ اختلاف سے کیا گیا اور ابن جریج کے نزدیک اس کا معنی اقبال وادبار (دونوں ہم معنی) مراد لیے ہیں۔ "فماهم بمعجزين" وہ اللہ تعالیٰ سے ہرگز سبقت نہ کر سکتے۔

㊼ "أو یأخذهم علی تخوف" تخوف کا معنی ہے گھٹانا ان کے اطراف اور ان کے مختلف قبیلے بعد از دیگرے کاٹے گئے یہاں تک کہ سب کو ہلاک کر دیا گیا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "تخوفه الدهر" زمانے نے اس کو جسمانی و مالی نقصان پہنچایا۔ یہ بنو ہذیل کی لغت میں ہے۔ ضحاک اور کلبی رحمہما اللہ کا بیان ہے اس کا معنی خوف ہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ان میں سے ایک جماعت کو ہلاک کر دیا گیا تا کہ بعد میں آنے والے اس سے خوف زدہ ہو جائیں کہ ان کو بھی وہی ہلاکت پہنچ سکتی ہے جس طرح ان کو پہنچی ہے۔ "فان ربکم لرؤف رحیم" اسی وجہ سے وہ جلدی نہیں کرتا عذاب دینے میں۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ یَّتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ㊽ وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ㊾ یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (آیت سجدہ) ㊿

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے اللہ کی ان پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھا جن کے سامنے کبھی ایک طرف کو کبھی دوسری طرف کو اس طور سے جھکتے جاتے ہیں کہ (بالکل) خدا کے (حکم کے) تابع ہیں اور وہ چیزیں بھی عاجز ہیں اور اللہ کی مطیع ہیں جتنی چیزیں چلنے والی آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں اور (بالخصوص) فرشتے (بھی) اور وہ تکبیر نہیں کرتے اور وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو کہ ان پر بالادستی ہے اور ان کو جو کچھ حکم کیا جاتا ہے۔ وہ اس کو کرتے ہیں

تفسیر: ㊽ "أولم یروا الی ما خلق الله من شیء" حمزہ اور کسائی نے "تروا" تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اسی طرح سورۃ عنکبوت میں ذکر کیا ہے اور دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ "یتفیؤا" ابوعمر اور یعقوب نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ "ظلاله" اس کی طرف مائل ہوتے ہیں اور ایک طرف سے دوسری طرف وہ چکر لگاتے ہیں، دن کے اوّل حصے میں ایک طرف کو جھکتے ہیں اور دن کے آخری وقت میں دوسری جانب جھکتے ہیں اور یہ دونوں طرف بحکم الٰہی جھکتے ہیں۔ ان کا ایک طرف سے دوسری طرف میلان ہونا گویا اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا ہے اور اسی سے کہا جاتا ہے شام کے وقت سایہ مغرب سے مشرق کی طرف لوٹتا ہے۔ اس سایہ کا لوٹنا اور سجدہ کا میل کرنا جیسا کہ کہا جاتا ہے "سجدت النخله" کھجور کا درخت سجدہ کرنے لگا۔ یعنی پھلوں کا زیادہ بار پڑنے کی وجہ سے جھک گیا۔ "عن الیمین و الشمائل سجّدًا لله" قتادہ اور ضحاک رحمہما اللہ کا قول ہے یمین سے مراد دن کا اوّل حصہ اور شمال سے دن کا آخری حصہ مراد ہے۔ ان کا سایہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے۔ کلبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ سایہ جو طلوع شمس سے پہلے ہوتا ہے خواہ وہ دائیں طرف سے ہو یا بائیں طرف سے یا

سامنے سے یا پیچھے سے۔ اسی طرح جب وہ طلوع ہو یا غروب ہو۔ جب یہ طلوع ہوتا ہے تو سامنے سے اور تھوڑا اوپر آ جائے تو دائیں طرف سے اور اگر اس کے اوپر آ جائے تو پیٹھ کے پیچھے اور غروب شمس سے پہلے اس کا سایہ بائیں طرف ہوتا ہے تو یہ ان کے سائے کبھی ایک طرف کبھی دوسری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

اور مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب سورج زوال ہوتا ہے تو ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔ بعض نے کہا کہ ظلال سے مراد اشخاص کا سجدہ کرنا۔ اگر سوال کیا جائے کہ یمین کو واحد اور شمال کو جمع کے ساتھ ذکر کیوں کیا؟ جواب دیا گیا کہ کلام عرب میں ایک چیز کی دو علامت کو ایک ہی چیز کی طرف بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان **"ختم اللّٰہ علٰی قلوبھم وعلی سمعھم"** اور اللہ تعالیٰ کا فرمان **"یخرجھم من الظلمات الی النور"** اور بعض کا قول ہے کہ یمین لوٹتی ہے اللہ کے اس فرمان کی طرف **"ما خلق اللّٰہ"** اور لفظ ما واحد ہے اور الشمائل جمع ہے جو معنی کی طرف لوٹتی ہے۔ **"وھم داخرون"** اور وہ بھی عاجز ہیں۔

⑲ **"وللّٰہ یسجد ما فی السمٰوٰت وما فی الارض"** یہاں پر ان لوگوں کو غلبہ دیا گیا جو لاعقل ہیں عقل مندوں کو۔ یہاں حکم اغلب کا ہے۔ جیسا کہ مذکر کو مؤنث پر غلبہ دیا گیا ہے (اور مذکر کو ذکر کرتے ہیں مؤنث کو ذکر نہیں کرتے) ...... **"من دابۃ"** اس سے مراد ہر وہ جانور ہے جو زمین پر رینگ کر چلتا ہے اور اسی طرح کہا جاتا ہے کہ سجدہ طاعات کے لیے بولا جاتا ہے اور تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کی مطیع ہیں خواہ وہ حیوانات میں سے ہو یا جمادات میں سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **"قالتا اتینا طائعین"** اور بعض حضرات کے نزدیک ان اشیاء کا سجدہ کرنے سے مراد تذلل اور مسخر ہونا ہے اور بعض نے کہا کہ سجود سے مراد ہے کہ ہر چیز میں اللہ کی پُر حکمت صنعت کا ظہور جو اہل عقل کو دعوت سجدہ دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **"سنریھم آیاتنا فی الافاق"** ...... **"والملائکۃ"** یہاں پر ملائکہ کو علیحدہ ذکر کیا حالانکہ آسمانوں اور زمینوں کے ذکر میں یہ بھی شامل ہیں۔ جواب یہ دیا ہے کہ ان کی شرافت اور کرامت کے باعث ان کو علیحدہ ذکر کیا۔

اور بعض نے کہا کہ ان کو موصوف کیا ہے دبیب کے ساتھ اور دبیب جسمانی حرکت کو کہتے ہیں کہ جب ان کے پَر ہوں گے اور وہ اس میں اُڑیں گے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد جو آسمانوں میں وہ اللہ کے لیے سجدہ کرتی ہے، اس سے فرشتے مراد ہیں اور جو زمین میں ہیں اس سے مراد چوپائے ہیں۔ **"وھم لا یستکبرون"** ......

⑳ **"یخافون ربھم من فوقھم"** جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ **"وھو القاھر فوق عبادہ"** ...... **"ویفعلون ما یؤمرون"** میں ہے کہ وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں عذاب ان کے اوپر سے نازل نہ ہو جائے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کچھ میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اور جو کچھ میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے، آسمان خوب چرچرایا اور اس کو خوب چرچرانا ہی چاہیے تھا، قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، آسمان میں کہیں بھی چار انگلی کی جگہ ایسی نہیں کہ اس میں کوئی فرشتہ سجدہ میں پیشانی نہ رکھے ہوئے ہو۔ خدا کی قسم جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے اور بستروں پر عورتوں سے لذت اندوز نہ

ہوتے اور میدانوں میں نکل کر اللہ کے سامنے چیختے چلاتے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بولے کاش میں درخت ہوتا تا کہ اس کو کاٹ دیا جاتا۔ اور یہی روایت ابوعیسیٰ نے احمد بن منیع ابی احمد زبیدی نے اسرائیل کے ذریعے سے روایت کی اور کہا کہ آسمان پر کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں پر فرشتوں نے سجدہ نہ کیا ہو۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دو (یا زیادہ) معبود مت بناؤ بس ایک معبود وہی ہے تو تم لوگ خاص مجھ ہی سے ڈرو اور اسی کی (ملک) ہیں سب چیزیں جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور لازمی طور پر اطاعت بجالانا اسی کا حق ہے تو کیا پھر بھی اللہ کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو اور تمہارے پاس جو کچھ بھی نعمت ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہے پھر جب تم کو (ذرا) تکلیف پہنچتی ہے تو اسی سے فریاد کرتے ہو پھر جب وہ تم سے اس تکلیف کو ہٹا دیتا ہے تو تم میں کی ایک جماعت اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہماری دی ہوئی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں خیر چند روز عیش اڑالو اب جلدی خبر تم کو ہوئی جاتی ہے اور یہ لوگ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے ان (معبودوں) کا حصہ لگاتے ہیں جن کے متعلق ان کو کچھ علم نہیں قسم ہے خدا کی تم سے تمہاری ان افترا پردازیوں کی ضرور باز پرس ہوگی۔

تفسیر ﴿۵۱﴾ "وقال اللّٰہ لاتتخذوا ...... تا ...... فارھبون"

﴿۵۲﴾ "ولہ ما فی السمٰوٰت والارض ولہ الدین" اس سے مراد طاعت اور اخلاص ہے۔ "واصبًا" دائم اور ثابت ہے۔ کسی شخص کے لیے ایسا نہیں کہ وہ اطاعت کے بغیر ہلاکت اور فنا سے بچ جائے کیونکہ طاعت ایسی ہے کہ اس سے نہ زوال آتا ہے اور نہ ہی وہ منقطع ہوتی ہے۔ "افغیر اللّٰہ تتقون" کیا تم ڈرتے ہو اللہ کے سوا کسی اور سے۔ استفہام انکار کے معنی میں ہے۔

﴿۵۳﴾ "وما بکم من نعمۃ فمن اللّٰہ" یعنی جو کچھ تمہیں نعمتیں عطا کی گئی ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہیں۔ "ثم اذا مسّکم الضر" اس سے مراد قحط اور مرض ہے۔ "فالیہ تجئرون" یعنی دُعا کے وقت تم اللہ تعالیٰ سے عاجزی اور زاری کرو اور اللہ کی طرف رجوع کرو۔

﴿۵۴﴾ "ثم اذا کشف ...... تا ...... یشرکون"

﴿۵۵﴾ "لیکفروا" تم ان نعمتوں کی ناشکری کرتے ہو۔ "بما اٰتیناھم" "لیکفروا" میں لام عاقبت کے لیے ہے۔ یعنی ان کے شرک کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کی۔ "فتمتعوا" اس دُنیا میں خوب عیش و عشرت کرو۔

اس کی بہت جلد ہی تم کو خبر ہو جائے گی۔"فسوف تعلمون" یہ تمہارے کام کا انجام ہے اور ان کے لیے وعید ہے۔

56 "ویجعلون لما لا یعلمون" اس سے مراد بت ہیں۔"نصیبًا مما رزقناهم" اس سے مراد کھیتی، مویشی، پھل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے ان بتوں کے لیے حصے مقرر کر رکھے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ حصہ اللہ کے لیے ہے اور اس میں ہمارے بت شریک ہیں۔"تاللّٰہ لتسئلن" قیامت کے دن تم سے ضرور بضرور پوچھا جائے گا۔"عمّا کنتم تفترون" ان کو تم نے دُنیا میں جو معبود بنا رکھا تھا۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ 57 وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ 58 يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ 59 لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ 60

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں سبحان اللہ اور اپنے لئے چاہتی چیز اور جب ان میں کسی کو بیٹی کی خبر دی جائے تو سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے (اور) جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے اس کے عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے آیا اس کو ذلت پر لئے رہے یا اس کو (زندہ یا مار کر) مٹی میں گاڑ دے خوب سن لو ان کی یہ تجویز بہت ہی بری ہے جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کی بری حالت ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے تو بڑی اعلیٰ درجہ کی صفات ثابت ہیں اور وہ بڑے زبردست ہیں بڑے حکمت والے۔

تفسیر: 57 "ویجعلون للّٰہ البنات" اس سے مراد خزاعہ اور کنانہ والے ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ "سبحانه ولهم ما یشتهون" وہ اپنے لیے تو لڑکوں کو پسند کرتے تھے اور (نعوذ باللہ) اللہ کے لیے لڑکیاں۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہاں "ولهم ما" میں ما محل نصب میں واقع ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ابتداء میں واقع ہو، اس صورت میں یہ مرفوع ہوگا۔

58 "واذا بشر احدهم بالانثٰی ظل وجهه مسودًا" ان کا چہرہ غم اور ناپسندیدگی سے متغیر ہو جاتا۔"وهو کظیم" وہ غصے کی وجہ سے اور غم کی وجہ سے سرخ ہو جاتے نہ تو وہ غصے کی وجہ سے اپنے اوپر قابو پا سکتے تھے اور نہ اس کو ظاہر کر سکتے تھے۔

59 "یتوارٰی" وہ اس کو چھپاتے پھرتا۔"من القوم من سوء ما بشر به" غم اور عار کی وجہ سے وہ اپنی قوم سے چھپتا۔ پھر وہ اس پر غور و فکر کرتا۔"ایمسکه" یہاں کنایۃً ذکر کیا گیا ہے یہ ماقبل (ما) کی طرف سے رد ہے۔"علٰی هون" اس کو اپنے پاس روک کر رکھے۔

ام یدسه فی التراب کی تفسیر

"اُم یدسه فی التراب" اس کو چھپائے یا زمین میں زندہ در گور کر لے۔ قبیلہ مضر اور بنی خزاعہ اور بنی تمیم لڑکیوں کو زندہ

درگور کردیا کرتے تھے۔ ایک تو ان کو ناداری کا اندیشہ ہوتا تھا کہ لڑکیاں کچھ کما کرنہیں لاسکتیں اور دوسرا خوف ان کو یہ ہوتا تھا کہ غیر کفوان سے کہیں نکاح کرنے کا لالچ نہ کرنے لگیں۔ عرب کے بعض لوگوں کا دستور تھا کہ جب لڑکی پیدا ہوتی اور وہ اس کو زندہ رکھنا چاہتا تو ان کو اون کا یا بالوں کا کُرتہ پہنا کر جانور چرانے کی خدمت پر لگا دیتا تھا اور اگر قتل کردینا چاہتا تو چھے سال کی عمر تک اس کو چھوڑے رکھتا، جب وہ چھ سال کی ہوجاتی تو اس کی ماں کو کہتا کہ اس کو بنا سنوار کر تیار کردے، پھر اس کو کہیں جنگل میں لے جاتا، وہاں پہلے سے ایک گہرا گڑھا کھود کر تیار رکھتا، جب لڑکی کو لے کر وہاں پہنچتا تو لڑکی سے کہتا دیکھ تو اس گڑھے میں کیا ہے، لڑکی دیکھنے کو جونہی جھکتی یہ سنگدل باپ پیچھے سے اس کو دھکا دے دیتا اور اوپر سے مٹی ڈال کر زندہ دفن کردیتا اور گڑھے کو ہموار کردیتا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "**ایمسکه علی هون أم یدسه فی التراب**" کا یہی مطلب ہے۔

فرزدق کے دادا صعصعہ کو اگر کہیں اس کی حس مل جاتی تو لڑکی کے باپ کے پاس لڑکی کے عوض کچھ اونٹ بھیج دیتا اور اس طرح وہ لڑکی کی طرف سے چھٹکارا پالیتا۔ فرزدق نے بطور فخر اسی واقعہ کی طرف درج ذیل شعر کہا ہے:

وعمی الذی متع الوائدات ۔۔۔ فاحیا الوئید فلم یواد

میرا دادا وہ تھا جس نے زندہ دفن کرنے والوں کو زندہ دفن کرنے سے روکا اور زندہ درگور ہونے والی کو زندگی عطا کی۔

"**الاساء مایحکمون**" کیسی بری ہے جس کے بارے میں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ اپنے لیے تو بیٹے تصور کرتے ہیں اور (نعوذ باللہ) اللہ کے لیے بیٹیاں۔ حالانکہ اللہ ہر چیز سے پاک ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "**ألکم الذکر وله الانثی تلک اذًا قسمة ضیزی**" بعض نے کہا کہ ان کا یہ بچیوں کو زندہ درگور کرنے والا فیصلہ بہت برا ہے۔

⑥⓪ "**للذین لا یؤمنون بالاخرة**" یعنی وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ بیٹیوں کو موصوف کرتے تھے اور اپنے لیے بیٹوں کو "**مثل السوء**" اس کی بری صفت ہے کہ اپنے لیے لڑکوں کے محتاج ہیں اور لڑکیوں سے ناپسندیدگی اختیار کرتے ہیں اور فقر کے خوف سے ان کو قتل کرتے ہیں۔ "**وللّٰه المثل الاعلیٰ**" بلندی والی صفت وہ کلمہ طیبہ ہے اور وہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بعض نے کہا کہ مثل الاعلیٰ سے مراد تمام صفات کمالی وجلالی اور علمی اور قدرت اور بقاء والی صفات اسی ذات یکتا میں ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مثل السوء سے مراد آگ ہے اور المثل الاعلیٰ سے مراد گواہی دینا ہے کہ ان لا الٰہ الا اللہ "**وھو العزیز الحکیم**"

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ⑥① وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ⑥② تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑥③ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ⑥④

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے ظلم کے سبب دارو گیر فرماتے تو سطح زمین پر کوئی (حس و) حرکت کرنے والا نہ چھوڑتے لیکن ایک میعاد معین تک مہلت دے رہے ہیں پھر جب ان کا وقت معین آ پہنچے گا اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے اور اللہ تعالیٰ کے لئے وہ امور تجویز کرتے ہیں جن کو خود ناپسند کرتے ہیں اور اپنی زبان سے جھوٹے وعدے کرتے جاتے ہیں کہ ان کے (یعنی ہمارے لئے) ہر طرح کی بھلائی ہے لازمی بات ہے کہ ان کے لئے دوزخ ہے اور بیشک وہ لوگ سب سے پہلے (دوزخ میں) بھیجے جاویں گے بخدا آپ سے پہلے جو امتیں ہو گزری ہیں ان کے پاس بھی ہم نے رسولوں کو بھیجا تھا سو ان کو بھی شیاطن نے ان کے اعمال (کفریہ) مستحسن کر کے دکھلائے پس وہ آج ان کا رفیق تھا اور ان کے واسطے دردناک سزا مقرر ہے اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس واسطے نازل کی ہے کہ جن امور (دین) میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں آپ (عام) لوگوں پر اس کو ظاہر فرمادیں اور ایمان والوں کی ہدایت (خاصہ) اور رحمت کی غرض سے۔

تفسیر ⑥١ "ولو یؤاخذ اللّٰہ الناس بظلمھم" ان کو سزا دینے میں جلدی کرے یا مواخذہ کرنے میں جلدی کرے ان کے کفر کی وجہ سے اور نافرمانی کی وجہ سے۔ "ما ترک علیھا" زمین پر یہ کنایہ ذکر کیا گیا ہے جو مذکور نہیں ہے۔ "من دابۃ" حضرت قتادہ نے اس آیت کے متعلق لکھا ہے کہ ایسا حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں ہو چکا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں جو جانور چڑھ گئے وہ بچ گئے اور باقی ہلاک کر دیئے گئے۔

ظلم کی وجہ سے چڑیاں بھی اپنے گھونسلے میں بھوکی مرجاتی ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ظالم صرف اپنے نفس کو ہی ضد پہنچاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہیں، خدا کی قسم! یہاں تک کہ ظالم کے ظلم کی پاداش میں چڑیاں اپنے آشیانوں میں بھوکی مرجاتی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ابن آدم کے گناہ کی وجہ سے جعل اپنے سوراخ میں عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اگر کافروں کے آباؤ اجداد کو ان کے ظلم کی پاداش میں فوراً پکڑ لیتا تو نسل ہی منقطع ہو جاتی۔ ان کی اولاد بھی زندہ نہ بچتی اور زمین پر کوئی باقی نہ رہتا۔ "ولکن یؤخّرھم الی أجل" ان کو ایک مدت تک مہلت دی گئی۔ "مسمّٰی" ان کی مدت انتہا تک اور ان کی منزلوں کے بوسیدہ ہونے تک۔ "فاذا جاء اجلھم لا یستأخرون ساعۃ ولا یستقدمون"

⑥٢ "ویجعلون للّٰہ ما یکرھون" اپنے لیے بیٹیوں کو ناپسند کرتے۔ "وتصف" وہ کہتے ہیں "السنتھم الکذب أن لھم الحسنٰی" اس سے مراد لڑکے ہیں۔ محل نصب میں واقع ہے بدل ہونے کی وجہ سے۔ یمان نے کہا کہ حسنٰی سے مراد

ہے جنت، کافر کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قول کے مطابق اگر قیامت ہوئی بھی تو ہمارے لیے جنت ہوگی۔ **"لاجرم"** یقیناً۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس کا ترجمہ ہے کیوں نہیں۔ **"انّ لھم النار"** آخرت میں ان کے لیے آگ ہوگی۔ **"وانھم مفرطون"** حضرت نافع نے راء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کا معنی ہے اسراف کرنے والے۔ ابوجعفر نے راء کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اس کا معنی یہ ہوگا اللہ کے حکم کو ضائع کرنے والا اور دوسرے قراء کے نزدیک راء کے فتحہ اور تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے کہ ان کو آگ میں بھلا دیا جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہی ہے اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ رحمت اور نجات سے دور کردیئے جائیں گے۔ مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ دوزخ میں چھوڑ دیئے جائیں گے۔ قتادہ کا قول ہے کہ دوزخ میں جلد بھیج دیئے جائیں گے۔ فراء کا قول ہے کہ دوزخ میں سب سے پہلے بھیجے گئے۔ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ میں تمہارا پیشرو ہوں گا اور حوض پر سب سے پہلے پہنچوں گا۔

⑥③ **"تاللہ لقد ارسلنا الی اُمم من قبلک"** جیسا کہ ہم نے بھیجا اس اُمت کی طرف۔ **"فزیّن لھم الشیطان أعمالھم"** اس سے برے اعمال مراد ہیں۔ **"فھو ولیھم"** ان کے مددگار ہوں گے۔ **"الیوم"** شیطان ان کا ولی تھا ان کے طاعت کے عوض۔ **"ولھم عذاب الیم"** ان کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔

⑥④ **"وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبیّن لھم الذی اختلفوا فیہ"** دین اور احکام میں ان کے ساتھ اختلاف کرتے ہیں۔ **"وھدی ورحمۃً لقوم یؤمنون"** جو ہم نے تمہارے اوپر کتاب نازل کی وہ محض واضح، ہدایت اور رحمت ہے۔ ھدی اور رحمت کا عطف "لتبیّن" پر ہے۔

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ⑥⑤ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ⑥⑥ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ⑥⑦

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس سے زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا اس میں ایسے لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو سنتے ہیں اور (نیز) تمہارے لئے مواشی میں بھی غور درکار ہے (دیکھو) ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون (کا مادہ) ہے اس کے درمیان میں سے صاف اور گلے میں آسانی سے اترنے والا دودھ (بنا کر) ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں اور (نیز) کھجور اور انگوروں کے پھلوں سے تم لوگ نشہ کی چیز اور عمدہ کھانے کی چیزیں بناتے ہو بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو عقل سلیم رکھتے ہیں۔

تفسیر: ⑥⑤ **"واللہ انزل من السماء ماءً"** اس سے مراد بارش ہے۔ **"فاحیا بہ الارض"** زمین کو زندہ کرنے کا

مطلب یہ ہے کہ اس میں نباتات کو اُگاتے ہیں۔ "بعد موتھا" اس کے بنجر ہونے یا پودوں کے سوکھ جانے کے بعد "ان فی ذلک لایۃ لقوم یسمعون" جن کے دل سنتے ہیں نہ کان۔

⑯ "وان لکم فی الانعام لعبرۃ" اس میں ان کے لیے نصیحت ہے۔ "نسقیکم" نون کے فتحہ کے ساتھ یہاں مذکور ہے اور سورۃ مؤمنین میں بھی اسی طرح ہے اور دوسرے قراء نافع، ابن عامر، ابوبکر، یعقوب اور باقی کے نزدیک ان دونوں کے ضمہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس میں دو لغتیں ہیں۔ "مما فی بطونہ" اس کی ضمیر کنایۃ انعام کی طرف لوٹ رہی ہے نعم انعام واحد ہیں اور لفظ نعم مذکر استعمال ہوتا ہے اور ابوعبیدہ و اخفش نے "نُعم" کو مذکر و مؤنث دونوں طرح ذکر کیا ہے اور جو اس کو مؤنث ذکر کرتے ہیں وہ جمع والا معنی ذکر کرتے ہیں۔ کسائی نے "بطونہ" کی ضمیر ما کی طرف راجع کیا ہے یعنی اس چیز کے پیٹ کے اندر سے جس کا ذکر اوپر کر دیا گیا۔ مؤرخ نے کہا سب انعام کے پیٹ سے تو دودھ نہیں نکلتا اس لیے بعض مراد ہیں اور بعض ہی کی طرف بطور کنایہ ضمیر کا رجوع ہے۔ بعض کے نزدیک جنس انعام مراد ہے۔ "من بین فرث" وہ گوبر جو اوجھڑی کے اندر ہو اور جب وہ باہر آجاتا ہے تو اس کو (فرث) نہیں کہا جاتا۔ "ودم لبنا خالصًا" اور خالص دودھ جو خون اور لید سے نکلتا ہے لیکن اس میں نہ خون کی آمیزش ہوتی ہے اور نہ ہی لید وغیرہ کی بُو ہوتی ہے۔ "سائغًا للشاربین" وہ آسانی کے ساتھ حلق سے اُتر جاتا ہے اور نہ ہی کوئی اس کو پینے سے اُکتا جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جانور جب چارہ گھاس کھاتا ہے تو کھایا ہوا چارہ انتڑیوں میں جا کر ٹھہراتا ہے پھر وہاں اس کی مزید پسوائی ہوتی ہے پسنے کے بعد اس کا نچلہ حصہ تو گوبر ہو جاتا ہے اور بالائی حصہ خون اور درمیانی حصہ دودھ اور یہ سب کام جگر کے زیر تسلط ہوتا ہے۔ یہ اس کو تقسیم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ خون رگوں میں جاری کر دیا جاتا ہے اور دودھ تھنوں میں اور باقی گوبر کو وہیں رکھتا ہے۔

⑰ "ومن ثمرات النخیل والاعناب" اور تمہارے لیے اس میں عبرت ہے جس میں تمہیں پلاتے ہیں اور تمہیں رزق دیتے ہیں۔ کھجوروں کے پھلوں اور انگور کے شیروں سے۔ "تتخذون منہ" یہ ضمیر ما محذوفہ کی طرف راجع ہے۔ عبارت یہ بنے گی "ماتتخذون منہ ...... سکرًا و رزقًا حسنًا"

رزقاً حسنًا کی تفسیر

بعض لوگوں نے کہا کہ سکر سے مراد خمر ہے اور رزق حسن سرکہ، چھوہارے اور کشمش۔ یہ حکم خمر کی حرمت سے پہلے کا ہے۔ یہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، سعید جبیر رضی اللہ عنہم، حسن اور مجاہد رحمہما اللہ کا قول ہے اور شعبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سکر سے پینے کی چیز مراد ہے اور رزق حسن سے کھانے کی چیز مراد ہے اور عوفی کی روایت جو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی گئی ہے ان کے ہاں سکر سے مراد حبشی زبان میں سرکہ کو کہتے ہیں اور بعض حضرات کے نزدیک سکر سے مراد نبیذ مسکر ہے اور وہ سکر چھوہاروں اور کشمش کے گاڑھے پانی کا نام ہے اور یہی قول ضحاک اور نخعی رحمہما اللہ کا ہے اور جو لوگ نبیذ تمر کو مباح قرار دیتے ہیں اور جو حرام قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں اس سے مراد آیت اخبار ہے اور "تتخذون منہ سکراً" یہ منسوخ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے فرماتے ہیں کہ سکر وہ پھل ہے جو حرام کر دیئے گئے ہیں اور رزق حسن سے مراد حلال پھل ہیں۔ ابوعبیدہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سکر سے مراد ہے کھانا جیسا کہ عرب بولتے ہیں کہ "ھذا سکر لک" یہ آپ کا کھانا ہے۔ "ان فی ذلک لاٰیۃ لقوم یعقلون"

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَکُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰکُمْ وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِکَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿۷۰﴾

ترجمہ اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں میں گھر بنالے اور درختوں میں (بھی) اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں ان میں پھر ہر قسم کے پھلوں سے چوستی پھر پھر اپنے رب کے رستوں میں چل جو آسان ہیں اس کے پیٹ میں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے جس کی رنگتیں مختلف ہوتی ہیں کہ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے اس میں بھی ان لوگوں کے لئے بڑی دلیل ہے جو سوچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تم کو (الو) پیدا کیا پھر تمہاری جان قبض کرتا ہے اور بعضے تم میں وہ ہیں جو ناکارہ عمر تک پہنچائے جاتے ہیں جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی قدرت والے ہیں۔

تفسیر ⑱ "واوحی ربک الی النحل" اس سے مراد الہام کرنا، دل میں ڈالنا نحل کہتے ہیں شہد کی مکھی کو۔ اس کی واحد نحلۃ آتی ہے۔ "أن اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر وممّا یعرشون" وہ اپنے لیے بناء تعمیر کرتی ہیں۔ شہد کی مکھیوں کے چھتے کو مکان کہنے سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ انسانی مکان کی طرح مکھیوں کے چھتوں میں بھی ضروری حصے ہوتے ہیں۔ ابن زید کا قول ہے کہ اس سے مراد کروم ہے۔

⑲ "ثم کلی من کل الثمرات" یہاں کل سے معنی عموم مراد نہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان "وأوتیت من کل شیءٍ"...... "فاسلکی سبل ربک ذللاً" وہ راستے تیرے گویا یہ طرق کی صفت ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ شہد کی مکھی اپنے سردار کے ملنے کے بغیر آگے چھتے میں نہیں جا سکتی اور دوسرے حضرات کے نزدیک "ذللاً" یہ نحل کی صفت ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ اللہ کے حکم کی اطاعت میں لگی رہنا اور اپنے حکم کے زیر اثر راستوں پر چلنا۔ کہنے والوں کا قول ہے کہ مکھیوں کے سردار تمام مکھیوں کو ساتھ لے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پر منتقل ہو جاتے ہیں اور جہاں کہیں وہ رک جاتا ہے تو سب ٹھہر جاتی ہیں۔ "یخرج من بطونها شراب" اس سے مراد عسل ہے۔ "مختلف الوانه" سفید، سرخ اور زرد رنگ۔ "فیه شفاءٌ للنّاس" یہ قرآن پر عمل کرنے والوں کے لیے شفاء ہے۔

مجاہد نے فیہ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع کی ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ قرآن میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔

شہد میں شفاء ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا میرے بھائی کو اسہال کی شکایت ہے، فرمایا شہد پلاؤ، حسب الحکم اس شخص نے شہد پلایا، وہ پھر خدمت گرامی میں حاضر ہوا اور عرض کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنے بھائی کو شہد پلایا تھا مگر شہد سے اسہال میں اور اضافہ ہوگیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے اس نے جا کر پھر شہد پلایا اور مریض اچھا ہوگیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شہد ہر بیماری کی دوا ہے اور قرآن شفاء ہے اور دلوں کی بیماری کی قرآن شفاء ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ تم دونوں شفاؤں کو لازم پکڑو قرآن اور شہد سے۔ ”انّ فی ذلک لایۃ لقوم یتفکرون“ جو اس میں غور وفکر کرتے ہیں۔

⑳ ”واللّٰہ خلقکم ثم یتوفاکم“ پہلے آپ کو بچپن دیا پھر جوانی اور پھر بڑھاپا۔ ”ومنکم من یرد الی ارذل العمر“ مقاتل رحمہ اللہ نے کہا کہ اس سے مراد بڑھاپا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد نوے سال ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ارذل عمر ۷۵ سال ہے اور بعض کا قول ہے کہ اسّی سال عمر ارذل العمر ہے۔ ”لکیلا یعلم بعد علم شیئًا“ یعنی تمام معلومات کے ہونے کے باوجود سب کچھ بھول جائے۔ ”انّ اللّٰہ علیم قدیر“ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یہ دُعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! تو مجھے بخل، سستی اور ارذل عمر اور عذاب قبر اور فتنہ دجال اور فتنہ محیا وممات سے پناہ دے۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۷۳﴾

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پر رزق میں فضیلت دی ہے سو جن لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنے حصہ کا مال اپنے غلاموں کو اس طرح دینے والے نہیں کہ وہ (مالک ومملوک) سب اس میں برابر ہو جاویں کیا پھر بھی خدائے تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہی میں سے تمہارے لئے بیبیاں بنائیں اور (پھر) ان بیبیوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تم کو اچھی اچھی چیزیں کھانے پینے کو دیں کیا پھر بھی بے بنیاد چیز پر ایمان رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرتے رہیں گے اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے رہیں

گے جوان کو نہ آسمان میں سے رزق پہنچانے کا اختیار رکھتی ہیں اور نہ زمین میں سے اور نہ قدرت رکھتی ہیں۔

تفسیر ⑦ "واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق" کسی پر اللہ تعالیٰ نے رزق کو کشادہ کیا ہے اور بعض پر اس کو تنگ کیا ہے، کسی کو بہت کم دیا ہے اور کسی کو بہت زیادہ عطا کیا ہے۔ "فما الذین فضّلوا برادی رزقھم علٰی ما ملکت ایمانھم" اس سے مراد غلام ہیں۔ "فھم فیہ سواءٌ" یہاں تک کہ وہ اور ان کے غلام برابر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "لا یرضون ان یکونوا ھم وممالیکھم فیما رزقھم اللّٰہ سواءً" وہ اس بات پر راضی نہیں کہ وہ اور ان کے غلام ان کے برابر ہو جائیں۔ لہٰذا وہ رزق اپنے غلاموں کو نہیں دیتے بلکہ غلام اپنا رزق کھاتے ہیں جو اللہ نے ان کو عطا فرمایا ہے اور انہوں نے اپنے غلاموں کو میرے ساتھ شریک قرار دیا، میری بادشاہت وسلطنت میں۔ یہ مشرکین پر واضح حجت دلیل ہے۔

قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے مثال بیان کی ہے کہ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص تمہاری بیوی اور بستر میں شریک رہے اور تمہارے مال میں شریک رہے (تو جب اپنے لیے ان شرکاء کو پسند نہیں کرتے) تو تم اللہ کی پیدا کردہ مخلوق کو ان کے ساتھ کیسے شریک ٹھہراتے ہو۔ "افبنعمۃ اللّٰہ یجحدون" اس شرک کے ساتھ اور ابوبکر نے اس کو تاء کے ساتھ ذکر کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "واللّٰہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق" اور دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

⑦ "واللّٰہ جعل لکم من انفسکم أزواجًا" اس سے مراد بیویاں ہیں۔ "جعل لکم من أنفسکم" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حواء کو حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا۔ پھر باقی تمام عورتوں کو مردوں اور عورتوں کے نطفہ سے بنایا اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے یہ بیوی تمہاری ہی جنس سے پیدا کی ہیں۔ "وجعل لکم من ازواجکم بنین وحفدۃ"

آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال

ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام نخعی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس سے مراد داماد ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسی طرح ذکر کیا ہے کہ ان کے نزدیک اس سے مراد خسر ہیں۔ اسی قول کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ نے تمہاری بیویوں سے تم کو نر اور مادہ اولاد عطا کی ہے اور ان کے نکاح کر دینے سے خسر اور داماد تمہارے لیے مقرر کیے۔

عکرمہ، حسن، ضحاک رحمہم اللہ کے نزدیک آیت سے مراد خادم ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کارگزار کارندے مراد ہیں۔

عطاء کا قول ہے کہ وہ اولاد مراد ہے جو مددگار اور خادم ہوتی ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ وہ اولاد مراد ہے جو تمہاری خدمت اور کام کاج کرتی ہے۔ کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ کا بیان ہے کہ بنین سے چھوٹے بچے اور حفدۃ سے بڑی اولاد مراد ہے۔

مجاہد اور سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ حفدہ سے مراد اولاد کی اولاد ہے اور عوفی کی روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اپنی بیوی کے بچے مراد ہیں جو پہلے شوہر سے ہوں۔ "ورزقکم من الطیّبات" دُنیا کی نعمتیں اور حلال چیزیں ہیں۔ "أفبالباطل" اس سے مراد بت ہیں۔ "یؤمنون وبنعمۃ اللّٰہ ھم یکفرون"

اس سے توحید اور اسلام مراد ہیں۔ بعض نے کہا کہ باطل سے مراد شیطان ہے کہ اس نے بحیرہ، سائبہ اور وصیلہ کی حرمت کا حکم دیا اور "بنعمة اللّٰه" سے مراد اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حلال قرار دیا ہے یہ لوگ اس کو حرام تصور کرتے ہیں۔

⑬ "ویعبدون من دون اللّٰه مالا یملک لهم رزقًا من السمٰوات" آسمان سے رزق کا مطلب ہے بارش کا برسنا۔ "والارض" نباتات کا اُگنا "شیئًا" اخفش کا قول ہے کہ یہ رزق سے بدل ہے۔ اس کا معنی یہ ہوگا کہ رزق میں کسی چیز کے مالک نہیں، نہ ہی تھوڑے رزق کے مالک ہیں اور نہ ہی زیادہ رزق کے۔ فراء کا قول ہے کہ "رزقًا" مفعول مطلق اور "شیئًا" مفعول بہ ہے۔ عبارت یہ ہوگی "لا یرزق شیئًا" کہ ایک ذرہ برابر بھی یہ رزق نہیں دے سکتے۔ "ولا یستطیعون" اور یہ کسی چیز پر قادر نہیں کیونکہ یہ بت عاجز ہیں نفع اور نقصان دینے سے۔

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ⑭ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰي شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑮ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰي شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰي مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ⑯

(ترجمہ) سو تم اللہ تعالیٰ کے لئے مثالیں مت گھڑو اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ (فرض کرو) ایک (تو) غلام ہے (کسی کا) مملوک کی کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا اور ایک شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے خوب نعمت دے رکھی ہے تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتا ہے کیا اس قسم کے شخص آپس میں برابر ہو سکتے ہیں ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے لائق ہیں بلکہ ان میں اکثر تو جانتے ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ ایک اور مثال بیان فرماتے ہیں کہ دو شخص ہیں جن میں ایک تو گونگا (بھی) ہے کوئی کام نہیں کر سکتا اور وہ اپنے مالک پر ایک وبال جان ہے وہ اس کو جہاں بھیجتا ہے کوئی کام درست کر کے نہیں لاتا کیا یہ شخص اور ایسا شخص باہم برابر ہو سکتے ہیں۔ جو اچھی باتوں کی تعلیم کرتا ہو اور خود بھی ایک معتدل طریقہ پر (چلتا) ہو۔

(تفسیر) ⑭ "فلاتضربوا للّٰه الامثال" اس کا مطلب یہ ہے کہ تم جو اللہ کی مثالیں بیان کرتے ہو اور اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو وہ اکیلا ہے اس کا کوئی مثل نہیں۔ "انّ اللّٰه یعلم و انتم لاتعلمون" جو تم اللہ کے متعلق مثالیں بیان کرتے ہو وہ تمہاری غلطی ہے۔ پھر اللہ نے مؤمن اور کافر کی مثال بیان کی۔

⑮ "ضرب اللّٰه مثلا عبدًا مملوکًا لایقدر علی شیءٍ" یہ مثال کافر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مال دیا لیکن اس نے اس کو اچھی جگہ خرچ نہیں کیا۔ "ومن رزقناه منا رزقًا حسنًا فهو ینفق منه سرًّا وجهرًا" یہ مثال مؤمن کی ہے کہ اللہ نے ان کو

مال عطا کیا۔ انہوں نے اس کو اس کی راہ میں خرچ کیا جس سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ پوشیدہ طور پر بھی اور اعلانیہ طور پر بھی خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں اس کو جنت عطا فرمائی۔ "هل یستوون" یہاں پر هل یستویان نہیں فرمایا (من) کی وجہ سے کیونکہ یہ اسم واحد جمع، تثنیہ سب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان "لایستطیعون" جمع کے ساتھ ذکر کیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ کیا فقیر و بخیل، غنی اور سخی برابر ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح کافر سرکش اور مؤمن فرمانبردار برابر ہو سکتے ہیں۔

ابن جریج نے عطاء کا قول نقل کیا ہے کہ "عبداً مملوکاً" سے مراد ابوجہل بن ہشام ہے اور "من رزقناہ" سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ "الحمدللّٰہ بل اکثرھم لا یعلمون" یہ بات اس طرح نہیں جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں نہ تو ان کے بتوں کے ہاتھوں میں کچھ ہے اور نہ یہ کچھ جانتے ہیں بلکہ اللہ ہی تمام نعمتوں کا عطا کرنے والا ہے۔ لہٰذا وہی ہر ستائش کا مستحق ہے اس کے سوا اور کوئی نعمت دینے والا نہیں۔ حقیقی خالق اور رزاق وہی ہے لیکن اکثر کفار نہیں جانتے پھر بتوں کی مثال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"وضرب اللّٰہ مثلاً رجلین احدھما ابکم لایقدر علی شیءٍ وھو کلٌّ علی مولاہ" کل بوجھ کو کہتے ہیں جو اپنے مولیٰ پر وبال ہو۔ "این مایوجھہ" اس کو جہاں بھی بھیجتا ہے وہ ٹھیک کام نہیں کر کے لاتا۔ "لا یاتیہ بخیر" کیونکہ جو کچھ اس کو کہا جاتا ہے وہ اچھے طریقے سے نہیں سمجھتا۔ یہ مثال بتوں کی ہے جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں نہ کچھ سمجھتے ہیں۔ "وھو کل علی مولاہ" اس کی عبادت کرتے ہیں اور وہ اُٹھانے کے اور بیٹھنے کے اور خدمت گاروں کے محتاج ہیں۔ "ھل یستوی ھو ومن یامر بالعدل" اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں۔ یعنی اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی تمثیل دی ہے۔ "وھو علی صراط مستقیم" کلبی نے اس کا معنی بیان کیا ہے کہ وہ صراط مستقیم کی طرف دعوت دیتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ وہ انصاف کا حکم دیتے ہیں اور وہ صراط مستقیم ہے اور بعض نے کہا کہ یہ دونوں مثالیں کافر اور مؤمن کی ہیں۔ عطیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہی لکھا ہے۔ عطاء کا قول ہے کہ "ابکم" سے مراد ابی بن خلف ہے اور "ومن یامر بالعدل" سے مراد حضرت حمزہ، حضرت عثمان بن عفان، حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم ہیں۔ مقاتل کا قول ہے کہ قبیلہ ربیعہ کا ایک شخص تھا جس کا نام ہاشم بن عمرو بن حارث تھا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا اور بہت ہی شریر تھا۔ اس کے متعلق اس آیت کا نزول ہوا اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد حضرت عثمان اور ان کے کافر غلام اسید بن ابوالعیص کے متعلق نازل ہوئی۔ اسید کو اسلام سے سخت نفرت تھی اور اسلام کو ناپسندیدہ سمجھتا تھا۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ

جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا یُمۡسِکُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۷۹﴾ وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡۢ بُیُوۡتِکُمۡ سَکَنًا وَّجَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ جُلُوۡدِ الۡاَنۡعَامِ بُیُوۡتًا تَسۡتَخِفُّوۡنَہَا یَوۡمَ ظَعۡنِکُمۡ وَیَوۡمَ اِقَامَتِکُمۡ ۙ وَمِنۡ اَصۡوَافِہَا وَاَوۡبَارِہَا وَاَشۡعَارِہَاۤ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰی حِیۡنٍ ﴿۸۰﴾

ترجمہ اورآسمانوں اورزمین کی (تمام) پوشیدہ باتیں اللہ ہی کے ساتھ خاص ہیں اور قیامت کا معاملہ بس ایسا (جھٹ پٹ) ہوگا جیسے آنکھ جھپکنا بلکہ اس سے بھی جلدی یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور اس نے تم کو کان دیئے اور آنکھ اور دل تا کہ تم شکر کرو (اور استدلال علی القدرت کے لئے) کیا لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کے (تلے) میدان میں مسخر ہو رہے ہیں ان کو کوئی نہیں تھامتا بجز اللہ کے ان میں ایمان والوں کے لئے چند دلیلیں (موجود) ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے تمہارے گھروں میں رہنے کی جگہ بنائی اور تمہارے لئے جانوروں کی کھال کے گھر (یعنی خیمے) بنائے جن کو تم اپنے کوچ کے دن اور مقام (کرنے) کے دن ہلکا (پھلکا) پاتے ہو اور ان کی اون اور ان کے روؤں اور ان کے بالوں سے گھر کا سامان اور فائدے کی چیزیں ایک مدت تک کے لئے بنائیں۔

تفسیر ⑦⑦ "**وللّٰہ غیب السمٰوات والارض وما امر الساعۃ**" اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ "**الا کلمح البصر**" جب وہ یہ لفظ کہے گا "کُن" تو قیامت ہو جائے گی۔ "**او ھو اقرب**" بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب "**ان اللّٰہ علیٰ کل شیءٍ قدیر**" یہ ان کافروں کے متعلق نازل ہوئیں جنہوں نے اس کی جلدی کے متعلق استہزاء کی۔

⑦⑧ "**واللّٰہ اخرجکم من بطون امھاتکم**" کسائی وغیرہ نے (بطون) کی جگہ "بیوت" بھی پڑھا ہے۔ "**اُمھاتِکم**" کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور حمزہ نے میم اور ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی قراء نے ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ اور میم کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ "**لاتعلمون شیئاً**" یہاں پر کلام تام ہوتا ہے۔ پھر آگے اللہ عزوجل فرماتے ہیں "**وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ**" ان تمام اشیاء کو ماؤں کے پیٹوں سے نکلنے سے پہلے ہی بنا دیا تھا۔ البتہ ان اشیاء کا علم اور دوسری چیزوں کا علم اس کے بعد دیا گیا۔

"**لعلکم تشکرون**" کہ تم ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کرو، سننے اور دیکھنے اور دوسری تمام چیزوں کا۔ دیکھئے بچہ سنتا بھی ہے دیکھتا بھی ہے لیکن اس کو اس کا علم نہیں ہے۔ ان صفات کے علاوہ تمام جوارح ایسے ہی ہیں۔ گویا وہ وجود میں نہیں آئے۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ وہ حق نہیں سنتا اور جائے عبرت کو نہیں دیکھتا اور ثواب کا اُمیدوار نہیں۔ گویا کہ وہ "**صمٌّ، بکمٌ، عمیٌ، فھم لایرجعون**" کا مصداق ہیں کہ وہ کسی نعمت کا شکر ادا نہیں کرتے۔

⑦⑨ "**الم یروا**" ابن عامر، حمزہ، یعقوب نے تاء کے ساتھ (تروا) پڑھا ہے اور باقی قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

"الی الطیر مسخرات" یعنی وہ تمہارے لیے بازو بچھائے ہوئے ہیں۔ "فی جوّ السماء" آسمان اور زمین کی درمیانی ہوا۔ کعب احبار کا قول ہے کہ پرندے بارہ میل تک بلندی میں اُڑ سکتے ہیں اس سے اوپر نہیں اُڑ سکتے۔ "ما یمسکھن" وہ ہوا میں نہیں رُک سکتے۔ "الا اللّٰہ ان فی ذلک لایات لقوم یؤمنون"

⑧⓪ "واللّٰہ جعل لکم من بیوتکم" گھر خواہ پتھر کے ہوں یا مٹی کے ہوں۔ "سکنًا" اور ان کو اپنے لیے ٹھہرنے کی جگہ بناؤ۔ "وجعل لکم من جلود الانعام بیوتًا" اس سے مراد خیمے، قباب (گنبد نما گھر) چٹائیاں، خواہ وہ اون کی ہوں یا کھال کی۔ "تستخفونھا" جن کو اُٹھانے میں آسانی ہوتی ہے۔ "یوم ظعنکم" اپنی سواریوں کو سفر پر بھیجنے کی غرض سے۔ ابن عامر اور اہل کوفہ نے عین کے ساکن کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے حضرات نے اس کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ "ویوم اقامتکم" یعنی تمہارے شہروں میں۔ الحاصل دونوں صورتوں میں یہ گھر تمہارے لیے بوجھ کا سبب نہیں بنتے۔ "ومن اصوافھا و او بارھا و اشعارھا اثاثًا" بھیڑوں کی اون اور اونٹنی سے حاصل شدہ روئی اس کو عربی میں وبر کہتے ہیں اور بال بکری کے ہوتے ہیں۔ یہ کنایہ انعام کی طرف راجع کی ہیں۔ "اثاثًا" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد مال ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد سامان ہے۔ قتیبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اثاث تمام مال کو کہا جاتا ہے خواہ اس مال کا تعلق اونٹوں کے ساتھ ہو یا بھیڑ بکریوں کے ساتھ اور بعض نے کہا کہ گھر کے سامان کو بھی اثاث کہتے ہیں۔ فرش، بستر، چادر، کمبل، لباس وغیرہ مراد ہیں۔ "ومتاعًا" ایسا سامان جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ "الٰی حین" اس مدت تک جب تک وہ زندہ رہے اور بعض نے کہا کہ اس وقت تک جب کہ وہ بوسیدہ نہیں ہوا۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ⑧① فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑧② يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ⑧③ وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ⑧④

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اپنی بعض مخلوقات کے سائے بنائے اور تمہارے لئے پہاڑوں میں پناہ کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لئے ایسے کرتے بنائے جو گرمی سے تمہاری حفاظت کریں اور ایسے کرتے بنائے جو تمہاری لڑائی سے تمہاری حفاظت کریں اللہ تعالیٰ تم پر اسی طرح (کی) اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تا کہ تم فرمانبردار رہو پھر اگر یہ لوگ (ایمان سے) اعراض کریں تو آپ کے ذمہ تو صاف صاف پہنچا دینا ہے وہ لوگ خدا کی نعمت کو (تو) پہچانتے ہیں پھر اس کے منکر ہوتے ہیں اور زیادہ ان میں ناسپاس ہیں اور جس دن ہم ہر ہر امت میں سے ایک ایک گواہ قائم کریں گے پھر ان کافروں کو اجازت نہ دی جائے گی اور نہ ان کو حق تعالیٰ کے راضی کرنے کی فرمائش کی جاوے گی۔

تفسیر: ⑧① "واللّٰہ جعل لکم مما خلق ظلالًا" وہ گرمی سے بچنے کے لیے چھاؤں میں بیٹھتے ہیں۔ خواہ وہ چھاؤں

درخت کی ہوں یا ٹیلے وغیرہ کی۔ "وجعل لکم من الجبال أکناناً" پہاڑ اور غار میں چھپنے کی جگہ۔ "اکناناً کنٌّ" کی جمع ہے چھپنے کا مقام، مکان وغیرہ۔ "وجعل لکم سرابیل" اور بنائے تمہارے لیے سوت، اون، کنان، ریشم وغیرہ کے کچھ حصے۔ "تقیکم" جس سے تم بچتے ہو۔ "الحر" اہل معانی نے لکھا ہے کہ تم اس سے سردی اور گرمی میں بچتے ہو۔ یہاں پر صرف (حر) کو ذکر کیا اور سردی کو اس پر چھوڑ دیا۔ ایک کو ذکر کرنے پر اکتفاء کیا۔

"وسرابیل تقیکم بأسکم" اس سے مراد زرہیں، خود اور جنگی لباس۔ تم لڑائی میں اس سے اپنا بچاؤ کرتے ہو۔ "کذلک یتم نعمته علیکم لعلکم تسلمون" تا کہ تم ان کی طرف مخلص ہو کر طاعت کرنے والے بن جاؤ۔ عطاء خراسانی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی سمجھ کے موافق قرآن نازل کیا اور فرمایا دیکھو پہاڑوں میں پناہ گاہیں پیدا کرنے کا ذکر فرمایا اور میدان وصحرا جو پہاڑوں سے بڑے ہیں ان کا ذکر نہیں کیا اور چونکہ وہ خیموں اور بالوں والے تھے۔ اسی طرح ایک اور آیت میں فرمایا "وینزل من السماء من جبال فیها من برد" اللہ آسمانی پہاڑوں سے اولے اُتارتا ہے۔ یہاں برف کا ذکر نہیں کیا کیونکہ بارش برفباری سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ برف باری سے واقف بھی نہ تھے اور فرمایا "تقیکم الحر" آیت مذکورہ بالا میں گرمی سے حفاظت کو لباس کا فائدہ قرار دیا ہے، سردی کا ذکر نہیں کیا کیونکہ ان لوگوں کو گرمی سے ہی زیادہ واسطہ پڑتا تھا۔

⑧② "فان تولوا" اگر وہ آپ سے اعراض کریں تو آپ ان سے رنجیدہ اور تنگ دل نہ ہوں، آپ کا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔ "فانما علیک البلاغ المبین"

⑧③ "یعرفون نعمة اللّٰه" سدی کا قول ہے کہ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بعض حضرات کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مراد ہے۔ "ثم ینکرونها" پھر انہوں نے اس نعمت کو جھٹلا دیا۔ بعض نے کہا کہ اس نعمت سے مراد اسلام ہے۔ مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ کا بیان ہے کہ اللہ نے اس سورت میں جن نعمتوں کا ذکر کیا ہے کافر ان کو پہچانتے ہیں، پھر جب ان سے کہا گیا کہ اس بات کی تصدیق بھی کرو ان نعمتوں کے احکام کی تعمیل بھی کرو تو پھر اس کا انکار کرنے لگے اور کہنے لگے ہمیں تو یہ نعمتیں باپ دادا کی وراثت سے ملی ہیں۔

کلبی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کی نعمتوں کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے اقرار کیا اور کہا ہاں یہ نعمتیں اللہ ہی نے دی ہیں لیکن ہمارے معبودوں کی سفارش سے ملی ہیں۔

عوف بن عبداللہ کا قول ہے کہ نعمتوں کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ ظاہری اسباب کی طرف نعمتوں کی حقیقی نسبت کر دینا مثلاً کوئی کہتا ہے کہ اگر فلاں بات ہوتی تو یہ کام ہو جاتا یا یہ کام نہ ہونے پاتا۔ "واکثرهم الکافرون" اور اکثر ان نعمتوں کو جھٹلانے والے ہیں۔

⑧④ "ویوم نبعث من کل اُمة شهیدًا" شہید سے مراد پیغمبر ہے جو اپنی اُمت کے کفر وایمان کی شہادت دے گا۔ "ثم لا یؤذن للذین کفروا" پھر ان کو عذر پیش کرنے کی اجازت نہیں ملے گی اور بعض نے کہا کہ ان کو بات کرنے کی بالکل اجازت نہیں ملے گی۔ "ولا هم یستعتبون" ان سے یہ بھی نہیں کہا جائے گا کہ اپنے رب کو راضی کرلو، روز آخرت تو عمل کا دن ہی نہ ہوگا

اور نہ ہی دُنیا میں واپس جا کر توبہ وعمل کی اجازت ہوگی۔ الحاصل یہ کہ اس دن ان کو اللہ کی رضا حاصل نہیں ہوگی اور یہ بات ثابت ہے کہ آخرت میں کافروں کے لیے رضامندی کا دروازہ بند کر دیا جائے گا۔

وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَاهُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿85﴾ وَاِذَا رَاَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَ هُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿86﴾ وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ نِ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّاكَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿87﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿88﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿89﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿90﴾

ترجمہ اور جب ظالم (یعنی کافر) لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو وہ عذاب نہ ان سے ہلکا کیا جاوے گا اور نہ وہ کچھ مہلت دیئے جاویں گے اور جب مشرک لوگ اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ ہمارے پروردگار وہ ہمارے شریک یہی ہیں۔ کہ آپ کو چھوڑ کر ہم ان کو پوجا کرتے تھے سو وہ ان کی طرف کلام کو متوجہ کریں گے کہ تم جھوٹے ہو اور یہ (مشرک اور کافر) لوگ اس روز اللہ کے سامنے اطاعت کی باتیں کرنے لگیں گے اور جو کچھ افترا پردازیاں کرتے تھے وہ سب گم ہو جاویں گی جو لوگ کفر کرتے تھے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے ان کے لئے ہم ایک سزا پر دوسری سزا بمقابلہ ان کے فساد کے بڑھا دیں گے اور جس دن ہم ہر ہر امت میں ایک ایک گواہ جو انہی کا ہوگا ان کے مقابلہ میں قائم کریں گے اور ان لوگوں کے مقابلہ میں آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے کہ تمام (دین کی) باتوں کا بیان کرنے والا ہے اور (خاص) مسلمانوں کے واسطے بڑی ہدایت اور بڑی رحمت اور خوشخبری سنانے والا ہے بیشک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو۔

تفسیر 85 **"واذا رأى الذين ظلموا"** ظلم سے مراد کفر کرنا، انکار کرنا مراد ہے۔ **"العذاب"** اس سے مراد جہنم ہے۔ **"فلايخفف عنهم ولاهم ينظرون"**

86 **"واذا رأى الذين أشركوا"** قیامت کے دن **"شركاء هم"** ان بتوں کو **"قالوا ربنا هولاء شركاء نا الذين كنا ندعوا من دونک"** وہ دوست اور جو ان کی عبادت کرتے ہیں۔ **"فالقوا"** ان بتوں کی طرف رُخ کریں

گے۔ ''الیھم القول'' اوران کوکہیں گے ''انکم لکاذبون'' کہ تم ہمیں اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے یا اس دعوے میں جھوٹے ہو کہ حقیقت میں تم ہماری پوجا کرتے تھے۔

⑧⑦ ''وألقوا'' اور مشرک لوگ اللہ کے سامنے اس روز باتیں کرنے لگیں گے۔ ''الی اللّٰہ یومئذ السلم'' وہ اطاعت کرنے اور اس کے حکم کی فرمانبرداری کا اظہار کریں گے اور اس دن ان کے معبودان کو کسی چیز کا فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے۔ ''وضَلّ'' وہ گم ہو جائیں گی۔ ''عنھم ما کانوا یفترون'' اس طور پر کہ وہ ان کی سفارش کریں۔

⑧⑧ ''الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللّٰہ'' وہ لوگوں کو راہ حق سے روکتے تھے۔ ''زدناھم عذابًا فوق العذاب'' عبداللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد بچھو ہیں جن کے ڈنگ کھجور کے لمبے درختوں کے برابر ہوں گے۔ سعید بن جبیر نے کہا سانپ ہوں گے، بختی اونٹوں کی طرح اور بچھو ہوں گے خچروں کے مثل جن کے ایک مرتبہ کاٹنے کا اثر چالیس سال تک ڈسا ہوا آدمی محسوس کرتا رہے گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مقاتل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ عرش کے نیچے سے پگھلے ہوئے تانبے پیتل کے پانچ دریا نکلتے ہیں جو آگ کی طرح ہیں، ان دریاؤں میں ان کو ڈبونے کی سزا دی جاتی ہے۔ تین دریاؤں میں سے ایک رات کی مدت کے برابر اور دو دریاؤں میں دن کی مدت کے برابر سزا پاتے رہیں گے۔ بعض حضرات نے کہا کہ گرمی کے عذاب سے سردی کے عذاب کی طرف ان کو نکال کر لایا جائے گا، سردی کی شدت کی وجہ سے وہ چیخیں گے اور فریاد کریں گے اور دوزخ کی گرمی میں جانا پسند کریں گے اور بعض نے کہا کہ ان کے عذاب کو دُگنا کر دیا جائے گا۔ ''بما کانوا یفسدون'' فساد سے مراد دُنیا میں کفر ہے اور لوگوں کو ایمان سے روکنے سے، ان کے عذاب کو دُگنا کیا جاتا ہے۔

⑧⑨ ''ویوم نبعث فی کل امّة شھیدًا علیھم من انفسھم'' اس سے مراد ہر اُمت کا پیغمبر ہے کیونکہ انبیاء کو ان کی اُمتوں کی طرف مبعوث کیا جاتا ہے۔ ''وجئنابک'' اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ''شھیدًا علٰی ھولاء'' جن کی طرف آپ کو بھیجا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گواہ ہیں۔ ''ونزلنا علیک الکتاب تبیانًا'' اس سے مراد بیان ہے۔ ''لکل شیءٍ'' ہر دینی مسئلہ اس کی طرف احتیاجیت ہے خواہ اس کا تعلق امر، نہی، حلال، حرام، حدود، احکام کے ساتھ ہو۔ ''وھدیً'' گمراہی سے۔ ''ورحمة و بشریٰ'' اوران کے لیے خوشخبری ہے۔ ''للمسلمین''

⑨⓪ ''ان اللّٰہ یامر بالعدل'' اس سے مراد انصاف ہے۔ ''والاحسان'' اور لوگوں پر احسان کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عدل سے مراد توحید ہے اور احسان سے مراد فرائض کی ادائیگی اور اسی طرح احسان سے مراد توحید میں خالص ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا معنی یہی ہے کہ ''الاحسان ...... الخ'' احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کر اس حال میں کہ تو اپنے رب کو دیکھ رہا ہے۔ مقاتل رحمہ اللہ نے کہا کہ عدل سے مراد توحید اور احسان سے مراد لوگوں سے درگزر کرنا ہے۔

''وایتاء ذی القربیٰ'' اس سے مراد صلہ رحمی ہے۔ ''وینھی عن الفحشاء'' جو بات بری ہو خواہ اس کا تعلق بات چیت

سے ہو یا فعل سے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد زنا ہے۔ "والمنکر" اس کو کہتے ہیں جو نہ شریعت سے پہچانا جاتا ہو اور نہ ہی سنت سے۔ "والبغی" اس سے مراد تکبر و ظلم ہے۔ ابن عیینہ کا قول ہے کہ ظاہر اور باطن کا برابر ہو جانا عدل ہے اور باطن کا ظاہر سے اچھا ہونا احسان ہے اور ظاہر بنسبت باطن کے اچھا ہو تو یہ فحشاء و منکر ہے۔ "یعظکم لعلکم تذکرون" تا کہ تم ان کی نصیحت حاصل کرو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ جامع آیت یہی ہے۔

ایوب نے عکرمہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت ولید کو سنائی تو ولید بولا بھتیجے ذرا اس کو دوبارہ پڑھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ تلاوت فرمائی، ولید کہنے لگا خدا کی قسم! اس میں عجیب شیرینی اور ایک خاص حسن ہے۔ اس کا بالائی حصہ ثمر آفریں اور نچلا حصہ خوشوں سے بھرا ہوا ہے، یہ انسان کا کلام نہیں۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمہ اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم اس کو (تخصیصاً) یا (تعمیماً) اپنے ذمہ کرلو اور قسموں کے بعد ان کے مستحکم کرنے کے بعد مت توڑو اور تم اللہ تعالیٰ کو گواہ بھی بنا چکے ہو بے شک اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور تم اس عورت کے مشابہ مت بنو جس نے اپنا سوت کاتے پیچھے بوٹی بوٹی کر کے نوچ ڈالا کہ (اس کی طرح) تم (بھی) اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ بنانے لگو محض اس وجہ سے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھ جاوے بس اس سے اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرتا ہے اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے رہے۔

تفسیر ⑨١ "واوفوا بعهد الله اذا عاهدتم" عہد یہاں پر یمین کے معنی میں ہے۔ شعبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عہد یمین ہے اور اس کا کفارہ کفارہ یمین ہے۔ "ولا تنقضوا الايمان بعد توكيدها" اس کے پختہ ہو جانے کے بعد پھر اس قسم سے حانث ہو جاؤ۔ "وقد جعلتم الله عليكم كفيلا" اس قسم کو پورا کرنے کا گواہ۔ "ان الله يعلم ما تفعلون" اس آیت کے نزول میں اختلاف ہے، اگر اس کا حکم عام ہے اس صورت میں جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اللہ نے ان کو اس بیعت کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ مجاہد اور قتادہ کا بیان ہے کہ اس آیت کا نزول حلف جاہلیت کے متعلق ہوا، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے نقض عہد کی مثال بیان فرمائی ہے۔

آیت ولا تکونوا کالتی نقضت غزلها کا شان نزول

⑨٢ "ولا تكونوا كالتي نقضت غزلها من بعد قوة" اس کے بٹنے اور مضبوط کرنے کے بعد کلبی اور مقاتل رحمہما اللہ کا بیان ہے کہ یہ ایک عورت خرقاء (توڑنے والی) تھی جو احمق اور بیوقوف تھی اور اس کا تعلق قریش سے تھا، اس کا نام ربطہ بنت

عمرو بن سعد بن کعب بن زید بن مناۃ بن تمیم ہے۔ اس کا لقب جعر تھا۔ اس کے دماغ میں کچھ خرابی تھی اس نے ایک چرخہ ہاتھ بھر کا اور اس میں ایک میخ انگل بھر کی اور دمرکہ بہت بڑا بنا رکھا تھا وہ اون روائیں اور بالوں کی کتائی کرتی تھی اور اپنی باندیوں سے بھی کتواتی تھی، سب مل کر دوپہر تک کاتتی تھیں، دوپہر کو وہ سب کا تا ہوا دھاگہ کھول ڈالتی تھی۔ یہی اس کا روزانہ کا معمول تھا۔ اس واقعہ کے بعد اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ عورت جو کاتنے کا کام برابر کرتی تھی کاتنا ترک نہیں کرتی تھی اور کاتنے کے بعد کتے ہوئے سوت کو توڑنے سے بھی باز نہیں رہتی تھی تم اس کی طرح نہ ہو جاؤ یا تو عہد ہی نہ کرو اور کرو تو اس کو پورا بھی کرو، ہر دفعہ معاہدہ کر کے اس کو مت توڑو۔ "انکاثا" وہ اس کو توڑ دیتی تھی اس کا واحد نکث آتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اون کاتنے کے بعد اس کو توڑ دینا یا رسی کو توڑ دینا۔ "تتخذون ایمانکم دخلاً بینکم" دَخل بگاڑ دھوکہ، خیانت کو کہتے ہیں۔ دَخل لغوی اعتبار سے اس چیز کو کہتے ہیں جس کو کسی چیز کے اندر اس کو خراب کرنے اور بگاڑنے کے لیے داخل کیا جائے اور بعض نے کہا کہ دَخل اور دغل یہ ہے کہ ظاہر میں تو وفائے عہد کرے اور باطن میں اس کو توڑ دے۔ "أن تکون" کہ تم ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ۔

"أُمة ھی اربیٰ" تعداد افرادی اور مال میں زیادہ "من أُمة" مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عرب کا دستور یہ تھا کہ ایک قبیلہ یا ایک جماعت دوسری جماعت سے باہمی امداد کا بقسم معاہدہ کر لیتی تھی لیکن جب ان دونوں قبیلوں میں سے کسی کو اپنے حلیفوں کی دشمن جماعت زیادہ طاقتور یا مالدار نظر آتی ہے تو اپنے حلیفوں سے غداری کر کے حلیفوں کے دشمنوں سے جا کر مل جاتے تھے اور ان سے محالفہ کر لیتے تھے، اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ "انما یبلو کم اللہ بہ" اللہ تمہیں اس کام کے متعلق آزماتا ہے کہ کیا تم اس پر پورا عہد نبھاتے ہو۔ "ولیبینن لکم یوم القیامۃ ما کنتم فیہ تختلفون" دُنیا میں تم ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہو۔

وَلَوْشَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿93﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا ۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ ۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿94﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿95﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿96﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿97﴾

ترجمہ قیامت کے دن اس سب کو تمہارے سامنے (عملاً) ظاہر کر دے گا اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی طریقے کا بنا دیتے لیکن جس کو چاہتے ہیں بے راہ کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں راہ پر ڈال دیتے ہیں اور تم سے تمہارے سب اعمال کی ضرور باز پرس ہوگی اور تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ مت بناؤ کبھی کسی اور کا قدم جمنے کے بعد پھسل جائے پھر تم کو اس سبب سے کہ تم راہ خدا سے مانع ہوئے تکلیف بھگتنا پڑے اور تم کو بڑا

عذاب ہوگا اور تم لوگ عہد خداوندی کے عوض میں (دنیا کا) تھوڑا سا فائدہ مت حال کرو بس اللہ کے پاس کی جو چیز ہے وہ تمہارے لئے بدر جہا بہتر ہے اگر تم سمجھنا چاہو اور جو کچھ تمہارے پاس (دنیا میں) ہے وہ ختم ہو جاوے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دائم رہے گا اور جو ثابت قدم ہیں ہم ان کے اچھے کاموں کے عوض ان کا اجر ان کو ضرور دیں گے جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو (دنیا میں) بالطف زندگی دیں گے اور (آخرت میں) ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا اجر دیں گے۔

تفسیر ⑨③ "**ولو شاء اللّٰہ لجعلکم اُمۃ واحدۃً**" اس سے ملت واحدہ اسلام ہے۔ "**ولکن یضل من یشاء**" ان کو اس کے کاموں کے سبب رُسوا کر دیا یا اسلام سے عدول فرمانے کی وجہ سے اس کو اس سے دور رکھا۔ "**ویھدی من یشاء**" اس کی توفیق کے سبب ان پر اللہ نے فضیلت بخشی۔ "**ولتسئلن عما کنتم تعملون**" قیامت کے دن۔

⑨④ "**ولا تتخذوا ایمانکم دخلاً**" ان کو دھوکہ دینا اور فساد بر پا کرنا۔ "**بینکم**" کہ تم لوگوں کو دھوکہ نہ دو اور تم ان کی قسموں پر اعتماد کر لو اور تم ان کی طرف سے خوب مطمئن ہو جاؤ اور پھر وہ تم کو فریب و دھوکا دے کر قسمیں اور معاہدے توڑ دے۔ "**فتزل قدم بعد ثبوتھا**" بے خوف اور مطمئن ہو جانے کے بعد تم ہلاک ہو جاؤ۔ عرب کا محاورہ ہے کہ عافیت کے بعد اگر کوئی شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے یا سلامتی کے بعد کسی گڑھے میں گر پڑتا ہے تو کہتے ہیں اس کا قدم پھسل گیا۔ "**وتذوقوا السوء بما صددتم عن سبیل اللّٰہ**" بعض نے کہا کہ تمہارے لیے لوگوں کے ساتھ نقض عہد کو آسان کر دیا گیا ہے کہ تم ان کے ساتھ نقض عہد کرو۔ "**ولکم عذاب عظیم**"

⑨⑤ "**ولا تشتروا بعھد اللّٰہ ثمناً قلیلاً**" اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد تم ان چند چیزوں سے نہ توڑو کہ دُنیا کا کچھ مال تمہیں مل جائے لیکن تم اس عہد کو پورا کرو۔ "**انما عند اللّٰہ ھو**" اسی کے پاس تمہارے لیے ثواب جو تم نے عہد پورا کیا ہے۔ "**خیر لکم ان کنتم تعلمون**" ان دونوں عوضوں سے بڑھ کر یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

⑨⑥ "**ما عندکم ینفد**" جو کچھ دُنیا میں ہے اور دُنیا بھی فانی ہے۔ "**وما عند اللّٰہ باقٍ ولنجزین**" ابوجعفر، ابن کثیر، عاصم نے نون کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراءیاء کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ "**الذین صبروا**" عہد کی پاسداری میں خواہ خوشی میں ہو یا تنگی میں۔
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنی دُنیا کو پسند کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو آخرت کو پسند کرتا ہے وہ اپنی دُنیا کا ضرر کرتا ہے۔ تم باقی رہنے والی چیز کو فناء ہونے والی پر ترجیح دو۔

⑨⑦ "**من عمل صالحًا من ذکر او انثٰی وھو مؤمن فلنحیینہ حیاۃً طیبۃً**" سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور عطاء کا قول ہے کہ اس سے مراد رزق حلال ہے۔ حسن کا قول ہے کہ اس سے قناعت مراد ہے۔ مقاتل بن حیان کا قول ہے کہ طاعت میں زندگی گزارنا مراد ہے۔

ابوبکر وراق کا قول ہے کہ اس سے مراد طاعت کی شیرینی پاکیزہ زندگی ہے۔ مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد جنت ہے۔ عوف نے حسن سے روایت نقل کی ہے کہ حسن نے فرمایا کہ جنت کے علاوہ کسی کی زندگی طیب نہیں ہوتی۔

"ولنجزینھم اجرھم بأحسن ما کانوا یعملون"

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٩٨﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٩٩﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿١٠٠﴾ وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٠٢﴾

ترجمہ تو جب آپ قرآن پڑھنا چاہیں تو شیطان مردود (کے شر) سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں یقیناً اس کا قابو ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر (دل سے) بھروسہ رکھتے ہیں بس اس کا قابو تو صرف ان ہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں اور ان لوگوں پر جو کہ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں اور جب ہم کسی آیت کو بجائے دوسری آیت کے بدلتے ہیں اور حالانکہ اللہ تعالیٰ جو حکم بھیجتا ہے اس کو وہی خوب جانتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ افترا کرنے والے ہیں بلکہ انہیں میں اکثر لوگ جاہل ہیں آپ فرما دیجئے کہ اس کو روح القدس آپ کے رب کی طرف سے حکمت کے موافق لائے ہیں تا کہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری (کا ذریعہ) ہو جاوے۔

تفسیر ⑨⑧ **"فاذا قرأت القرآن"** جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرلو۔ **"فاستعذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم"** جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **"اذا قمتم الی الصلٰوۃ فاغسلوا"** تعوذ پڑھنا قرأۃ قرآن کے وقت مسنون ہے اور یہی اکثر علماء کا قول ہے کہ قرآن کی تلاوت سے پہلے تعوذ پڑھا جائے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ایک قول ہے کہ قرأت کے بعد تعوذ پڑھے۔ ان کے ہاں یہ الفاظ ہیں **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم**۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں داخل ہو جاتے تھے تو تین بار **اللہ اکبر کبیراً** اور تین بار **الحمدللہ کثیراً** اور تین بار **"سبحان اللّٰہ بکرۃ وّ اصیلا"** کہنے کے بعد **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم** پڑھتے تھے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ **"اللھم انی اعوذبک من الشیطان الرجیم من ھمزہ و لمزہ و نفخہ ونفثہ"** میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں شیطان مردود سے، اس کی پھونک سے اور اس کے دم کرنے سے اور اس کے وسوسے سے۔

⑨⑨ **"انہ لیس لہ سلطان"** نہ اس کے لیے ان کے پاس کوئی حجت اور ولایت ہوگی۔ **"علی الذین اٰمنوا وعلی ربھم یتوکلون"** سفیان نے اس کا مطلب یہ نہ ان کے لیے اس دن کوئی مددگار ہوگا جس پر یہ اپنے گناہ کا بار ڈال سکیں اور ان کو بخش دیں۔

⑩⓪ "انما سلطانه علی الذین یتولونه" جو شیطان کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی ولایت میں داخل ہیں۔ "والذین هم به مشرکون" یعنی وہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں اور بعض نے کہا کہ کنایۃ یہ شیطان کی طرف راجع ہے۔ یعنی شیطان کی وجہ سے اس کے اغواء کے سبب شرک کرتے ہیں۔

⑩① "واذا بدلنا آیة مکان آیة" یعنی جب ہم ایک حکم کو بدل کر اس کی جگہ دوسرے حکم کو لے آتے ہیں۔ "واللّٰه اعلم ما ینزل" وہی زیادہ جانتا ہے کہ میری مخلوق کے زیادہ مناسب کیا ہے کس احکام کو تبدیل یا بدلنا ہے۔ "قالوا انما انت" یعنی اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) "مفتر" مشرکین نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں سے مذاق کرتے ہیں۔ آج ایک حکم دیتے ہیں اور کل اس کی ممانعت کر دیتے ہیں یہ از خود تراش کر اللہ پر دروغ بندی کرتے ہیں۔ "بل اکثرهم لایعلمون" قرآن کی حقیقت کو اکثر نہیں جانتے اور ناسخ منسوخ کے بیان کو بھی نہیں جانتے۔

⑩② "قل نزله" اس سے قرآن کریم مراد ہے۔ "روح القدس" حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ "من ربک بالحق" اس سے سچائی مراد ہے۔ "لیثبت الذین آمنوا" تاکہ اس کے ذریعے مؤمنین کے دلوں کو ثابت قدم رکھے اور ان کے ایمان کو اور زیادہ پختہ کرے۔ "وهدی و بشری للمؤمنین"

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِیْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِيْنٌ ⑩③ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑩④ اِنَّمَا يَفْتَرِی الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ⑩⑤

ترجمہ: اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو تو آدمی سکھلا جاتا ہے جس شخص کی طرف اس کی نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی ہے جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے ان کو اللہ تعالیٰ کبھی راہ پر نہ لاویں گے اور ان کے لئے دردناک سزا ہوگی بس جھوٹ افتراء کرنے والے تو یہی لوگ ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ ہیں پورے جھوٹے۔

تفسیر: ⑩③ "ولقد نعلم أنهم یقولون انما یعلمه بشر" ان کو یہ کلام آدمی سکھلا جاتا ہے یہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔

انما یعلمه بشر کی تعیین میں مفسرین کے اقوال

اس بشر کی تعیین میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مکہ میں ایک عیسائی عجمی غلام تھا جو لوہار تھا۔ اس کا نام بلعام تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آتے جاتے تھے۔ مشرکوں نے آپ کو بلعام کے پاس آتا جاتا دیکھ کر کہا کہ اس کو بلعام سکھا دیتا ہے۔ عکرمہ کا قول ہے کہ بنی مغیرہ کا ایک غلام تھا جس کا نام یعیش تھا وہ کتابیں پڑھتا تھا، رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اس کو قرآن سکھاتے تھے۔قریش کہنے لگے ان کو یعیش سکھا دیتا ہے۔فراء کا قول ہے کہ حویطب بن عبدالعزیٰ کا ایک غلام تھا جس کی زبان عجمی تھی، اس کا نام عائش تھا، مشرک کہنے لگے یہ عائش سے سیکھ لیتے ہیں۔آخر میں عائش مسلمان ہو گیا اور اسلام میں پختہ رہا۔ابن اسحاق نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مروہ پہاڑی کے قریب ایک رومی عیسائی غلام کے پاس بیٹھا کرتے تھے، اس کا نام جبر تھا، یہ بنی الحضرم قبیلہ میں سے کسی کا غلام تھا اور کتابیں پڑھا کرتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسلم حضرمی کا قول ہے ہمارے دو غلام تھے جو یمن کے تھے۔ایک کا نام یسار اور دوسرے کا نام جبر تھا، یسار کی کنیت ابوفکیہہ تھی، دونوں مکہ میں تلواریں بنایا کرتے تھے اور تورات وانجیل پڑھا کرتے تھے کبھی کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف سے گزرتے تھے اور وہ پڑھتے ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر کر سننے لگتے۔ضحاک کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کفار دکھ دیتے تو آپ ان دونوں غلاموں کے پاس جا کر بیٹھ جاتے اور ان کے کلام سے کچھ سکھ محسوس کرتے۔مشرک کہنے لگے محمد انہی دونوں سے سیکھ لیتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ نے مشرکوں کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا۔"**لسان الذی یلحدون الیہ**" ان کی طرف مائل ہوا یا ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔"**اعجمی**" عجمی وہ شخص جو فصاحت وبلاغت پر قادر نہ ہو۔اگر چہ وہ عجمی جگہ رہنے والا ہو۔عجمی یہ منسوب ہے عجم کی طرف۔اگر چہ وہ فصیح ہو۔اعرابی بدوی کو کہتے ہیں عربی منسوب ہے عرب کی طرف۔اگر چہ وہ غیر فصیح ہو۔

"**وھذا لسان عربیٌّ مبین**" اس سے مراد فصیح زبان ہے۔یہاں لسان سے قرآن مراد ہے اور عرب کہتے ہیں لغت لسان اور انہی سے مروی ہے کہ وہ شخص جو اسلام لے آئے اور اچھا اسلام لائے، عرب اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

⑩④ "**ان الذین لا یؤمنون بآیات اللّٰہ لا یھدیھم اللّٰہ**" اللہ ان کو ہدایت نہیں دے گا۔"**ولھم عذاب الیم**" پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو خبر دی کہ کفار ہی جھوٹ باندھتے ہیں۔

⑩⑤ "**انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون بآیات اللّٰہ واولئک ھم الکذبون**" یہ سب لوگ جھوٹے ہیں نہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم۔سوال یہ ہوتا ہے کہ جب پہلے یہ کہہ دیا "**انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون**" پھر آ گئے۔"**اولئک ھم الکذبون**" کا معنی کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ "**انما یفتری الکذب**" ان کے فعل کی خبر دینا ہے اور "**وھم الکاذبون**" اس کی صفت ہے۔جیسے کوئی شخص دوسرے کو کہے کہ تو نے جھوٹ بولا اور تو جھوٹا ہے۔"**ای کذبت فی ھذا القول**" کہ تم اپنی بات میں جھوٹے ہو۔

حضرت عبداللہ بن جراد سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا مؤمن زنا کر سکتا ہے؟ فرمایا کبھی ایسا ہو سکتا ہے میں نے عرض کیا کیا مؤمن چوری کر سکتا ہے؟

فرمایا کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ میں نے عرض کیا کیا مؤمن جھوٹ بول سکتا ہے؟ فرمایا نہیں، اللہ نے فرما دیا ہے۔"**انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون بآیات اللّٰہ**"

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ جو شخص ایمان لائے پیچھے اللہ کے ساتھ کفر کرے مگر جس شخص پر زبردستی کی جاوے بشرطیکہ اس کا قلب ایمان پر اطمینان ہو لیکن ہاں جو جی کھول کر کفر کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا اور ان کو بڑی سزا ہوگی (اور) یہ (غضب وعذاب) اس سبب سے ہوگا کہ انہوں نے دنیوی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں عزیز رکھا اور اس سبب سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر مہر لگا دی ہے اور یہ لوگ (انجام سے) بالکل غافل ہیں (اس لئے) لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہ لوگ بالکل گھاٹے میں رہیں گے۔

الامن اکرہ کا شان نزول

تفسیر ﴿۱۰۶﴾ ”من كفر بالله من بعد ايمانه الا من اكره“ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس آیت کا نزول عمار رضی اللہ عنہ کے متعلق ہوا۔ مشرکوں نے حضرت عمار کو اور ان کے والد حضرت یاسر کو اور ان کی ماں حضرت سمیہ کو اور حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت حبیب، حضرت سالم کو پکڑ کر سخت ترین جسمانی دکھ دیئے۔ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو دو اونٹوں کے درمیان باندھ دیا گیا اور شرمگاہ میں نیزہ ڈال کر کاٹ دیا گیا۔ حضرت یاسر کو بھی قتل کر دیا گیا، اسلام میں سب سے پہلے یہی دونوں شہید ہوئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے بامر مجبوری وہ بات زبان سے نکال دی جو مشرک چاہتے تھے۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ بنی مغیرہ نے حضرت عمار کو پکڑ کر چاہ میمون میں غوطے دیئے اور کہا محمد کا انکار کر۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے وہی بات کہہ دی جو مشرک چاہتے تھے مگر آپ کا دل اس بات سے نفرت کرتا تھا، دل کو انکار رسالت گوارہ نہ تھا، کسی نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دے دی کہ عمار کافر ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں۔ حضرت عمار کے اندر تو سر کی چوٹی سے لیکر قدم تک ایمان بھرا ہوا ہے۔ اس کے خون و گوشت میں ایمان سرایت کر گیا ہے۔ آخر حضرت عمار رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) بات بری ہے، میں نے آپ کو برا کہہ دیا ہے اور (بطور انکار کے) آپ کا ذکر کیا۔ فرمایا اس وقت تمہارے دل کی کیا حالت تم کو محسوس ہو رہی تھی۔ عرض کیا دل تو ایمان پر مطمئن تھا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ

عنہ کے آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا، اگر وہ دوبارہ تمہارے ساتھ ایسی حرکت کریں تو تم دوبارہ لوٹا سکتے ہو۔ اس پر آیت نازل ہوئی۔
مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس آیت کا نزول مکہ کے چند مسلمانوں کے حق میں ہوا تھا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو لکھا تھا کہ مکہ چھوڑ آؤ، جب تک ہجرت کر کے ہمارے پاس نہ آ جاؤ گے ہم تم کو اپنے میں شمار نہیں کریں گے۔ اس تحریر پر وہ لوگ مکہ چھوڑ کر مدینہ چل دیئے، راستے میں ان کو قریش نے پکڑ لیا اور سخت دکھ دیئے، مجبوراً بفرت خاطر ناگواری کے ساتھ کلمات کہہ دیئے۔ مقاتل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اس آیت کا نزول عامر بن حضرمی کے غلام جبر کے حق میں ہوا۔ ان کے آقا نے ان پر زبردستی کی تھی۔ مجبوراً جبر سے کلمہ کفر کہلوا دیئے تھے۔

"وقلبه مطمئن بالایمان" پھر جبر کا آقا بھی مسلمان ہو گیا اور اسلام میں پختہ رہا اور جبر کو ساتھ لے کر اس نے بھی مدینہ کو ہجرت کر لی۔ **"ولكن من شرح بالكفر صدرًا"** اور جو شخص کفر کو دل سے اختیار کر لے۔ **"فعليهم غضبٌ من الله ولهم عذاب عظيم"** علماء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا تو اس کے لیے زبان سے کلمہ کفر کہنا جائز ہے۔ اگر اس کو زبان سے بغیر عقیدہ کے کہہ دیا تو یہ کفر نہیں اور اگر اس نے کلمہ کفر کہنے سے انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا گیا تو یہ اس کے لیے افضل ہے۔ بعض اہل علم نے مکرہ کی طلاق پر اختلاف ذکر کیا ہے تو بعض کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہوگی۔

107 **"ذلک بانهم استحبوا"** انہوں نے اس کو ترجیح دی۔
"الحيوة الدنيا على الاخرة وانّ الله لا يهدى القوم الكافرين" ان کو ہدایت نہیں دیتا۔
108 **"اولئک الذين طبع الله على قلوبهم وسمعهم وأبصارهم واولئک هم الغافلون"**......
109 **"لاجرم"** لازمی بات ہے۔ **"انهم فى الاخرة هم الخاسرون"** وہ آخرت میں گھاٹے میں ہوں گے۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ م بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّکَ مِنْ م بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝110 يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝111 وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝112

ترجمہ: پھر بیشک آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے کہ جنہوں نے مبتلائے کفر ہونے کے بعد (ایمان لاکر) ہجرت کی پھر جہاد کیا اور (ایمان پر) قائم رہے تو آپ کا رب ان (اعمال) کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے جس روز ہر شخص اپنی ہی طرفداری میں گفتگو کرے گا (اور دوسرے کو نہ پوچھے گا) اور ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا بدلہ ملے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جاوے گا اور اللہ تعالیٰ ایک بستی والوں کی حالت عجیبہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ (بڑے) امن واطمینان میں (رہتے) تھے اور ان کے کھانے پینے کی چیزیں بڑی فراغت سے ہر چہار طرف سے

ان کے پاس پہنچا کرتی تھیں سوانہوں نے خدا کی نعمتوں کی بے قدری کی اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان حرکات کے سبب سے ایک محیط قحط اور خوف کا مزہ چکھایا۔

تفسیر ⑩ "ثم انّ ربّک للذین ھاجروا من بعد ما فتنوا" ان کو تکالیف دی گئیں اور اسلام سے ان کو روکا گیا اور مشرکوں نے ان کو آزمائش میں مبتلا کیا۔ "ثم جاھدوا وصبروا" ایمان، ہجرت اور جہاد پر صبر کرتے رہے۔ "انّ ربّک من بعدھا" اس فتنہ اور غفلت کے بعد "لغفورٌ رحیم" اس آیت کا نزول عیاش بن ابی ربیعہ جو ابوجہل کے رضاعی بھائی اور ابوجندل بن سہیل بن عمرو اور ولید بن ولید بن مغیرہ، سلمہ بن ہشام، عبداللہ بن ابی اسید ثقفی کے متعلق ہوا۔ مشرکوں نے ان کو سخت اذیتیں دی تھیں۔ انہوں نے مشرکوں کو ایذاء سے بچنے کے لیے کچھ ایسے الفاظ کہہ دیئے جو مشرک کہلوانا چاہتے تھے پھر مکہ چھوڑ کر مدینہ کو چلے گئے۔

حسن اور عکرمہ رحمہما اللہ کا قول ہے کہ اس آیت کا نزول عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے متعلق ہوا۔ عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا۔ پھر مرتد ہو کر عیسائی ہوگیا اور کافروں سے جاملا تھا۔ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کردینے کا حکم دے دیا تھا۔ عبداللہ چونکہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا اخیافی بھائی تھا۔ اس لیے اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پناہ کی درخواست کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی سفارش کردی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پناہ دے دی۔ اس کے بعد عبداللہ پکا مسلمان ہوگیا اور وہ خوب اسلام میں پختہ رہا۔ اسی کے متعلق یہی آیت نازل ہوئی۔ ابن عامر نے "فَتَنُوا" فاء کے فتحہ اور تاء کے فتحہ کے ساتھ۔ یعنی کافر ہونے اور مسلمانوں کو دکھ پہنچانے کے بعد ایمان لاکر انہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا۔

⑪ "یوم تاتی کل نفس تجادل" جھگڑا کرے گا اور محتاج ہوگا۔ "عن نفسھا" جو اس نے اپنے لیے آگے بھیجا ہوگا اس کے لیے وہ فکرمند ہوگا۔ اس کو کسی دوسرے کی فکر نہیں ہوگی۔ "وتوفی کل نفس ما عملت وھم لایظلمون"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے فرمایا ہمارے اندر خوف پیدا کرو۔ کعب احبار نے عرض کیا امیر المؤمنین اگر ستر پیغمبروں کے برابر عمل کرکے آپ قیامت کا دن پائیں گے تب بھی قیامت آپ پر بار بار ایسے حالات لائے گی کہ اس وقت آپ کو اپنی جان کے علاوہ کسی دوسرے کا خیال ہی نہیں رہے گا۔ جہنم ایک ایسا دم کھینچے گی کہ ہر مقرب فرشتہ اور ہر برگزیدہ نبی دوزانو بیٹھ جائے گا یہاں تک کہ حضرت ابراہیم بھی کہہ اٹھیں گے میں تجھ سے صرف اپنی جان کی امان مانگتا ہوں اس کی تصدیق اللہ کی بھیجی ہوئی آیت میں موجود ہے۔ ارشاد فرمایا ہے: "یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسھا"

روح اور بدن کی مثال اندھے اور اپاہج کی ہے

عکرمہ نے اس آیت کے ذیل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قیامت کے دن لوگوں میں باہم جھگڑا برابر ہوتا رہے گا یہاں تک کہ روح اور بدن میں بھی باہم جھگڑا ہوگا، روح کہے گی اے میرے رب! نہ میرے ہاتھ تھے جن سے میں پکڑتی نہ میرے پاؤں تھے جن سے میں چلتی نہ میری آنکھ تھی کہ میں دیکھتی بدن کہے

گا تو نے مجھے لکڑی کی طرح پیدا کیا تھا، میرے ہاتھ نہ تھے کہ میں پکڑتا میرے پاؤں نہ تھے کہ میں ان سے چلتا نہ میری آنکھیں تھیں کہ میں ان سے دیکھتا۔ جب یہ میرے اندر نور کی شعاع کی طرح آ گئی تو میری زبان بولنے لگی، میری آنکھ بینا ہوگئی اور میرے پاؤں رواں ہوگئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اللہ نے روح اور جسم کو اس طرح بنایا ہے جیسے ایک اندھا اور ایک اپاہج کسی کے باغ میں پہنچ گئے، باغ میں درختوں پر پھل لگے ہوئے تھے، اندھا تو پھلوں کو دیکھ ہی نہیں سکتا تھا اور اپاہج تو دیکھ سکتا تھا، پھلوں تک پہنچ نہیں سکتا تھا، آخر اندھے نے اپاہج کو اپنے اوپر سوار کرلیا، اسی طرح دونوں نے پھل حاصل کر لیے۔ روح اور بدن دونوں اسی طرح عذاب میں پکڑے جائیں گے۔

⑪٢ "وضرب الله مثلاً قرية كانت آمنة" قریۃ سے مراد مکہ ہی ہے نہ اس میں رہنے والے کسی چیز کے محتاج ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کو ڈاکوؤں وغیرہ کا خطرہ ہوتا ہے۔ "مطمئنة" اپنی جگہ برقرار رہنے والے، دوسری جگہ منتقل ہونے کے محتاج نہیں۔ جیسے دوسری بستیوں کو ڈاکوؤں وغیرہ کا خطرہ ہوتا ہے تو وہ اپنی جگہ بدل دیتے ہیں ایسے یہاں بھی ہے۔ "یاتیها رزقها رغدًا من کل مکان" اس کی طرف بھیجا جاتا ہے خشکی کے راستے سے بھی اور سمندر کے ذریعہ سے بھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان

"تجبٰی الیه ثمرات کل شیءٍ"...... "فکفرت بانعم الله" جمع ہے نعمۃ کی اور بعض نے کہا کہ نعماء کی جمع ہے۔ جیسے "بأساء وأبؤس"...... "فاذاقها الله لباس الجوع"

مکی دور میں فاقہ کی حالت

اللہ تعالیٰ نے ان کو بھوک کی آزمائش سات سال تک دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تمام عرب نے مکہ کو کھانے پینے کا سامان بھیجنا بند کردیا، ہر طرف سے رسد کی بندش ہوگئی اور اس قدر فاقوں کی نوبت آ گئی کہ لوگوں نے جلی ہوئی ہڈیاں، مردار جانور، مردہ کتے، اونٹوں کے اون اور خون سے پکا ہوا مخلوط قوام تک کھالیا۔ فاقوں کی وجہ سے نظر کی یہ حالت ہوگئی کہ آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھتے تھے تو دھواں سا نظر آتا تھا، اس حالت میں مجبور ہو کر سرداران مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ دشمنی تو مردوں سے ہے عورتوں اور بچوں کا کیا قصور ہے؟ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو غلہ کی رسد پہنچانے کی اجازت دے دی اور عرب مکہ کو خوردنی جنس بھیجنے لگے۔ اہل مکہ اس زمانے میں مشرک تھے، لباس سے مراد ہے وہ اثر جو بھوک اور خوف کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے لاغری اور رنگ کا متغیر ہونا۔ "والخوف" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوجی دستے کے حملہ کرنے کا خوف ہوا۔ "بما کانوا یصنعون"

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ

وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ: اوران کے پاس ان ہی میں کا ایک رسول بھی (منجانب اللہ) آیا سواس (رسول) کو (بھی) انہوں نے جھوٹا بتلایا تب ان کو عذاب (الٰہی) نے آ پکڑا جبکہ وہ بالکل ہی ظلم پر کمر باندھنے لگے سو جو چیزیں اللہ نے تم کو حلال اور پاک دی ہیں ان کو کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو تم پر تو صرف مردار کو حرام کیا ہے اور خون کو اور خنزیر کے گوشت (وغیرہ) کو اور جس چیز کو غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو پھر جو شخص کہ بالکل بے قرار ہو جاوے بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ حد (ضرورت) سے تجاوز کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ بخش دینے والا مہربانی کرنے والا ہے اور جن چیزوں کے بارے میں محض تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے اور ان کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلانی چیز حلال ہے اور فلانی چیز حرام ہے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگا دو گے بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ تہمت لگاتے ہیں وہ فلاح نہ پاویں گے یہ (دنیا میں) چندروزہ عیش ہے اور (مرنے کے بعد) ان کے لئے دردناک سزا ہے۔

تفسیر ﴿۱۱۳﴾ "ولقد جاء هم الرسول منهم" اس سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ "فكذبوه فاخذهم العذاب وهم ظالمون"

﴿۱۱۴﴾ "فكلوا مما رزقكم الله ...... تا ...... اِيّاه تعبدون" ﴿۱۱۵﴾ "انما حرّم عليكم الميتة ...... تا ...... غفور رحيم"

﴿۱۱۶﴾ "ولا تقولوا لما تصف السنتكم الكذب" اور نہ کہو تم اپنی زبانوں کے ساتھ جھوٹ یا جھوٹ کے وصف کے ساتھ کوئی بات زبان سے نہ نکالو، از خود کسی کو حلال اور کسی کو حرام بناتے ہو۔ یہ محض تمہارے کذب کی وجہ سے ہے نہ کہ کسی اور وجہ سے۔ "هذا حلال وهذا حرام" بحیرہ اور سائبہ "لتفتروا على الله الكذب" اور وہ اللہ پر دروغ بندی کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حکم اللہ نے دیا ہے۔ "ان الّذين يفترون على الله الكذب لايفلحون" وہ اللہ کے عذاب سے نجات نہیں دلا سکتے۔

﴿۱۱۷﴾ "متاعٌ قليل" جو ان کے پاس تھوڑا سا سامان ہے یا ان کے لیے دُنیا میں تھوڑا سا سامان بطور فائدے کے لیے تھا۔ "ولهم عذابٌ اليم" آخرت میں۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

⑫١ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ⑫٢ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ⑫٣

ترجمہ اور صرف یہودیوں پر ہم نے دو چیزیں حرام کردی تھیں جن کا بیان ہم اس کے قبل آپ سے کر چکے ہیں اور ہم نے ان پر کوئی زیادتی نہیں کی لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر زیادتی کیا کرتے تھے پھر آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے جہالت سے برا کام کرلیا پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور (آئندہ کے لئے) اپنے اعمال درست کرلئے تو آپ کا رب اس کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے بیشک ابراہیم بڑے مقتدا تھے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب کرلیا تھا اور ان کو سیدھے رستہ پر ڈال دیا تھا اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی خوبیاں دی تھیں اور وہ آخرت میں بھی اچھے لوگوں میں ہوں گے پھر ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ ابراہیمؑ کے طریقے پر جو کہ بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے چلئے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔

تفسیر ⑪٨ "وعلی الذین هادوا حرمنا ماقصصنا علیک من قبل" سورۃ انعام میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ "وعلی الذین هادوا حرمنا کل ذی ظفر"...... "وما ظلمناهم" ان چیزوں کے حرام کرنے کی وجہ سے ہم نے ان پر زیادتی نہیں کی۔ "ولکن کانوا انفسهم یظلمون" ان کی سرکشی کی وجہ سے ان پر کچھ اشیاء حرام کردی گئی تھیں۔

⑪٩ "ثم انّ ربک للذین عملوا السوء بجهالة ثم تابوا من بعد ذلک واصلحوا" اپنی توبہ پر استقامت ہونے کے باوجود کوئی گناہ سرزد ہو گیا۔ "انّ ربک من بعدها" ان کی جہالت کی وجہ سے یا خواہش نفس کی وجہ سے اور گناہ کے نتیجہ پر غور نہ کرنے پر "لغفورٌ رحیم" تو اس گناہ کو معاف فرمادیں گے۔

⑫٠ "انّ ابراهیم کان اُمةً" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام معلم خیر تھے۔ تمام دُنیا کے لوگ آپ کی اقتداء کرتے تھے۔ وہ تمام خصلتیں آپ علیہ السلام میں موجود تھیں جو کسی اُمت میں موجود نہیں تھیں۔ مجاہد کا قول ہے تنہا آپ ہی مؤمن تھے باقی سب لوگ کافر تھے۔ قتادہ کا قول ہے وہ اہل دین میں سے نہیں جو ان کی پیروی نہ کرے۔ "قانتا لله" اس سے مراد مطیع ہے۔ اللہ کے اوامر کو قائم کرنے والا۔ "حنیفًا" دین اسلام پر قائم رہنے والا اور بعض نے کہا دین اسلام میں مخلص رہنے والا۔ "ولم یک من المشرکین"

⑫١ "شاکرًا لانعمه اجتباه" اس کو اختیار کیا۔ "وهداه الی صراط مستقیم" اس سے مراد دین حق ہے۔

⑫٢ "و آتیناه فی الدنیا حسنةً" اس سے پیغمبری اور خالص دوستی مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ سچی زبان اور اس کی تعریف۔ مقاتل بن حیان کا قول ہے کہ اس سے مراد دُرود ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اُمت کے لیے دُعا فرمائی کہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر نازل کی گئی تھی۔ آپ نے دُعا کی تھی "اللّٰهم صلّ علی محمّد وعلی آل محمّد کما صلّیت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم"۔ بعض نے کہا کہ ایسی اولاد جو تکبر سے بری ہو۔ بعض نے کہا کہ

تمام اُمتوں میں قبولیت "وانه فی الاخرة لمن الصالحین" اپنے آباء کے ساتھ جنت میں (صالحین) جگہ دے۔ اس آیت میں تقدیم وتاخیر ہے۔ اصل عبارت اسی طرح "وآتیناہ فی الدنیا والآخرۃ حسنةً وانه لمن الصالحین"

⑫۳ "ثم اوحینا الیک" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کی طرف وحی کی۔ "ان اتبع ملة ابراھیم حنیفًا" حج کرنے میں اور اسلام لانے میں "وما کان من المشرکین" اہل اُصول کا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر مامور تھے مگر وہ اُمور جو اس شریعت میں منسوخ ہیں اور جو منسوخ نہیں ہوئے وہ ہماری شریعت میں برقرار ہیں۔ ان کی پابندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم تھی۔

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبۡتُ عَلَى الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ⑫۴ اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ⑫۵ وَاِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ ؕ وَلَئِنۡ صَبَرۡتُمۡ لَهُوَ خَيۡرٌ لِّلصّٰبِرِيۡنَ ⑫۶ وَاصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ وَلَا تَكُ فِىۡ ضَيۡقٍ مِّمَّا يَمۡكُرُوۡنَ ⑫۷ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيۡنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيۡنَ هُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ ⑫۸

ترجمہ: بس ہفتہ کی تعظیم تو صرف ان ہی لوگوں پر لازم کی گئی تھی جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا بیشک آپ کا رب قیامت کے دن ان میں باہم فیصلہ کردے گا جس بات میں یہ اختلاف کیا کرتے تھے آپ اپنے رب کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلایئے اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو بھی جو اس کے راستے سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے اور اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خاص خدا ہی کی توفیق سے ہے اور ان پر غم نہ کیجئے اور جو ہم یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگدل نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیزگار ہوتے ہیں اور جو نیک کردار ہوتے ہیں۔

ہفتہ کی تعظیم نہ کرنے کی وجہ سے یہودیوں پر اللہ کی لعنت پڑی

تفسیر ⑫۴ "انما جعل السبت علی الذین اختلفوا فیه" یعنی انہوں نے اس میں اختلاف کیا۔ بعض نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ جن لوگوں نے ہفتہ کے دن میں اختلاف کیا ان پر لعنت ہے۔ بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بیان کیا کہ اللہ نے ہفتہ کے دن کی تعظیم اور حرمت صرف ان لوگوں کے لیے لازم کی تھی جنہوں نے اس کے سلسلے میں اختلاف کیا تھا یعنی یہودیوں پر ہفتہ کے دن کی تعظیم لازم کی تھی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہفتہ کا دن سب سے زیادہ عظمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کو پیدا

کر کے جمعہ کے دن فارغ ہو گیا اور سنیچر کے دن آرام کیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اتوار کا دن سب سے زیادہ عظمت والا ہے، اللہ نے اسی روز مخلوق کو پیدا کرنے کا افتتاح کیا تھا۔ غرض یہ کہ اللہ نے ان کے لیے جمعہ کی تعظیم فرض کی تھی مگر اللہ کے فرض کردہ دن کے علاوہ انہوں نے دوسرے ایام کی تعظیم کو اختیار کیا۔ کلبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا تھا کہ ہر سات دن میں ایک روز یعنی جمعہ کے دن کوئی کام اور کوئی پیشہ نہ کریں صرف عبادت کیا کریں، چھ دن اپنے کام کاج کیا کریں۔ بنی اسرائیل نے کہا ہم تو وہ دن چاہتے ہیں جس روز اللہ سارے عالم کی پیدائش سے فارغ ہو گیا تھا۔ یعنی سنیچر کا دن۔ اللہ نے سنیچر کا دن مقرر کر دیا اور سختی کر دی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے سامنے جمعہ کے دن کو پیش کیا کہنے لگے ہم کو تو یہ بات پسند نہیں کہ ہماری عید کے بعد ہی ان کی عید ہو جائے۔ غرض عیسائیوں نے اتوار کا دن پسند کر لیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے جمعہ کا دن اس اُمت کو دے دیا اور اس اُمت نے عطاء الٰہی کو قبول کر لیا اور اللہ نے اُمت اسلامیہ کو اس دن کی برکات بھی عطا فرما دیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم پیچھے ہیں، قیامت کے دن آگے ہوں گے۔ باوجود اس کے کہ ان کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہم کو ان کے بعد۔ پھر یہ ان کا دن تھا جو ان پر فرض کیا گیا تھا، یعنی جمعہ کا دن مگر انہوں نے اس کی مخالفت کی لیکن اللہ نے ہم کو اس کی ہدایت کر دی، سب لوگ اس میں ہمارے پیچھے ہیں، یہودیوں کے لیے کل کا دن اور عیسائیوں کے لیے کل کے بعد کا دن (اتوار) اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "**انما جعل السبت علی الذین اختلفوا فیہ**" قتادہ کا قول ہے کہ جن لوگوں نے اختلاف کیا وہ یہود ہیں جنہوں نے بعض چیزوں کو حلال کر دیا اور بعض کو حرام کر دیا۔ "**وَاِنَّ رَبَّکَ لَیَحْکُمُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ**"

⑫⑤ "**ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ**" اس سے مراد قرآن ہے۔ "**والموعظۃ الحسنۃ**" اس سے مراد قرآن کی نصیحتیں ہیں اور بعض نے کہا کہ "**موعظۃ حسنۃ**" سے مراد دُعا ہے جس میں ترغیب اور ترہیب بھی ہو۔ بعض علماء نے کہا کہ "**موعظۃ حسنۃ**" سے مراد ایسا نرم کلام ہے جس میں درشتی اور چڑ چڑا پن نہ ہو۔ "**وجادلھم بالتی ھی احسن**" ان کے ساتھ مناظرہ یا جھگڑا احسن انداز سے کرو، ان کو اذیت دینے سے بچو اور رسالت کی تبلیغ میں اور حق کی طرف بلانے میں کوئی کمی نہ کرو۔ یہ آیت قتال سے منسوخ ہو گئی ہے۔ "**اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ**"

⑫⑥ "**وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم بہ**"

وان عاقبتم فعاقبوا کا شان نزول

یہ آیات مدینہ میں نازل ہوئیں شہداء احد کے متعلق۔ اس کا واقعہ یہ ہوا کہ جب مسلمانوں نے مشرکوں کے فعل کو دیکھا کہ انہوں نے مسلمانوں کے شہداء کے ساتھ مثلہ اور ان کے پیٹوں کو چیرا گیا۔ احد کے شہداء میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں تھا جس کا انہوں نے مثلہ نہ کیا ہو، سوائے حنظلہ بن راہب کے کیونکہ ان کا والد عامر الراہب ابوسفیان کے ساتھ تھا اس وجہ سے اس کو

مثلہ کرنے سے چھوڑ دیا۔ اس پر مسلمانوں نے کہا اگر ہم کو کسی روز ایسا موقع ہاتھ لگا تو ہم بھی ان کی حالت قابل رحم بنادیں گے۔ جیسا کہ عرب میں سے کسی نے ایسا عمل نہیں کیا ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا حمزہ بن عبدالمطلب کے پاس کھڑے ہوئے اور دیکھا کہ ان کے ناک، کان اور شرمگاہ اور پیٹ کو چیر دیا گیا ہے اور ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ نکال کر چبایا لیکن اس کو نگل نہ سکی تو پھر باہر تھوک دیا۔ اس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کی لاش کے قریب پہنچے اور فرمایا، اگر یہ اس کو کھا لیتی تو وہ کبھی دوزخ میں نہ جلتی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت معظم ومکرم ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے جسم کے کسی حصہ کو بھی جہنم میں داخل نہیں کرے گا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اتنا رنجیدہ ہوا جتنا کسی اور چیز کو دیکھ کر نہیں ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تجھ پر اللہ کی رحمت ہو (اے ابوالسائب) مجھے معلوم ہے کہ آپ بڑے نیک کردار اور صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ اگر آپ کے بعد رہنے والوں کے رنجیدہ ہونے کا خیال نہ ہوتا تو مجھے اس بات سے خوشی ہوتی کہ آپ کو یونہی چھوڑ دوں تاکہ آپ کا حشر متعدد گرہوں کے اندر سے ہو۔ خدا کی قسم! اگر اللہ نے مجھے ان پر فتح عنایت کی تو آپ کی جگہ میں ان کے ستر آدمیوں کو ضرور ضرور مثلہ کروں گا، اس پر اللہ نے مذکورہ آیات نازل فرمائیں۔ **"وان عاقبتم فعاقبوا"**...... **"ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین"** اگر تم ان کو معاف کردو گے تو تمہارا ان کے لیے معاف کردینا بہتر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلکہ ہم اس پر صبر کریں گے اور جس کا تم ارادہ کرتے ہو اُس سے رُک جاؤ اور اپنی قسموں کا کفارہ دو۔ ابن عباس اور ضحاک کا قول ہے کہ اس آیت کا حکم برأت کے نزول سے پہلے تھا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود آغاز قتال سے منع کیا گیا تھا اور لڑنے والوں سے لڑنے کا حکم دیا تھا لیکن جب اللہ نے اسلام کو غلبہ دے دیا اور سورۃ برأت نازل ہوگئی تو یہ آیت منسوخ کردی گئی۔ امام نخعی، ثوری، مجاہد اور ابن سیرین کا قول ہے کہ یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں ہوئی۔ جن لوگوں نے ظلم کیا ہو ان کے ظلم کے مطابق انتقام لینے کا حکم اس آیت میں دیا گیا ہے۔ یہی اس کا شان نزول ہے۔ ظالم نے جتنا ظلم کیا ہو اس سے زیادہ انتقام لینا جائز نہیں۔ بقدر ظلم بدلہ لیا جاسکتا ہے اور معاف کردینا بہتر ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

⑫⑦ **"واصبر وما صبرک الا باللہ"** اس کی مدد و توفیق سے۔ **"ولا تحزن علیھم"** ان کے اعراض کرنے کی وجہ سے ان سے رنج نہ کرو۔ **"ولا تک فی ضیق مما یمکرون"** وہ کافر جو مؤمنوں کے خلاف مکاریاں کرتے ہیں۔ آپ ان کی پرواہ نہ کریں۔ یہاں ابن کثیر نے اسی طرح پڑھا ہے اور نمل میں ضاد کے کسرہ "ضِیق" کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے ضاد کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اہل کوفہ کا قول ہے کہ اس میں دونوں لغتیں ہیں۔ مثل رَطل، رِطل کے اور ابوعمر نے کہا کہ ضَیق ضاد کے فتحہ کے ساتھ ہو تو غم کو کہتے ہیں اور کسرہ کے ساتھ ہو تو سختی کو کہتے ہیں اور ابوعبیدہ کا قول ہے کہ ضِیق ضاد کے کسرہ کے ساتھ قلت معایش کو کہتے ہیں اور جو دل، سینے میں درد اُٹھے اس کو ضَیق فتحہ کے ساتھ کہتے ہیں۔ ابن قتیبہ کا قول ہے کہ یہ تخفیف کے ساتھ ہے۔ مثل "ھَیِّن اور ھین" کے "لَیِّن اور لین" کے۔ اس قول کی بناء پر ضیق صفت کا صیغہ ہوگا۔ یعنی تنگ امر۔ آپ ان کی خاطر ان کے مکر کے باعث تنگ دل نہ ہوں۔

⑫⑧ **"ان اللہ مع الذین اتقوا"** جن سے منع کیا گیا۔ **"والذین ھم محسنون"** اللہ کی مدد و نصرت کا ساتھ ہونا۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَكۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنۡ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ ①

ترجمہ: وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ (محمد کو شب کے وقت) مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں کررکھی ہیں لے گیا تاکہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلائیں بیشک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں

تفسیر: ① "سبحن الذی أسریٰ بعبده لیلاً" اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے ہر اس برے وصف سے جس کی برأت کی جائے بطور مبالغہ کے۔ اس صورت میں سبحان بمعنی تعجب کے ہوگا۔ "اسریٰ بعبده" اس کو سیر کرائی۔ اسی سے بولا جاتا ہے "سرّی به" عبد سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ "من المسجد الحرام" اس سیر کی ابتداء مکہ سے ہوئی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انس نے مالک بن صعصعہ سے روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں مسجد حرام میں حجر اسود کے قریب نیند اور بیداری کی حالت کے درمیان میں تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام براق لے کر آئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج والی حدیث بیان کی۔

اور بعض حضرات کا قول ہے کہ اُم ہانی بنت ابی طالب کے گھر سے معراج ہوئی۔ اس صورت میں "من المسجد الحرام" سے مراد حرم ہوگا۔ مقاتل کا بیان ہے کہ معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سال ہجرت سے پہلے ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ رجب میں ہوئی اور بعض نے کہا کہ رمضان میں ہوئی۔ "الی المسجد الاقصیٰ" اس سے مراد بیت المقدس ہے اور اس کو مسجد اقصیٰ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ ان تمام مساجد سے دور ہے جن کی زیارت کی جاتی ہے اور بعض نے کہا کہ اقصیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ مسجد الحرام سے دور ہے۔ "الذی بارکنا حوله" نہروں، درختوں اور پھلوں کے ساتھ برکت دی اور مجاہد کا قول ہے اس کو مبارک اس لیے کہتے ہیں کہ یہ انبیاء کے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور فرشتوں کے اُترنے کی جگہ ہے اور اس میں ایک چٹان ہے اور اسی کے گرد قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جاتا۔ "لنریه من آیاتنا" اس کی عجیب قدرتوں کو دیکھے۔ وہاں انبیاء کرام علیہم السلام اور ہماری بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھے۔ "انه هو السمیع البصیر" سمیع کو اس لیے ذکر کیا کہ وہ ہماری دُعاؤں کو خوب سننے والا ہے اور ان کو قبول کرنے والا ہے اور بصیر کو اس وجہ سے ذکر کیا کیونکہ وہ رات کے اندھیرے میں موذی اشیاء سے بچانے والا ہے۔

واقعہ اسراء

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نہیں کہتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسد کے ساتھ معراج کرائی گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو روح کے ساتھ سیر کرائی اور اکثر مفسرین کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج

کرائی گئی جسم کے ساتھ حالت بیداری میں۔ اس کے متعلق بہت ساری احادیث متواتر دلالت کرتی ہیں۔ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ طویل سند کے ذکر کرنے کے بعد ایک روایت لائے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھ تک بعض احادیث پہنچی ہیں۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میں مکہ میں تھا تو میرے گھر کی چھت کھولی گئی، پھر جبرئیل علیہ السلام آئے، پھر انہوں نے میرے سینے کو چیرا، پھر اس کو زمزم کے پانی کے ساتھ دھویا، پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا، جو حکمت وایمان سے بھرا ہوا تھا اس کے لیے میرے سینے کو فارغ کر دیا گیا، پھر واپس میرے دل کو اپنی جگہ رکھ دیا گیا۔

مالک بن صصعہ کا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ اسریٰ کے متعلق بیان کیا اور فرمایا کہ میں حطیم کے درمیان میں تھا اور کہا کہ میں حجر اسود کے درمیان نیند اور بیداری کی حالت میں تھا اور بعض نے ذکر کیا کہ دو آدمیوں کے درمیان تھے تو ایک سونے کا طشت تھا اس میں ایمان اور حکمت بھری ہوئی تھی۔ انہوں نے میرے سینے کو پیٹ تک چاک کیا اور اس سے دل کو نکالا، پھر اس کو دھویا، پھر اس کو حکمت سے بھر دیا اور بعض نے کہا کہ میرے دل کو گرہ لگائی پھر اس کو لوٹایا گیا۔

واقعہ معراج میں امامت انبیاء علیہم السلام کا واقعہ

سعید وہشام کا قول ہے پھر بطن کو پانی کے ساتھ دھویا، پھر سینے کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا۔ پھر براق لائی گئی، وہ سفید جانور تھا، گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ اس کا ایک قدم نظر جہاں پڑتی تھی وہاں جا کر رُکتا تھا۔ میں اس پر سوار ہوا، میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ آیا یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچ گیا اور میں نے حلقے کے ساتھ سواری کو باندھا جیسے انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی سواریاں باندھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ہم پھر مسجد میں داخل ہوئے اور اس میں دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر وہاں سے نکلے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس دو برتن لے آئے، ان میں ایک برتن کے اندر شراب تھی اور دوسرے برتن میں دودھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کے برتن کو اختیار کیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا۔

آسمان دنیا پر آدم علیہ السلام کی ملاقات

پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام وہاں سے چلے یہاں تک کہ آسمان دُنیا پر پہنچ گئے، آسمان کا دروازہ کھلوایا گیا۔ کہا گیا آپ کون ہیں؟ فرمایا جبرئیل! (علیہ السلام)۔ پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ کہا گیا کہ آپ کو ان کی طرف بھیجا گیا تھا؟ فرمایا جی ہاں۔ پھر کہا گیا خوش آمدید ہو آپ پر اور جو آپ کے ساتھ آئے ہیں پھر دروازہ کھولا گیا۔ دیکھا تو حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ مجھے کہا گیا کہ یہ آپ کے آدم باپ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر سلام بھیجا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر فرمایا خوش آمدید ہو نبی صالح اور ابن صالح پر۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب ہم آسمان دُنیا پر تشریف لے گئے تو ناگہاں ایک شخص کو دیکھا جس کے دائیں

بائیں ذریت تھی۔ جب وہ شخص دائیں طرف دیکھتے تو وہ خوشی سے مسکراتے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو وہ روپڑتے۔ فرمایا خوش خبری ہو نبی صالح اور ابن صالح کو۔ میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ آپ کے والد آدم علیہ السلام ہیں اور جو ان کے دائیں بائیں دیکھ رہے ہو یہ ان کی ذریت ہے۔ ان کے دائیں جانب والے جنتی ہیں اور بائیں جانب والے دوزخی ہیں۔ جب وہ جنتیوں کو دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب ناروالوں کو دیکھتے ہیں تو غمگین ہوتے ہیں۔

دوسرے آسمان پر یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات

پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام دوسرے آسمان کی طرف چڑھے۔ دوسرے آسمان کے دروازے کو کھلوایا گیا، کہا گیا، آپ کون ہیں؟ فرمایا جبرئیل، آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کہا گیا کہ کیا ان کی طرف آپ کو بھیجا گیا تھا؟ فرمایا جی ہاں۔ کہا گیا خوش آمدید ہو، کیا خوب ہے آنے والا پھر دروازہ کھولا گیا۔ جب دوسرے آسمان پر پہنچے تو اس میں حضرت یحییٰ بن زکریا اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تھے، دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ فرمایا یہ یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہیں۔ ان کو سلام کیا، دونوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر ان دونوں پیغمبروں نے کہا خوش آمدید ہو، نیک بھائی اور نیک نبی پر۔

تیسرے آسمان پر یوسف علیہ السلام کی ملاقات

پھر وہاں سے تیسرے آسمان کی طرف چڑھے، اس کو کھلوایا گیا، کہا گیا آپ کون ہیں؟ فرمایا جبرئیل، پھر کہا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، کہا گیا آپ کو ان کی طرف بھیجا گیا تھا؟ فرمایا جی ہاں۔ پھر کہا گیا آپ پر خوش آمدید اور آنے والے پر بھی۔ آسمان کا دروازہ کھولا گیا، اوپر دیکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ ان کو حسن کا ایک حصہ عطا کیا گیا تھا۔ فرمایا یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں، ان پر سلام بھیجا گیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر فرمایا، خوش آمدید صالح بھائی اور صالح نبی پر۔

چوتھے آسمان پر ادریس علیہ السلام سے ملاقات

پھر وہ میرے ساتھ چوتھے آسمان کی طرف چڑھے، اس کا دروازہ کھلوایا گیا، پوچھا گیا آپ کون ہیں؟ جواب دیا جبرئیل ہوں۔ پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا ان کی طرف آپ کو بھیجا گیا، جواب دیا جی ہاں۔ کہا گیا ان کا آنا بہت اچھا آنا ہے، دروازہ کھولا گیا، جب اوپر پہنچے تو دیکھا حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ فرمایا یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں ان پر سلام بھیجا تو انہوں نے بھی سلام کا جواب دیا اور فرمایا خوش آمدید ہو صالح بھائی اور نبی صالح پر۔

پانچویں آسمان پر ہارون علیہ السلام کی ملاقات

پھر وہ پانچویں آسمان کی طرف چڑھے، پھر اس کو کھلوایا گیا، پھر پوچھا گیا آپ کون ہیں؟ فرمایا جبرئیل علیہ السلام، پھر پوچھا

گیا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، پھر پوچھا گیا آپ کو ان کی طرف بھیجا گیا، فرمایا جی ہاں۔ کہا گیا ان کا آنا بہت اچھا آنا ہے۔ جب ان سے آگے بڑھے تو دیکھا حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ کہا گیا کہ یہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیا گیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر فرمایا خوش آمدید ہو نیک بھائی اور نبی صالح پر۔

چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات

پھر وہ چھٹے آسمان پر چڑھے، اس کو کھلوایا گیا، کہا گیا آپ کون ہیں؟ جواب دیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام، کہا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

پھر ان سے کہا گیا کہ آپ کو ان کی طرف بھیجا گیا؟ فرمایا جی ہاں، پھر کہا گیا ان کا آنا بہت اچھا آنا ہے، ان کے لیے دروازہ کھولا گیا، جب آسمان پر چڑھے تو دیکھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ فرمایا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں ان پر سلام بھیجا گیا، انہوں نے بھی مجھ پر سلام بھیجا، ان کے سلام کا جواب دیا، پھر فرمایا خوش آمدید، نبی صالح اور بھائی صالح پر، فرمایا جب ان سے آگے بڑھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رونے لگے، ان سے کہا گیا آپ کو کس چیز نے رُلایا ہے، فرمایا کہ میں اس بات پر روتا ہوں کہ ان کو میرے بعد بھیجا گیا لیکن ان کی زیادہ اُمت جنت میں جائے گی میری اُمت سے۔

ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات

پھر ساتویں آسمان کی طرف چڑھے، اس کو کھلوایا گیا، پوچھا گیا آپ کون ہیں؟ جواب دیا جبرئیل ہوں، کہا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آپ کو بھیجا گیا تھا جواب دیا جی ہاں، کہا گیا خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت اچھا آنا ہے، جب آپ آسمان پر چڑھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، فرمایا یہ آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے ہم پر سلام کیا ہم نے بھی ان کو سلام کیا، سلام کا جواب دیا گیا، پھر فرمایا خوش آمدید نبی صالح اور ابن الصالح پر۔

آگے بیت العمور کا سفر

پھر مجھے اُٹھالیا گیا، بیت معمور کی طرف، میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، جواب دیا کہ یہ بیت معمور ہے اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے اس کے گرد طواف کرتے ہیں جو ایک دن طواف کر چکے ہیں وہ دوبارہ طواف نہ کر سکیں گے۔

ثابت بن انس کی روایت میں ہے کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس تھا کہ وہ بیت معمور کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اس بیت معمور میں ہر ایک روز ستر ہزار فرشتے طواف کرتے ہیں اور جو طواف کر چکے ان کی قیامت تک دوبارہ باری نہیں آئے گی۔

فرماتے ہیں کہ پھر ہمیں سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لیجایا گیا۔ اس کے بیر مکہ کے مٹکوں کے برابر تھے اور ان کے ورق ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے۔ انہوں نے ڈھانپا اللہ کے حکم سے جس طرح ڈھانپا وہ ایسی خلقت تھی کہ کسی کے بس و طاقت میں نہیں کہ اس کی صفات

بیان کرے۔اس کی جڑ میں چار نہریں تھیں دو باطن تھیں اور دو ظاہر تھیں۔ میں نے کہا اے جبرئیل! (علیہ السلام) یہ کیا ہے جو باطن نہریں ہیں وہ دو جنتی ہیں اور ظاہری نہریں نیل اور فرات ہیں، پھر میری طرف وحی کی گئی جو وحی اللہ نے بھیجنی تھی۔

پچاس نمازوں کا حکم تخفیف کرتے کرتے پانچ نمازوں کا حکم باقی رہا

پھر اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں دن و رات میں فرض کیں۔ پھر میں واپس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کے رب نے آپ کی اُمت پر کیا فرض کیا، میں نے کہا پچاس نمازیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے رب سے سوال کیجئے کہ وہ اس میں تخفیف کرے، آپ کی اُمت اس کی طاقت نہیں رکھتی کیونکہ بنی اسرائیل کو آزمایا گیا اور اس کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں پھر اللہ رب العزت کی طرف لوٹا اور کہا کہ اے میرے رب! اس میں تخفیف کیجئے۔ اللہ رب العزت نے ان سے پانچ نمازیں کم کر دیں۔ پھر واپس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹے اور کہا کہ پانچ نمازیں کم کی گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ کی اُمت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی، واپس اللہ تعالیٰ کے پاس جاؤ اور مزید تخفیف کی درخواست کرو، فرمایا کہ میں لگاتار اللہ رب العزت اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان چلتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر پانچ نمازیں فرض کردی گئیں دن و رات اور ہر نماز کا اجر وثواب دس نمازوں کے اجر وثواب کے برابر ہے۔

گویا پانچ نمازیں ادا کریں گے تو پچاس نمازوں کا ثواب ملے گا۔ اب اس میں کوئی ردّ و بدل نہیں ہوگا۔ لہٰذا جو شخص ایک نیکی کا ارادہ کرے گا لیکن اس کو عمل میں نہیں لائے گا تو اس کو ایک نیکی کا ثواب لکھ دیا جائے گا اور اگر اس نیکی کو کرے گا تو اس کے بدلے میں دس نیکیوں کا ثواب لکھ دیا جائے گا اور اگر کسی برائی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو اس کے بدلے میں کچھ بھی نہیں لکھا جائے گا اور اگر اس برائی پر عمل کیا تو ایک ہی لکھ دی جائے گی۔ فرمایا کہ میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ (پانچ نمازوں کا حکم ہوا ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ پھر جائیں اپنے رب سے اس کے بارے میں تخفیف فرمائیں تو میں نے کہا کہ مجھے اب اپنے رب سے سوال کرتے ہوئے حیا آتی ہے۔ لیکن میں اب اسی پر راضی ہوں اور اسی کو تسلیم کرتا ہوں۔ جب میں وہاں سے آ گیا تو آواز دینے والے نے کہا کہ ہم نے اپنا فریضہ پورا کرلیا اور اپنے بندوں پر اس کی تخفیف کی۔ پھر مجھے جنت کی سیر کرائی۔ اس کے پیالے موتی کے اور جنت کی مٹی مشک جیسی ہے۔

ابن شہاب سے روایت ہے کہ مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو حبّہ انصاری رضی اللہ عنہ دونوں فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر میں ان کی طرف (آسمان) پر چڑھا۔ یہاں تک کہ مجھے قلمیں چلنے کی آواز آئی۔ ابن حزم اور انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت نے میری اُمت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ معمر نے قتادہ سے روایت کیا، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ معراج کی رات میرے پاس براق لائی گئی جس کی لگام اور زین بھی تھی، اس پر مجھے سوار کیا گیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا سوار ہو جائیے کیونکہ لوگوں میں سے کوئی بھی ایک اس پر سوار نہیں ہوتا مگر جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت واکرام والا ہوا اور اس سواری سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔ ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ہم بیت المقدس پہنچے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی انگلی سے کہا، اس نے پتھر میں سوراخ کر دیا اور اس پر براق کو باندھ دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ معراج کے دن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا ان کی صفات یہ بیان کیں کہ وہ ایک شریف الطبع مرد معلوم ہوتے تھے لیکن ان کے چہرے میں اضطراب معلوم ہوتا تھا۔

اور ان کا سر مبارک ایسا تھا جیسے قبیلہ شنوء کا آدمی ہو۔ فرمایا میں نے اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی۔ ان کی یہ صفات بیان کیں اور فرمایا ان کا چہرہ سرخ تھا ایسے جیسے کہ انار نچوڑا ہوا اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور میں ان کے مشابہ اولاد میں سے ہوں۔ فرمایا کہ میرے پاس دو برتن لائے گئے، ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی۔ مجھے کہا گیا ان دونوں میں سے جو چاہو لے لو، تو میں نے دودھ کا پیالہ لے لیا اور اس کو پی لیا۔ پھر مجھے کہا گیا کہ آپ نے اپنی فطرت کو لیا ہے، اگر آپ شراب کو اختیار کرتے تو آپ کی اُمت گمراہی میں مبتلا ہو جاتی۔

حضرت عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کرتے ہیں اس فرمان کے بارے میں **"وما جعلنا الرؤيا التي اريناك الا فتنة للنّاس"** فرمایا یہ وہ خواب ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی مسجد حرام سے بیت المقدس تک اور فرمایا کہ شجرۃ ملعونہ سے مراد قرآن میں شجرۃ زقوم ہے۔ اسی طرح امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ دوسری روایت لائے ہیں۔

شریک بن عبداللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، فرماتے ہیں کہ جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج کرائی گئی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں موجود تھے، ان کے پاس تین شخص آئے آپ کے پاس وحی آنے سے پہلے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سو رہے تھے، ان میں سے ایک شخص نے کہا، کہ وہ کیسا ہے، ان تین افراد میں سے درمیان والے نے کہا کہ وہ سب سے بہتر ہیں اور پھر تیسرے شخص نے کہا اس خیر کو لے لو، اس رات انہوں نے کچھ نہ دیکھا یہاں تک کہ دوسری رات آ گئی جس رات انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو دیکھا یا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کو دیکھا کہ وہ سو رہی ہیں نہ کہ ان کا دل۔ اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کی آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن ان کے دل نہیں سوتے۔ پھر انہوں نے آپس میں کوئی کلام نہیں کیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے زمزم کے کنویں کے پاس بٹھا دیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ، ہنسلی کے گڑھے سے ناف تک چاک کیا اور اندرون صدر کو زمزم کے پانی سے دھویا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے معراج کی پوری حدیث بیان کی جس میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آسمان دُنیا میں

پہنچے تو وہاں سے دو دریا نکلتے دیکھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ نیل وفرات ہیں، دونوں کا سرچشمہ یہاں ہے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان میں لے چلے وہاں ایک اور دریا دیکھا جس پر موتی اور زبرجد کا محل بنا ہوا تھا۔ دریا میں ہاتھ مارا تو وہ یکدم خالص مشک بن گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا جبرئیل علیہ السلام یہ کیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ کوثر ہے جو اللہ نے آپ کے لیے رکھ چھوڑا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا پھر آپ کو ساتویں آسمان تک لیجایا گیا جس کا علم سوائے اللہ کے اور کسی کو نہیں۔

یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور اللہ جبار رب العزت کا قرب ہوگیا۔ اللہ رب العزت کچھ نیچے آئے یہاں تک کہ دو کمانوں کے فاصلے کے بقدر یا اس سے بھی زیادہ قریب ہوگیا اور ہر رات دن میں پانچ نمازوں کا حکم بذریعہ وحی دیا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام بار بار لوٹا کر آپ کو رب العزت کے پاس بھیجتے رہے۔ یہاں تک کہ پانچ نمازیں رہ گئیں لیکن موسیٰ علیہ السلام نے پھر بھی روک کر کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اپنی قوم بنی اسرائیل پر اس سے کم کا بہت تجربہ کیا ہے لیکن وہ اس سے بھی عاجز رہے اور ادائیگی کو چھوڑ بیٹھے اور آپ کی اُمت بنی اسرائیل کے مقابلے میں جسم و دل اور گوش وچشم کے اعتبار سے بہت کمزور ہے، آپ اپنے رب کے پاس لوٹ کر جائیے اور تخفیف کی درخواست کیجئے تا کہ وہ تخفیف کر دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جتنی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درخواست تخفیف کی تلقین کی تھی ہر بار آپ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف مشورہ طلب نظر سے دیکھتے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کو نامناسب نہیں خیال کرتے تھے۔ آخر پانچویں مرتبہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تخفیف کی دُعا کی اور عرض کیا اے رب! میری اُمت کے بدن بھی کمزور ہیں اور دل بھی اور گوش بھی تو ہمارے لیے اپنے حکم میں تخفیف فرما دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے عرض کیا میں حاضر ہوں اور سعادت اندوز ہوں، اللہ نے فرمایا میرے ہاں حکم نہیں بدلا جاتا جیسے میں نے لوح محفوظ میں فرض کر دیا ہے، ہر نیکی کا ثواب دس گنا مقرر ہے، پس لوح محفوظ میں یہ پچاس نمازیں ہیں مگر تمہارے لیے پانچ ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ پھر اپنے رب کے پاس لوٹ جائیں اور تخفیف کی درخواست کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے بار بار اتنی مرتبہ آمد ورفت کی کہ اب مجھے رب سے تخفیف کا سوال کرتے شرم آتی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپ جب بیدار ہوئے تو مسجد حرام میں ہی تھے۔

اس حدیث کو اختصار کے ساتھ انہوں نے ہارون بن سعید ایلی سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے وہب سے اور انہوں نے سلیمان بن بلال سے نقل کیا ہے کہ ہمارے شیخ امام نے بیان کیا ہے کہ بعض علماء حدیث کا قول ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سوائے حدیث مذکور کے اور کوئی ایسی حدیث نہیں جس سے منامی معراج کا ثبوت ملتا ہو۔ صرف یہی ایک حدیث ہے جس سے خواب کے اندر معراج ہونے کا ثبوت ملتا ہے لیکن اس روایت کا مدار شریک بن عبداللہ پر ہے اور شریک منکر الحدیث ہے اور اس میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس معراج کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے وہ تو وحی آنے سے پہلے واقع ہوئی تھی اور اہل علم کے ہاں اس بات

کا اتفاق ہے کہ معراج کا وحی کے بعد ذکر آیا وہ آغاز وحی سے بارہ سال کے بعد یعنی ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی تھی۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''دنا فتدلی'' سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ ہمارے شیخ امامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ اعتراض میرے نزدیک صحیح نہیں کیونکہ یہ خواب کا قصہ ہے کہ جس کو اللہ رب العزت نے وحی سے پہلے خواب دکھلا دیا تھا۔ اس کی تصدیق دوسری حدیث سے ہوتی ہے جس میں ارشاد فرمایا کہ میں جاگ اُٹھا دیکھا تو مسجد حرام میں ہوں۔ پھر مجھے حالت بیداری میں آسمان کی طرف لیجایا گیا ہجرت سے ایک سال پہلے مجھے معراج کرائی گئی۔ اس کو مزید محقق کرنے کے لیے ہجرت سے ایک سال پہلے اللہ نے بیداری کی حالت میں آپ کو معراج کرادی جس طرح حدیبیہ کے سال یعنی چھ ہجری میں آپ کو فتح مکہ دکھائی گئی تھی پھر ۸ ہجری میں عالم ظاہر میں مکہ کی فتح عنایت کردی گئی۔ اللہ عزوجل کا فرمان ''لقد صدق اللّٰہ رسوله الرؤیا بالحق''
اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس تشریف لائے اور مقام ذی طوی میں پہنچے تو فرمایا جبرئیل علیہ السلام میری قوم والے اس کی تصدیق نہیں کریں گے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کریں گے اور وہ بڑے سچے ہیں۔

معراج کے واقعہ کی پہلے تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ دونوں حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس رات کو مجھے لیجایا گیا اس کی صبح کو میں مکہ میں بیٹھا ہوا اپنے متعلق سوچ رہا تھا اور سمجھا ہوا تھا کہ میری قوم والے مجھے جھوٹا قرار دیں گے۔ ایک گوشہ میں الگ تھلگ غمگین بیٹھا ہوا تھا اتنے میں اس طرف سے ابوجہل کا گزر ہوا اور مذاق کے لہجے میں اس نے کہا کیا کوئی نئی چیز حاصل کی ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں مجھے آج رات لیجایا گیا تھا۔ ابوجہل نے کہا کہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیت المقدس کو۔ ابوجہل بولا پھر صبح ہوئی تو تم ہمارے سامنے موجود تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں ابوجہل انکار نہ کرسکا اس کو اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ بات اسی پر نہ آپڑے، کہنے لگا تم نے جو بات میرے سامنے بیان کی ہے کیا اپنی قوم والوں کے سامنے بھی بیان کردو گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ ابوجہل نے کہا اے گروہ کعب بن لوی یہاں آؤ، آواز پر لوگ ٹوٹ پڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل کے پاس آگئے، ابوجہل بولا اب جو کچھ تم نے مجھے بیان کیا اپنی قوم سے بھی بیان کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مجھے آج رات لیجایا گیا، لوگوں نے پوچھا کہاں، فرمایا بیت المقدس کو۔ لوگوں نے کہا پھر صبح کو تم ہمارے سامنے بھی ہو، فرمایا ہاں۔ یہ سنتے ہی کچھ لوگ مذاق میں تالیاں بجانے لگ گئے اور کچھ لوگوں نے تعجب سے اپنا سر پکڑ لیا اور کچھ لوگ جو ایمان لاچکے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کر چکے تھے وہ اسلام سے

پھر گئے اور ایک مشرک بھاگتا ہوا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور کہنے لگا اب آپ کا اپنے ساتھی کے متعلق کیا خیال ہے؟ تو وہ کہہ رہا ہے کہ رات مجھے بیت المقدس کو لیجایا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کیا انہوں نے ایسا کہا ہے، لوگوں نے کہا ہاں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر انہوں نے ایسا کہا ہے تو سچ کہا ہے، لوگوں نے کہا کہ کیا آپ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ رات میں بیت المقدس کو چلے گئے اور صبح سے پہلے بھی آ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں تو ان کی اس سے بھی بڑی تصدیق کرتا ہوں کہ ان کے پاس جو صبح وشام آسمان سے خبریں آتی ہیں تو میں ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسی لیے کہا جانے لگا۔

راوی کا بیان ہے کہ ان لوگوں میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو بیت المقدس جا چکے تھے، انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے سامنے بیت المقدس کا بیان کر سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے بیت المقدس کی تفصیل بیان کرنی شروع کر دی اور برابر بیان کرتا رہا یہاں تک کہ بعض حالات کا مجھ پر اشتباہ ہو گیا تو فوراً نظروں کے سامنے سے پردے ہٹا دیئے گئے اور بیت المقدس میری نظروں کے سامنے آ گیا اور عقیل کے گھر سے بھی قریب لا کر اس کو رکھ دیا گیا اور میں مسجد کو دیکھ دیکھ کر بیان کرنے لگا، وہ لوگ کہنے لگے بے شک بیت المقدس کی جو حالت تم نے بیان کی ہے وہ صحیح ہے۔ پھر بولے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے قافلے کی کچھ خبر بھی بیان کرو، ہمارے لیے وہ بہت ہی اہم ہے تم نے اس کو کہیں دیکھا تھا، فرمایا ہاں۔ فلاں قافلے کی صورت مقام روحاء میں میری نظر کے سامنے آئی تھی۔

اس کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا، لوگ اس کی تلاش میں تھے ان کے پڑاؤ پر ایک پیالہ میں پانی رکھا تھا مجھے پیاس لگی تھی میں نے وہ پانی پی لیا اور پیالے کو اس کی جگہ پر رکھ دیا تم اس قافلے والوں سے دریافت کرنا کہ جب وہ اپنے پڑاؤ پر واپس آئے تھے تو ان کو پیالے میں پانی ملا تھا، لوگوں نے کہا یہ ایک نشانی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمادیا کہ میں فلاں قبیلہ والوں کے قافلے کے پاس سے گزرا تھا فلاں فلاں دو آدمی ایک اونٹ پر سوار تھے، یہ واقعہ مقام ذی مر کا ہے۔ مجھے دیکھ کر اونٹ ان دونوں سواروں سمیت بدکا، ان دونوں شخصوں سے دریافت کر لینا۔ لوگوں نے کہا یہ بھی ایک نشانی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا میں تنعیم جگہ پر اونٹ والوں کی طرف سے گزرا تھا، لوگوں نے کہا ان کی گنتی کیا تھی، سامان پر جو لدا ہوا تھا وہ کیا تھا؟ ان کی ہیئت کیا تھی؟ فرمایا مجھے ان باتوں کی طرف توجہ نہ تھی۔ پھر مقام حزورا میں وہ مکمل شکل کے ساتھ میرے سامنے آ کھڑے ہوئے، ان کی ہیئت ایسی ایسی تھی اور فلاں فلاں لوگ ان کے ساتھ تھے اور ایک خاکستری رنگ کا اونٹ ان کے آگے آگے تھا جس پر دو بوریاں سلی ہوئی لدی ہوئی تھیں۔ طلوع آفتاب کے وقت وہ قافلہ تمہارے سامنے آ جائے گا۔ لوگوں نے کہا یہ بھی ایک نشانی ہے۔ اس گفتگو کے بعد وہ لوگ فوراً دوڑے ہوئے گھاٹی پر پہنچے اور وہیں بیٹھ کر طلوع آفتاب کا انتظار کرنے لگے تا کہ اگر قافلہ نہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا قرار دے سکیں۔ انتظار ہی میں تھے کہ کسی نے اچانک کہا یہ آفتاب نکل آیا اور فوراً دوسرا آدمی بولا اور یہ اونٹ بھی سامنے آ گئے جن کے آگے آگے خاکستری رنگ کا اونٹ ہے اور فلاں

فلاں لوگ قافلے میں موجود ہیں یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد وہ لوگ ایمان نہیں لائے اور کہنے لگے یہ بلا شبہ کھلا ہوا جادو ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ میں حجر اسود کے پاس موجود تھا اور قریش میرے رات کے جانے کے متعلق دریافت کر رہے تھے، انہوں نے بیت المقدس کے متعلق بھی مجھ سے پوچھا تھا جو مجھے یاد نہیں تھا اس کی وجہ سے مجھے ایسی بے چینی ہوئی تھی کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی لیکن اس وقت اللہ بیت المقدس کو اُٹھا کر میرے سامنے لے آیا۔ اب جو سوال بھی مجھ سے کرتے تھے میں دیکھ کر اس کو بتا دیتا تھا، میں نے انبیاء علیہم السلام کی جماعت کے ساتھ بھی اپنے آپ کو دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، وہ چھریرے بدن اور گھنگھریالے بالوں والے شخص تھے ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے قبیلہ شنوء کا کوئی آدمی ہو۔ ان کی مشابہت عروۃ بن مسعود ثقفی میں سب سے زیادہ ہے۔ میں نے ابراہیم علیہ السلام کو بھی کھڑے نماز پڑھتے دیکھا۔ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والا تمہارا ساتھی ہے۔ پھر نماز کا وقت آ گیا تو میں نے انبیاء علیہم السلام کی امامت کی نماز سے فارغ ہوا تو کسی کہنے والے نے کہا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ مالک داروغہ دوزخ ہیں، ان کو سلام کرو، میں نے مالک کی طرف منہ موڑ کر دیکھا تو انہوں نے ہی مجھے پہلے سلام کیا۔

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِىْ وَكِيْلًا ② ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ③ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ④

ترجمہ اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (یعنی توریت) دی اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے (آلہ) ہدایت بنایا کہ تم میرے سوا (اپنا کوئی) کارساز مت قرار دو اے ان لوگوں کی نسل جن کو ہم نے نوح (علیہ السلام) کے ساتھ سوار کیا تھا وہ نوحؑ بڑے شکر گزار بندہ تھے اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات (بطور پیشین گوئی) بتلا دی تھی کہ تم سرزمین (شام) میں دو بار خرابی کرو گے اور بڑا زور چلانے لگو گے۔

تفسیر ② "واٰتینا موسٰی الکتاب وجعلناہ ھدًی لبنی اسرائیل أن لا" یہاں لا تھا۔ "تتخذوا من دونی وکیلاً" کسی دوسرے کو رب قرار نہ دو جس پر تم بھروسہ کرلو۔ بعض حضرات نے "یتخذوا" پڑھا ہے اور دوسرے حضرات نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی ہم نے ان سے کہا کہ کسی دوسرے کو ولی نہ بناؤ۔

③ "ذریۃ من حملنا" مجاہد کا قول ہے کہ یہ ندائیہ جملہ ہے۔ عبارت اس طرح ہوگی "یا ذریۃ من حملنا"...... "مع نوح" نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں ان کو طوفان سے نجات دے دی۔ "انہ کان عبدًا شکورًا" حضرت نوح علیہ السلام جب کھانا کھاتے اور پانی پیتے یا جدید کپڑا پہنتے تو الحمد للہ فرماتے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو عبد شکور فرمایا۔ بہت زیادہ شکر ادا کرنے والے۔

بنی اسرائیل کے فساد فی الارض کا واقعہ

④"وقضینا الٰی بنی اسرائیل فی الکتاب" ربیع بن خراش حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب انہوں نے حد سے تجاوز کیا اور انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف فارس کے بادشاہ بخت نصر کو ان پر مسلط کیا اور وہ سات سال ان پر حکمرانی کرتا رہا اور وہ ان کی طرف چلا۔ یہاں تک کہ وہ بیت المقدس میں داخل ہوگیا اور اس کا محاصرہ کیا اور اس کو فتح کر دیا۔ یہاں تک کہ اس نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے خون پر ستر ہزار افراد کا خون بہایا۔ پھر بیت المقدس کے حواریوں کو اور انبیاء علیہم السلام کی اولاد کو قید کرلیا اور بیت المقدس کے زیورات وغیرہ چھین لیے۔ یہاں تک کہ ستر ہزار جانوروں کے بوجھ کے بقدر وہ لے گئے۔

میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بیت المقدس تو عظیم جگہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیوں نہیں۔ اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے سونا، چاندی، یاقوت اور زبرجد (موتیوں) کے ساتھ تعمیر کیا۔ اس کے ستون سونے کے تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کو دیئے تھے اور شیاطین کو ان کے لانے پر مسخر کیا تھا، وہ ہر طرف سے ان چیزوں کو لے آتے تھے پھر یہ سب کچھ بخت نصر کے قبضہ میں چلا گیا۔ وہ اس مال کو لے کر بابل شہر چلا گیا اور وہ اس میں سوسال تک رہا اور وہ سب مجوسی بن گئے اور وہ سب مل کر اس کی عبادت کرنے لگے۔ پھر ان میں انبیاء کرام علیہم السلام کی موجودگی نے ان پر رحم کھایا۔

ان پر ملک فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کو ان پر مسلط کر دیا جس کا نام کورش تھا اور یہ مسلمان تھا تاکہ یہ بنی اسرائیل کو ان سے چھٹکارا دے سکے اور ان کو بت پرستی سے نجات دے دے۔ کورش بنی اسرائیل کے پاس پہنچا اور ان سے بیت المقدس کے تمام زیورات لے کر ان کو واپس کر دیئے۔ پھر بنی اسرائیل سوسال تک اللہ کی فرمانبرداری میں رہے، پھر وہ گناہوں اور نافرمانیوں کی طرف مائل ہونے لگے۔ پھر اللہ نے ان پر ایک بادشاہ جس کا نام انطیانوس کہا جاتا ہے۔

اس نے بنی اسرائیل سے جنگ کی یہاں تک کہ وہ بیت المقدس تک پہنچ گیا۔ بیت المقدس کے اہل والوں کو اس نے قید کرلیا اور بیت المقدس کو جلا دیا اور ان کو کہا کہ اے بنی اسرائیل کی جماعت! جب تک تم نافرمانی میں برقرار رہو گے اس وقت تک تم قید میں رہو گے، پھر وہ اس پر لوٹ آئے اور پھر ان پر فاقس بن اُستیانوس کو مسلط کر دیا۔ اس نے ان کے ساتھ خشکی اور سمندر میں جنگ کی۔ اس نے ان سب کو قید کر دیا اور بیت المقدس کے زیورات بھی اپنے قبضے میں لے لیے اور اور پھر بیت المقدس کو جلا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ قصہ ہے بیت المقدس کا۔ پھر ایک زمانہ آئے گا کہ حضرت مہدی علیہ السلام ایک ہزار ستر کشتیوں کے ہمراہ آئیں گے اور وہ بیت المقدس کی سرزمین کی طرف تیر پھینکیں گے، پھر وہ بیت المقدس پر قبضہ کرلیں گے، پھر وہ پچھلوں اور اگلوں سب کو ایک بیعت کے نیچے جمع کریں گے۔

بنی اسرائیلیوں کے بادشاہ صدیقہ اور شعیاء علیہ السلام کا واقعہ اور سخاریب کی تباہی کا منظر

محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ بنی اسرائیل برابر نافرمانیاں اور گناہ کرتے رہتے تھے اور اللہ ان سے درگزر فرماتا تھا اور اپنے انعامات و احسانات سے نوازتا تھا۔ ان کے گناہوں کے سبب جوان پر سب سے پہلے مصیبت آئی جس کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کروادیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ ہوگا جس کا نام صدیقہ ہوگا۔ اس زمانے میں اللہ کی طرف سے یہ ضابطہ جاری تھا کہ بادشاہ کو ہدایت کرنے اور سیدھے راستے پر چلانے کے لیے اس کے ساتھ اللہ ایک پیغمبر کو بھی مبعوث فرمادیا کرتا تھا۔ ان پیغمبروں پر کوئی جدید کتاب نازل نہیں ہوتی تھی بلکہ تورات کے احکام پر چلنے کی ہدایت ہر پیغمبر کرتا تھا۔ صدیقہ بادشاہ ہوا تو اس کی رہنمائی کے لیے اللہ نے شعیاء بن اصفیاء کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ شعیاء کی بعثت حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام سے پہلے تھی۔ شعیاء نے ہی حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی تھی اور کہا تھا اے یروشلم! تجھے بشارت ہو اب تیرے پاس ایک گدھے پر سوار ہونے والا اور دوسرا اشتر سوار آئے گا۔

یہ ایک طویل زمانے تک بیت المقدس اور بنی اسرائیل کا بادشاہ رہا۔ جب اس کا دورِ حکومت ختم ہونے کو آ گیا تو اللہ نے سخاریب شاہ بابل کو بھیج دیا۔ سخاریب کے ساتھ چھ لاکھ جھنڈے تھے۔ سخاریب چلتا چلتا بیت المقدس کے اطراف تک پہنچ گیا۔ اس زمانہ میں صدیقہ کی پنڈلی میں پھوڑا تھا۔ شعیاء نبی نے صدیقہ سے کہا اے شاہ اسرائیل! سخاریب شاہ بابل چھ لاکھ پھریرے اُڑاتا آ پہنچا، لوگ ڈر کے مارے بھاگ گئے تو ہوشیار ہو جا۔ صدیقہ کو یہ بات سن کر بڑی فکر ہوئی، کہنے لگا اے اللہ کے نبی! کیا آپ کے پاس اللہ کی طرف سے اس کی کوئی وحی آئی ہے کہ ہمارا اور سخاریب کا فیصلہ کیا ہوگا؟ حضرت شعیاء نے کہا کہ وحی تو کوئی نہیں آئی یہ کہہ ہی رہے تھے کہ شعیاء کے پاس وحی آ گئی اور حکم ملا کہ شاہ اسرائیل کے پاس جا کر اس کو حکم دیدو کہ تیرا وقت آ گیا، اب تو گھر والوں میں سے جس کو چاہے وصیت کردے اور اپنا جانشین بنادے۔ حضرت شعیاء نے جا کر صدیقہ سے کہہ دیا کہ اللہ کی طرف سے میرے اوپر وحی آئی ہے جس میں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تجھ سے کہہ دوں کہ تیرے مرنے کا وقت آ گیا ہے اب تو جو وصیت کرنا چاہتا ہے کردے اور اپنے گھر والوں میں سے جس کو چاہے اپنی جگہ بادشاہ بنادے۔ صدیقہ یہ پیغام سن کر قبلہ رو ہو کر نماز کو کھڑا ہو گیا۔ دُعا کی اور اللہ کے سامنے رویا اور زاری کی اور خلوص قلب سے گڑگڑا کر عرض کیا:

اے اللہ! رب الارباب! اے تمام معبودوں کے معبود! اے وہ ذات جو تمام عیوب سے پاک اور تمام نقائص سے مبرا ہے، اے رحمٰن اے مہربانی کرنے والے جس کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، اے اللہ جو کام میں نے کیے اور جو اعمال کیے اور بنی اسرائیل پر انصاف کے ساتھ جو حکومت کی وہ سب کچھ تیری توفیق سے ہوا تو مجھ سے زیادہ اس سے واقف ہے۔ میرا ظاہر اور باطن تیرے سامنے ہے (مجھ پر رحم فرما)۔ یہ اللہ کا نیک بندہ تھا، اللہ نے اس کی دُعا قبول فرمالی اور شعیاء کے پاس وحی بھیجی کہ جا کر صدیقہ سے کہہ دو اللہ نے تیری دُعا قبول کرلی، تجھ پر رحم فرمایا، تجھے تیرے دشمن سخاریب سے نجات دے دی اور تیری میعادِ زندگی پندرہ سال بڑھادی۔ شعیاء

نے آ کر یہ پیغام پہنچا دیا، یہ سنتے ہی صدیقہ کے دل میں دشمن کا خوف جاتا رہا۔ رنج وفکر دور ہوگیا اور سجدے میں گر کر اس نے دُعا کی اے میرے اور میرے باپ دادا کے معبود! میں تجھے ہی سجدہ کرتا ہوں، تیری پاکی کا اقرار کرتا ہوں، تجھے بڑا جانتا ہوں، تیری تعظیم کرتا ہوں، تو ہی جس کو چاہتا ہے حکومت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے نکال لیتا ہے تو ظاہر اور باطن کو جانتا ہے تو ہی اوّل تو ہی آخر تو ہی ظاہر اور تو ہی پوشیدہ ہے تو ہی رحم کرتا ہے اور بے قراروں کی دُعاء قبول کرتا ہے، تو نے ہی میری دُعا قبول فرمائی اور میری زاری پر رحم کیا، جب سر اُٹھایا تو اللہ نے شعیاء نبی کے پاس وحی بھیجی کہ بادشاہ صدیقہ کو کہہ دو کہ اپنے خادموں میں سے کسی کو حکم دے کہ انجیر کا پانی منگوا کر اپنے پھوڑے پر لگائے، اللہ صبح تک شفاء دے دے گا، صدیقہ نے حکم کی تعمیل کی اور اللہ نے ان کو تندرست کر دیا۔

بادشاہ نے حضرت شعیاء سے عرض کیا اپنے رب سے یہ دُعاء کر دیجئے کہ اللہ ہم کو بتا دے کہ ہمارے دشمن کا کیا ہوگا؟ اللہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ اللہ نے حضرت شعیاء کو وحی بھیجی کہ بادشاہ کو کہہ دو کہ میں نے تمہارے دشمن کو تم سے روک دیا اور تم کو اس سے بچالیا۔ صبح تک سب مر جائیں گے صرف سخاریب اور اس کے پانچ اہلکار بچ جائیں گے (تم ان کو پکڑ لینا) صبح ہوئی تو کسی پکارنے والے نے چیخ کر شہر کے دروازے پر کہا اے بنی اسرائیل کے بادشاہ! اللہ نے تیرا کام پورا کر دیا، تیرے دشمن کو تباہ کر دیا، باہر نکل کر دیکھ لے سخاریب اپنے ساتھیوں سمیت ہلاک ہوگیا۔ بادشاہ باہر نکلا، مردوں میں سخاریب کو تلاش کروایا گیا مگر اس کی لاش نہیں ملی، بادشاہ نے اس کی طلب میں آدمی دوڑائے، آخر کار انہوں نے اس کو ایک غار میں پناہ لیتے ہوئے اس کو اس کے پانچ اہلکاروں سمیت گرفتار کر لیا۔ اس میں بخت نصر بھی تھا، سب کو زنجیروں میں باندھ کر صدیقہ کے پاس لے آئے، فوراً بادشاہ سجدے میں گر پڑا اور طلوع آفتاب سے عصر تک سجدے میں پڑا رہا، پھر سخاریب سے کہا تم نے دیکھا کہ ہمارے رب نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ تم بے خبر تھے اس نے اپنی طاقت سے تم کو قتل کیا، سخاریب نے کہا کہ مجھے پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے گا اور تم پر رحمت نازل فرمائے گا، اپنے ملک سے نکلنے سے پہلے ہی مجھے اس کی خبر مل چکی تھی مگر میں نے صحیح رہنما کا کہنا نہیں مانا، میری کم عقلی نے مجھے اس بدنیتی اور بدبختی میں مبتلا کر دیا، اگر میں رہنما کی بات سن لیتا یا سمجھ سے کام لے لیتا تو تم سے جنگ ہی نہ کرتا۔

صدیقہ نے کہا کہ اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ اس نے جس سے چاہا تمہیں تباہ کر دیا، اس نے تجھے اور تیرے ساتھیوں کو اس لیے زندہ رکھا کہ دُنیا میں تمہاری بدنصیبی اور آخرت میں تمہارا عذاب اور بڑھ جائے اور ہمارے رب نے جو تمہارے ساتھ کیا ہے اس کی اطلاع ان لوگوں کو بھی جا کر دیدو جو تمہارے ساتھ یہاں نہیں آئے اور اپنے پیچھے والوں کو بھی ڈرا دو، اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں تم سب کو قتل کروا دیتا۔ تیرا اور تیرے ساتھیوں کا خون اللہ کے نزدیک چیچڑی کے خون سے بھی حقیر ہے۔ اگر میں تجھے قتل کروا دیتا، پھر کوتوال نے شاہ اسرائیل کے حکم سے ان لوگوں کی گردنوں میں زنجیریں ڈال کر ستر روز تک بیت المقدس اور ایلیا کے گردا گرد پھرایا، ان میں سے ہر شخص کو روزانہ جو کی دو روٹیاں کھانے کو دی جاتی تھیں، سخاریب نے شاہ اسرائیل سے کہا تم جو سلوک ہمارے ساتھ کر رہے ہو اس سے تو قتل ہو جانا ہی بہتر ہے۔ شاہ اسرائیل نے ان کو قتل خانہ بھجوا دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیاء کے پاس وحی بھیجی کہ بادشاہ سے جا کر کہہ دو کہ سخاریب کو ان کے ساتھیوں کے ساتھ رہا کر دو تاکہ وہ ان لوگوں کو

جوان سے پرے ہیں جا کر ڈرائیں، بادشاہ کو چاہیے کہ سخاریب اور اس کے ساتھیوں کی عزت کرے اور عزت کے ساتھ سوار کر کے ان کے ملک بھیج دے۔ شعیاء نے بادشاہ کو اللہ کا حکم پہنچا دیا اور بادشاہ نے حکم کی تعمیل کی۔ سخاریب ساتھیوں سمیت بابل پہنچ گیا اور لوگوں کو جمع کر کے اپنے لشکر کی حالت بتلائی۔ کاہنوں اور نجومیوں نے کہا بادشاہ سلامت ہم تو آپ کو پہلے بنی اسرائیل کے خدا کی طرف سے وحی آنے والی تھی اس کی اطلاع دے چکے تھے مگر آپ نے ہمارا کہنا نہیں مانا، بنی اسرائیل ایسی اُمت ہے کہ ان کا رب ان کے ساتھ ہے اور ان کے رب کی موجودگی میں کوئی ان سے نہیں لڑ سکتا۔

سخاریب کا واقعہ اس کی قوم کو ڈرانے کے لیے ہوا تھا۔ اللہ نے اس واقعہ سے ان کو کافی نصیحت کر دی۔ اس کے بعد سخاریب سات برس زندہ رہا، پھر مر گیا اور مرنے سے پہلے اس نے اپنا جانشین اپنے پوتے بخت نصر کو بنا دیا۔ بخت نصر اپنے دادا کے راستہ پر چلا اور وہی کام کیے جو اس کے دادا نے کیے تھے اور سترہ سال حکومت کی۔ صدیقہ کے مرنے کے بعد بنی اسرائیل کی حکومت بگڑ گئی، قوم میں گڑ بڑ ہو گئی، باہم حکومت کے لیے دوڑ شروع ہو گئی اور آپس میں خوب کشت وخون ہوا۔ شعیاء موجود تھے مگر ان کی نصیحت کوئی نہیں مانتا تھا۔ جب قوم کی ابتری یہاں تک پہنچ گئی تو اللہ نے شعیاء کے پاس وحی بھیجی تم اپنی قوم کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ دو، میں تمہاری زبان پر اپنی وحی جاری کر دوں گا۔ شعیاء قوم کو خطاب کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اللہ نے ان کی زبان پر وحی کے الفاظ جاری کر دیئے، اے آسمان سن لے اور اے زمین تو بھی اپنے کان دھر لے، اللہ بنی اسرائیل کی حالت بیان کرنا چاہتا ہے ان کو اللہ نے اپنی نعمتیں دے کر پرورش کیا ان کو اپنے لیے منتخب کیا، اپنی طرف سے خصوصی عزت عطاء کی اور سب لوگوں پر ان کو برتری عنایت فرمائی۔ یہ لوگ بھٹکی ہوئی بکریوں کی طرح تھے جن کا کوئی نگران ونگہبان نہیں تھا، اللہ نے ان منتشر بکریوں کو یکجا جمع کیا اور شکستہ کو جوڑا، بیمار کو تندرست کر دیا، لاغر کو فربہ کر دیا اور فربہی کی حفاظت کی۔ اللہ نے جب ان کے ساتھ یہ سلوک کیا تو یہ مغرور ہو گئے اور آپس میں ٹکرانے اور ایک دوسرے کو سینگ مارنے لگے۔ ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا، یہاں تک کہ ان میں کوئی بھی صحیح الحال شخص نہ رہا کہ کوئی شکستہ اعضاء والا اس کی پناہ میں آ جاتا، ہلاکت ہو اس خطا کار اُمت کے لیے جس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کی موت کہاں سے آ رہی ہے مقدر کر دیا، اونٹ کو اپنا وطن یاد آتا ہے تو وہ وطن کو لوٹ آتا ہے، گدھے کو اپنی خوید یاد آتی ہے جس سے وہ پیٹ بھرا کرتا ہے تو وہ خوید کی طرف لوٹ آتا ہے۔ بیل کو سبزہ زار یاد آتا ہے جس کو کھا کر وہ موٹا ہوا تھا۔

تو وہ سبزہ زار کی طرف آ جاتا ہے لیکن یہ قوم جو عقل ودانش والے ہیں، بیل نہیں ہیں، گدھے نہیں ہیں، اس کے باوجود ان کو معلوم نہیں کہ ان کی موت کہاں سے آ رہی ہے ان کی ایک مثال بیان کرتا ہوں، تم ان سے کہہ دو کہ ایک ویران زمین تھی جو مدت تک ویران پڑی رہی، بے آب وگیاہ تھی اس میں کوئی عمارت نہ تھی لیکن اس کا مالک ایک صاحب قدرت اور حکمت والا شخص تھا۔ مالک نے اس زمین کو آباد کرنے کی طرف توجہ کی، اس نے پسند نہیں کیا کہ لوگ کہیں کہ اس زمین کا مالک قوت رکھتا ہے، پھر بھی اس نے زمین کو ویران رکھ چھوڑا ہے یا یہ کہیں کہ اس کا مالک حکمت ودانش والا ہے۔ اس کے باوجود اس نے زمین کو برباد کر دیا۔ یہ خیال کر کے اس نے زمین کی چار دیواری بنائی، اندر ایک مضبوط محل تیار کیا، نہریں جاری کیں، زیتون، انار، کھجور اور

رنگ برنگ کے پھلوں کے درخت بوئے اور ایک عقل مند باسمت طاقتور امانت دار محافظ کی نگرانی میں اس زمین کو دے دیا۔ جب درختوں میں شگوفے نکلے تو ناکارہ شگوفے نکلے، لوگ کہنے لگے یہ زمین خراب ہے مناسب یہ ہے کہ اس کی دیواریں گرادی جائیں محل کو ڈھا دیا جائے، نہریں پاٹ دی جائیں، نہروں کے دہانے بند کردیئے جائیں، درختوں کو جلا دیا جائے اور جیسے زمین پہلے ہی بنجر تھی ویسے ہی کردیا جائے، تم ان سے کہہ دو کہ دیوار میرا دین ہے محل میری شریعت ہے نہر میری کتاب ہے نگران زمین میرا پیغمبر ہے اور درخت تم لوگ ہو اور ناکارہ شگوفے جو درختوں سے برآمد ہو رہے ہیں وہ تمہارے ناپاک اعمال ہیں جو فیصلہ تم نے اپنے لیے کیا ہے وہی فیصلہ میں نے تمہارے لیے جاری کردیا ہے۔ یہ ایک مثال ہے جو میں نے ان کے لیے بیان کی ہے۔ یہ گائے، بکریاں ذبح کر کے میری قربت چاہتے ہیں حالانکہ یہ گوشت نہ مجھے پہنچتا ہے کہ نہ میں اسے کھاتا ہوں ان کو اس بات کی دعوت دی جارہی ہے کہ تقویٰ اختیار کریں اور جس کو قتل کرنا میں نے حرام کردیا اس کو قتل کرنے سے باز رہیں اور اس طرح میرا تقرب حاصل کریں مگر ان کے ہاتھ ناحق خون سے رنگین ہیں اور کپڑے ناجائز خون ریزی سے آلودہ ہیں، یہ لوگ میرے لیے مکان یعنی مسجدیں پختہ بناتے ہیں اور ان کے اندرونی حصوں کو بھی پاک رکھتے ہیں مگر اپنے دلوں کو ناپاک اور جسموں کو گندا اور میلا رکھتے ہیں۔ مسجدوں میں پردے لگاتے اور ان کو آراستہ کرتے ہیں مگر اپنی عقلوں کو ویران اور اخلاق کو تباہ کرتے ہیں، مجھے ان مسجدوں کے پختہ کرنے کی کیا حاجت ہے، میں تو ان میں رہتا نہیں اور ان میں پردے لٹکانے کی مجھے کیا ضرورت ہے میں تو ان کے اندر آتا نہیں، میں نے مسجدیں بلند کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ وہاں میری یاد کی جائے۔

وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم روزے رکھتے ہیں لیکن ہمارے روزے اوپر نہیں اُٹھائے جاتے، ہم نمازیں پڑھتے ہیں لیکن ہماری نمازیں نور پیدا نہیں کرتیں، ہم خیرات کرتے ہیں مگر ہمارے صدقات ہم کو پاک نہیں کرتے، ہم گدھوں کی آوازوں کی طرح چیخ چیخ کر دُعا کرتے ہیں اور بھیڑوں کی آوازوں کی طرح دھاڑیں مار مار کر روتے ہیں مگر ہماری کوئی چیز قبول نہیں کی جاتی۔ تم ان سے دریافت کرو، دُعاء قبول کرنے سے مجھے کون سی چیز روکتی ہے کیا میں سب سے زیادہ سننے والا سب سے بڑھ کر دیکھنے والا اور قریب ترین جواب دینے والا اور ارحم الراحمین نہیں ہوں، میں ان کے روزوں کو کس طرح اوپر اُٹھاؤں جب کہ روزوں میں یہ جھوٹ بولتے ہیں اور لقمہ حرام کھاتے ہیں، میں ان کی نمازوں میں نور کیسے پیدا کروں جب کہ ان کے دل میرے دشمنوں اور میرے مخالفوں اور میری قائم کی ہوئی حدود کو توڑنے والوں کی طرف جھکے ہوئے ہیں ان کے صدقات میرے ہاں کیسے بارآور ہوں وہ تو پرایا مال صدقہ میں دیتے ہیں، میں تو خیرات کا اجر ان لوگوں کو دیتا ہوں جو معصوم اہل خیر ہوں، میں ان کی دُعا کیسے قبول کرسکتا ہوں، ان کی دُعاء تو صرف قول بے عمل کی ہوتی ہے ان کا عمل قول سے بہت دور ہوتا ہے میں تو دُعاء اس کی قبول کرتا ہوں جو صاحب اطمینان اور نرم دل ہو اور میں اس کی بات سنتا ہوں جو سوال سے بچنے والا مسکین ہو، میری رضامندی کی نشانی مسکینوں کی رضامندی ہے، جب یہ لوگ میرا کلام سنتے ہیں اور میرا پیغام تم کو پہنچاتے ہیں تو کہتے ہیں یہ بنائی ہوئی باتیں اور وہی پرانے قصے ہیں جو باپ دادا سے ہم سنتے چلے آئے ہیں اور جادوگر کاہن جیسے جوڑ لگاتے ہیں، ویسا ہی یہ بھی جوڑا ہوا کلام ہے۔ ان کا

دعویٰ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ایسا کلام ہم بھی پیش کر سکتے ہیں، شیطان ہمارے پاس بھی وحی لاتے ہیں اگر ہم چاہیں تو شیطانوں کی وحی کی وجہ سے ہم بھی غیب سے واقف ہو جائیں۔

سنو! میں نے جس روز زمین و آسمان کو پیدا کیا تھا اسی روز ایک فیصلہ (قیامت) کا کر دیا تھا اور اپنے اوپر اس فیصلے کو لازمی اور قطعی کر لیا تھا اور اس سے پہلے ایک مقرر میعاد بنادی تھی وہ فیصلہ ضرور واقع ہوگا۔ اگر یہ لوگ غیب دانی کے دعوے میں سچے ہیں تو تم کو بتادیں کہ اس فیصلہ کو میں کب جاری کروں گا یا وہ کس زمانے میں ہوگا۔ اگر ان میں اس امر کی قدرت ہے کہ جو کچھ چاہیں پیش کر دیں تو ایسی قدرت کا مظاہرہ کریں کہ جس سے میں اس فیصلے کو نافذ کروں گا، میں بہرحال اس فیصلہ کو تمام مذاہب پر غالب کروں گا، خواہ شرک کرنے والوں کو پسند نہ ہو اور اگر وہ جیسا چاہیں جوڑ سکتے ہیں اور ایسی حکومت کے ساتھ تالیف کریں جس حکمت سے میں امر قضاء کو تدبیر کرتا ہوں اور میں نے آسمان و زمین کو پیدا کرنے کے دن ہی یہ طے کر دیا تھا کہ نبوت جاری کروں گا اور حکومت نچلے طبقہ کے عوام کو دوں گا اور بے عزتوں کو عزت، کمزوروں کو قوت محتاجوں کو دولت، جاہلوں کو علم اور بے پڑھے لکھوں کو حکمت عطا کروں گا۔ تم ان سے دریافت کرو کہ اگر وہ جانتے ہوں تو بتائیں ایسا کب ہوگا اور یہ کام کون کرے گا اور کون لوگ ان چیزوں کے کارگزار اور مددگار ہوں گے، یہ یقینی امر ہے کہ میں ان کاموں کے لیے ایک نبی اُمّی بھیجوں گا جن میں بڑا پن اور درشت مزاج نہ ہوگا، بازاروں میں چیختا نہ پھرے گا، فحش بات زبان پر نہ لائے گا اور بے حیائی کی باتیں نہ کرے گا۔

میں اس کو سیدھا چلاؤں گا، تمام عمدہ اخلاق عطا کروں گا، وقار کو اس کا لباس بناؤں گا، نیکی اور بھلائی کو اس کا شعار (اندرونی لباس) تقویٰ کو اس کا ضمیر حکمت کو اس کا علم، سچائی اور وفاء عہد کو اس کا خمیر، عفو و خیر کو اس کی عادت، انصاف کو اس کی سیرت، حق کو اس کی شریعت، ہدایت کو اس کا امام اور اسلام کو اس کا مذہب بناؤں گا۔ اس کا نام احمد ہوگا، میں اس کے ذریعے سے گمراہوں کو ہدایت، جاہلوں کو علم، گمناموں کو بلندیٔ ذکر اور غیر معروف لوگوں کو شہرت عطا کروں گا۔ میں اس کے ذریعے سے قلیل کو کثیر، ناداروں کو زردار بناؤں گا۔ پراگندہ لوگوں کو جمعیت منتشر دلوں میں ملاپ متفرق خواہشات رکھنے والوں میں باہم اُلفت اور متفرق جماعتوں میں اتحاد عنایت کروں گا، میں اس کی اُمت کو خیر الامم بناؤں گا جو لوگوں کی ہدایت کے لیے پیدا کی جائے گی، بھلائی کا حکم دے گی، برائی سے روکے گی۔ وہ مجھے واحد مانے گی، مجھ پر ایمان لائے گی اور میرے لیے (اپنے افکار و اعمال کو) خالص کرے گی، وہ نمازیں پڑھے گی (نماز میں) قیام کرے گی، قعود و رکوع اور سجود کرے گی، وہ میری راہ میں صف در صف (یعنی صف بستہ ہو کر) لڑے گی اور دشمنوں پر ہجوم کرے گی، وہ اپنے گھروں اور مالوں کو چھوڑ کر میری رضامندی کی طلب میں نکلے گی۔

میں ان کے دلوں میں ڈال دوں گا تکبیر توحید، تسبیح، تحمید، مدح تمجید (یعنی اپنی بزرگی، یکتائی، پاکی، حمد و ثناء اور بزرگی) کا اعتراف و اقرار اور اظہار، سفر میں بھی ان کی مجلسوں میں بھی، خواب گاہوں میں بھی، آمد و رفت کے راستوں میں بھی اور قیام گاہوں میں بھی۔ وہ تکبیریں کہیں گے، تنہا میری الوہیت کا اظہار کریں گے اور میری پاکی بیان کریں گے، ٹیلوں کی بلندیوں پر (چڑھ کر) چہروں اور ہاتھ اور پاؤں کو میرے لیے پاک کریں گے اور کمر پر کپڑے باندھیں گے، ان کے خون ان کی قربانیاں ہوں گے، ان کے

سینے ان کی انجیلیں (یعنی وہ قرآنی آیات کے مخزن) ہوں گے، وہ راتوں میں راہب (اللہ سے ڈرنے والے شب زندہ دار) اور دن میں (دشمنوں کے مقابلے میں) شیر ہوں گے اور یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہتا ہوں دیتا ہوں اور میں بڑے فضل والا ہوں۔

جب حضرت شعیاء اپنے خطبہ سے فارغ ہوئے تو آپ کو قتل کرنے کے لیے بنی اسرائیل نے آپ کے اوپر حملہ کر دیا۔ آپ بھاگ پڑے، راستہ میں ایک درخت ملا (درخت سے آواز آئی اے اللہ کے نبی! میرے اندر آ جائیے) اور وہ درخت پھٹ گیا، حضرت شعیاء اس کے اندر داخل ہو گئے مگر شیطان نے پیچھے سے آپ کے کپڑے کا کونہ پکڑ لیا (آپ کے اندر داخل ہو جانے کے بعد درخت جڑ کر ہموار ہو گیا مگر کپڑے کا کونہ باہر رہ گیا) شیطان نے لوگوں کو وہ کونہ دکھا دیا (اور کہا شعیاء اس کے اندر ہیں، ثبوت یہ ہے کہ ان کے لباس کا یہ کونہ باہر رہ گیا ہے) لوگوں نے آرے سے درخت کے دو ٹکڑے کر دیئے اور حضرت شعیاء کو بھی چیر ڈالا۔

اس کے بعد اللہ نے ایک شخص کو جس کا نام ناشیہ بن آموص تھا، بنی اسرائیل کا بادشاہ بنایا اور اس کی رفاقت و ہدایت کے لیے حضرت ہارون بن عمران کی اولاد میں سے ارمیا بن حلفیا کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ ابن اسحاق نے بیان کیا کہ یہی خضر علیہ السلام تھے جن کا نام ارمیا تھا اور خضر لقب کیونکہ آپ (ایک بار) خشک گھاس پر بیٹھے تھے اور اُٹھے تو وہ سرسبز ہو کر لہلہانے لگی تھی، اللہ نے حضرت ارمیا کو بادشاہ کی ہدایت اور سیدھے راستے پر چلانے کے لیے مامور فرمایا۔

بنی اسرائیلیوں کی نافرمانیاں اور بخت نصر کا ان پر مسلط ہونا

کچھ مدت کے بعد بنی اسرائیل میں بڑی بڑی بدعتیں پیدا ہو گئیں۔ معاصی کی کثرت ہو گئی اور ممنوعات کو انہوں نے حلال قرار دے لیا۔ اللہ نے حضرت ارمیا علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کے پاس جاؤ۔ میں تم کو جو حکم دے رہا ہوں وہ ان سے بیان کرو، میرے احسانات یاد دلاؤ اور جو بدعتیں ان کے اندر پیدا ہو گئی ہیں، وہ بتاؤ، ارمیا علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے رب! اگر تیری طرف سے مجھے قوت عطا نہ ہو تو میں (بجائے خود) کمزور ہوں، اگر تو مجھے (مقصد تک) نہ پہنچائے تو میں عاجز ہوں اور اگر تو میری مدد نہ کرے تو (میری مدد کہیں سے نہ ہو گی) میں بے یار و مددگار ہوں، اللہ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ تمام امور میری مشیت سے ہوتے ہیں، تمام دل اور زبانیں میرے ہاتھ میں ہیں، میں جس طرح چاہتا ہوں ان کو موڑ دیتا ہوں، میں تمہارے ساتھ ہوں اور میری موجودگی میں کوئی دُکھ تم کو نہیں پہنچ سکتا۔

الغرض ارمیا بنی اسرائیل کو خطاب کرنے کھڑے ہو گئے لیکن ان کو کچھ علم نہ تھا کہ کیا کہنا ہے اور کیا کہیں، فوراً اللہ نے ان کے دل میں ایک بلیغ خطبہ القاء کر دیا۔ آپ نے لوگوں کو طاعت کا ثواب اور نافرمانی کا عذاب کھول کر بتایا اور آخر میں (استغراقی حالت میں) اللہ کی زبان سے کہا، میں نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ ان (بنی اسرائیل) پر ایک بڑا فتنہ مسلط کروں گا جس کے اندر دانش مند بھی حیران ہو جائے گا (کوئی خلاصی کا راستہ سمجھ میں نہیں آئے گا) اور ایک ظالم سنگدل کو ان پر غالب کر دوں گا جس کو میں ہیبت کا لباس پہنا دوں گا (یعنی بڑا ہولناک ظالم ہو گا) اور اس کے سینے سے رحم کو نکال لوں گا، اس کے ساتھ ایک لشکر ہو گا،

تاریک رات کی سیاہی کی طرح (ہر طرف ہر چیز پر چھا جانے والا) اس کے بعد اللہ نے ارمیا علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ میں یافث سے بنی اسرائیل کو تباہ کراؤں گا۔ یافث باشندگانِ اہل بابل تھے (شاید اہل بابل یافث بن نوح کی نسل میں سے ہوں) چنانچہ اللہ نے بنی اسرائیل پر بخت نصر (بابلی) کو مسلط کر دیا، بخت نصر چھ لاکھ فوج لے کر نکلا اور مع لشکر بیت المقدس میں داخل ہو گیا۔ شام کو روند ڈالا، بنی اسرائیل کو اتنا قتل کیا کہ فنا کر دیا، بیت المقدس کو تباہ کر دیا اور ہر فوجی کو حکم دیا کہ اپنی ڈھال بھر کر مٹی بیت المقدس پر ڈال دے، اس طرح بیت المقدس کو سپاہیوں نے خاک سے پاٹ دیا۔ پھر بخت نصر نے حکم دیا کہ بلاد بیت المقدس کے تمام باشندوں کو یکجا جمع کر لیا جائے۔ چنانچہ سب لوگوں کو فوج والے پکڑ کر لے گئے۔

بنی اسرائیل کے سب بچے بڑے بخت نصر کے سامنے یکجا جمع کر دیئے گئے۔ بخت نصر نے ان میں سے ستر ہزار بچے چھانٹ لیے (یعنی اپنی غلامی اور خدمت گاری کے لیے منتخب کر لیے) اور مالِ غنیمت فوج کو تقسیم کر دینے کا حکم دے دیا۔ سواروں نے کہا مالِ غنیمت تو کل آپ کا ہے آپ شاہی خزانہ میں داخل کرا دیجئے۔ بنی اسرائیل کے یہ بچے جو آپ نے منتخب کیے ہیں یہ فوج کو تقسیم کر دیجئے۔ بخت نصر نے یہ بات مان لی اور بچوں کو بطور غلام سرداران فوج کو تقسیم کر دیا، ہر شخص کے حصے میں چار غلام آئے، پھر باقی لوگوں کی تین جماعتیں کر دیں۔ بنی اسرائیل کی ایک تہائی جماعت کو تو شام میں ہی قائم رکھا گیا، ایک تہائی کو قیدی بنا لیا گیا اور تہائی کو قتل کر دیا گیا۔ ناشیہ کو اور ستر ہزار بچوں کو بخت نصر بابل لے گیا۔ بنی اسرائیل کی یہ پہلی تباہی تھی جو خود انہی کی بداعمالی کی وجہ سے ان پر آئی۔ آیت "فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ" میں یہی تباہی مراد ہے اور عباد سے مراد بخت نصر اور اس کے ساتھی ہیں۔

ایک مدت کے بعد بخت نصر نے ایک عجیب خواب دیکھا۔ کوئی چیز خواب میں دیکھی تھی لیکن اس کو یاد نہیں رہا کہ کیا دیکھا تھا۔ دانیال، حنانیا، عزاریا اور میشائیل قیدیوں میں موجود ہی تھے، یہ سب انبیاء کی نسل سے تھے، بخت نصر نے ان لوگوں کو بلوایا اور خواب دریافت کیا۔ ان بزرگوں نے کہا آپ خواب بیان کیجئے تو ہم اس کی تعبیر دیں، بخت نصر نے کہا مجھے تو خواب یاد نہیں رہا، تم ہی میرا خواب بتاؤ اور تم ہی اس کی تعبیر بیان کرو، اگر ایسا نہ کرو گے تو میں شانوں سے تمہارے ہاتھ اکھڑ والوں گا۔ یہ بے چارے (یہ ظالمانہ حکم سن کر) دربار سے باہر آئے اور اللہ کے سامنے بہت گریہ وزاری کی۔

اللہ نے ان کو بادشاہ کے سوال کا جواب بتا دیا، جواب کا علم ہونے کے بعد یہ حضرات بادشاہ کے پاس پہنچے اور کہا آپ نے ایک مورت دیکھی تھی جس کے دونوں پاؤں اور پنڈلیاں پختہ مٹی کی تھیں اور زانو اور رانیں تانبے کی اور پیٹ چاندی کا اور سینہ سونے کا اور سر و گردن لوہے کے۔ بادشاہ نے کہا تم نے سچ کہا ان حضرات نے کہا آپ یہ دیکھ ہی رہے تھے اور آپ کو تعجب ہو رہا تھا کہ اللہ نے آسمان سے ایک پتھر اُتارا، پتھر نے مورتی کو ریزہ ریزہ کر دیا، یہ ہی وہ چیز ہے جو آپ بھول گئے تھے۔ بخت نصر نے کہا تم نے سچ کہا اب اس کی تعبیر دو۔ انہوں نے جواب دیا آپ کو چند بادشاہوں کی حکومت دکھائی گئی ہے کسی کی حکومت تو نرم (کمزور) ہے اور کسی کی اس سے سخت اور کسی کی بہت ہی حسین اور کسی کی سب سے زیادہ سخت اور کسی کی پختہ مٹی (ٹھیکرے) سب سے کمزور حکومت ہے پھر اس کے

اور تانبا پہلی حکومت سے زیادہ سخت حکومت ہے، پھر تانبے سے خوبصورت اور اعلیٰ چاندی ہے اور سونا چاندی سے زیادہ حسین اور برتر ہے، سب کے اوپر لوہا آپ کی حکومت ہے جو پہلی حکومتوں سے زیادہ سخت اور مضبوط ہے اور وہ پتھر جو آسمان سے اُترتا ہوا آپ نے دیکھا وہ اللہ کا غیبی حکم ہے جو اللہ کی طرف سے آ کر اس ساری مورتی کو چکنا چور کر دے گا اور حکومت صرف اللہ کی رہ جائے گی۔

بنی اسرائیل کو اہل بابل کی خدمت میں رہتے رہتے جب مدت ہوگئی تو ایک روز بابل والوں نے بخت نصر سے کہا یہ غلام جو ہماری درخواست پر آپ نے ہم کو عنایت کیے تھے جب سے ہمارے ساتھ رہ رہے ہیں ہم اپنی عورتوں کو کچھ بدلا ہوا پاتے ہیں، عورتوں کے رُخ ہماری طرف سے پھر کر ان کی طرف ہوگئے ہیں۔ آپ ان کو یہاں سے نکال دیجئے یا قتل کرا دیجئے۔ بخت نصر نے کہا تم کو اختیار ہے چاہو ان کو قتل کر دو، چاہو نکال دو۔ جب لوگوں نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اللہ سے گریہ وزاری کی اور عرض کیا اے الٰہی ہم پر یہ مصیبت دوسروں کے گناہوں کی پاداش میں پڑی ہے (تو ہم پر رحم فرما) اللہ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ تم کو زندہ رکھوں گا۔ آخر کچھ لوگ تو مارے گئے اور بخت نصر نے جن کو جیتا چھوڑ دیا وہ رہ گئے انہی میں سے دانیال، حنانیا، عزاریا اور میشائیل بھی تھے۔

بالآخر جب اللہ نے بخت نصر کو ہلاک اور غارت کر دینے کا ارادہ کیا تو وہ خود ہی اپنی تباہی کا سبب بن گیا جو بنی اسرائیل اس کے قبضے میں تھے ان سے ایک روز کہنے لگا۔ بتاؤ جو مکان میں نے تباہ کر دیا وہ مکان کیسا تھا؟ اور جن لوگوں کو میں نے وہاں قتل کیا وہ کون تھے؟ بنی اسرائیل نے جواب دیا وہ اللہ کا گھر تھا اور وہ مقتول اس گھر کو آباد کرنے والے تھے۔ یہ لوگ نسل انبیاء علیہم السلام سے تھے لیکن جب انہوں نے مظالم اور زیادتیاں کیں تو اللہ نے ان کی خطارکاریوں کی سزا میں آپ کو ان پر مسلط کر دیا۔ ان کے رب نے جو سارے جہان کا رب ہے ان کو عزت عطا فرمائی تھی اور معزز بنایا تھا لیکن جب انہوں نے وہ کام کیے جو نہایت برے تھے (یعنی مظالم اور نافرمانیاں) تو اللہ نے ان کو غارت کر دیا اور دوسروں کو ان پر مسلط کر دیا لیکن غالب آنے والا مغرور ہو گیا۔ اس نے خیال کیا کہ میں نے بنی اسرائیل کے ساتھ جو کچھ کیا وہ اپنے بل بوتہ پر کیا۔

بخت نصر نے کہا اچھا تو تم لوگ مجھے ایسی تدبیر بتاؤ کہ میں اونچے آسمان پر چڑھ جاؤں اور جو بھی وہاں ہو اس کو قتل کر کے اپنی حکومت وہاں قائم کر لوں، زمین کی حکومت سے تو میں اب فارغ ہو گیا ہوں۔ بنی اسرائیل نے کہا کوئی مخلوق بھی ایسا نہیں کر سکتی، کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہنے لگا تم کو ایسا کرنا تو ہوگا (آسمان پر چڑھنے اور اس کو فتح کرنے کی تدبیر بتانی ہوگی ورنہ میں تم سب کو قتل کر دوں گا۔ یہ بات سن کر سب لوگ اللہ کے سامنے روئے اور گڑگڑائے اور عاجزی کے ساتھ دُعا کی، اللہ نے (ان کی مدد کی اور) اپنی قدرت سے ایک مچھر بھیج دیا جو بخت نصر کی ناک کے سوراخ میں گھس کر دماغ تک پہنچ گیا اور دماغ کی جھلی پر اس نے ڈنک مارا۔ بخت نصر بے تاب ہو گیا، اس کو قرار ہی نہیں آتا تھا، جب تک سر پر ضربیں نہ لگتی تھیں۔ آخر اسی حالت میں مر گیا۔ مرنے کے بعد لوگوں نے سر چیر کر دیکھا تو ایک مچھر دماغ کی جھلی پر ڈنک مارتا نظر آیا جو بنی اسرائیل اس کے قبضہ میں باقی تھے، اللہ نے ان کو نجات دی اور وہ شام کو چلے گئے وہاں پہنچ کر انہوں نے عمارتیں بنائیں، ان کی تعداد بھی بہت ہوگئی اور جو حالت ان کی پہلے تھی اس سے بھی بہتر حالت ہوگئی۔ لوگ کہتے ہیں کہ جو بنی اسرائیل قتل کر دیئے گئے تھے اللہ نے ان کو بھی زندہ کر دیا اور وہ بھی ان میں آ کر شامل ہو گئے۔

جب بنی اسرائیل ملک شام میں آئے تو ان کے پاس اللہ کی کتاب باقی نہیں تھی۔ تورات جلادی گئی تھی، حضرت عزیر علیہ السلام بھی بابل کے قیدیوں میں تھے اور چھوٹ کر شام کو آئے تھے۔ آپ تمام لوگوں سے الگ (کہیں جنگل میں جا کر) دن رات (تورات کے غم میں) روتے رہتے تھے۔ ایک روز کسی شخص نے ان سے پوچھا آپ اتنا روتے کیوں ہیں، فرمایا اللہ کی کتاب کو روتا ہوں، اللہ کا وہ احکام نامہ جو ہمارے پاس تھا (جلادیا گیا) نہ رہا۔

اس کے بغیر نہ ہماری دُنیا درست ہوسکتی ہے نہ آخرت، اس شخص نے کہا اگر آپ چاہتے ہیں کہ تورات آپ کو دوبارہ مل جائے تو روزے رکھئے (نفس کو) پاک کیجئے اور کپڑے بھی پاک رکھئے اور کل کو اسی جگہ میں آپ سے ملوں گا۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے روزہ بھی رکھا، جسم اور کپڑوں کو بھی پاک کیا اور اسی مقررہ مقام پر اس شخص کا انتظار کرنے لگے۔ حسب وعدہ وہ شخص پانی سے بھرا ہوا ایک برتن لے کر آیا، یہ شخص فرشتہ تھا، اللہ نے اس کو بھیجا تھا۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو اس نے کچھ پانی پلایا۔ پانی پیتے ہی تورات آپ کے سینے میں منقش ہوگئی۔ جب بنی اسرائیل کے پاس لوٹ کر آئے اور تورات پیش کی تو بنی اسرائیل کو آپ سے اتنی محبت ہوگئی کہ کسی چیز سے ایسی محبت نہیں ہوئی تھی، آپ محبوب قوم بن گئے، پھر کچھ مدت کے بعد اللہ نے آپ کو بلالیا اور بنی اسرائیل طرح طرح کی بدعتوں میں مبتلا ہوگئے اور اللہ بھی ان کو سزا دیتا رہا اور پیغمبروں کو ان کی ہدایت کے لیے بھیجتا رہا۔ بنی اسرائیل کسی پیغمبر کی تو (صرف) تکذیب کرتے تھے اور کسی کو قتل کردیتے تھے (تصدیق نہیں کرتے تھے) سب کے آخر میں اللہ نے حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو بھیجا۔ یہ تینوں حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام اپنی موت سے مرگئے۔ بعض نے کہا کہ آپ علیہ السلام کو شہید کردیا گیا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کے جرم میں بنی اسرائیلیوں پر عذاب کا تسلط

جب بنی اسرائیل نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کردیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُٹھالیا گیا تو بابل کے ایک بادشاہ کو جس کو خردوش کہا جاتا تھا بنی اسرائیل پر مسلط کردیا، خردوش نے بابل کا لشکر لے کر شام پر چڑھائی کی، ملک میں داخل ہو کر تمام بنی اسرائیل پر مسلط ہوگیا۔ جب کامل تسلط پالیا تو اپنے ایک فوجی سردار سے جس کا نام یبورزاذان تھا کہا، میں نے اپنے معبود کی قسم کھائی تھی کہ بیت المقدس والوں پر جب مجھے فتح حاصل ہوگی تو میں ان کو اتنا قتل کروں گا کہ ان کا خون بہہ بہہ کر میرے لشکر کے وسطی حصہ تک آجائے، ہاں اگر قتل کرنے کے لیے کوئی شخص باقی ہی نہ رہے تو مجبوری ہے تم میری اس قسم کو پورا کرو۔ یبورزاذان اس حکم کی تعمیل کے لیے کھڑا ہوگیا اور بیت المقدس میں داخل ہو کر قربان گاہ تک پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ کچھ خون زمین سے اُبل رہا ہے، پوچھا یہ کیا بات ہے، یہ خون کیسا اُبل رہا ہے؟

بنی اسرائیل نے کہا اس جگہ ہم نے ایک قربانی ذبح کی تھی، قربانی قبول نہیں ہوئی اور اس وقت سے برابر یہ خون اُبل رہا ہے۔ ویسے آٹھ سو برس سے ہم قربانیاں کرتے چلے آئے ہیں اور سب کی سب قبول ہوتی رہی ہیں صرف یہ ہی قربانی قبول نہیں

ہوئی۔ یبورزاذان نے کہا تم نے مجھے سچ نہیں بتایا، کہنے لگے اگر پہلے جیسا وقت ہوتا تو ضرور یہ قربانی بھی قبول ہو جاتی مگر اب تو نہ ہماری حکومت رہی نہ سلسلۂ وحی ونبوت۔ اسی لیے یہ قربانی قبول نہیں ہوئی۔

اس کے بعد اسی مقام پر یبورزاذان نے بنی اسرائیل کے سرداروں کے سات سوستر جوڑے ذبح کرڈالے مگر خون جب بھی نہیں تھما، یبورزاذان نے بنی اسرائیل کے سات سولڑکے اور قتل کرادیئے پھر بھی خون ٹھنڈا نہ ہوا، یبورزاذان نے جب دیکھا کہ خون تھمتا ہی نہیں ہے تو بنی اسرائیل سے کہا کہ کم بختو مجھے سچ سچ بتادو اور اپنے رب کے حکم پر صبر کرو۔ ایک طویل مدت تک اس زمین پر تمہاری حکومت رہی ہے، تم جو چاہتے تھے کرتے تھے، میں تم میں سے کسی آگ پھونکنے والے مرد کو چھوڑوں گا نہ عورت کو، سبھی کو قتل کردوں گا۔ یہ وقت آنے سے پہلے مجھے سچ سچ بتادو۔

جب بنی اسرائیل نے قتل کی یہ شدت اور ناقابل برداشت مصیبت دیکھی تو سچی بات کہہ دی۔ کہنے لگے حقیقت میں یہ ایک پیغمبر کا خون ہے وہ ہم کو بہت سی باتوں سے منع کرتے تھے اور اللہ کے غضب سے ڈراتے تھے، اگر ہم ان کا کہا مان لیتے تو یقیناً وہ راستہ ہمارے لیے بہت سیدھا راستہ تھا۔ انہوں نے ہم کو تمہارے متعلق بھی اطلاع دی تھی مگر ہم نے ان کو سچا نہ جانا اور بجائے تصدیق کے ان کو قتل کردیا یہ خون انہی کا ہے۔ یبورزاذان نے پوچھا ان کا نام کیا تھا؟

بنی اسرائیل نے کہا یحیٰی بن زکریا علیہ السلام۔ یبورزاذان نے کہا اب تم نے سچی بات بتادی، تم سے تمہارا رب اسی کا انتقام لے رہا ہے اس کے بعد یبورزاذان سجدے میں گر پڑا اور جو لوگ اس کے گرداگرد تھے ان کو حکم دیا کہ خردوش کے لشکر کے جو آدمی یہاں ہیں ان کو باہر کردو اور شہر کے دروازے بند کردو۔ جب بنی اسرائیل کے ساتھ تنہا رہ گیا تو کہا اے یحیٰی بن زکریا علیہ السلام آپ کے قتل کی وجہ سے جس مصیبت میں آپ کی قوم گرفتار ہوئی اور جتنے مارے گئے اس کو میرا اور آپ کا رب جانتا ہے۔ اب آپ اپنے رب کے حکم سے ٹھہر جائیں، قبل اس کے کہ آپ کی قوم کے کسی شخص کو میں زندہ نہ چھوڑوں، فوراً اللہ کے حکم سے خون تھم گیا اور یبورزاذان نے بنی اسرائیل کو قتل کرنے کا حکم منسوخ کردیا اور بولا بنی اسرائیل جس پر ایمان لائے ہیں میں بھی اس پر ایمان لایا اور مجھے یقین ہوگیا کہ اس کے سوا کوئی دوسرا رب نہیں، پھر بنی اسرائیل سے کہا خردوش نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں تم کو اتنا قتل کروں کہ تمہارا خون بہہ بہہ کر اس کے لشکر کے وسطی حصہ تک پہنچ جائے اور میں اس کے حکم عدولی کی طاقت نہیں رکھتا۔ بنی اسرائیل نے کہا خردوش نے جو تم کو حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرو۔

یبورزاذان نے ایک خندق کھودنے کا حکم دیا، خندق تیار ہوگئی تو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے جتنے گھوڑے، گدھے، خچر، اونٹ، گائیں، بھینسیں اور بکریاں، بھیڑیں ہیں سب کو ذبح کر کے خندق میں ڈال دیا جائے، اس کی تعمیل بھی کردی گئی۔ یہاں تک کہ ان جانوروں کا خون لشکر گاہ کے وسط تک بہہ کر پہنچ گیا اور ان جانوروں کے اوپر ان مقتولوں کی لاشوں کو ڈلوادیا جن کو پہلے قتل کراچکا تھا، خردوش سمجھا کہ خندق کے اندر صرف لاشیں ہی بھری پڑی ہیں، خون تو لشکرگاہ تک پہنچ ہی چکا تھا اس لیے خردوش نے یبورزاذان کو قتل بند کردینے کا حکم دے دیا، پھر بابل کو واپس چلا گیا۔ اس حادثے میں سارے

بنی اسرائیل فنا ہوگئے یا فنا ہونے کے قریب پہنچ گئے۔ یہی وہ دوسرا واقعہ ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے:

"لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ" پہلا واقعہ تو بخت نصر اور اس کے لشکر کا ہوا اور دوسرا واقعہ خردوش اور اس کی فوج کا۔ دوسرا واقعہ پہلے واقعہ سے زیادہ سنگین تھا اس کے بعد بنی اسرائیل کو استقلال نصیب نہیں ہوا، شام اور علاقہ شام کی حکومت رومیوں اور یونانیوں کے ہاتھ میں پہنچ گئی۔ ہاں جو بنی اسرائیل بچ گئے تھے ان کی نسل بکثرت ہوگئی اور بیت المقدس اور اس کے علاقہ میں ان کی ریاست قائم ہوگئی، مستقل حکومت نہ بن سکی۔ پھر بھی اللہ کی بڑی نعمتیں ان کو حاصل ہوئیں اور آسائش و آرام سے بسر کرنے لگے، لیکن پھر انہوں نے طرح طرح کے جرائم کیے اور نافرمانیاں کیں تو اللہ نے ان پر ٹیٹس بن اسپانش رومی کو مسلط کر دیا۔ ٹیٹس نے ان کی بستیوں کو تباہ کر دیا اور بیت المقدس سے ان کو نکال باہر کیا۔ ریاست ان سے چھین لی اور ایسی ذلت کی مار دی کہ آئندہ جس قوم میں یہ رہے ذلت کے ساتھ اور جزیہ ادا کر کے رہے اور بیت المقدس اجڑا پڑا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو آپ کے حکم سے مسلمانوں نے اس کو آباد کیا۔

قتادہ نے کہا پہلی مرتبہ اللہ نے جالوت کو مسلط کیا، جالوت نے ان کو قید کیا اور آبادیوں کو تباہ کر دیا۔ "ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ" یعنی پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں اللہ نے ان کی باری پھیر دی۔ "فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ" یعنی جب دوسری تباہی کا وقت آیا تو بخت نصر کو اللہ نے ان پر مسلط کیا۔ بخت نصر نے ان کو قیدی بنایا اور بستیوں کو اُجاڑا۔ "عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ" یعنی اُمید رکھو کہ آئندہ اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔ چنانچہ اللہ نے ان پر دوبارہ رحم فرمایا لیکن بنی اسرائیل نے پھر مختلف زمانوں میں شرارتیں کیں اور اللہ نے بھی سزا اور عقوبت ان کو دی۔ آخر کار عرب کو ان پر مسلط فرمایا۔ اللہ نے خود فرمایا "وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ" اور جب آپ کے رب نے آگاہی دے دی تھی کہ قیامت کے دن تک ان (یہودیوں پر) ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو ان کو برا عذاب دیتے رہیں گے۔ لہٰذا یہودی ہمیشہ عربوں کے ہاتھوں سے عذاب میں رہیں گے۔

سدی نے ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ بیت المقدس کی ویرانی ایک یتیم لڑکے کے ہاتھوں سے ہوگی جو بابل کی ایک بیوہ کا لڑکا ہوگا اور اس کا نام بخت نصر ہوگا (اس زمانہ میں) بنی اسرائیل چونکہ سچ بولتے تھے اس لیے ان کا خواب بھی سچا ہوتا تھا۔ یہ شخص خواب دیکھنے کے بعد بخت نصر کی جستجو میں نکلا۔ یہاں تک کہ اس کی ماں کے پاس پہنچ گیا۔ بخت نصر لکڑہارا تھا، اس شخص نے دیکھا کہ وہ سر پر لکڑیوں کا گٹھا اُٹھائے آیا، گٹھے کو سر سے ڈالنے کے بعد بیٹھ گیا، اس آدمی نے بخت نصر سے کچھ باتیں کیں، پھر اس کو تین درہم دیئے اور کہا جا کر اس کی کچھ کھانے پینے کی چیز لے آؤ، بخت نصر نے جا کر ایک درہم کا گوشت، ایک درہم کی روٹی اور ایک درہم کی شراب خرید لی اور لے آیا، سب نے مل کر کھانا کھایا اور شراب پی۔

اس آدمی نے دوسرے اور تیسرے روز بھی ایسا ہی کیا (روزانہ تین درہم کی کھانے پینے کی چیزیں منگوائیں اور سب نے کھایا) پھر بخت نصر سے کہا میں چاہتا ہوں کہ اگر کبھی کسی دن تم بادشاہ ہو جاؤ تو میرے لیے پروانہ امان ابھی سے لکھ دو (تاکہ

تمہاری حکومت کے وقت میرے کام آئے) بخت نصر نے کہا، کیا تو مجھ سے مذاق کر رہا ہے، اس شخص نے کہا میں مذاق نہیں کرتا، تمہارا کیا حرج ہے کہ پروانہ امان لکھ کر مجھے منت کش بنا دو۔ بخت نصر نے پروانہ امن لکھ دیا، اس شخص نے کہا جب تمہارے گرداگرد لوگ جمع ہوں اور میں اس وقت پہنچوں تو تمہارے پاس تک میری رسائی کیسے ہوگی۔ بخت نصر نے کہا کسی بانس میں اس تحریر کو باندھ کر بلند کرنا میں پہچان لوں گا۔ غرض بخت نصر نے تحریر لکھ کر اس شخص کو دے دی۔

حضرت یحییٰ بن زکریا کو شہید کرنے کا پلان اور بدلے میں بنی اسرائیلیوں کا برا انجام

قتادہ نے کہا بنی اسرائیل کا بادشاہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کی بڑی عزت کرتا تھا، آپ کو اس نے اپنا مقرب بنا رکھا تھا (اتفاقاً) بادشاہ کو اپنی بیوی کی بیٹی اور بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی بھانجی سے گہری محبت ہوگئی۔ حضرت یحییٰ سے اس نے مسئلہ پوچھا، آپ نے نکاح کی اجازت نہ دی (بیوی کی بیٹی یا بھانجی سے نکاح شریعت یہود میں بھی حرام تھا) اس لڑکی کی ماں کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے فتوے کی خبر پہنچی تو اس کے دل میں حضرت کی طرف سے کینہ پیدا ہوگیا۔ ایک روز جب بادشاہ نے محفل شراب منعقد کی تو اس عورت نے اپنی بیٹی کو باریک سرخ رنگ کے کپڑے پہنائے، خوشبو سے مہکایا، زیور سے آراستہ کیا اور بنا سجا کر بادشاہ کے پاس بھیج دیا اور یہ کہہ دیا کہ تو بادشاہ کو شراب پلانا اور جب تیری طرف کو مائل ہو تو اوّل تو اس سے شرط کرالینا کہ میرا ایک سوال آپ کو پورا کرنا ہوگا، جب وہ زبان دے دے تو اس سے کہنا مجھے یحییٰ بن زکریا کا سر طشت میں رکھا ہوا درکار ہے، پھر وہ جو کچھ تجھ سے چاہے اس کی تعمیل کرنا۔ لڑکی نے ایسا ہی کیا۔ بادشاہ جب اس کی طرف مائل ہوا تو اس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سر کی شرط پیش کی۔ بادشاہ نے کہا کم بخت کچھ اور سوال کر لے۔

میں تیرا سوال پورا کر دوں گا۔ یحییٰ کے سر کی طلبگار نہ ہو۔ لڑکی نے اصرار کیا، آخر یحییٰ کا سر بادشاہ نے منگوا دیا، سر لا کر رکھ دیا گیا تو سر سے آواز آ رہی تھی یہ عورت تیرے لیے حلال نہیں ہے۔ جب صبح ہوئی تب بھی سر سے خون اُبلتا رہا۔ بادشاہ نے اس پر مٹی ڈالنے کا حکم دیا تب بھی خون نہ تھما اور مٹی ڈلوائی تب بھی خون اُبلتا ہی رہا۔ یہاں تک کہ شہر کی فصیل تک اس طشت کو لیجایا گیا اور خون جوش مارتا رہا۔ اسی دوران میں بابل کے بادشاہ صحابین نے بخت نصر کی زیر قیادت بنی اسرائیل پر حملہ کرنے کے لیے ایک لشکر بھیج دیا۔ جب یہ فوج حدودِ بیت المقدس میں پہنچی تو لوگ قلعہ بند ہو گئے، انہوں نے بستیوں کے دروازے بند کر لیے، بخت نصر محاصرہ کیے پڑا رہا۔ آخر طویل محاصرہ سے تنگ آ کر اس نے ناکام واپسی کا ارادہ کر لیا۔ بنی اسرائیل کی نسل کی ایک بڑھیا نکل کر آئی اور اس نے بخت نصر سے کہا آپ شہر فتح کیے بغیر واپس جانا چاہتے ہیں۔ بخت نصر نے کہا ہاں، میرا یہاں قیام طویل ہو گیا اور ساتھ والوں کو کچھ کھانے کو مل نہیں رہا ہے۔ کہنے لگی تدبیر میں بتاتی ہوں مگر ایک بات میری آپ کو ماننی ہوگی جس کو قتل کرنے کا میں آپ کو مشورہ دوں اس کو آپ قتل کر دیں اور جب قتل کرنے سے روک دوں آپ رُک جائیں۔

بخت نصر نے کہا اچھا، بڑھیا نے کہا صبح کو آپ اپنے لشکر کے چار حصے کر دیں، ہر گوشہ پر لشکر کا ایک حصہ مقرر کر دیں۔ پھر

سب مل کر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہیں یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے خون کے عوض ہم تجھ سے فتح کے طلبگار ہیں۔ اُمید ہے کہ دُعا مانگتے ہی (شہر کی) دیواریں گر پڑیں گی، بخت نصر اور اس کے لشکر نے ایسا ہی کیا، دیواریں فوراً گر پڑیں اور تمام اطراف سے فوج اندر داخل ہوگئی۔ بڑھیا نے بخت نصر سے کہا اب اپنا ہاتھ روک لو، پھر بخت نصر کو لے کر یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے خون کے پاس پہنچی اور کہا (لوگوں کو گرفتار کرا کے) اس خون پر قتل عام اس وقت تک کرو کہ اس کا خون اُبلنا بند ہو جائے۔ بخت نصر نے وہاں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کیا، آخر وہ خون تھم گیا۔ خون رُک گیا تو بڑھیا نے کہا اب قتل موقوف کرو۔

جب کوئی نبی قتل کیا جاتا ہے تو اللہ اس وقت تک راضی نہیں ہوتا جب تک قاتلوں کو اور قتل پر رضامند ہونے والوں کو قتل نہ کر دیا جائے۔ اتنے میں پروانۂ امن والا پروانۂ امان لے کر آ گیا۔ بخت نصر نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو امان دے دی اور بیت المقدس کھنڈر کر دیا اور اس میں مُردار جانور ڈلوا دیئے۔ بیت المقدس کی بربادی میں رومیوں نے بھی بخت نصر کی مدد کی کیونکہ بنی اسرائیل نے یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا تھا (اور یحییٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی تھی) بخت نصر اپنے ساتھ بنی اسرائیل کے کچھ سرداروں کو لے گیا جن میں حضرت دانیال اور دوسرے انبیاءزادے تھے اور جالوت کے سر کو بھی ساتھ لے گیا۔

بابل میں پہنچا تو چونکہ صحابین مر چکا تھا، لوگوں نے صحابین کی جگہ اسی کو بادشاہ بنا دیا، بخت نصر حضرت دانیال اور آپ کے ساتھیوں کی بڑی عزت کرتا تھا۔ مجوسیوں کو اس بات سے جلن ہوئی اور انہوں نے بخت نصر سے دانیال کی چغلیاں کھائیں اور کہا دانیال اور ان کے ساتھی آپ کے معبود کو نہیں مانتے اور آپ کے ہاتھ کا ذبیحہ (یعنی آپ کا عقیدہ رکھنے والے مشرکوں کا ذبیحہ) بھی نہیں کھاتے۔ بخت نصر نے دانیال اور ان کے ساتھیوں سے یہ بات دریافت کی۔ انہوں نے جواب دیا۔

ہاں ہمارا ایک رب ہے اور ہم آپ لوگوں کا ذبیحہ نہیں کھاتے۔ بخت نصر نے ایک خندق کھدوائی اور ان سب کو جن کی تعداد چھ تھی ان میں ڈلوا دیا اور ایک شکاری شیر کو بھی خندق میں چھوڑ دیا تاکہ شیر ان لوگوں کو پھاڑ کھائے لیکن دن گزرنے کے بعد شام کو جا کر دیکھا تو سب کو (صحیح سالم) بیٹھا ہوا پایا۔ شیر بھی پاؤں پھیلائے ان کے پاس ہی پڑا ہوا تھا اور اس نے کسی کے خراش بھی نہیں لگائی تھی۔ اس کے علاوہ ایک ساتواں آدمی اور بھی ان کے ساتھ موجود تھا۔ حقیقت میں وہ ایک بادشاہ تھا جس کی سات سال تک اللہ (برابر ہر سال) صورت مسخ کرتا رہا۔ وہب نے اس کی یوں تفصیل کی ہے کہ بخت نصر کو اللہ نے (ایک سال) بشکل گدھ رکھا، پھر (ایک برس تک) بیل کی شکل پر کر دیا، پھر شیر کی صورت پر کر دیا۔

اسی طرح سات سال تک صورت بگڑتی اور بدلتی رہی لیکن دل ہر صورت میں انسان ہی کا رہا۔ آخر میں پھر اس کی حکومت اس کو عطا فرما دی اور وہ مؤمن ہو گیا۔ وہب سے دریافت کیا گیا، کیا بخت نصر مؤمن تھا؟ وہب نے جواب دیا، اس کے بارے میں میں نے اہل کتاب کے اقوال مختلف پائے، کوئی تو قائل ہے کہ اس کی موت ایمان پر ہوئی اور کوئی کہتا ہے اس نے بیت المقدس کو جلایا جو خانۂ خدا تھا۔ اللہ کی کتابوں کو سوختہ کیا اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا اس پر اللہ کا غضب پڑا اور توبہ قبول نہیں ہوئی۔

سدی کا بیان ہے کہ مسخ شکل کے بعد اللہ نے جب بخت نصر کو اس کی اصلی شکل پر کر دیا اور حکومت بھی اس کو دوبارہ عطا فرما دی تو

دانیال اوراس کے ساتھیوں نے اس کی بڑی عزت وتعظیم کی، مجوسیوں کواس بات پر حسد ہوا، انہوں نے بخت نصر سے کہا دانیال شراب پی لیتا ہے تو پیشاب ضرور کرتا ہے۔ یہ بات ان لوگوں کی سوسائٹی میں بہت بری مانی جاتی تھی۔ اس پر بخت نصر نے حضرت دانیال اور ان کے ساتھیوں کو کھانا اور شراب بھیجی اور دربانوں سے کہہ دیا، دیکھو جو شخص پیشاب کے لیے سب سے پہلے نکل کر جائے اس کو تیر سے مارنا خواہ وہ یہ بھی کہے کہ میں بخت نصر ہوں تب بھی تم یقین نہ کرنا اور ضرور مارنا اور کہہ دینا کہ تو بخت نصر نہیں جھوٹا ہے۔ بخت نصر نے تو ہم کو حکم دے رکھا ہے کہ جو شخص باہر نکلے اس کو مارنا (اتفاق کی بات ہے کہ) سب سے پہلے پیشاب کے لیے بخت نصر ہی گیا اور دربان نے اس پر حملہ کر دیا، بخت نصر نے ہر چند کہا میں بخت نصر ہوں مگر دربان نے اس کو جھوٹا قرار دیا اور مارتے مارتے مار ہی ڈالا۔

ارباب تاریخ کے نزدیک حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے بعد بخت نصر کا بنی اسرائیل پر چڑھائی کرنا ثابت نہیں بلکہ اہل تاریخ اس امر پر متفق ہیں کہ بنی اسرائیل نے جب حضرت شعیاء کو قتل کر دیا تو اس کے بعد بخت نصر نے حضرت ارمیا علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کو قتل وغارت کیا۔ حضرت ارمیا علیہ السلام ولادت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے درمیان چار سو اکسٹھ برس کا فصل ہے۔ بہمن بن اسفندیار (شاہ ایران) کی طرف سے کیرش بن اخشورش بن اصبہبد بابل کا نواب تھا، اس کے زمانے میں ہی دوبارہ بیت المقدس کی تعمیر ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب بخت نصر کے ہاتھوں سے بیت المقدس کو برباد ہوئے ستر سال گزر چکے تھے۔ پھر تعمیر بیت المقدس سے اٹھاسی سال بعد سکندر نے بیت المقدس پر تسلط کیا اور عہد سکندر سے تین سو تریسٹھ سال بعد حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی (اس حساب سے تو بخت نصر کے ہاتھوں سے جو تخریب ہوئی اس سے ۵۲۱ برس بعد حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی، ۴۶۱ کی میزان مذکورہ تفصیل کے لحاظ سے غلط ہے۔ مترجم) بغوی نے لکھا ہے صحیح وہی ہے جو ابن اسحاق نے بیان کیا ہے۔

④ "**وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب**" ہم نے ان کو اس بات کی خبر دی جو ہم نے ان کو دیا یعنی کتاب کہ وہ زمین پر فساد برپا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا اس بارے میں فیصلہ کرنا ان کے فساد اور فتنہ برپا کرنے کی وجہ سے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "**وقضٰی ربک**" اور ہم نے ان کو حاکم بنایا اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا "**انّ ربک یقضی بینهم**" تمہیں پیدا کرنے کا۔ "**فقضاهن سبع سموات**" ابن عباس رضی اللہ عنہ اور قتادہ کا قول ہے ان کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے۔ الی بمعنی علی کے ہوگا۔ یہاں کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ "**لتفسدن**" لام قسم عبارت یہ ہوئی "**واللّٰه لتفسدن**"...... "**فی الارض مرّتین**" اس سے مراد معاصی ہے۔ ارض سے مراد شام کی سرزمین اور بیت المقدس ہے۔ "**ولتعلن**" اللہ کی اطاعت سے سرکشی کرنا اور لوگوں پر ظلم کرنا۔ "**علواً کبیرًا**"

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ط وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ⑤ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ⑥ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ط فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ⑦

ترجمہ پھر جب ان دوبار میں سے پہلی بار کی میعاد آوے گی ہم تم پر اپنے ایسے بندوں جالوت والوں کو مسلط کر دیں گے جو بڑے جنگ جو ہوں گے پھر وہ گھروں میں گھس پڑیں گے (اور یہ) ایک وعدہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا پھر ہم ان پر تمہارا غلبہ کر دیں گے اور مال اور بیٹوں سے ہم تمہاری امداد کریں گے اور ہم تمہاری جماعت بڑھا دیں گے اگر اچھے کام کرتے رہو گے تو اپنے ہی نفع کے لئے اچھے کام کرو گے اور اگر (پھر) تم برے کام کرو گے تو بھی اپنے ہی لئے پھر جب پچھلی بار کی میعاد آوے گی ہم پھر دوسروں (بابل والوں) کو مسلط کر دیں گے تا کہ (مار مار کر) تمہارا منہ بگاڑ دیں۔ اور جس طرح وہ لوگ مسجد (بیت المقدس) میں گھسے تھے یہ لوگ بھی اس میں گھس پڑیں اور جس پر ان کا زور چلے سب کو برباد کر ڈالیں۔

تفسیر ⑤ "فاذا جاء وعد اولهما" دو فسادوں میں پہلے فساد کا وعدہ آ گیا۔ قتادہ کا قول ہے کہ پہلی دفعہ اس کا فساد کرنا کیونکہ انہوں نے تورات کے احکام کو اور حرام کردہ چیزوں کو حلال جاننے کے باوجود (ان پر یہ عذاب آیا) اور محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ پہلے بگاڑ سے مراد حضرت شعیاء علیہ السلام کو شہید کر دینا اور ممنوعات کو اختیار کرنا۔ "بعثنا عليكم عبادًا لنا" قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد جالوت اور اس کا لشکر ہے۔ یہ جالوت وہی تھا جس نے حضرت داؤد علیہ السلام کو قتل کیا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ نینوی کے رہنے والے سخاریب اور اس کے ساتھی ہیں۔ ابن اسحاق کا قول ہے کہ بخت نصر اور بابلی مراد ہے اور یہی اظہر ہے۔

"اولی باس" ان کی پکڑ بہت سخت تھی "شدید" جنگ میں۔ "فجاسوا" یعنی تم کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرنے کے لیے وہ تمہارے گھروں میں گھس پڑے۔ "خلال الديار" وہ تمہارے درمیان موجود تھے اور تمہیں تلاش کر کے قتل کر رہے تھے۔ جُوس کہا جاتا ہے کسی چیز کی انتہائی کوشش کے ساتھ اس کو طلب کرنا۔ فراء کا قول ہے کہ "جاسوا" کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے گھروں کے اندر تم کو قتل کیا۔ "وکان وعدًا مفعولا" اس کا ایسا وعدہ ہے جس کیخلاف کوئی نہیں کر سکتا اور وہ اپنے وعدہ سے خلاف نہیں کرتا۔

⑥ "ثم رددنا لكم الكرة" پھر ہم نے تمہاری سلطنت اور طاقت کو پھیر دیا۔ "عليهم وامددناكم باموال وبنين وجعلناكم اكثر نفيرًا" نفیر ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اپنے کسی آدمی کے ساتھ دشمن کی طرف مارچ کرتے ہیں۔

⑦ "ان احسنتم أحسنتم لانفسكم" ان کے لیے ثواب ہے۔ "وان اساتم فلها" اگر برائی کرو گے تو اس کا وبال تم پر ہی آئے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "فسلام لك" یعنی تم پر سلام ہو۔ اگر برائی کرو گے تو اس کی جزا و سزا تم خود پاؤ گے۔ "فاذا جاء وعد الاخرة" اور ان کا دوسرا فساد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے کا ارادہ کیا جب ان کو آسمان کی طرف اُٹھا لیا۔ انہوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو آرے سے چیر لیا۔ اللہ نے ان پر فارس و روم کو مسلط کر دیا۔ خردوش طیطوس کو یہاں تک کہ انہوں نے ان کو قتل کیا اور بعضوں کو قید کیا اور بعضوں کو اپنے گھروں سے باہر نکالا۔

"ليسوء اوجوهكم" کہ تمہارے چہروں کی ایسی حالت کر دیں جس سے برائی اور خرابی کے آثار واضح طور پر نمایاں نظر آئیں۔ کسائی اور یعقوب کے نزدیک "لنسوء ا" پڑھتے ہیں جبکہ دوسرے قراء کے نزدیک اس کو یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کے چہروں کو غمزدہ کر دے گا اور بعض نے کہا کہ اپنے وعدہ کے ساتھ ان کے چہروں کو

غمزدہ کردے گا جب کہ دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ اور ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ بندوں کی اُداسی کا سبب ان کی سخت پکڑ اور ان کے چہروں کے غمزدہ ہونے کے بسبب ہے۔

"ولیدخلوا المسجد" بیت المقدس اور اس کے آس پاس مراد ہے۔ "کما دخلوہ اوّل مرّۃ ولیتبروا" ہم ان کو ہلاک کردیں۔ "ما علوا" جس شہر پر ہم غلبہ پائیں گے ان کو مکمل طور پر تباہ کردیں گے۔ "تتبیرًا"

عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا ⑧ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا کَبِیْرًا ⑨ وَّاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ⑩ وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِ ؕ وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ⑪ وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَآ اٰیَةَ الَّیْلِ وَجَعَلْنَآ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَکُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا ⑫

ترجمہ عجب نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمادے۔ اور اگر تم پھر وہی شرارت کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے اور ہم نے جہنم کو (ایسے) کافروں کا جیل خانہ بنا (ہی) رکھا ہے بلاشبہ یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے (یعنی سلام) اور ان ایمان والوں کو جو کہ نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دیتا ہے کہ ان کو بڑا بھاری ثواب ملے گا اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لئے ایک دردناک سزا تیار کر رکھی ہے اور (بعضا) انسان برائی (یعنی عذاب کی) ایسی درخواست کرتا ہے جس طرح بھلائی کی درخواست اور انسان (کچھ طبعًا ہی) جلد باز (ہوتا) ہے اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا سورات کی نشانی کو تو ہم نے دھندلا بنایا اور دن کی نشانی کو ہم نے روشن بنایا تا کہ (دن کو) اپنے رب کی روزی تلاش کرو اور تا کہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کرلو اور ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

تفسیر ⑧ "عسٰی ربّکم" اے بنی اسرائیل "ان یرحمکم" تمہارے انتقام لینے کے بعد تمہیں تمہاری بادشاہت واپس لوٹادی جائے گی۔ "وان عدتم عدنا" یعنی اگر تم واپس معصیت کی طرف لوٹو گے تو ہم بھی تمہیں سزا دینے کی طرف رُخ کریں گے۔ قتادہ کا قول ہے پھر وہ لوٹ آئے ہم نے ان میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جو ان لوگوں سے جزیہ لیتے تھے۔ "وجعلنا جھنم للکافرین حصیرًا" اس جہنم کو ان کے لیے قید خانہ بنادیا ہے وہ اس سے کبھی نکل نہ سکیں گے۔ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ "حصیرًا" سے مراد فرش ہے۔ ہم کافروں کیلئے جہنم کو بچھونا کردیں گے۔

⑨ "ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم" ایسے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو درست ہوتا ہے۔ بعض نے

کہا کہ اس سے وہ کلمہ مراد ہے جو تمام کلمات سے زیادہ صحیح ہے۔ اس وقت کلمہ سے مراد ہوگی "لا الٰہ الا اللّٰہ" کی شہادت دینا۔
"ویبشر" اور اس قرآن کے ذریعے خوشخبری دو۔ "المؤمنین الذین یعملون الصالحات أنّ لھم" ان کے لیے ہے۔
"اجرًا کبیرًا" اس سے مراد جنت ہے۔

⑩ "وان الذین لایؤمنون بالاٰخرۃ اعتدنا لھم عذابًا الیمًا" اس سے دوزخ کا عذاب مراد ہے۔

⑪ "ویدع الانسان" یہاں لفظوں میں واؤ کو حذف کر دیا گیا۔ دو ساکن جمع ہوگئے، واؤ ساکن اور لام ساکن تو پہلے ساکن کو حذف کر دیا۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ "سندع الزبانیۃ" اور اسی طرح خط سے ہم نے اس کو حذف کر دیا۔ "یدعوا الانسان" سے مراد اپنے مال اپنی اولاد اور اپنے نفس کے لیے دُعا کرتا ہے۔ "بالشر" اور کبھی انسان غصہ سے یہ بددُعائیں اپنی زبان سے نکالنا شروع کر دیتا ہے کہ اے اللہ ان پر لعنت کر اور ان کو ہلاک کر اور ان جیسی باتیں۔ "دعاءہ بالخیر" اپنے رب سے دُعا کرتا ہے کہ اللہ نے اس کو نعمت اور عافیت بخشی ہے۔ اگر اس کی اپنے نفس کے لیے جو دُعائیں کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کو قبول کر دے تو وہ ہلاک ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس دُعا کو قبول نہیں کرتا۔ "وکان الانسان عجولا" جو خیال دل میں آتا ہے چاہتا ہے کہ وہ فوراً ہو جائے انجام پر غور نہیں کرتا کہ اس کی دُعا کو قبول کر دیا جائے تو اس کو کتنا نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ صبر نہیں کرتا نہ اس کو تکلیف میں قرار آتا ہے اور نہ ہی سکھ میں۔

⑫ "وجعلنا اللیل والنھار آیتین" یعنی دو نشانیاں ایسی بنائی ہیں جو اس کے وجود اور وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں اور اس کی قدرت پر بھی دال ہیں۔ "فمحونا آیۃ اللیل" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کی چمک کے ستر حصے بنائے اور چاند کی روشنی کے بھی اتنے ہی اجزاء قائم کیے۔ پھر چاند کی روشنی کے ۶۹ حصے سورج کی روشنی کے ساتھ شامل کر دیے۔ یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنا پَر چاند کے چہرے پر تین بار پھیر دیا تو اس کی چمک دمک جاتی رہی، صرف روشنی رہ گئی۔ ابن الکوا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس داغ کے متعلق دریافت کیا جو چاند کے اندر ہے، یہ روشنی کو مٹانے کا نشان ہے۔ "وجعلنا آیۃ النھار مبصرۃً" چمکتا ہوا روشنی والا بنا دیا۔ اس کو تم آسانی کے ساتھ دیکھ سکتے ہو جیسے کہ عرب کا محاورہ ہے کہ دن نظر آ گیا جب چاند سامنے آ جائے اور نظر آنے لگے۔

"لتبتغوا فضلاً من ربکم ولتعلموا عددالسنین والحساب" اگر اللہ تعالیٰ سورج اور چاند کو اس طرح چھوڑ دیتا جیسے ان کو پیدا کیا تو تم دن اور رات کو نہ پہچان سکتے اور روزے دار یہ نہ پہچان سکتا کہ وہ روزہ کب افطار کرے اور نہ تمہیں حج کا وقت معلوم ہوتا اور نہ ہی راحت کا اور سکون کے وقت کا پتہ چلتا۔ "وکل شیءٍ فصلناہ تفصیلاً"

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ⑬ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ⑭ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ⑮

ترجمہ اور ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار کر رکھا ہے اور (پھر) قیامت کے دن ہم اس کا نامۂ اعمال اس کے واسطے نکال کر سامنے کر دیں گے جس کو ہو کھلا ہوا دیکھ لے گا اپنا نامہ اعمال (خود) پڑھ لے پر آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے جو شخص (دنیا میں) راہ پر چلتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے راہ پر چلتا ہے اور جو شخص بے راہی کرتا ہے سو وہ بھی اپنے ہی نقصان کے لئے بے راہ ہوتا ہے اور کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہ اٹھاوے گا اور ہم (کبھی) سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے۔

کل ا نسان الزمناہ طائرہ کی مختلف تفاسیر

تفسیر ⑬ ''**وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقه**'' ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ انسان کا عمل اور مقدر انسان کے ساتھ رہتا ہے، انسان جہاں کہیں بھی ہو امر مقدر اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ کلبی اور مقاتل کا بیان ہے کہ خیر ہو یا شر، اس کے ساتھ ہمیشہ رہے گا تا کہ اس کے ذریعے اس کا محاسبہ کیا جائے۔ حسن کا قول ہے کہ طائر سے مراد برکت ونحوست۔ مجاہد کا قول ہے کہ جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کے گلے میں ایک پرچہ ڈالا جاتا ہے جس میں سعید یا شقی لکھا ہوتا ہے۔

ابو عبیدہ اور قتیبی کا قول ہے کہ طائر سے اس جگہ نصیب مراد ہے۔ اچھا ہو یا برا جیسا کہ عرب کا قول ہے کہ ''**طار سھم فلان بکذا و کذا**'' یہاں بھی طار بمعنی نصیب اور حصہ کے ہے۔ یہاں پر گردن کو ذکر خاص کیا کیونکہ تمام اعضاء میں یہ ایسا عضو ہے کہ اس میں پڑے ہوئے ہار یا طوق سے آدمی کی زینت یا بدنمائی کا خصوصی تعلق ہے اور عرب کے لوگ جدا نہ ہونے والی چیز کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ چیز فلاں شخص کے گلے میں پڑ گئی۔ یعنی لازم ہو گئی اس سے جدا نہیں ہوتی۔

''**ونخرج له**'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم ان کے لیے نکالتے ہیں ''**یوم القیامة کتابًا**'' حسن مجاہد اور یعقوب کے نزدیک ''**یخرج له**'' پڑھیں گے۔ قیامت کے دن ان کے لیے اُڑتا ہوا کتاب نامہ نکالیں گے۔ ابو جعفر کے نزدیک ''**یخرج**'' یاء کے ضمہ اور راء کے فتحہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ ''**یلقاہ**'' ابن عامر اور ابو جعفر نے یاء کے ضمہ اور لام کے فتحہ اور قاف مشدد کے ساتھ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب اس دن اس کے سامنے ڈال دی جائے گی اور دوسرے قراء نے یاء کے فتحہ اور قاف کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ **ای یراہ (منشورا)** بعض آثار میں آیا ہے کہ جب آدمی کی عمر پوری ہو جاتی ہے تو اللہ فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ اس آدمی کا اعمال نامہ روز قیامت سے پہلے نہیں کھولا جائے گا۔

⑭ ''**اقراء کتابک**'' اس کو کہا جائے گا کہ اپنے اعمال نامے کو پڑھ۔ ''**کفٰی بنفسک الیوم علیک حسیبًا**'' محاسبًا کے معنی میں ہے۔ حسن کا قول ہے جس نے تیری ذات کو خود ہی تجھ پر محاسب بنا دیا اس نے یقینًا تیرے لیے انصاف کیا۔ قتادہ کا قول ہے کہ جو شخص دُنیا میں پڑھا ہوا نہیں ہوگا اس روز بھی پڑھ لے گا۔

⑮ ''**من اهتدی فانما یهتدی لنفسه**'' اس کو اس کی ہدایت کے بدلے میں ثواب ملے گا۔ ''**ومن ضلّ فانما یضل**

علیھا" جوگمراہ ہوتا ہے اس کی گمراہی کا وبال اسی پر پڑے گا۔"ولا تزروازرۃ وزر اُخریٰ"یعنی کوئی شخص دوسرے شخص کے گناہوں کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔یعنی کسی کے گناہ کے بسبب دوسرے کو نہیں پکڑا جائے گا۔"وما کنا معذبین حتّٰی نبعث رسولاً" ان پراو پر دلیل قائم کرنے کی وجہ سے اوران کے عذر کو ختم کرنے کی وجہ سے۔یہ آیت اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ جس شخص کو پیغمبر کی دعوت نہ ملی ہو فقط عقل وہوش ملنے کی وجہ سے اس پر کوئی اعتقادی یا عملی حکم واجب نہیں ہوتا۔

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّھْلِکَ قَرْیَۃً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْھَا فَفَسَقُوْا فِیْھَا فَحَقَّ عَلَیْھَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰھَا تَدْمِیْرًا ⑯ وَکَمْ اَھْلَکْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ ۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَکَفٰی بِرَبِّکَ بِذُنُوْبِ عِبَادِہٖ خَبِیْرًاۢ بَصِیْرًا ⑰ مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَۃَ عَجَّلْنَا لَہٗ فِیْھَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَہٗ جَھَنَّمَ ۚ یَصْلٰھَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ⑱ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَۃَ وَسَعٰی لَھَا سَعْیَھَا وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ کَانَ سَعْیُھُمْ مَّشْکُوْرًا ⑲

(ترجمہ) اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اسکے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر (جب وہ) لوگ وہاں شرارت مچاتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے پھر اس بستی کو تباہ اور غارت کر ڈالتے ہیں اور ہم نے بہت سی امتوں کو نوح (علیہ السلام) کے بعد کفر ومعصیت کے سبب ہلاک کیا ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کا جاننے والا دیکھنے والا کافی ہے جو شخص دنیا (کے نفع) کی نیت رکھے گا ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے جس کے واسطے چاہیں گے فی الحال وہی دے دیں گے پھر ہم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے وہ اس میں بدحال راندہ (درگاہ) ہو کر داخل ہوگا اور جو شخص آخرت (کے ثواب) کی نیت رکھے گا اور اس کے لئے جیسی سعی کرنا چاہئے ویسی ہی سعی بھی کرے گا بشرطیکہ وہ شخص مومن بھی ہو سو ایسے لوگوں کی یہ سعی مقبول ہوگی

(تفسیر) ⑯"واذا اردنا ان نھلک قریۃ أمرنا مترفیھا" مجاہد کا قول ہے کہ "اَمَّرْنَا" تشدید کے ساتھ ہے۔یعنی ہم مسلط کر دیتے ہیں حاکم بنا دیتے ہیں۔حسن قتادہ اور یعقوب کے نزدیک "امرنا" مد کے ساتھ ہے۔اس صورت میں مطلب یہ ہوگا یعنی راحت ونعمت میں پڑے ہوئے لوگوں کو پیغمبر کی زبانی ہم طاعت وفرمانبرداری کا حکم دیتے ہیں اور دوسرے قراء نے اس کو بغیر مد کے پڑھا ہے۔اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے ان کو طاعت کا حکم دیا لیکن انہوں نے نافرمانی کی۔اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ ہم نے تمہیں امراء بنایا یا بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہو کہ ہم نے آپ کو زیادہ بنایا ہے،اللہ نے ان کو زیادہ کر دیا اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ بہترین مال کھجور کے درختوں کی ہموار قطار ہے یعنی وہ کثیر النسل ہے۔ یہاں امر سے مراد فعل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔

ابوعبیدہ اور عام قراء نے اس قول کو اختیار کیا ہے کہ اس میں تینوں معنوں کی گنجائش ہے،تینوں معانی مراد لیے جاسکتے ہیں۔

امر، امارہ اور کثرۃ۔ "مترفیھا" وہ عیش وعشرت اور نعمتوں میں ہوں گے۔ "ففسقوا فیھا فحق علیھا القول" ان پر عذاب واجب ہے۔ "فدمرنا ھاتدمیرًا" یعنی ہم نے اس کو تباہ، بوسیدہ اور ہلاک کر دیا۔

زینت بنت جحش کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز گھبرائے ہوئے خوف زدہ میرے پاس تشریف لائے، آپ فرما رہے تھے "لا الٰہ الا اللّٰہ" شر قریب آ گیا عرب کے لیے اس سے تباہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے اور کلمے والی انگلی کو ملا کر ایک حلقہ بنا کر فرمایا۔ آج اتنا یاجوج ماجوج نے سوراخ کھول دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ عرب میں تو نیک لوگ بھی ہیں کیا وہ بھی ہلاک ہو جائیں گے؟ فرمایا ہاں اگر گندگی بڑھ جائے گی۔

⑰ "وکم اھلکنا من القرون" جنہوں نے تکذیب کی۔ "من بعد نوح" اس کے ذریعے کفار مکہ کو ڈرایا۔ "وکفٰی بربک بذنوب عبادہ خبیرًا بصیرًا" حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کا قول ہے کہ قرن ایک سو بیس سال کا ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرن کے پہلے حصہ میں مبعوث کیا گیا اور اس کے آخر میں یزید بن معاویہ آئے اور بعض نے کہا کہ قرن سو سال کا ہوتا ہے۔

محمد بن قاسم عبداللہ بن بشر مازنی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ سر کے نیچے رکھا اور کہا کہ یہ غلام ایک قرن زندہ رہے گا۔ محمد بن قاسم کا قول ہے کہ میں برابر شمار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ سو سال پورے ہوئے، پھر موت آ گئی۔ کلبی کا قول ہے کہ قرن اسّی سال کا ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ چالیس سال کا ایک قرن ہوتا ہے۔

⑱ "من کان یرید العاجلۃ" جس کا مقصد دُنیا کا حصول ہوتا ہے ہم اس کو دُنیا سے دے دیتے ہیں جتنا ہم چاہتے ہیں۔ "عجلنا لہ فیھا ما نشاء" ہم اس کو کشادہ کر دیتے ہیں یا اس کو تنگ کر دیتے ہیں۔ "لمن نرید" جس کے ہلاک کرنے کا ہم ارادہ کرتے ہیں۔ "ثم جعلنا لہ" آخرت میں "جھنم یصلاھا" اس کو دوزخ میں داخل کر دیں گے۔ "مذمومًا مدحورًا" یعنی دھتکارا ہوا دور کیا ہوا۔

⑲ "ومن اراد الاخرۃ وسعی لھا سعیھا" ان کے عمل جیسا عمل کرے گا۔ "وھو مؤمن فاولٰئک کان سعیھم مشکورًا" بمعنی مقبول ہے۔

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ⑳ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ㉑ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ㉒ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ㉓

(ترجمہ) آپ کے رب کی (اس) عطا (دنیوی) میں سے تو ہم ان کو بھی امداد کرتے ہیں اور ان کی بھی اور آپ کے رب کی (یہ) عطا (دنیوی کسی پر) بند نہیں آپ دیکھ لیجئے ہم نے ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دی ہے اور البتہ

آخرت درجوں کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے اللہ (برحق) کے ساتھ کوئی اور معبود مت تجویز کرو ورنہ تو بدحال بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ رہے گا اور تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت مت کرو اور تم (اپنے) ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں کے دونوں بڑھاپے کو پہنچ جاویں سو ان کو کبھی (ہاں سے) ہوں بھی مت کرنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا۔

تفسیر ⑳ "کلًّا نمد ھؤلاء وھؤلاء" ہم ان دونوں فریقوں میں سے ہر ایک کو اور اس فریق کو بھی جو دُنیا کا ارادہ کرتا ہے اور آخرت کا ارادہ کرے۔ "من عطاء ربّک" ان دونوں فریقوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ پھر ان میں سے ہر ایک فی الحال بھی اس کا خلیفہ بنایا ہے۔ "وما کان عطاء ربّک" تمہارے رب کی طرف سے رزق "محظورًا" اپنے بندوں سے روکتے ہیں عطاء سے مراد ہے دُنیا کے اندر عطا کرنا اور کفار کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

㉑ "انظر" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) "کیف فضلنا بعضھم علٰی بعض" رزق میں عمل صالح میں۔ بعض اس میں ہم سے جلدی طلب کرتے ہیں اور بعض آخرت میں طلب کرتے ہیں۔ "وللاٰخرة أکبر درجات واکبر تفضیلاً"

㉒ "لاتجعل مع اللہ الھًا اٰخر" خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن مراد اس سے دوسرے لوگ ہیں یا مخاطب ہر شخص ہے۔ اے انسان! تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔ "فتقعد مذمومًا مخذولاً" مذموماً بغیر تعریف کے اور مخذولاً امداد سے محروم۔

㉓ "وقضٰی ربّک" اور آپ کے رب نے حکم دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ، قتادہ، حسن کا قول ہے کہ ربیع بن انس نے فرمایا تمہارے رب نے تمہارے اوپر واجب کیا ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ تمہارے رب نے وصیت کی۔ ضحاک بن مزاحم سے حکایت کی ہے کہ انہوں نے اس کو پڑھا ہے۔ "ووصّی ربّک" اور انہوں نے کہا کہ واؤ کو صاد کے ساتھ ذکر کیا، واؤ کو قاف سے بدل دیا۔ "الاّ تعبدوا الا ایّاہ وبالوالدین احسانًا" والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا۔ "امّا یبلغن عندک الکبر" حمزہ اور کسائی نے الف کے ساتھ پڑھا ہے۔ "احدھما او کلاھما" یہ جملہ مستأنفہ ہے۔ "ثم عموا وصموا کثیرًا منھم" اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا "واسروا النجوی الذین ظلموا" اور "الذین ظلموا" اور دوسرے قراء نے "یبلغن" واحد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

"فلا تقل لھما افٍ" اس میں تین لغات ہیں۔ ابن کثیر، ابن عامر اور یعقوب نے فاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابوجعفر، نافع، حفص نے کسرہ اور تنوین کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی قراء نے فاء کے کسرہ اور بغیر تنوین کے ذکر کیا ہوگا۔ ان تمام لغات میں معنی ایک ہی ہے۔ یہ لفظ کراہت اور تنگدلی پر بولا جاتا ہے۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ اصل لغت کے اعتبار سے اف اور تف اس میل کو کہتے ہیں جو انگلیوں پر جم جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ اف وہ ناخن جو کاٹ کر پھینک دیا ہو اور تف کہتے ہیں انگلیوں کی میل کو اور بعض نے کہا

وسخ کان کی میل اور تف ناخنوں کی میل اور بعض نے کہا کہ اف ناخن کی میل اور تف وہ چیز جو زمین سے حقیر چیز اُٹھائی جائے۔

"**ولا تنهرهما**" اور والدین میں سے کسی کو بھی نہ جھڑکو۔ "**وقل لهما قولاً كريما**" اچھی نرم بات۔ ابن مسیب کا قول ہے کہ جیسے کوئی قصوروار اپنے بدخو آقا سے نرمی کے ساتھ بات کرتا ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب ماں باپ بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے گھن نہ کرو اور جس طرح تمہارے بہت چھوٹے ہونے کے زمانے میں تمہارا بول و براز وہ صاف کرتے تھے۔ اسی طرح ان کا بول و براز صاف کرنے سے تم نفرت نہ کرو اور ان کو اُف بھی نہ کہو۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿٢٤﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۚ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿٢٥﴾

ترجمہ: اور یوں دعا کرتے رہنا اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمایئے جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا پرورش کیا ہے تمہارا رب تمہارے مافی الضمیر کو خوب جانتا ہے اگر تم سعادت ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کر دیتا ہے۔

تفسیر: ㉔ "**واخفض لهما جناح الذل**" اور ان کے لیے عاجزی کے ساتھ اپنے بازو بچھا دو۔ عروۃ بن زبیر کا قول ہے کہ ان سے نرمی کرو جس چیز کو وہ چاہتے ہیں اس سے ممانعت نہ کرو۔ "**من الرحمة**" اس سے مراد شفقت ہے۔ "**وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا**" جب وہ دونوں مسلمان ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ اس فرمان سے منسوخ ہے۔ "**ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين**"

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں ہے

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، باپ جنت کا وسطی دروازہ ہے۔ اگر تم چاہو تو اس کی نگہداشت کرو یا کھودو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں داخل نہ ہوگا احسان جتلانے والا اور نہ نافرمان اور نہ شراب کا پینے والا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس پر رمضان کا مہینہ آیا ہو اور اس کی مغفرت نہیں ہوئی اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے ماں باپ یا دونوں میں سے ایک بوڑھے ہو گئے اور وہ جنت میں داخل نہ ہو سکا۔

㉕ "**ربكم أعلم بما في نفوسكم**" والدین کی فرمانبرداری کی نیت اور تعظیم کے اندرونی خیال سے اللہ خوب واقف ہے۔ "**ان تكونوا صالحين**" والدین کے ساتھ کوئی خطاء ہو جانے کے بعد ان کے ساتھ نیکی کا ارادہ رکھے یا

توبہ کرلے تو وہ اس آیت کے حکم میں نہیں ہوگا۔ "فانّہ کان للاوّابین" اس نافرمانی کے بعد "غفورًا" بخشنے والا ہے۔
سعید بن جبیر کا قول ہے کہ اس آیت میں وہ لوگ مراد ہیں جس سے بے سوچے بلا ارادہ اچانک ماں باپ سے کوئی بے ادبی، بدسلوکی ہو جائے اور نیت ان کی نیکی کی ہو تو اس کی پکڑ نہیں ہوگی۔

سعید بن مسیّب کا قول ہے کہ اواب وہ شخص ہے جو گناہ کرنے کے بعد توبہ کرلے، پھر گناہ کرے اور توبہ کرلے اور پھر گناہ کرے اور گناہ کے پیچھے توبہ کرلے۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ خیر کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والا اواب ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہر حال میں مصیبت کے وقت اور حادثے کے وقت۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس طرح آیا ہے کہ اوّابین سے مراد ہے اللہ کی پاکی بیان کرنے والے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں سے فرمایا تھا "یا جبال اوّبی" قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد نمازی ہیں۔ عون عقیلی کا قول ہے کہ جو چاشت کی نماز پڑھنے والے ہیں۔

وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿26﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿27﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿28﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿29﴾

ترجمہ: اور قرابتدار کو اس کا حق (مالی وغیر مالی) دیتے رہنا اور محتاج اور مسافر کو بھی دیتے رہنا اور (مال کو) بے موقع مت اڑانا (کیونکہ) بیشک بے موقع اڑانے والے شیطان کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے اور اگر اپنے رب کی طرف سے جس رزق کے آنے کی امید ہو اس کے انتظار میں تجھ کو ان سے پہلوتہی کرنا پڑے تو ان سے نرمی کی بات کہہ دینا اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہئے اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہئے ورنہ الزام خوردہ تہی دست ہو کر بیٹھ رہو گے۔

تفسیر: 26 "وآت ذا القربیٰ حقه" اس سے مراد صلہ رحمی ہے اور اس سے مراد قرابت داری ہے۔ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قربیٰ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت ہے۔ "والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرًا" یعنی اپنے مال کو نافرمانی کے معاملے میں خرچ نہ کرو۔ مجاہد کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص اپنا سارا مال حق کے راستے میں خرچ کردے تو اس کو تبذیر نہیں کہا جائے گا اور اگر ایک سیر غلہ بھی گناہ کے راستے میں خرچ کیا تو اس کو تبذیر کہا جائے گا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تبذیر کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ حق کے علاوہ راستے میں مال خرچ کرنا۔ شعبہ کا قول ہے کہ میں محمد اسحاق کے ساتھ کوفہ کے راستے میں جا رہا تھا، سر راہ ایک دیوار چونے اور پختہ اینٹوں سے بنی

ہوئی ملی۔ ابواسحاق نے کہا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قول پر یہ تبذیر ہے حق کے راستے کے علاوہ مال کا خرچ کرنا ہے۔

㉗ "ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین" یعنی شیطان کے دوست ہیں۔ عرب کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص کسی قوم کے طریقے کا پابند ہو جائے تو وہ اس قوم کا بھائی ہے۔

"وکان الشیطان لربہ کفورًا" اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے کی وجہ سے۔

㉘ "واما تعرضن عنھم" اس آیت کا نزول مجع، بلال وصہیب وسالم وخباب کے بارے میں ہوا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو وہ کوئی چیز نہیں پاتے تھے (کہ اس سے اپنی حاجت پوری کریں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کو دینے کے لیے کوئی چیز نہیں ملی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض کیا حیاء کے بسبب اور ان کی بات سے خاموشی اختیار کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "واما تعرضن عنھم" آپ ان سے اعراض نہ کریں بلکہ ان کی حاجت رسائی کریں۔ "ابتغاء رحمۃ من ربک ترجوھا" اللہ کی طرف سے رزق کا انتظار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کہیں سے دے گا تو آپ کو عطا کر دیں گے۔ "فقل لھم قولاً میسورًا" ان کے ساتھ نرم کلام کرو، ان کے ساتھ وعدہ کرا چھا وعدہ کرنا۔ بعض نے کہا کہ ان کے ساتھ یہ کلام کرو ان کو کہو کہ اللہ تمہاری مشکل آسان کر دے گا۔

㉙ "ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک" حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ایک لڑکے نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) میری ماں آپ سے پہننے کے لیے ایک کرتہ مانگ رہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سوائے اس کرتے کے جو پہنے ہوئے تھے اور کوئی کرتہ نہ تھا۔ فرمایا اُمید ہے کہ فلاں وقت سے فلاں وقت کچھ آ جائے، تم کسی اور وقت آنا، لڑکا لوٹ کر اپنی ماں کے پاس چلا گیا، پھر لوٹ کر آیا اور عرض کیا میری ماں کہتی ہے جو کرتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنے ہوئے ہیں وہی مجھے دے دیجئے۔ یہ درخواست سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف لے گئے اور کرتہ اتار کر اس لڑکے کو دے دیا اور برہنہ ہونے کے سبب گھر میں بیٹھے رہے۔ پھر نماز کے لیے حضرت بلال نے اذان دی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے لیکن آپ نہ آئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں کوئی بے چینی پیدا ہوئی اور کچھ لوگ حاضر بارگاہ ہوئے تو آپ کو برہنہ پایا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک" اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ حق کے راستے میں خرچ کرنے سے ہاتھ کو نہ روکو جیسے وہ شخص ہوتا ہے جس کے ہاتھ گلے میں بندھے ہوئے ہیں اور وہ ہاتھوں کو پھیلا نہ سکتا ہو۔ "ولا تبسطھا" ان کو عطا کرنے کے ساتھ۔ "کل البسط" تم سب کچھ ان کو دے دو جو کچھ تمہارے پاس موجود ہے۔ "فتقعد ملومًا" سائل کو ملامت نہ کرو اس سے روک کر کیونکہ جب تم اس کو عطا نہیں کرو گے تو اس کو ملامت ہوگی۔ ملامت یہ کہ فضول خرچ کرو گے تو اپنے نفس پر ملامت ہوگی اور اگر سائل کو کچھ نہ دو گے تو اس کو ملامت کرو گے۔ "محسورًا" خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ جاؤ گے جس کے پاس خرچ کرنے کے لیے کوئی چیز نہ ہو۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے "حسرتہ بالمسئلۃ" تو نے سوال کرنے سے اس کو تنگ کر دیا، تو نے اس

سے لپٹ چمٹ کر مانگا۔ حسرۃ السفر اس کو سفر نے چُور کر دیا یا شکستہ کر دیا۔ قتادہ کا قول ہے انہوں نے اس کا ترجمہ پشیمان سے کیا ہے اور اس کا تعلق دونوں سے قرار دیا ہے یعنی انتہائی کنجوسی پر پشیمان ہو جاؤ گے اور بربادکنی پر بھی۔

اِنَّ رَبَّکَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۢ بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّى الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ. وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ. اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾

ترجمہ بلاشبہ تیرا رب جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور وہی تنگی کر دیتا ہے بیشک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے اور دیکھتا ہے اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشہ سے مت قتل کرو (کیونکہ) ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی بیشک ان کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بری راہ ہے اور جس شخص (کے قتل کو) اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر اور جو شخص ناحق قتل کیا جاوے۔ تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دے دیا ہے سو اس کو قتل کے بارہ میں حد (شرع) سے تجاوز نہ کرنا چاہئے وہ شخص طرفداری کے قابل ہے اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جاوے اور عہد (مشروع) کو پورا کیا کرو بیشک (ایسے) عہد کی باز پرس کرنے والی ہے اور جب ناپ تول کر دو تو پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تول کر دو یہ (فی نفسہ بھی) اچھی بات ہے اور انجام بھی اس کا اچھا ہے۔ اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عملدرآمد مت کیا کرو (کیونکہ) کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے) پوچھ ہو گی۔

تفسیر ⑳ "انّ ربک یبسط الرزق" اس کا معنی ہے کہ وہ وسیع کر دے گا۔ "لمن یشاء ویقدر" اس کو تنگ کر دے گا اور کم کر دے گا۔ "انّه کان بعبادہ خبیرًا بصیرًا"

اولاد کے قتل کی ممانعت

㉛"ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق" املاق سے فقر مراد ہے۔ "نحن نرزقهم وایّاکم" زمانہ جاہلیت میں لوگ فقر کی وجہ سے اپنی بیٹیوں کو زندہ در گور کرلیا کرتے تھے۔ اس آیت میں اس فعل سے نہی کی گئی ہے اور ان کو خبر دی کہ تمہارا رزق اور تمہاری اولاد کا رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ "ان قتلهم کان خطأ کبیرًا" ابن عامر اور جعفر کا قول ہے کہ "خطأً" طاء کے فتحہ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ابن کثیر نے خاء کے کسرہ کے ساتھ اور مد کے ساتھ پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے خاء کے کسرہ اور طاء کے جزم کے ساتھ پڑھا ہے۔ سب کا معنی ایک ہی ہے یعنی بڑا گناہ۔

㉜"ولا تقربوا الزناء انه کان فاحشۃ وساء سبیلاً"

㉝"ولا تقتلوا النفس التی حرّم اللّٰہ الاّ بالحق" اس کے حق سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے فرمایا کہ کسی مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں مگر تین وجوہ سے۔ ایک وہ شخص جو ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرے، یا شادی شدہ ہو کر زنا کرے یا کسی نفس کے قتل کرنے کے بدلے میں اس کو قتل کردیا جائے گا۔ "ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیه سلطانًا" قوت اور ولایت حاصل ہو اس کے قتل کرنے کے ساتھ۔ مجاہد کا قول ہے انہوں نے ضحاک کا قول نقل کیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس بات کا اختیار رکھتا ہے اگر چاہے تو وہ اس سے خود مستفید ہو اور اگر چاہے تو اس سے دیت لے اور اگر چاہے تو اسے معاف کردے۔

اسراف فی القتل کی تفسیر

"فلایسرف فی القتل" حمزہ اور کسائی نے (تسرف) پڑھا ہے۔ اسی صورت میں مقتول کے ورثاء کی طرف خطاب ہوگا اور دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں خطاب غائب کو ہوگا۔ ولی اس کے قتل میں اسراف سے کام نہ لے، یعنی اس کو مثلہ نہ کرے۔

اس اسراف کے معنی میں مفسرین کا آپس میں اختلاف ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ مقتول کا ولی قصاص میں زیادتی نہ کرے۔ یعنی قاتل کے علاوہ دوسرے کو قتل نہ کرے، جاہلیت کے دور میں صرف قاتل کے قتل پر بس نہیں کرتے تھے بلکہ قاتل کے علاوہ اس سے اونچے درجہ والے کو بھی قتل کرتے تھے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قاتل اگر ایک ہو تو اسی کو قتل کیا جاسکتا ہے۔ ایک قتل کے عوض بے قصور جماعت کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔

زمانہ جاہلیت کا طریقہ یہ تھا کہ مقتول اگر کوئی بڑا آدمی ہوتا تو قصاص میں تنہا اس کے قاتل کو ہی نہیں قتل کرتے تھے بلکہ قاتل کے ساتھ اس کے قرابت داروں کی ایک جماعت کو بھی قتل کرتے تھے۔ اس کے رشتہ داروں کو بھی۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قاتل کو مثلہ نہ کیا جائے۔

انه كان منصوراً کی ضمیر کا مرجع

"انه كان منصورًا" ضمیر لوٹ رہی ہے مقتول کی طرف۔ "ومن قتل مظلومًا" جو شخص ظلماً قتل کیا گیا ہو، اللہ کی طرف سے اس کی مدد و نصرت دُنیا میں بھی کی جاتی ہے کہ قاتل کو قصاص میں قتل کرنا ضروری ہے اور آخرت میں بھی مقتول منصور ہو گا۔ اللہ اس کے گناہ ساقط کر دے گا اور اس کے قاتل کے لیے دوزخ لازم کر دے گا۔

قتادہ کا قول ہے کہ ھا ضمیر ولی مقتول کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اس صورت میں اس کا معنی یہ ہو گا کہ مقتول کے وارث کو قاتل کے خلاف نصرت دی جاتی ہے۔ قاتل سے قصاص لینے کا اس کو حق دیا گیا ہے، حکام پر لازم ہے کہ اس کی مدد کریں۔ بعض حضرات کے نزدیک قاتل کی طرف ضمیر راجع ہے جس کو مقتول کا ولی قصاص میں قتل کرتا ہے۔ اگر قصاص میں اسراف سے کام لے گا تو گناہ کا بوجھ اس پر پڑے گا لہٰذا قاتل کی حمایت کی جائے۔

㉞ "ولا تقربوا مال اليتيم الا بالتي هي احسن حتّٰى يبلغ اشده واوفوا بالعهد" اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام پر عمل کرانے کا تم سے وعدہ لیا ہے اس کو پورا کرو اور لوگوں سے جو تم جائز معاملات کا وعدہ کرو اس کو بھی پورا کرو۔ بعض نے کہا کہ یہاں عہد سے مراد ہے جو انسان اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے اس کو بھی پورا کرے۔ "العهد كان مسئولاً" سدی کا قول ہے تمہیں اس کے بارے میں طلب کیا جائے گا اور بعض نے کہا کہ صاحب عہد سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا اور عہد شکنی پر اس سے پوچھ گچھ کی جائے گی اور بعض نے کہا کہ جنہوں نے عہد کو توڑ دیا ان سے زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ کس لیے اس کو قتل کیا گیا۔

㉟ "واوفوا الكيل اذا كلتم وزنوا بالقسطاس" حمزہ، کسائی اور حفص رحمہم اللہ نے "بالقسطاس" قاف کے کسرہ کے ساتھ اور باقی حروف کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس میں دونوں لغتیں ہیں اس سے مراد میزان ہے۔ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔ حسن نے کہا کہ اس سے مراد گنبد نما چیز ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ رومی لغت میں ترازو کو کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے حضرات نے کہا کہ قسطاس عربی لفظ ہے قسط سے بنا ہے قسط کا معنی ہے عدل۔ "المستقيم ذلك خير و احسن تاويلاً" ان کا انجام۔

㊱ "ولا تقف ماليس لك به علم" قتادہ نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ تم بغیر دیکھے یہ نہ کہو کہ میں نے دیکھا اور بغیر سنے یہ نہ کہو کہ میں نے سنا اور یہ نہ کہو کہ میں جانتا ہوں بغیر جاننے کے۔ مجاہد کا قول ہے کہ آیت کی مراد یہ ہے کہ جس چیز کا تم کو قطعی علم نہ ہو اس کے بارے میں تم کسی کو متہم نہ کرو۔ قتیبی کا قول ہے کہ اٹکل اور گمان کے پیچھے مت چلو، جس کو لغت میں کہتے ہیں کہ کسی کے اثر کے پیچھے نہ چلو۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ "قفوت فلانا اقفوه وقفيته واقفيته" یہ اس وقت بولا جاتا ہے کہ جب کوئی کسی کے نشان قدم پر چلے۔ قتیبی کا قول ہے کہ یہ قفو سے ماخوذ ہے معنی اس کا یہ ہے کہ کسی کو کسی کام پر لگانا۔ اس سب کا حاصل یہ ہے کہ اے انسان کسی پر گمان کرتے ہوئے بات نہ کر۔

"ان السمع والبصر والفؤاد كلُّ اولئك كان عنه مسئولاً" بعض نے کہا کہ انسان سے پوچھا جائے گا کانوں

کے بارے میں، آنکھوں کے بارے میں اور دل کے بارے میں (کہ ان کو کس مصرف میں لگایا ہے) بعض نے کہا کہ کان، آنکھ، دل سے پوچھا جائے گا کہ بندے نے ان کے ساتھ کیسا کیا۔ "کلُّ اولئک" یہ اعضاء و جوارح مراد ہیں۔

حضرت شکل بن حمید سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری درخواست پر مجھ سے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہو اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے کان کے شر سے، اپنی آنکھ کے شر سے اور اپنی زبان کے شر سے اور اپنے دل کے شر سے اور اپنی منی کے شر سے، میں نے یہ دُعا یاد کرلی۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا. اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ⑰ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ⑱

ترجمہ: اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل کیونکہ تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ (بدن کو تان کر) پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتا ہے یہ سارے برے کام تیرے رب کے نزدیک (بالکل) ناپسندیدہ ہیں۔

تفسیر: ⑰ "ولا تمش فی الارض مرحًا" غرور، تکبر، مستانہ چال چلنا۔ "انک لن تخرق الارض" اپنے تکبر کے ساتھ اس کو تم پھاڑ نہ سکو گے۔ "ولن تبلغ الجبال طولاً" اس سے تم قادر نہیں کہ پہاڑ کی بلندی تک پہنچ جاؤ اور اپنے تکبر کے ساتھ اس کے برابر ہو جاؤ۔

تکبر سے چلنے کی ممانعت

معنیٰ آیت کا یہ ہوگا کہ انسان اپنے تکبر کے ساتھ اور غرور کے ساتھ کسی چیز کو نہیں پہنچ سکتے۔ جیسا کہ وہ زمین کے پھاڑنے کا ارادہ کریں یا پہاڑ تک پہنچنے کا ارادہ کریں تو ان کو کوئی چیز حاصل نہیں ہوگی۔ اور بعض نے کہا کہ جو شخص تکبر سے چلتا ہے تو وہ کبھی ایڑیوں کے بل چلتا ہے اور کبھی اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل چلتا ہے۔ اس طرح ایڑی پر چلنے والوں کو کہا گیا کہ تم زمین پر ایڑی سے زمین میں سوراخ نہیں کر سکتے۔ اگر پنجوں کے اوپر چلیں تو کہا گیا کہ تم پہاڑوں کی چوٹیوں تک نہیں پہنچ سکتے۔

⑱ جبیر بن مطعم سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو جھک کر چلتے جیسے کہ اونچائی سے ڈھلوان کی طرف آ رہے ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے زیادہ حسین کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ گویا کہ سورج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے میں چلتا ہے اور میں نے نہیں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تیز چلنے والا کسی کو۔ گویا کہ ان کے لیے زمین کو لپیٹ دیا گیا ہو اور ہم اپنے نفسوں کے لیے کوشش کرتے تھے لیکن ان تک پہنچنے کے لیے تھک جاتے تھے۔

"کل ذلک کان سیئۃ عند ربک مکروھا" ابن عامر اور اہل کوفہ نے ہمزہ کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے اور ھاء کے ضمہ کے ساتھ اضافت ہونے کی وجہ سے۔ یعنی مذکورہ بالا تمام اُمور جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وقضٰی ربک الا تعبدوا

الا ایاہ" ...... "کان سیئۃ" یعنی امور مذکورہ میں سے جو بُرے ہیں اور ان کے ارتکاب کی ممانعت کی گئی ہے۔ "وآت ذالقربٰی حقہ" ...... "واخفض لھما جناح الذل" اور دوسرے قراء نے "سیئۃً" تنوین کے ساتھ پڑھا ہے اور اسی طرح "ولا تقتلوا اولادکم" اس مقام میں بھی برائی کا ذکر ہے نہ کہ نیکی کا، یہ سب امور جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے نہ کہ اس کے علاوہ سے۔ یہاں پر مکروہ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ اس میں کچھ تقدیم و تاخیر ہے یعنی ہر وہ کام جو ناپسندیدہ ہو وہ برا ہے۔ "مکروھًا" یہ تکریر کے لیے ہے نہ کہ صفت کے لیے۔ یعنی ہر وہ چیز جو بُری ہوگی وہ مکروہ بھی ہوگی۔ یہاں معنی کا اعتبار کیا گیا نہ کہ لفظ کا اس لیے کہ "سیئۃ" سے مراد ذنب ہے اور وہ مذکر ہے۔

ذٰلِکَ مِمَّآ اَوْحٰٓی اِلَیْکَ رَبُّکَ مِنَ الْحِکْمَۃِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ فَتُلْقٰی فِیْ جَھَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰکُمْ رَبُّکُمْ بِالْبَنِیْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ اِنَاثًا ؕ اِنَّکُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّکَّرُوْا ؕ وَمَا یَزِیْدُھُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ کَانَ مَعَہٗٓ اٰلِھَۃٌ کَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَہُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْھِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ ؕ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

ترجمہ یہ باتیں اس حکمت میں کی ہیں جو خدا تعالیٰ نے آپ پر وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہیں اور اللہ برحق کے ساتھ کوئی معبود تجویز مت کرنا ورنہ تو الزام خوردہ اور درماندہ ہو کر جہنم میں پھینک دیا جاوے گا تو کیا تمہارے رب نے تم کو بیٹوں کے ساتھ خاص کیا ہے اور خود فرشتوں کو (اپنی) بیٹیاں بنائی ہیں بیشک تم بڑی (سخت) بات کہتے ہو اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا ہے تاکہ (اس کو) اچھی طرح سمجھ لیں اور ان کو نفرت ہی بڑھتی جاتی ہے آپ فرمائیے کہ اگر اس کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو اس حالت میں عرش والے تک انہوں نے راستہ ڈھونڈ لیا ہوتا یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بہت زیادہ برتر ہے تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے ان میں ہیں اس کی پاکی بیان کررہے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی (قالاً یا حالاً) بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو وہ بڑا حکیم ہے بڑا غفور ہے۔

تفسیر ③⑨ "ذلک" یہ باتیں اس حکمت میں کی ہیں۔ "مما اوحی الیک ربک من الحکمۃ" ہر وہ کام جس کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور جس کام سے روکا ہے اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ہے۔ "ولا تجعل مع اللہ الٰہ آخر" خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن اس سے مراد اُمت ہے۔ "فتلقی فی جھنم ملومًا مدحورًا" ہر خیر سے دھتکارا ہوا۔

⑩ "افاصفاکم ربکم" تمہارے اس اختیار کرنے کے باعث کہ تم نے اس کے لیے اس چیز کو پسند کیا۔ (یعنی لڑکیاں) جو تم اپنے لیے پسند نہیں کرتے۔ "بالبنین واتخذ من الملائکۃ اناثًا" کیونکہ وہ یہ کہتے تھے کہ لڑکیاں اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ (نعوذ باللہ)......"انکم لتقولون قولاً عظیمًا" اس سے مشرکین مکہ کو خطاب ہے۔

④ "ولقد صرفنا فی ھذا القرآن" اس قرآن میں متعدد مقامات پر چند عبرتیں، حکمتیں، احکام، امثال، دلائل اور نصیحتیں وعیدات، تشدیدات بیان کی ہیں۔ "لیذکروا" تاکہ وہ اس سے نصیحت حاصل کریں اور ان امور سے باز رہیں۔ حمزہ، کسائی نے ذال کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے اور کاف کے ضمہ کے ساتھ "وما یزیدھم" یعنی ہمارا ان کو بار بار بیان کرنا نصیحت کرنا "الا نفورًا" ان کی دوری اور حق سے نفرت کا سبب بنتی ہے۔

④ "قل" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ان مشرکین کے لیے کہہ دیجئے۔ "لو کان معہ الھۃ کما یقولون" حفص اور ابن کثیر نے "یقولون" پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تاء کے ساتھ "تقولون" پڑھا ہے۔ "اذًا لابتغوا" وہ طلب کر چکے ہوتے یعنی دوسرے خدا۔ "الٰی ذی العرش سبیلاً" بطور مبالغہ کے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ ایسا ہوتے یا ایسا کر چکتے ہوتے ابھی تک اللہ کی بادشاہت ختم ہو جاتی۔ جیسا کہ ایک بادشاہ کی ملکیت دوسرے بادشاہ کی ملکیت کے زوال کا سبب بنی۔ مطلب یہ ہے کہ دُنیا کے بادشاہوں کے دستور کے مطابق وہ عرش والے خدا سے لڑ پڑتے اور اس پر غالب آنے کی کوشش کرتے۔ قتادہ کا قول ہے کہ وہ اللہ کے فضل کو جان لیتے اور اس سے تقرب حاصل ہو جاتا۔ پہلا قول اصح ہے۔

④ "سبحانہ وتعالٰی عما یقولون" بعض قراء تقولون پڑھتے ہیں اور دوسرے قراء یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ "علوًا کبیرًا"

④ "تسبح لہ السمٰوت السبع والارض ومن فیھن" ابوعمرو، حمزہ، کسائی، حفص اور یعقوب کے نزدیک تاء کے ساتھ (تسبح) ہے اور دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ "یسبح" پڑھا ہے۔

ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے

"وان من شیءٍ الا یسبح بحمدہ" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جو چیز بھی زندہ ہے وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ تمام حیوانات اور نباتات تسبیح کا اقرار کرتے ہیں۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ درخت اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے اور اس لکڑی سے بنا ہوا ستون تسبیح نہیں پڑھتا۔ مقدام بن معدی کرب کا قول ہے کہ مٹی تسبیح کرتی ہے جب تک کہ وہ سڑ نہ جائے، جب سڑ جاتی ہے تو وہ تسبیح بیان نہیں کرتی اور زمین پر تنکے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ جب تک کہ وہ ہوا کے ذریعے اُڑ نہ جائیں، جب وہ ہوا کے ذریعے اُڑ جائیں تو تسبیح نہیں کرتے۔

پتہ بھی اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے جب تک وہ درخت پر لگا ہوا ہو جب وہ سوکھ کر گر جاتا ہے تو تسبیح نہیں کرتا اور کپڑے اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جب تک کہ وہ نئے ہوتے ہیں جب وہ پرانے اور پھٹ جائیں تو تسبیح کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور پانی بھی اللہ

کی تسبیح کرتا ہے جب کہ وہ جاری ہو، جب وہ رُک جاتا ہے تو تسبیح کرنا چھوڑ دیتا ہے، وحشی جانور اور پرندے بھی تسبیح کرتے ہیں جب وہ بولتے یا چیختے ہیں جب وہ چپ ہوتے ہیں تسبیح رُک جاتی ہے۔ ابراہیم نخعی کا بیان ہے کہ ہر چیز خواہ جماد ہو، اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے یہاں تک کہ گھر کے دروازے کی چرچراہٹ اور چھت کی شہتیر اور ٹوٹ کر گرنے کی آواز بھی تسبیح ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ تمام اشیاء اللہ کی تسبیح کرتی ہیں، خواہ وہ زندہ ہوں یا مُردہ پتھر ہوں ان کی تسبیح سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ہم آیات کو معجزات جانتے ہیں اور تم لوگ ان کو خوف انگیزی کا سبب خیال کرتے ہو۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمرکاب تھے کہ پانی کی کمی پڑ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانی جو کچھ بچا ہوا ہے میرے پاس لے آؤ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایک برتن لا کر حاضر کر دیا جس میں قدرے پانی تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اس میں ڈال دیا اور فرمایا برکت والے پاک پانی کی طرف آؤ اور برکت اللہ کی طرف سے ہے۔ میں نے خود دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے بیچ میں سے پانی پھوٹ کر نکل رہا تھا اور کھانا کھایا جاتا تھا اور کھانے کے اندر سے ہم سبحان اللہ کی آواز سنا کرتے تھے۔ بعض اہل معانی کا قول ہے کہ آسمان وزمین جمادات اور تمام حیوانات سوائے عقلاء، یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی لطیف ترکیب اور اس کے عجائبات اور اس کی مختلف پیدا شدہ چیزوں پر دلالت کرتی ہے۔ ان سب کا مختلف ہیئت پر پیدا کرنا دراصل ان کی تسبیح کرنے کے مترادف ہے۔ پہلا قول سلف سے منقول ہے۔ "**ولکن لاتفقھون تسبیحھم**" ان کی تسبیح کو کوئی نہیں جانتا ان کی لغات اور ان کی زبان کوئی نہیں جانتا۔ "**انه کان حلیمًا غفورًا**"

وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾

ترجمہ اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے درمیان میں ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں اور (وہ پردہ یہ ہے کہ) ہم ان کے دلوں پر حجاب ڈالتے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دیتے ہیں اور جب آپ قرآن میں صرف اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں تو وہ لوگ نفرت کرتے ہوئے پشت پھیر کر چل دیتے ہیں۔

تفسیر ⑮ "**واذا قرأت القرآن جعلنا بینک وبین الذین لا یؤمنون بالاخرۃ حجاباً مستورًا**" ان کے دلوں پر پردہ ہے کہ وہ ان کے قرآن کو نہیں سمجھ سکتے اور اس سے نفع حاصل نہیں کر سکتے۔ قتادہ نے کہا کہ اس پردے سے مراد اکنۃ ہے۔ وہ پردہ جو مشرکوں کے بارے میں فرمایا کہ "**قلوبنا غلف ...... فی اکنۃ** مستور بمعنی ساتر کے ہے وہ پردہ حسی نہیں ہوتا جو اس سے چھپا ہوا ہے۔ "**وکان وعدہ ماتیا**" یہاں مفعول بمعنی فاعل کے ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ لوگوں کی آنکھوں کے

سامنے پردہ ہے، لوگ اس کو دیکھ نہیں سکتے اور بعض نے اس کی تفسیر حجاب سے کی ہے۔

جیسا کہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "تبت یدا ابی لھب وتب" تو ابولہب کی بیوی ایک پتھر لے کر آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے لیکن عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر نہیں آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہنے لگی تمہارا ساتھی کہاں ہے مجھے اطلاع ملی ہے کہ اس نے میری ہجو کی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم! وہ تو شعر نہیں پڑھتے نہ شعر کہتے ہیں، عورت یہ کہتی ہوئی لوٹ گئی، میں تو اس پتھر سے اس کا سر پھاڑنے آئی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہیں پائی، فرمایا ایک فرشتہ میرے اور اس کے درمیان آڑ کئے رہا۔

㊻ "وجعلنا علٰی قلوبھم أکنّة" اس کا معنی پردے کے ہیں۔ "أن یفقھوہ" اس بات کی ناپسندیدگی کی وجہ سے کہ وہ ان کو سمجھ نہ سکیں۔ بعض نے کہا تاکہ وہ اس کو سمجھ نہ سکیں۔

"وفی آذانھم وقرًا" ان کے کانوں میں بوجھ پڑے ہوئے ہیں تاکہ وہ اس کو سمجھ نہ سکیں۔ "واذا ذکرت ربّک فی القرآن وحدہ" یعنی جب آپ یہ کہہ دیں لا الٰہ الا اللہ قرآن سے پڑھ لیں۔ "ولوا علی ادبارھم نفورًا" نافر کی جمع ہے جیسے قاعد جمع ہے قعود اور جالس جلوس کی جمع ہے۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْکَ وَ اِذْهُمْ نَجْوٰۤی اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ㊼ اُنْظُرْ کَیْفَ ضَرَبُوْا لَکَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ㊽ وَقَالُوْۤا ءَ اِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ㊾ قُلْ کُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْحَدِیْدًا ㊿ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَکْبُرُ فِیْ صُدُوْرِکُمْ فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِیْ فَطَرَکُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْکَ رُءُوْسَهُمْ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هُوَ ؕ قُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّکُوْنَ قَرِیْبًا (51)

(ترجمہ) جس وقت یہ لوگ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں تو ہم خوب جانتے ہیں جس غرض سے یہ سنتے ہیں اور جس وقت یہ لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں جبکہ یہ ظالم یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ محض ایسے شخص کا ساتھ دے رہے ہو جس پر جادو کا اثر ہو گیا ہے آپ دیکھئے تو یہ لوگ آپ کیلئے کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں سو یہ لوگ گمراہ ہوگئے تو راستہ نہیں پا سکتے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا جب ہم (مر کر) ہڈیاں اور چورا ہو جاویں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا اور زندہ کئے جاویں گے آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ تم پتھر اور لوہا یا اور کوئی مخلوق ہو کر دیکھ لو جو تمہارے ذہن میں بہت ہی بعید ہو اس پر پوچھیں گے کہ وہ کون ہے جو ہم کو دوبارہ زندہ کرے گا آپ فرما دیجئے کہ وہ وہ ہے جس نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا اس پر آپ کے آگے سر ہلا ہلا کر کہیں گے کہ (اچھا بتلاؤ) یہ کب ہوگا آپ فرما دیجئے کہ عجب نہیں یہ قریب ہی آ پہنچا ہو۔

تفسیر ⑰ "نحن اعلم بما یستمعون به" بعض نے کہا کہ یہاں ما صلہ ہے۔ اس کا مطلب ہے جب وہ سننے کو طلب کرتے ہیں۔ "اذ یستمعون الیک" جب آپ قرآن کی تلاوت کررہے ہوتے ہیں۔ "واذھم نجوی" اس کے متعلق سرگوشیاں کرتے ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں، ان میں سے بعض یہ کہتے تھے کہ وہ مجنون ہے اور بعض ان کو کاہن کہتے اور بعض جادوگر کہتے اور بعض ان کو شاعر کہتے۔ "اذ یقول الظالمون" اس سے مراد ولید بن مغیرہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ "ان تتبعون الا رجلاً مسحورًا" جادو زدہ ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ مسحور کہتے ہیں فریب خوردہ۔ بعض نے کہا کہ حق سے پھر جانے والا جیسے بولا جاتا ہے "ما سحرک عن کذا" کہ تجھے کس چیز نے پھیر دیا۔ ابو عبیدہ نے مسحور کا ترجمہ کیا سحر والا اور سحر کا معنی ہے پھیپھڑا، مراد یہ ہے کہ وہ شخص جو تم جیسے پھیپھڑوں والا آدمی ہے کھاتا ہے، پیتا ہے سانس لیتا ہے۔

⑱ "انظر" اے محمد (خطاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے) "کیف ضربوا لک الامثال" اس کا مشابہ ہے۔ ان میں سے بعض نے ان کو شاعر و ساحر اور کاہن اور مجنون کہا۔ "فضلوا" کسی نے ان کو سخت سست کہا۔ "فلا یستطیعون سبیلاً" وہ سیدھے راستے تک پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

⑲ "وقالوا ء اذا کنا عظاماً ورفاتًا" ان کے مرنے کے بعد مجاہد کا قول ہے کہ ان کا مٹی مٹی ہوجانے کے بعد اور بعض نے کہا کہ جب اس دن سب بوسیدہ ہونے کے بعد زندہ ہوجائیں گے۔ "ء انا لمبعوثون خلقًا جدیدًا"......

⑳ "قل" کہہ دیجئے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) "کونوا حجارۃ او حدیدًا" شدۃ اور قوت میں۔ یہ ان پر لازمی حکم نہیں بلکہ یہ امر ان کو عاجز قرار دینے کے لیے ہیں۔ یعنی اگر وہ اپنے دلوں میں یہ جان لیں کہ اگر تم پتھر بن جاؤ یا قوت میں لوہا کی طرح ہوجاؤ۔

㉑ "او خلقا مما یکبر فی صدورکم" کہا گیا کہ وہ آسمان و زمین اور پہاڑ ہوجائیں۔ مجاہد کا قول ہے اور یہی قول عکرمہ اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا ہے کہ اس سے مراد موت ہے۔ ابن آدم کے بارے میں موت سے زیادہ کوئی چیز بڑی نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم ان کو موت ان کی آنکھوں کے سامنے دیتے اور ان کو دوبارہ اُٹھنے کا حکم کرتے۔ "فسیقولون من یعیدنا" تو وہ کہتے ہیں کہ کون ہمیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ "قل الذی فطرکم" تمہیں کس نے پیدا کیا۔ "اوّل مرّۃ" جو پہلی مرتبہ پیدا کرنے پر قادر ہے، دوبارہ جی اُٹھانے پر بھی قادر ہے۔ "فسینغضون الیک رؤسھم" جب آپ ان کو یہ کہتے ہو تو وہ آپ کی استہزاء کرتے ہیں۔ "ویقولون متی ھو" بعثت اور قیامت۔ کب آئے گی۔ "وما یدریک لعل الساعۃ تکون قریبًا"

يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَتَظُنُّونَ إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ﴿52﴾ وَقُلْ لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ الشَّيْطَٰنَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ الشَّيْطَٰنَ كَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا ﴿53﴾ رَّبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ ۖ إِن يَشَأْ يَرْحَمْكُمْ أَوْ إِن يَشَأْ يُعَذِّبْكُمْ ۚ وَمَا أَرْسَلْنَٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿54﴾ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَن فِي السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ ۖ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا ﴿55﴾

ترجمہ یہ اس روز ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم کو پکارے گا اور تم (بالاضطرار) اس کی حمد کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کرلو گے اور تم یہ خیال کرو گے کہ تم بہت ہی کم رہے تھے اور آپ میرے (مسلمان) بندوں سے کہہ دیجئے کہ ایسی بات کہا کریں جو بہتر ہو شیطان لوگوں میں فساد ڈلوا دیتا ہے واقعی شیطان انسان کا صریح دشمن ہے تم سب کا حال تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے اگر وہ چاہے تم پر رحمت فرمادے یا اگر وہ چاہے تو تم کو عذاب دینے لگے اور ہم نے آپ (تک) کو انکا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا اور آپ کا رب خوب جانتا ہے ان کو جو کہ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اور ہم داؤد (علیہ السلام) کو زبور دے چکے ہیں۔

فتستجیبون بحمدہ کی تفسیر

تفسیر ⑫ **"یوم یدعوکم"** تمہاری قبروں سے تمہیں اُٹھایا جائے گا قیامت کے دن کھڑے ہونے کے لیے۔ **"فتستجیبون بحمدہ"** ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کے حکم کی بناء پر۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس کی اطاعت میں جواب دیں گے اور بعض نے کہا اس وقت وہ اقرار کرلیں گے پیدا کئے جانے پر اور دوبارہ اٹھائے جانے پر۔ اس وقت یہ اللہ کی حمد وثناء کریں گے لیکن اس وقت ان کو حمد وثناء کسی کے کام نہیں آئے گی۔ بعض نے کہا کہ یہ خطاب مؤمنین کے ساتھ دوسرے لوگوں کو بھی ہے کیوں کہ جب ان کو اُٹھایا جائے گا تو یہ اللہ کی حمد وثناء کرتے ہوئے اُٹھیں گے۔ **"وتظنّون ان لبثتم"** کہ تم اس دُنیا میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے یا قبروں میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔ **"الاّ قلیلاً"** اگر انسان ایک ہزار سال بھی دُنیا میں ٹھہر جائے یا قبروں میں ٹھہر جائیں لیکن وہ قیامت کے دن کے مقابلے میں وہ اس مدت کو کم پائیں گے۔ قتادہ کا قول ہے کہ وہ دُنیا کی اس حقیر مدت کو قیامت کے مقابلے میں بہت حقیر سمجھیں گے۔

⑬ **"وقل لعبادی یقولوا التی ھی احسن"** کلبی کا بیان ہے کہ جب مشرکوں نے مسلمانوں کو زیادہ دُکھ پہنچانے شروع کیے تو مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، اس پر یہ آیات نازل ہوئی۔ **"وقل لعبادی یقولوا"** بندوں سے مراد کافر لوگ ہیں۔ **"التی ھی احسن"** ہم ان کی مکافات نہیں کرتے ان کی بے وقوفی کی وجہ سے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ان کو کہہ دو کہ اللہ تمہیں ہدایت دے یہ جہاد سے اجازت سے پہلے کا حکم تھا اور بعض نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب کفار نے ان کو برا بھلا کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کرنے کا حکم دیا اور بعض نے کہا کہ اللہ نے مؤمنین کو حکم دیا کہ وہ بھی معاف کریں اور جو ان کے ساتھ بھلائی کریں اور بعض نے کہا کہ احسن سے مراد اخلاص والا کلمہ ہے اور وہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ **"ان الشیطان ینزغ بینھم"** وہ ان کے درمیان فساد اور دشمنی ڈالتا ہے۔ **"انّ الشیطان کان للانسان عدوًّا مبینًا"** اس کی دشمنی سب کے سامنے ظاہر ہے۔

⑭ **"ربّکم اعلم بکم ان یشایرحمکم"** تم کو اللہ توفیق دے کہ تم ان پر ایمان لے آؤ۔ **"او ان یشایعذبکم"** تمہیں شرک کی حالت میں موت دے دے اور تم کو عذاب دے۔ یہ ابن جریج کا قول ہے۔ کلبی کا بیان ہے کہ یہ خطاب اللہ کی

طرف سے مؤمنوں کو ہے یعنی اگر اللہ چاہے گا تو مکہ والوں کے پنجہ سے تم کو بچالے گا اور چاہے گا تو تم کو اپنے ہاتھوں سے دُکھ دے گا۔ "وما ارسلناک علیھم و کیلا" حفاظت کرنے والا الکفیل ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ آیت قتال سے منسوخ ہے۔

55 "وربک اعلم بمن فی السمٰوٰت والارض" یعنی تمہارا رب جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے ان سب کو مختلف صورتیں دے کر اور ہر ایک کو الگ الگ اخلاق سے آراستہ کر کے اور ان کو مختلف احوال سے اور بادشاہت سے نوازا۔ "ولقد فضلنا بعض النبیین علٰی بعض" بعض نے کہا کہ اس سے مراد آسمان والے اور زمین والے ہیں کہ بعض آسمان والوں کو زمین والوں سے بلند مرتبہ عطا کیا اور بعض زمین والوں کو بعض زمین والوں سے فضیلت بخشی۔

جیسے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی۔ قتادہ کا بیان ہے کہ اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "کن فیکون" کے لفظ سے پیدا کر کے ان امور سے سرفراز فرمایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو عظیم سلطنت عطا فرمائی کہ ان کے بعد ایسی سلطنت کسی کو نہیں ملی اور حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی۔ "و آتینا داؤد زبورًا" زبور وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو سکھائی جو ایک سو پچاس سورتوں پر مشتمل تھی۔ اس میں سب دُعائیں اور اللہ کی حمد و ثناء تھی اس میں کوئی حلال و حرام اور کوئی چیز فرض نہیں کی گئی اور نہ ہی اس میں کوئی حدود وغیرہ تھے۔ اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی اس فضیلت کے منکر نہیں تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے منکر کیسے ہو گئے اور ان کو جو قرآن دیا گیا اس کے منکر کیسے ہو گئے۔ یہ خطاب ان تمام لوگوں کے ساتھ ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کی فضیلت کے قائل ہیں۔ اہل کتاب میں سے اور ان کے علاوہ اور مذاہب کے لوگوں میں سے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿56﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿57﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿58﴾

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ جن کو تم خدا کے سوا (معبود) قرار دے رہے ہو ذرا ان کو پکارو تو سہی سو (یقیناً) وہ نہ تم سے تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اس کے بدل ڈالنے کا یہ لوگ کہ جن کو مشرکین پکار رہے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف ذریعہ ڈھونڈ رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب بنتا ہے اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور واقعی آپ کے رب کا عذاب ہے بھی ڈرنے کے قابل اور (کفار کی) ایسی کوئی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں یا (قیامت کے روز) اس کو سخت عذاب نہ دیں یہ بات کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے۔

تفسیر ⑯"قل ادعوا الذین زعمتم من دونه" مشرکین کو بہت شدید قحط پڑا۔ یہاں تک کہ وہ کتوں کا گوشت اور مردار کھانے لگے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تاکہ ان سے مدد طلب کریں اور ان سے دُعا کروائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "قل" کہہ دیجئے مشرکین مکہ سے "ادعوا الذین زعمتم انها آلهة من دونه"...... "فلا یملکون کشف الضر" اس سے مراد قحط اور بھوک ہے۔ "عنکم و لا تحویلا" تم کو اس حال کے علاوہ دوسرے حال کی طرف پھیر دے گا یا تنگی سے آسانی کی طرف پھیر دے گا۔

⑰"اولئک الذین یدعون یبتغون الٰی ربهم الوسیلة" وہ معبودان باطلہ جن کو مشرکین مکہ پکارتے ہیں کہ وہی "آلھة" ہیں ان کی عبادت کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مجاہد کا قول ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ یا اس سے حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتے ہیں۔ سورج، چاند، ستارے یہ سب اپنے رب کی قربت کو تلاش کرتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہاں وسیلہ سے مراد درجہ ہے وہ اللہ کے آگے عاجزی اختیار کرتے ہیں، بلند درجہ حاصل کرنے کی غرض سے۔ بعض نے کہا کہ وسیلہ ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بنے۔ "ایهم اقرب" وہ دیکھتے ہیں کہ کون اللہ کے زیادہ قریب ہے جس سے وہ توسل اختیار کرتے ہیں۔ زجاج کا قول ہے کہ ان میں سے جو اعمال صالحہ کے اعتبار سے زیادہ قریب ہے، اس سے وسیلہ پکڑتے ہیں۔ "ویرجون رحمته" رحمت سے مراد جنت ہے (کہ وہ اس کی جنت کی اُمید رکھتے ہیں)۔

"ویخافون عذابه انّ عذاب ربّک کان محذورًا" ان سے ڈرنا چاہیے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرب کا ایک گروہ جنوں کے گروہ کے ساتھ عبادت کرتے تھے، جن اسلام لے آئے، انسانوں کو ان کے اسلام لانے کا علم نہیں ہوا، جن کے ساتھ مل کر وہ عبادت کرتے تھے، وہ ان کی عبادت کرنے سے رُک گئے، اللہ نے ان کو عار دلائی، ان پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے "الذین تدعون" تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

⑱"وان من قریة" اور کوئی بستی ایسی نہیں۔ "الّا نحن مهلکوها قبل یوم القیامة" اس بستی کو ہم بوسیدہ اور ہلاک نہ کردیں اور اس بستی میں رہنے والوں کو ہلاک نہ کردیں۔ "او معذبوها عذابًا شدیدًا" عذاب کی مختلف قسم کے انواع ان کو دیئے جائیں گے، ان کے کفر کے بسبب یا نافرمانی کے بسبب۔ مقاتل وغیرہ کا قول ہے کہ ہلاک کرنے سے مراد ہے مار ڈالنا، موت کو مسلط کر دینا۔ یعنی بستی والے اگر مؤمن ہوں تو ہم ان پر موت مسلط کر دیتے ہیں، زندگی ختم کر دیتے ہیں اور اگر کافر ہوں تو طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کر دیں گے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب کسی بستی میں زنا اور سود پھیل جاتا ہے اللہ اس بستی کو تباہ کرنے کا حکم دے دیتا ہے۔

"کان ذلک فی الکتاب" کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ "مسطورًا" لکھا ہوا۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے اوّل اللہ نے جس کو پیدا کیا وہ قلم تھا، پھر اس سے فرمایا، لکھ، قلم نے کہا کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر کو لکھو، حسب الحکم قلم نے ہر اس چیز کو لکھا جو ہو چکی ہے یا ابد تک ہونے والی ہے۔

وَمَامَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا ﴿59﴾ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْۤ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا طُغْیَانًا كَبِیْرًا ﴿60﴾

ترجمہ: اور ہم کو خاص (فرمائشی) معجزات کے بھیجنے سے صرف یہی امر مانع ہوا کہ پہلے لوگ ان کی تکذیب کر چکے ہیں اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی تھی جو کہ بصیرت کا ذریعہ تھی (سو ان لوگوں نے اس کے ساتھ ظلم کیا اور ہم ایسے معجزات کو صرف ڈرانے کے لئے بھیجا کرتے ہیں اور آپ وہ وقت یاد کر لیجئے جبکہ ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کا رب (اپنے علم سے) تمام لوگوں کو محیط ہو رہا ہے اور ہم نے جو تماشہ آپ کو دکھلایا تھا اور جس درخت کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے ہم نے تو ان دونوں چیزوں کو ان لوگوں کے لئے موجب گمراہی کر دیا اور ہم ان کو ڈراتے رہتے ہیں لیکن ان کی بڑی سرکشی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

وما منعنا ان نرسل بالآیات کا شانِ نزول

تفسیر: ⑲ "وما منعنا أن نرسل بالآیات الّا أن كذّب بها الاوّلون" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ صفا پہاڑی کو ہمارے لیے سونا بنا دے اور یہ کہ ان پہاڑوں کو اپنی جگہ سے دور ہٹا دے تا کہ ہم اس جگہ کھیتی باڑی کر لیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی، اگر آپ چاہیں تو ان کی اس بات کے مطابق ہم کر لیں، اگر آپ چاہیں تو ان کے لیے اس بات کو اختیار نہ کریں۔ (اگر ان کے سوال کے مطابق ہم اگر صفا پہاڑی کو سونے کا بنا دیں اور ان پہاڑیوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دیں تا کہ وہ اسی جگہ کھیتی باڑی کریں) اگر اس پر وہ ایمان نہ لائیں تو پھر ہم ان کو اس طرح ہلاک کریں گے۔ جیسا کہ پہلی اُمتوں کو ہلاک کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں "وما منعنا أن نرسل بالآیات" وہ نشانیاں یا معجزے جن کا کفار قریش نے مطالبہ کیا۔ "الّا ان كذب بها الاوّلون" ہم نے ان کو ہلاک کر دیا تو اگر ہماری نشانیاں آنے کے بعد ان کے ان معجزوں کو طلب کرنے کے بعد ایمان نہ لائے تو پھر ان کو ہلاک کر دیا جائے گا کیونکہ ہمارا اس کے متعلق یہ اُصول و ضابطہ رہا ہے کہ جو قوم نشانیاں مانگتی ہیں ہم ان کو وہ نشانیاں دے دیتے ہیں پھر ان نشانیوں کے بعد وہ ایمان نہ لائیں تو ہم ان کو مہلت نہیں دیتے بلکہ ان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ ہم اس اُمت کو تباہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ مہلت دینا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان "بل الساعة موعدهم والساعة ادهى و امر" پھر آگے ارشاد فرمایا

"و آتینا ثمود الناقة مبصرة" ان کے لیے واضح نشانی بیان کردی۔ "فظلموا بها" انہوں نے ان آیات کا انکار کیا کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وما کانوا بآیتنا یظلمون" اس کا معنی ہے کہ وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ان معجزوں کا انکار کر کے اور وہ عذاب جلدی طلب کرتے ہیں۔ "ما نرسل بالآیات" عبرت کے لیے اور خوف دلانے کے لیے بھیجتے ہیں۔ "الاّ تخویفًا" بندوں کے ڈرانے کے لیے تاکہ وہ اس پر ایمان لے آئیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جیسے چاہتا ہے ڈراتا ہے اپنی نشانیوں میں سے تاکہ وہ اس کی طرف لوٹے۔

60 "واذ قلنا لک انّ ربّکَ احاط بالناس" وہ ہمارے قبضہ میں ہیں ہم سے بھاگ کر نکلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ وہ تمہاری محافظ ہے اور تمہارے آنے والے دشمنوں کو تم سے روک دے گی۔ لہٰذا تبلیغ کے کام میں کسی کی پرواہ کیے بغیر اپنے کام کو انجام دیجئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "واللّٰه یعصمک من النّاس"...... "وما جعلنا الرؤیا التی ارینٰک الاّ فتنة للنّاس" اکثر مفسرین رحمہم اللہ کے نزدیک اس آیت سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات عجائبات اور آیات نہیں دیکھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ رؤیا سے مراد رؤیت یعنی آنکھوں سے دیکھنا۔ سعید بن جبیر، حسن بصری، مسروق، قتادہ، مجاہد، عکرمہ ابن جریج اور اکثر علماء کا قول بھی یہی ہے۔ عرب کا قول ہے "رأیت بعینی رؤیةً ورؤیًا" میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کے سامنے اس کا ذکر کیا تو بعض نے اس کا انکار کر دیا اور بعض لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا یہی فتنة للناس ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مرتبہ معراج ہوئی، ایک بار آنکھوں سے دیکھنے کی اور ایک بار دل سے دیکھنے کی اور بعض حضرات کا قول ہے کہ رؤیا سے مراد وہ خواب ہے جو حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آپ اور آپ کے ساتھی مکہ میں داخل ہو گئے ہیں، آپ مقررہ میعاد سے پہلے مکہ کی طرف چل کھڑے ہوئے، جب مشرکوں نے حدیبیہ کے مقام پر آپ کو روک دیا تو آپ لوٹ آئے۔

پہلے تو آپ نے لوگوں سے بیان کیا تھا کہ ہم مکہ میں داخل ہو جائیں گے اور پھر اسی سال حدیبیہ سے واپس لوٹنا پڑا، اس سے لوگ فتنہ میں پڑ گئے اور بعض لوگوں میں شک پڑ گیا۔ پھر جب دوسرے سال مکہ میں داخل ہو گئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ "لقد صدق اللّٰه رسوله الرؤیا بالحق"...... "والشجرة الملعونة فی القرآن" اس سے زقوم (تھوہر) کا درخت مراد ہے۔ "شجرة ملعونة" کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔

شجرۃ ملعونۃ کی تفسیر

عرب کے ہاں ہر ناپسندیدہ کام کے لیے ملعون کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس کا کھانے والا ملعون ہے۔ شجرہ منسوب ہے رؤیا پر عطف ہونے کی وجہ سے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس خواب کو جو ہم نے آپ کو دکھلایا اور شجرہ ملعونہ ان

دونوں کو لوگوں کی آزمائش کے لیے بنایا۔ خواب میں فتنہ کا ہونا تو پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں۔ شجرہ ملعونہ کا فتنہ ہونا دو وجوہ سے ہے۔ ابوجہل نے کہا کہ ابن ابی کبشہ تم کو ایسی آگ سے ڈراتے ہیں جو پتھروں کو بھی جلا دے گی لیکن خود ہی یہ کہتے ہیں کہ وہاں ایک درخت اُگے گا تم اُگ جانے ، تو نہ آگ درخت کو جلا دیتی ہے۔

۲۔ عبداللہ بن زبعری فرماتے ہیں کہ محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو زقوم سے ڈراتے ہیں اور ہم تو زقوم کا معنی مکھن اور چھوہارے ہی جانتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم کو دوسرا معنی معلوم نہیں۔ یہ سن کر ابوجہل نے اپنی لونڈی کو آواز دی "**یا جاریہ تعالی فزقمینا**" جاریہ ہمارے لیے زقوم لا باندی فوراً مکھن اور چھوہارے لے آئی۔ ابوجہل بولا لوگو! زقوم کھاؤ، محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو اسی سے ڈراتے ہیں، زقوم کا ذکر اللہ نے سورۃ صافات میں کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ شجرہ ملعونہ سے مراد وہ بیل ہے جو درخت کے ساتھ لپٹ جاتی ہے۔ گویا اس نے درخت کے گلے کو گھونٹ دیا اس سے درخت خشک ہو جاتا ہے۔ "**ونخوفھم فما یزیدھم**" اس سے مراد خوف دلانا ہے۔ "**الا طغیانًا کبیرًا**" طغیان، سرکشی اور تمرد میں زیادتی یہ بڑا گناہ ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَ اَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۡ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾

(ترجمہ) اور جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو سو ان سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (نہ کیا اور) کہا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جس کو آپ نے مٹی سے بنایا ہے کہنے لگا کہ اس شخص کو جو آپ نے مجھ پر فوقیت دی ہے تو بھلا بتایئے تو خیر اگر آپ نے مجھ کو قیامت کے زمانہ تک مہلت دے دی تو میں (بھی) بجز قدرے قلیل لوگوں کے اس کی تمام اولاد کو اپنے بس میں کر لوں گا ارشاد ہوا جا جو شخص ان میں سے تیرے ساتھ ہو لے گا سو تم سب کی سزا جہنم ہے۔ سزا پوری۔

(تفسیر) ⑥۱ "**واذ قلنا ...... تا ...... خلقت طینًا**" اس کو مٹی سے بنایا اور میں اس کو دیکھ چکا ہوں۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو بھیجا تا کہ وہ زمین کی مٹی سے ایک مٹھی لے آئے جو شیریں بھی اور نمکین بھی۔ اس سے حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا۔ پس جس کو میٹھی خاک سے بنایا وہ تو خوش نصیب ہو گیا، خواہ اس کے ماں باپ کافر ہوں اور جس کی تخلیق نمکین خاک سے بنی وہ بد بخت ہوا، خواہ وہ انبیاء زادہ ہی کیوں نہ ہو۔

⑥۲ "**قال**" ابلیس نے کہا "**ارأیتک**" کہ میں خبر دیتا ہوں کاف مخاطب کی تاکید کے لیے ہے۔ "**ھذا الذی کرّمت علیّ**" اس کو مجھ پر فضیلت بخشی۔ "**لئن اخرتنی**" مجھے مہلت دے دے۔ "**الی یوم القیامۃ لاحتنکن ذریتہ**" ان کو گمراہی کی طرف کھینچ لوں گا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "**احتنک الجراد الزرع**" جب ٹڈی سارے کھیت کو کھا جائے اور بعض نے کہا کہ عرب کا قول ہے "**حنک الدابۃ یحنک**" گھوڑے کا نچلا جبڑا، رسی سے باندھ دیا تا کہ جس

طرف چاہے مالک کھینچ کر لے جائے۔ بعض نے کہا کہ ان کو اغوا کر کے ان کی بیخ کنی کروں گا۔ ''الا قلیلاً'' مگر وہ لوگ جن کو اللہ نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ ''ان عبادی لیس لک علیھم سلطان''

⑥③ ''قال'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اذھب فمن تبعک منھم فانّ جھنم جزاء کم'' تمہارا بدلہ اور تمہاری اتباع کرنے والوں کا یہی بدلہ ہوگا۔ ''جزاء موفوراً'' مکمل بدلہ۔ جیسے کہا جاتا ہے ''وفرته أوفره وفرًا''

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ⑥④

ترجمہ: اور ان میں سے جس پر جس پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ پکار سے اس کا قدم اکھاڑ دینا اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لانا اور ان کے مال اور اولاد میں اپنا ساجھا کر لینا اور ان سے وعدہ کرنا اور شیطان ان لوگوں سے بالکل جھوٹے وعدے کرتا ہے۔

تفسیر ⑥④ ''واستفزز'' ان میں سے جس پر تیرا قابو چلے اور جس پر کوشش کر کے ورغلا سکے۔ ''من استطعت منھم'' آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ''بصوتک'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک صوت سے مراد گناہ ہے جو بھی اللہ کی نافرمانی کی دعوت دے وہ ابلیس کی جماعت میں شامل ہے۔ ازہری کا بیان ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کو اپنی طرف بلانا اور اکھاڑ کر اپنی جانب مائل کر لینا۔ مجاہد کا بیان ہے کہ اس سے مراد ہے گانا بجانا۔ ''واجلب علیھم بخیلک ورجلک'' اپنے لشکر کو اغوا اور مکر کے تمام ذرائع کو جمع کر لیا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے ''اجلبوا وجلبوا اذا اصاحوا ۔لرزا چیخا''

مقاتل کا بیان ہے کہ اس کے لیے مدد طلب کی، اپنے لشکر کے ساتھ۔ بعض اہل تفسیر کا قول ہے کہ گناہوں کے راستہ پر چلنے والا ابلیس کا لشکری ہے۔ سوار ہو کر چلے یا پیادہ چلے۔ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے کہ جنات اور انسانوں میں سے کچھ اشخاص ابلیس کے سوار بھی ہیں اور پیادے بھی ہیں جو بھی معصیت کے راستے میں لڑے وہ ابلیس کا لشکری ہے۔ ''والرجل والراجلة والرجالة'' ان سب کا معنی ایک ہی ہے راجل رجل مثل تاجر تجر کے ہے راکب رکب کے معنی میں ہے۔ حفص نے ''ورجلک'' جیم کے کسرہ کے ساتھ۔ اس میں دونوں لغات ہیں۔ ''وشارکھم فی الاموال والاولاد'' شرکت فی الاموال سے مراد یہ ہے کہ حرام کمائی کرنے اور ان کو جمع کر کے رکھنے پر لوگوں کو آمادہ کرنا اور حرام مال خرچ کرنا۔

عطاء کا قول ہے کہ اس سے مراد سود کا لین دین ہے۔ قتادہ کا بیان ہے کہ اس سے مراد وہ جانور بحیرہ سائبہ وصیلہ حام جو مشرکین نے حرام کر رکھے تھے۔ ضحاک کا قول ہے کہ وہ جانور ہیں جو اپنے بتوں کے نام ذبح کرتے تھے۔ شرکت فی الاولاد سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک زندہ دفن کی ہوئی لڑکیاں ہیں۔ مجاہد اور ضحاک کا قول ہے کہ اس سے مراد اولاد زنا ہے۔ حسن اور قتادہ نے کہا ہے کہ اولاد کو یہودی اور نصرانی اور مجوسی بنانا مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا دوسرا قول یہ

ہے کہ اولاد کا ناجائز نام رکھنا مراد ہے۔ جیسے عبدالحارث، عبدالشمس، عبدالعزیٰ، عبدالدار وغیرہ۔

جعفر بن محمد سے روایت ہے کہ جب انسان بیوی سے قربت کا ارادہ کرتا ہے تو شیطان اس کے ذکر پر بیٹھ جاتا ہے۔ اب اگر وہ شخص بسم اللہ کے بغیر کام شروع کر دیتا ہے تو اس کے ساتھ شیطان بھی جماع میں مشغول ہو جاتا ہے اور انسان کی طرح عورت کی اندام نہانی میں شیطان بھی انزال کرتا ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ اس سے مراد مغربین ہیں۔ دریافت کیا گیا مغرب لوگ کون ہیں؟ فرمایا جن میں شیطان ہوتے ہیں۔ روایت کیا گیا کہ ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میری بیوی بھاگی اس کی شرم گاہ میں آگ کا شعلہ تھا، فرمایا یہ جن کے وطی کرنے کا ہے۔

بعض آثار میں نقل کیا گیا ہے کہ ابلیس کو جب جنت سے نکال کر زمین پر بھیج دیا گیا تو ابلیس نے عرض کیا اے میرے رب آدم کی وجہ سے تو نے مجھے جنت سے نکال دیا، اب مجھے اس پر اور اس کی اولاد پر قابو عطا فرما دے۔ اللہ نے فرمایا تجھے قابو دے دیا، فرمایا ابلیس نے کہا مجھے تیرے بغیر تو اس کی طاقت نہیں، اللہ نے فرمایا "**استفزز من استطعت منهم بصوتک**" آدم علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے رب! تو نے ابلیس کو مجھ پر اور میری نسل پر مسلط کیا ہے اور تیرے بغیر میں اس سے محفوظ رہنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اللہ نے فرمایا، تیری جو بھی اولاد ہوگی میں اس کی حفاظت کے لیے محافظ مقرر کر دوں گا۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں اس کلام کی مزید تفصیل چاہتا ہوں۔ اللہ نے فرمایا ہر نیکی کا بدلہ دس گنا دیا جائے گا۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا اور کیا ہے اللہ نے فرمایا جب تک روح جسم میں رہے گی توبہ کی قبولیت سامنے رہے گی۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا اور کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "**یا عبادی الذین أسرفوا علٰی انفسهم**"

شیطانی کلام

بعض روایات میں آتا ہے کہ ابلیس نے عرض کیا اے رب تو نے انبیاء علیہم السلام بھیجے اور کتابیں نازل کیں، میرے پڑھنے کے لیے کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا شعر، ابلیس نے کہا کہ میری تحریر کیا ہوگی؟ فرمایا جسم کا گودنا۔ ابلیس نے کہا میرے پیغامبر کون ہیں؟ فرمایا کاہن اور عرض کیا میرے رہنے کا مقام کون سا ہے؟ فرمایا حمام۔ عرض کیا میرے بیٹھنے کا مقام کہاں ہے؟ فرمایا بازاروں میں۔ عرض کیا میرا کھانا کیا ہے؟ فرمایا وہ چیز جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ عرض کیا میرے پینے کی کیا چیز ہے؟ فرمایا ہر نشہ آور چیز، عرض کیا میرا جال کون سا ہے؟ فرمایا عورتیں۔ عرض کیا میرا سامان کیا ہے؟ فرمایا باجے۔

"**وعدهم**" ان میں سے جو تمہاری پیروی کریں ان کو اپنے لیے پسند کرلے۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم ان کو کہو ان کے لیے جنت ہے اور نہ آگ ہے اور نہ دوبارہ اُٹھایا جانا ہے۔ "**وما یعدهم الشیطان الا غرورًا**" غرور کہتے ہیں باطل کو اس طرح مزین کر دینا کہ اس کو حق سمجھا جانے لگے۔ یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا کیسے حکم دیا گیا حالانکہ "**انّ اللّٰہ لا یامر بالفحشاء**" اس کا یہ جواب دیا گیا کہ یہ بطور تہدید کے فرمایا۔ جیسا کہ اس آیت میں ارشاد فرمایا: "**اعملوا ماشئتم**"

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا ﴿۶۵﴾ رَبُّکُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَکُمُ الْفُلْکَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰکُمْ اِلَی الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَکَانَ الْاِنْسَانُ کَفُوْرًا ﴿۶۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَکُمْ وَکِیْلًا ﴿۶۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَکُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰی فَیُرْسِلَ عَلَیْکُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِقَکُمْ بِمَا کَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَکُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ﴿۶۹﴾

ترجمہ میرے خاص بندوں پر تیرا ذرا قابو نہ چلے گا اور آپ کا رب کافی کارساز ہے تمہارا رب ایسا (منعم) ہے کہ تمہارے لئے کشتی کو دریا میں لے چلتا ہے تا کہ تم اس کے رزق کو تلاش کرو بیشک وہ تمہارے حال پر بہت مہربان ہے اور جب تم کو دریا میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بجز خدا کے اور جنتوں کی عبادت کرتے تھے سب غائب ہو جاتے ہیں پھر جب تم کو خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو تم پھر پھر جاتے ہو اور (واقعی) انسان ہے بڑا ناشکرا تو کیا تم اس بات سے بے فکر ہو بیٹھے کہ تم کو خشکی کی جانب لا کر زمین میں دھنسا دے یا تم پر کوئی ایسی تند ہوا بھیج دے جو کنکر پتھر برسانے لگے پھر تم کسی کو اپنا کارساز نہ پاؤ یا تم اس سے بے فکر ہو گئے کہ خدا تعالیٰ پھر تم کو دریا ہی میں دوبارہ لے جاوے پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج دے پھر تم کو تمہارے کفر کے سبب غرق کر دے پھر اس بات پر کوئی ہمارا پیچھا کرنے والا تم کو نہ ملے۔

تفسیر ﴿۶۵﴾ "**انّ عبادی لیس لک علیهم سلطان و کفٰی بربک وکیلاً**" وہی تمام اُمور کا محافظ ہے۔ اس شخص کے لیے جو اپنے تمام اُمور اسی کے سپرد کر دیتا ہے۔

﴿۶۶﴾ "**ربکم الذی یزجی لکم الفلک**" جو کھینچتا ہے اور چلاتا ہے کشتی کو۔ "**فی البحر لتبتغوا من فضله**" تا کہ وہ اس کے رزق سے تلاش کریں۔ "**انه کان بکم رحیمًا**"

﴿۶۷﴾ "**واذا مسّکم الضر**" جب ڈوبنے کا سخت خوف و اندیشہ ہو۔ "**فی البحر ضَلَّ**" سمندروں کی موجوں میں چڑھتے ہوئے تو اس وقت یہ بت باطل اور تمہاری نظروں سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ "**من تدعون**" جن معبودوں کو تم پکارتے تھے۔ "**الا ایّاہ**" ان بتوں کو چھوڑ کر اللہ کو پکارتے ہو۔ اس کے علاوہ تم کسی کو مددگار نہیں پاتے۔ "**فلما نجاکم**" وہ تمہاری پکار سنتا ہے اور تمہیں سمندر کے ھول سے نجات دیتا ہے اور تمہیں اس سے نکالتا ہے۔ "**الی البرأعرضتم**" تم ایمان سے اعراض کرتے ہو اور اخلاص و طاعت سے منہ موڑنے لگتے ہو اور اس کی اس نعمت کا انکار کرتے ہو۔ "**وکان الانسان کفورًا**"

﴿۶۸﴾ "**افامنتم**" اس کے بعد "**ان یخسف بکم**" تمہیں اس میں غرق کر دیتا۔ "**جانب البر**" سمندر کے کنارے پر۔ "**او**

یرسل علیکم حاصبًا" تم پر ایسے پتھر برساتے جس طرح قوم لوط پر پتھر برسائے۔ابو عبیدہ اور قتیبی رحمہما اللہ کا قول ہے حاصب وہ ہوا ہے جو اپنے ساتھ سنگریزے بھی اُڑائے۔ "ثم لاتجدوا لکم وکیلا" قتادہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے روک دینے والا۔

69 "ام أمنتم ان یعیدکم فیه" کیا وہ تمہیں دوبارہ دریا میں نہیں لوٹائے گا۔ "تارۃ" کبھی کبھار "اخریٰ فیرسل علیکم قاصفًا من الریح" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ عاصف تیز آندھی طوفان کو کہتے ہیں۔ابو عبیدہ کا قول ہے کہ قصف کا معنی ہے کوٹنا توڑ دینا۔قاصف وہ ہوا جو اپنی قوت سے ہر چیز کو توڑ پھوڑ ڈالے۔قتیبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ وہ ہوا جو درختوں کو توڑ ڈالے۔

"فیغرقکم بما کفرتم ثم لاتجدوا لکم علینا به تبیعًا" مددگار یا انتقام کا طلب گار۔تبیع بمعنی تابع کے ہے وہ تابع جو انتقام لینے کا منتظر ہو۔بعض نے کہا کہ جو تابع ہونے سے منکر ہو جائے۔ابن کثیر، ابو عمرو نے (نخسف، نرسل، نعیدکم، فنرسل، فنغرقکم) نون کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ابو جعفر اور یعقوب نے "فتغرقکم" تاء کے ساتھ پڑھا ہے اس سے مراد ریح ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا 70 يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا 71

ترجمہ: اور ہم نے آدمؑ کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی جس روز ہم تمام آدمیوں کو ان کے نامہ اعمال سمیت بلاویں گے پھر جس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو ایسے لوگ اپنا نامہ اعمال پڑھیں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جاوے گا۔

تفسیر: 70 "ولقد کرمنا بنی آدم" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ انگلیوں سے کھانا بھی عزت بخشی ہے اور انسان کے علاوہ جو چیزیں ہیں وہ زمین سے اپنے منہ کے ذریعہ سے کھاتے ہیں۔ان سے روایت ہے کہ ان کے نزدیک اس سے مراد عقل ہے۔

ولقد کرمنا بنی آدم کی مختلف تفاسیر

ضحاک نے کہا کہ اس سے مراد گویائی ہے۔عطاء کا قول ہے کہ قد کا اعتدال، مزاج میں اعتدال اور دواب وہ ہیں جن پر سوار ہوتے ہیں۔بعض نے کہا کہ اس عزت سے مراد حسن صورت ہے اور بعض نے کہا کہ مردوں کو عزت بخشی، داڑھی کے بالوں کے ساتھ اور عورتوں کو زلفوں کے ساتھ۔بعض نے کہا کہ "کرمنا" سے مراد تمام اشیاء ہیں جو انسانوں کے لیے مسخر کر دیئے ہیں اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد خیر اُمت ہے جس کو "اخرجت للناس" لوگوں کی بھلائی اور تبلیغ کے لیے حکم دیا

گیا۔ "وحملناھم فی البر والبحر" خشکی میں سوار ہونے کے لیے چوپائے عطا کئے اور سمندر میں کشتیاں بنائیں۔ "ورزقناھم من الطیبات" کھانے پینے کی لذیذ اشیاء اور مقاتل کا بیان ہے کہ اس سے مراد مکھن، پنیر، چھوہارے اور میٹھی اشیاء۔ ان اشیاء کے علاوہ دوسری چیزوں کا رزق جو اس سے کوئی مخفی نہیں۔

انسان اگر نیک ہے تو فرشتوں سے بھی افضل ہے

"وفضلناھم علٰی کثیر ممن خلقنا تفضیلاً" ظاہر آیت یہی ہے کہ ان کو فضیلت دی ہے۔ بعض اشیاء میں نہ کہ تمام چیزوں میں اور بعض نے کہا کہ ان کو تمام مخلوق پر فضیلت دی مگر ملائکہ پر ان کو فضیلت نہیں دی۔ کلبی نے کہا کہ سوائے چند فرشتوں کے باقی فرشتوں سے بھی انسان کو برتری حاصل ہے۔ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل علیہم السلام اور ملک الموت کے علاوہ سب پر انسان کو فضیلت دی گئی ہے۔ انسان فرشتوں سے افضل ہیں یا فرشتے انسان سے افضل ہیں اس کے متعلق آئمہ کا اختلاف ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انسان تمام مخلوقات سے افضل ہے یہاں تک کہ تمام ملائکہ سے بھی افضل ہے اور بعض اکثر کو کل کا قائم مقام قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "ھل انبئکم علٰی من تنزل الشیاطین" سے لے کر "واکثرھم کاذبون" اس سے مراد تمام کے تمام ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اور ان کی ذریت کو پیدا کر دیا تو فرشتوں نے عرض کیا، اے رب تو نے ان کو پیدا کر دیا، وہ کھائیں گے، پئیں گے، عورتوں سے قربت کریں گے اور سواریوں پر سوار ہوں گے۔ پس ان کے لیے تو دُنیا کر دے اور ہمارے لیے آخرت خاص کر دے۔ اللہ نے فرمایا جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور اس کے اندر اپنی روح کا کچھ حصہ پھونکا، اس کو میں اس مخلوق کی طرح نہیں کروں گا جس کو پیدا کرنے کے لیے میں نے کن کہا اور وہ ہو گئی۔ بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے عوام المؤمنین افضل ہے عوام الملائکہ سے اور خواص المؤمنین افضل ہیں خواص الملائکہ سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ان الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریۃ" بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ سب مخلوق سے بہتر ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مؤمن اللہ کے نزدیک ان ملائکہ سے بھی جو اس کے پاس ہیں، زیادہ عزت والا ہے۔

⑦ "یوم ندعوا کل اناس بامامھم" مجاہد اور قتادہ کا بیان ہے کہ امام سے مراد ہے ہر اُمت کا نبی۔ ابو صالح اور ضحاک کا قول ہے کہ وہ کتاب الٰہی مراد ہے جو ہر اُمت کو دی گئی تھی۔ حسن اور ابو العالیہ کا قول ہے کہ امام سے مراد ہیں وہ اعمال جو زندگی میں انسان پہلے ہی بھیج دیتا ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ امام سے مراد ہے اعمال نامہ، کتاب کو امام کہا جاتا ہے۔ اس آیت کے سیاق کلام سے معلوم ہو رہا ہے۔ "فمن اوتی کتابہ بیمینہ" اور کتاب کو امام کہا گیا۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے۔ "وکل شیءٍ احصیناہ فی امام مبین" سعید بن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ امام سے مراد ہر قوم کا وہ امام وقت جو اپنی قوم کو گمراہ کرتا یا

ہدایت کی طرف بلاتا تھا۔ اللہ نے ان دونوں کے متعلق ارشادفرمایا"وجعلناهم آئمةً يهدون بامرنا" یعنی آئمہ ھدی اور دوسری جگہ ارشادفرمایا"وجعلناهم آئمة يدعون الى النار" بعض نے کہا کہ ان کے معبود کی وجہ سے۔

سعید بن المسیب کا قول ہے کہ ہر قوم اپنے سردار کے پاس جمع ہوگی خیر کا سردار ہو یا شر کا سردار۔ محمد بن کعب کا قول ہے "بامامهم" امام جمع ہے اُم کی جیسے خفاف جمع ہے خف کی۔ یعنی ماؤں کے نام کے ساتھ لوگوں کو پکارا جائے گا۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اکرام اور اعزاز اور حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی عظمت کا اظہار مقصود ہے اور اس میں یہ مصلحت بھی ہے کہ اولا دزنا رسوانہ ہونے پائے۔"فمن اوتى كتابه بيمينه فاولئک يقرء ون كتابهم ولا يظلمون فتيلا" فتیل وہ باریک سوتا جو کھجور کی گٹھلی کے شگاف میں ہوتا ہے۔

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ. وَاِذًا لَّا تَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَا اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَ ذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾

(ترجمہ) اور جو شخص دنیا میں اندھا رہے گا سو وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور زیادہ راہ گم کردہ ہوگا اور یہ (کافر) لوگ آپ کو اس چیز سے بچلانے ہی لگے تھے جو ہم نے آپ پر وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے تا کہ آپ اس کے سوا ہماری طرف غلط بات کی نسبت نہ کر دیں اور ایسی حالت میں آپ کو گاڑھا دوست بنا لیتے اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو آپ ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے (اور) اگر ایسا ہوتا تو ہم آپ کو حالت حیات میں اور بعد موت کے دوہرا عذاب چکھاتے پھر آپ ہمارے مقابلے میں کوئی مددگار بھی نہ پاتے اور یہ لوگ اس سرزمین سے آپ کے قدم بھی اکھاڑنے لگے تھے تا کہ آپ کو اس سے نکال دیں اور اگر ایسا ہو جاتا تو آپ کے بعد یہ بھی بہت کم ٹھہرنے پاتے۔

(تفسیر) ﴿۷۲﴾ "ومن كان فى هذه اعمى" اس اشارے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ هذه سے مراد اللہ کی وہ نعمتیں جن کا اظہار اللہ نے "ربكم الذى يزجى لم الفلک سے تفصيلا" تک ذکر کیا ہے۔ یعنی اللہ کی ان کھلی ہوئی نعمتوں کو دیکھتے ہوئے جو شخص نابینا رہا وہ آخرت کے مقابلے میں تو بہت ہی زیادہ اندھا ہوگا کیونکہ آخرت کو تو اس نے دیکھا ہی نہیں۔ "فهو فى الاخرة اعمى واضل سبيلا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے اور دوسرے حضرات کا قول ہے کہ یہ راجع ہے دُنیا کی طرف راجع ہے۔ یعنی جو شخص اس دُنیا میں دلائل توحید اور حق کو دیکھنے سے اور اللہ تعالیٰ کی آیات اور معجزات انبیاء کو دیکھنے سے نابینا ہے تو وہ آخرت کے معاملے میں اس سے زیادہ نابینا ہوگا۔ بعض نے کہا

کہ اس اعتبار سے جو شخص دُنیا میں نابینا رہا وہ آخرت میں بھی عذر پیش کرنے سے نابینا رہے گا۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو شخص اس دُنیا میں گمراہ اور کافر رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا اور گمراہ رہے گا کیونکہ دُنیا میں تو اللہ توبہ قبول کر لیتا ہے، آخرت میں توبہ قبول نہیں کرتا۔ بعض قراء ان دونوں الفاظ پر امالہ کرتے ہیں اور بعض قراء ان دونوں الفاظ پر فتحہ دیتے ہیں۔ ابوعمرو پہلے حرف کو کسرہ اور دوسرے کے فتحہ کے قائل ہیں۔ یعنی وہ آخرت میں دُنیا کی بنسبت زیادہ اندھا ہوگا۔

آیت وان کادوا لیفتنونک کے مختلف شان نزول

⑬ "وان کادوا لیفتنونک عن الذی أوحینا الیک" اس کے سبب نزول میں آئمہ مفسرین کا اختلاف ہے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کو چومتے تھے۔ اس پر مشرکین نے کہا کہ ہم آپ کو سنگ اسود کو چومنے نہ دیں گے تاوقتیکہ آپ ہمارے معبودوں کی طرف نہ جھکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال کیا اگر میں ایسا کرلوں تو کیا حرج ہے جب کہ اللہ واقف ہے کہ میں دل سے اس کے خلاف ہوں۔

بعض نے کہا کہ مشرکین نے ان کو طلب کیا کہ وہ ان کے بتوں کو چھوئیں یہاں تک کہ وہ بھی اسلام لے آئیں اور ہم آپ کی پیروی کرلیں گے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ قبیلہ ثقیف کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، ہم آپ کے ہاتھ پر تین شرائط کی بناء پر بیعت کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کیا شرطیں ہیں، وفد والوں نے کہا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم نماز کے اندر نہیں جھکیں گے اور اپنے بتوں کو اپنے ہاتھوں سے نہیں توڑیں گے۔ تیسرا یہ کہ ہم بت لات سے ایک سال تک تمتع حاصل کرتے رہیں گے۔ البتہ اس کی پوجا نہیں کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دین کے اندر رکوع و سجود نہ ہو اس میں کوئی خیر نہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ تم اپنے ہاتھوں سے بتوں کو نہیں توڑو گے تو اس کا اختیار تم کو ہے باقی لات وعزیٰ سے فائدہ اُٹھانے کے لیے اجازت نہیں دے سکتا۔ کہنے لگے یارسول اللہ! ہماری خواہش ہے کہ عرب یہ کہ کچھ خصوصی چیز آپ نے ہم کو عطا فرمادی جو دوسروں کو عطا نہیں فرمائی۔ اب اگر آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ لوگ کہیں گے آپ نے ثقیف والوں کو وہ خاص اجازت دے دی جو دوسروں کو نہیں دی تو آپ جواب میں فرمادیں گے کہ اللہ نے یہی حکم دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر خاموش ہوگئے۔ ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت کو رضامندی سمجھ لیا اور خیال کرلیا کہ آپ ایسا کردیں گے۔ اس پر آیت "کادوا لیفتنونک" نازل ہوئی۔ یعنی ان کو ہم آپ سے پھیر دیں گے۔ "عن الذین اوحینا الیک لتفتری" تاکہ آپ کی طرف کوئی من گھڑت بات منسوب کردیں۔ "علینا غیرہ واذًا" اگر وہ ایسا کر گزرتے۔ "لاتخذوک خلیلاً" تو ہم ان کو اپنا رفیق اور ساتھی بنالیتے۔

⑭ "ولولا أن ثبتناک" اگر ہم آپ کو حق پر ثابت قدم نہ رکھتے۔ "لقد کدت ترکن" تحقیق آپ اس طرف مائل ہو

جاتے۔ "الیهم شیئًا قلیلاً" اگر آپ کی فطرت سلیم اگر گناہ کی طرف مائل ہوتی تو بہت ہی کم میلان ہوتا۔ اس پر سوال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں پھر ان سے گناہ کا صدور کیسے ہوسکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں گناہ کا آنا ہے، عزم کرنا مراد نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ حدیث النفس کو معاف کرتا ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کے بعد یہ دُعا فرمایا کرتے تھے "اللّٰھمّ لاتکلنی الی نفسی طرفة عین" صحیح جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنادیا ہوتا تو آپ ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثابت قدمی عطا فرمائی اور آپ ان کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح ہے "وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَا تَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا" اللہ تعالیٰ نے آپ پر فضل کیا اور آپ نے اس کی پیروی نہیں کی۔

75 "اذًا لاذقناک ضعف الحیوۃ وضعف المماۃ" اگر آپ اس طرح کر لیتے اور ان کی طرف مائل ہو جاتے تو دُنیا و آخرت میں ہم دوسروں سے دُگنے عذاب کا مزہ آپ کو چکھاتے۔ مطلب یہ ہے کہ اس فعل کے مجرموں کو جتنا عذاب ہوگا اس سے دُگنا عذاب آپ پر ہوتا کیونکہ بڑے رُتبے والے کی تھوڑی سی فروگذاشت بھی بڑی ہوتی ہے۔ "ثم لاتجد لک علینا نصیرًا" ہم تمہارے مددگار ہیں تمہیں عذاب سے بچائیں گے۔

76 "وان کادوا لیستفزونک من الارض لیخرجوک منها"

وان کادوالیستفزونک کی تفسیر میں ائمہ کے مختلف اقوال

اس آیت کی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ آیت مدنی ہے۔ کلبی کا قول ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو وہاں کے یہود نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کو ناپسند کیا، ان سے حسد کرنے کی وجہ سے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ اے ابو القاسم! آپ جانتے ہیں کہ یہ سرزمین انبیاء کی نہیں ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کی سرزمین شام میں ہے اور وہ ارض مقدسہ ہے اور وہی زمین حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی رہنے کی جگہ ہے۔ اگر آپ ان کی طرح نبی ہیں تو پھر شام چلے جائیے۔ آپ جو شام کی سکونت پسند نہیں کرتے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ کو رومیوں سے ڈر لگتا ہے لیکن اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ رومیوں سے آپ کی ضرور حفاظت کرے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے نکل کر تین میل کے فاصلے پر اور بقول بعض ذی الحلیفہ میں لشکر گاہ قائم کی تاکہ آپ کے صحابی وہاں جمع ہو جائیں تاکہ اس کی طرف سب روانہ ہو جائیں۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی "والارض" اس سے مراد مدینہ کی سرزمین ہے۔ مجاہد اور قتادہ کا بیان ہے کہ زمین سے مراد مکہ کی سرزمین ہے۔ آیت مکی ہے۔ مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکال دینے کا ارادہ کر لیا تھا مگر اللہ نے اپنی قدرت سے ان کو روک لیا تھا، آخر کار خود ہی ہجرت کا حکم نازل فرما دیا اور آپ نے مدینہ کو ہجرت کر لی۔ یہی اس آیت کی تفسیر کے زیادہ لائق ہے کیونکہ اس سے ماقبل بھی اہل مکہ کی خبر کا

ذکر ہے اور سورۃ بھی مکی ہے اور بعض کا قول ہے کہ عرب کے تمام کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کی سرزمین سے نکالنا چاہتے تھے مگر اللہ نے ان کو ناکام کر دیا اور اپنے رسول کو محفوظ رکھا۔

"**واذًا لا يلبثون خلافک**" اس کے بعد وہ آپ کے پیچھے تھوڑی مدت ٹھہرتے۔ ابن عامر، حمزہ، کسائی، حفص اور یعقوب نے "**خلافک**" اس آیت کے اعتبار سے ذکر کیا۔ "**فرح المخلفون بمقعدهم خلاف رسول الله**" ان دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ "**الاّ قليلاً**" اگر یہ آپ کو مکہ (یا مدینہ) سے نکال دیتے تو پھر آپ کے بعد یہ زیادہ دیر نہ ٹھہر سکتے بلکہ ان کو ہلاک کر دیا جاتا۔ پہلے قول کے مطابق ان کو حیات دی گئی اور دوسرے قول کے مطابق کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کی طرف نکالا تو بدر کے مقام پر ان کا بدلہ لیا گیا۔

سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ⑰ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ⑱ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّکَ ۚ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ⑲

ترجمہ: جیسا ان صاحبوں کے باب میں (ہمارا) قاعدہ رہا ہے جن کو آپ سے پہلے ہم نے رسول بنا کر بھیجا تھا اور آپ ہمارے (اس) قاعدے میں تغیر نہ پاویں گے آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک نمازیں ادا کیا کیجئے اور صبح کی نماز بھی بیشک صبح کی نماز (فرشتوں کے) حاضر ہونے کا وقت ہے اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی سو اس میں تہجد پڑھا کیجئے جو کہ آپ لئے زائد چیز ہے امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔

تفسیر: ⑰ "**سنة من قد ارسلنا قبلک من رسلنا**" ہمارا یہ طریقہ چلا آ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جب اُمتیں ان کو جھٹلاتی ہیں اور ان پر اس وقت تک عذاب نہیں آتا جب تک ان کے اندر نبی موجود ہوتا ہے اور جب نبی ان کے درمیان سے نکل جاتا ہے تو پھر ہم ان کو عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔ "**ولا تجد لسنتنا تحويلاً**" ہم اس کو تبدیل کر دیتے ہیں۔

أقم الصلوۃ لدلوک الشمس کی تفسیر میں ائمہ کے اقوال

⑱ "**أقم الصلاة لدلوک الشمس**" دلوک کی تفسیر میں آئمہ کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دلوک سے مراد غروب شمس ہے۔ یہی قول ابراہیم نخعی، مقاتل بن حیان اور ضحاک وسدی کا قول ہے۔ ابن عباس ابن عمر اور جابر رضی اللہ عنہم کا قول ہے اس سے زوال شمس مراد ہے۔ یہ قول عطاء، قتادہ، مجاہد، حسن اور اکثر تابعین کا قول ہے۔ اس لفظ کا معنی دونوں کا جمع کرنا کیونکہ دلوک کا اصل معنی ہے زائل ہونا اور سورج مائل ہوتا ہے کبھی زوال شمس ہوتا ہے اور کبھی غروب شمس ہوتا ہے۔ زوال پر اس کو محمول کرنا دونوں قولوں میں سے زیادہ راجح قول یہی ہے۔ اس لفظ کو معنی مذکور کی طرف محمول کرنے سے یہ آیت

مواقیت نماز کے بارے میں جامع ہوجائے گی۔ دلوک شمس ظہر وعصر کی نماز کو بھی شامل ہوجائے گا اور "غسق اللیل" مغرب وعشاء کو شامل ہوجائے گا۔ وقرآن الفجر فجر کی نماز کو شامل ہوجائے گا۔ "الی غسق اللیل" اس کے اندھیرے کو ظاہر ہونے کے وقت۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے رات کے ظاہر ہونے کے وقت۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد مغرب کی نماز کا وقت ہے اور مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد غروب شمس ہے۔ "وقرآن الفجر" اس سے مراد فجر کی نماز ہے۔ فجر کو قرآن سے تعبیر اس لیے کیا کہ فجر کی نماز میں اور کوئی چیز جائز نہیں مگر صرف تلاوت۔ قرآن پر نصب دو وجہوں سے کی گئی۔ اس کا عطف نماز پر ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا قائم کیجئے فجر کے وقت قرآن کا پڑھنا۔ فراء اور اہل بصرہ کا قول ہے کہ اغراء کی بناء پر منصوب ہے۔ لازم پکڑو فجر کے وقت قرآن کا پڑھنا۔ "ان قرآن الفجر کان مشهودًا" رات کے اور دن کے فرشتے جمع ہونے کا وقت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جماعت کی نماز تنہا نماز پڑھنے سے پچیس گنا فضیلت رکھتی ہے اور نماز فجر میں رات کے ملائکہ اور دن کے ملائکہ جمع ہوتے ہیں۔ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر چاہو تو یہ پڑھو "انّ قرآن الفجر کان مشهودًا"

⑦⑨ "ومن اللیل فتهجد به" اپنی نیند کے بعد کچھ قیام کیجئے کیونکہ تہجد کا وقت رات سونے کے بعد ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سو گیا پھر وہ بیدار ہوگیا۔ اس آیت سے مراد قیام اللیل ہے۔ تہجد کی نماز ابتداءً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر بھی فرض تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "یا یها المزمل قم اللیل الا قلیلاً" پھر اس کے بعد تخفیف نازل ہوئی۔ پھر اس کا وجوب منسوخ ہوگیا۔ اُمت کے حق میں اور پانچ نمازیں فرض ہوگئیں اور استحباب باقی رہا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "فاقرء وا ما تیسر من القرآن" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں وجوب باقی رہا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین اشیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض ہیں اور تمہارے لیے سنت ہیں۔ وتر، مسواک اور رات کا قیام۔ (تہجد)

"نافلة لک" اور وہ تمہارے لیے زائد ہیں۔ اس سے مراد زائد فضیلت ہے۔ تمام فرائض پر کیونکہ آپ پر اللہ نے اس کو فرض کیا ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک تہجد کا وجوب منسوخ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی جس طرح اُمت کے حق میں منسوخ ہوگیا تھا۔ اب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نفل ہوگیا۔ یہ قول مجاہد اور قتادہ کا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے "نافلةً لک" ارشاد فرمایا اور یہ ارشاد نہیں فرمایا "علیک" آپ پر سوال یہ ہوگا کہ پھر اس میں تخصیص کی کیا وجہ ہے جس طرح آپ پر خاص تھا اسی طرح تمام مسلمانوں پر تہجد فرض تھی۔ تخصیص یہ تھی کہ بندوں کے نوافل ان کے گناہوں کا کفارہ بنتا تھا اور آپ کے نوافل آپ کے درجات کی بلندی کا سبب بنتا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے "ماتقدم من ذنبه وما تاخر" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نوافل گناہوں کا کفارہ جب نہیں بنتے تو رفع درجات کا ذریعہ بنتے ہیں۔

نوافل نماز کے متعلق احادیث

مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کا قیام کرتے تھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا کہ آپ اتنا تکلف کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے پچھلے اور اگلے تمام گناہ معاف کردیئے گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "افلا عبدًا شکورًا" کہ میں شکر کرنے والا بندہ کیوں نہ بنوں۔

زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو غور سے دیکھنا چاہتا تھا اس لیے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کی دہلیز پر تکیہ لگائے دیکھتا رہا۔ آپ اُٹھے اور دو ہلکی رکعتیں پڑھیں، پھر دو طویل رکعتیں پڑھیں، دو طویل رکعتیں، دو طویل رکعتیں پھر دو رکعتیں پڑھیں جو اس سے پہلے والی رکعتوں سے کم تھیں، پھر دو رکعتیں جو ان سے بھی چھوٹی تھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں جو ان سے بھی کم تھیں، اس کے بعد وتر پڑھے، یہ کل تیرہ رکعتیں ہوئیں۔

حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان کی نماز کے متعلق دریافت کیا۔ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں (رات کی نماز) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی چار رکعتوں کی خوبی اور طول کے حال کے کیا کہنے۔ پھر چار رکعتوں کی خوبی اور طول بھی ناقابل بیان ہے۔ پھر تین رکعتیں پڑھتے تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وتر پڑھنے سے پہلے آپ سو جاتے ہیں۔ فرمایا عائشہ! (رضی اللہ عنہا) میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد فجر تک رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے اور آخر میں ایک رکعت پڑھتے تھے اور دو سجدے کرتے تھے جس کی مقدار سر اُٹھانے سے پہلے اتنی ہوتی تھی کہ آدمی پچاس آیات پڑھ لے اور مؤذن اذان فجر کہہ کے جب خاموش ہو جاتا اور فجر نمودار ہو جاتی تو آپ اُٹھ کر دو خفیف رکعتیں پڑھتے، پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے، پھر مؤذن آ کر نماز کی اطلاع دیتا اور آپ نماز کے لیے باہر تشریف لے جاتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بھی ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں مشغول دیکھتے تو آسانی سے دیکھ سکتے تھے اور جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتے دیکھنا چاہتے تو آسانی سے دیکھ لیتے۔ راوی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے ماہ کے روزے رکھنے لگتے تو ہم کہنے لگتے کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی افطار نہیں کریں گے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم افطار کرنے لگتے تو ہم کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب کبھی روزہ نہیں رکھیں گے۔

"عسٰی ان یبعثک ربک مقامًا محمودًا" جب عسٰی کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے استعمال کیا جائے تو اس کا معنی واجب کا ہوگا کیونکہ وہ کسی بندے کو کوئی چیز دے کر اس کو ترک نہیں کر دیتا۔

مقام محمود سے کیا مراد ہے؟

مقام محمود سے مراد شفاعت کا مقام ہے جہاں اپنی اُمت کے لیے شفاعت فرمائیں گے۔"اولون و آخرون"تمام محامد فرمائیں گے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مؤذن کی آواز سنو تو تم بھی مؤذن کی طرح الفاظ کہو، پھر مجھ پر درُود بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درُود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجے گا۔ پھر وہ میرے لیے وسیلہ کی دُعا کرے کیونکہ وہ جنت میں ایک مقا ا کا نام ہے، بندوں کے لیے مناسب نہیں کسی ایک کے لیے ہے اور میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ میں ہی ہوں جو شخص میرے لیے وسیلہ کی دُعا کرے گا اس کے لیے شفاعت ہوگی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اذان کی آواز سننے کے بعد ارشاد فرمایا"اللّٰھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ آت محمدن الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقامًا محمودًا الذی وعدتہ"اس کے لیے شفاعت واجب ہو جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے لیے اس کی دُعاء قبول کی جاتی ہے اور مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ میں اپنی اُمت کے لیے شفاعت کی دُعا کروں اور وہ تمہیں پہنچنے والی ہے اگر اللہ چاہے جو شرک پر نہ مرا ہو۔

شفاعتِ کبریٰ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے صحیحین میں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن مسلمانوں کو روک دیا جائے گا جس کی وجہ سے ان کو فکر ہوگی اور وہ کہیں گے کاش! ہم کسی سے اپنے رب کے دربار میں سفارش کرا سکتے اور اللہ اس مقام سے ہم کو بچا دیتا۔ چنانچہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر کہیں گے، آپ سب لوگوں کے باپ ہیں، اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور اپنی جنت میں آپ کو جگہ دی اور فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا اور تمام چیزوں کے نام آپ کو سکھا دیئے، آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کر دیجئے کہ وہ اس جگہ سے ہم کو رہائی عطا فرما دے۔ آدم علیہ السلام فرمائیں گے میں تمہارے لیے اس مقام پر نہیں ہوں، آپ کو درخت ممنوعہ کا پھل کھانے کا اپنا قصور یاد ہوگا۔ فرمائیں گے تم لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ (طوفان کے بعد) وہ پہلے پیغمبر تھے جن کو اللہ نے زمین والوں کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا تھا۔ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔

حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے میں اس مقام پر نہیں ہوں، آپ کو اپنا وہ قصور یاد ہوگا کہ نادانی میں (اپنے بیٹے کے لیے) نجات کی درخواست کی۔ پھر آپ فرمائیں گے تم لوگ ابراہیم خلیل الرحمٰن کے پاس جاؤ، لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، آپ فرمائیں گے میں اس مقام پر نہیں ہوں آپ کو اپنے وہ تین جھوٹ یاد ہوں گے جو آپ کی زبان سے

نکلے تھے (شاہ مصر کے سامنے، حضرت سارہ کو اپنی بہن قرار دینا اور قوم کے ساتھ میلے میں شرکت نہ کرنے کے لیے اپنے کو بیمار کہنا اور بتوں کو خود توڑنے کے بعد قوم کے سامنے یہ کہنا کہ بڑے بت سے پوچھو اس نے ایسا کیا ہے) آپ کہیں گے تم لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، ان کو اللہ نے تورات عنایت فرمائی تھی، ان سے کلام کیا تھا، ان کو اپنا مقرب بنا کر خطاب کیا تھا۔ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میں اس مرتبے پر نہیں ہوں، آپ کو اپنی وہ غلطی یاد ہوگی کہ ایک آدمی کو (غلطی سے) قتل کر دیا تھا۔ فرمائیں گے تم لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ عبداللہ تھے، رسول اللہ تھے، روح اللہ تھے، کلمۃ اللہ تھے، لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، آپ علیہ السلام جواب دیں گے میں اس مقام پر نہیں ہوں، تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، اللہ نے ان کی اگلی پچھلی لغزشیں معاف فرما دی تھیں۔ لوگ میرے پاس آئیں گے میں اپنے رب سے اس کے مکان میں داخل ہونے کی اجازت کا طلبگار رہوں گا اور اجازت ملنے پر اس کے پاس داخل ہوں گا اور جوں ہی میری نگاہ اس پر پڑے گی فوراً سجدے میں گر پڑوں گا اور جتنی دیر اللہ چاہے گا سجدے میں پڑا رہوں گا۔ پھر اللہ فرمائے گا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سر اُٹھا اور (جو کچھ کہنا ہے) بیان کر، تیری بات سنی جائے گی۔ مانگ (جو کچھ مانگنا چاہے) تیرا سوال پورا کیا جائے گا۔ میں سجدے سے سر اُٹھاؤں گا اور اپنے رب کی وہ حمد و ثناء کروں گا جو مجھے وہ سکھا دے گا، پھر شفاعت کروں گا۔ اللہ تعالیٰ میرے لیے ایک حد مقرر کر دے گا (یعنی محدود تعداد کی رہائی کا حکم دے دے گا) میں جا کر ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں پہنچا دوں گا، پھر لوٹ کر آؤں گا اور دوبارہ بارگاہِ الٰہی میں داخلے کی اجازت کا خواستگار رہوں گا اور اجازت مل جائے گی اور اندر داخل ہوں گا اور جونہی میری نظر اس پر پڑے گی فوراً سجدے میں گر پڑوں گا اور جتنی دیر اللہ چاہے گا سجدے میں پڑا رہوں گا، پھر اللہ فرمائے گا، محمد سر اُٹھاؤ (اپنا مقصد) بیان کرو، تمہاری بات سنی جائے گی، شفاعت کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی، مانگو، تمہارا سوال پورا کیا جائے گا، میں سر اُٹھاؤں گا اور حسب تعلیم الٰہی اپنے رب کی حمد و ثناء کروں گا، پھر شفاعت کروں گا، اللہ میرے لیے (دوزخ سے لوگوں کو باہر نکال لانے کی) حد مقرر فرما دے گا، میں بارگاہِ خداوندی سے باہر آ کر ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دوں گا (تیسری مرتبہ بارگاہِ خداوندی میں داخل ہونا سجدہ میں گر پڑنا اللہ کی طرف سے خطاب ہونا سجدے سے سر اُٹھا کر حمد و ثناء کرنا، قیدیوں کی محدود تعداد کو رہا کرنے کا حکم ملنا اور جا کر ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں پہنچا دینا بھی انہی الفاظ کے ساتھ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے جو اوپر ذکر کیے گئے ہیں۔ اس کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) یہاں تک کہ دوزخ کے اندر سوائے ان لوگوں کے جن کو (ہمیشہ دوزخ میں رکھے جانے کی قرآن نے صراحت کر دی ہے اور) قرآن نے (ہمیشہ کے لیے ان کو) دوزخ میں روک دیا ہے اور کوئی باقی نہیں رہے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ”عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی وہ مقام محمود ہوگا جس کا وعدہ اللہ نے تمہارے نبی کے لیے کر لیا ہے۔

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی یہ حدیث شفاعت ذکر کی گئی ہے۔اس روایت میں حدیث کے الفاظ اس طرح آئے ہیں، میں اپنے رب کے پاس داخل ہونے کی اجازت طلب کروں گا، مجھے اجازت مل جائے گی اوراللہ میرے دل میں کچھ کلمات حمد القاء کردے گا جن سے میں اپنے رب کی حمد کروں گا،اس وقت وہ الفاظ میرے سامنے نہیں (یعنی جو کلمات حمد میں قیامت کے دن مقام شفاعت میں پہنچ کر استعمال کروں گا وہ اس وقت میرے ذہن میں نہیں) میں انہی الفاظ سے اپنے رب کی حمد کروں گا، پھر سجدہ میں گر پڑوں گا،اللہ فرمائے گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سر اُٹھاؤ اور (جو کچھ گزارش کرنا چاہتے ہو) بیان کرو تمہاری بات سنی جائے گی، مانگو تم کو دیا جائے گا۔شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا یارب اُمتی اُمتی۔حکم ہوگا جاؤ اور جس کے دل میں جَو کے برابر ایمان ہو اس کو نکال لاؤ، میں جا کر حکم کی تعمیل کروں گا، پھر واپس آ کر وہ کلمات ثنائیہ (حسب سابق) عرض کروں گا۔پھر سجدے میں گر پڑوں گا حکم ہوگا جا کر اس کو نکال لو جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی کم ایمان ہو، میں جا کر ایسا ہی کروں گا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری اور چوتھی مرتبہ جانے اور شفاعت کرنے کا ذکر فرمایا اور فرمایا میں عرض کروں گا،اے میرے رب مجھے ان لوگوں کے نکال لینے کی اجازت دے دے جو لا الٰہ الا اللہ کے قائل تھے، اللہ فرمائے گا قسم ہے اپنی عزت وجلال وکبریا اور عظمت کی جو لا الٰہ الا اللہ کا قائل تھا میں اس کو ضرور ضرور (دوزخ سے) نکال دوں گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سورج اتنا قریب آجائے گا کہ ہر شخص پسینے کی وجہ سے ڈوبا ہوگا۔اسی حالت میں لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے۔حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے مجھے اس کا اختیار نہیں۔پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آجائے گی اور وہ شفاعت کریں گے اور اللہ فیصلہ کرے گا۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم جا کر جنت کا دروازہ پکڑلیں گے، اس روز اللہ ان کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا، یہ مقام ایسا ہوگا کہ میدان قیامت میں جمع ہونے والے سب لوگ اس کی تعریف کریں گے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں سب سے پہلے اُٹھنے والا ہوں گا جب قبروں سے اُٹھایا جائے گا اور میں سب کے آگے ہوں گا جب تمام وفود آئیں گے اور میں بولوں گا جس دن سب خاموش ہو جائیں گے اور میں ہی سب کی شفاعت کرنے والا ہوں گا جب سب کو روکا جائے گا اور میں ہی خوشخبری سنانے والا ہوں گا جب سب مایوس ہو جائیں گے۔اس دن عزت اور خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور تعریف کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے میں سب سے عزت والا ہوں گا، میرے اِردگرد ایک ہزار خادم چکر لگائیں گے کہ وہ چمکتے ہوئے موتی ہیں یا جڑے ہوئے موتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور پہلے جس کی قبر کھودی جائے گی وہ میری ہوگی اور میں ہی پہلا شفیع اور مشفع ہوں گا۔شفاعت کے متعلق بہت ساری احادیث مروی ہیں ان کا انکار کرنے والا عمرو بن عبید تھا جو اہل سنت والجماعت کی متفقہ رائے کے مطابق بدعتی ہے۔

یزید بن صہیب فقیر نے کہا خوارج کی رائے نے مجھے فتنہ میں ڈال دیا تھا، ایک بار حج کے ارادے سے ایک جماعت کے ساتھ ہم چلے اور مدینے کی طرف سے گزر ہوا تو وہاں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرر ہے تھے اور جہنمیوں کا انہوں نے ذکر کیا تھا۔ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی! آپ یہ کیا بیان کرر ہے ہیں (اللہ نے تو فرمایا ہے "انک من تدخل النار فقد اخزیته، کلما ارادوا ان یخرجوا منها اعیدوا فیها" بے شک تو جس کو آگ میں داخل کردے گا اس کو رسوا کردے گا اور دوزخی جب دوزخ سے نکلنا چاہیں گے تو ان کو دوزخ کے اندر ہی لوٹایا جائے گا۔

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دوست بنایا اور تمہارا صاحب بھی اللہ کا دوست ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی "عسٰی ان یبعثک ربُّک مقامًا محمودًا" مجاہد کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں "عسٰی ان یّبعثک ربُّک مقامًا محمودًا" فرمایا وہ اپنے عرش پر بیٹھے، عبداللہ بن سلام کا قول ہے کہ فرمایا وہ اپنی کرسی پر متمکن ہوا۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

ترجمہ: اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے رب مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجئو جس کے ساتھ نصرت ہو اور کہہ دیجئے کہ حق آیا اور باطل گیا گزرا ہوا (اور) واقعی باطل چیز تو یونہی آتی جاتی رہتی ہے۔

تفسیر: 80 "وقل رب أدخلنی مدخل صدق و أخرجنی مخرج صدق" اس سے مراد داخل ہونا اور خارج ہونا ہے۔

وقل رب ادخلنی مدخل صدق کی تفسیر

اہل تفسیر کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن وقتادہ کا بیان ہے کہ "ادخلنی مدخل صدق" سے مدینہ مراد ہے۔ "واخرجنی مخرج صدق" سے مراد مکہ ہے۔ یہ اس وقت نازل ہوئی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم دیا۔ ضحاک کا قول ہے کہ مجھے مکہ سے امن کی حالت میں نکال کر مشرک مجھے دُکھ نہ پہنچا سکیں اور مدینہ میں اس طرح داخل فرما کہ مجھے وہاں اقتدار اعلیٰ حاصل ہو جائے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ داخل کرنے سے مراد یہ ہے کہ فریضہ نبوت کی ادائیگی میں داخلہ اور خارج کرنے سے مراد یہ ہے کہ فرض نبوت کی انجام دہی سے فراغت یعنی جوامر نبوت تو نے میرے سپرد کیا ہے اس میں صدق کے ساتھ مجھے داخل فرما اور صدق ہی کے ساتھ مجھے اس فرض کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما، جب میں دُنیا میں جاؤں تو نبوت کے فریضے کو کامل طور پر ادا کر چکا ہوں۔

حسن کا قول ہے کہ مدخل صدق سے مراد جنت ہے اور مخرج صدق سے مراد مکہ ہے۔ بعض نے کہا کہ مدخل صدق سے مراد اپنی طاعت میں داخل فرما اور ممنوعات سے نکال دے۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تو مجھے ایسے داخل فرما جیسے تو نے مجھے سچائی میں داخل فرمایا اور مجھے سچائی (صدق) کے ساتھ نکالنا۔ یعنی نہ تو مجھے ان میں سے بنا جو دوزخ اور دو غلے پن والا ہو کیونکہ ایسا شخص اللہ کے نزدیک باعزت نہیں ہوتا۔ "واجعل لی من لدنک سلطانًا نصیرًا" مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد واضح حجت ہے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ایسی طاقت و حکومت جس سے مخالفوں پر غلبہ حاصل ہو جائے، ایسی نمایاں طاقت جس سے دین کا قیام و استحکام ہو جائے اس دُعاء کے نتیجہ میں اللہ نے فارس اور روم وغیرہ کی حکومتیں عطا فرمانے کا وعدہ فرمالیا۔

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ اللہ کی مدد کے بغیر اقامت دین اور احکام قرآنی کا قیام نہیں ہوسکتا اس لیے آپ نے سلطان نصیر کی درخواست کی۔

⑧١ "وقل جاء الحق" اس سے مراد قرآن ہے۔ "وزهق الباطل" اس سے مراد شیطان ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ حق سے مراد اسلام اور باطل سے مراد شرک ہے۔ بعض نے کہا کہ حق سے مراد اللہ کی عبادت ہے اور باطل سے مراد بتوں کی عبادت ہے۔

"انّ الباطل کان زهوقًا" جانے والا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے "زهقت نفسه" اس کی جان نکل گئی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے۔ بیت اللہ کے قریب تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے اور اپنی لاٹھی کے ساتھ ان کو کچوکا دینے لگے اور فرمانے لگے "جاء الحق وزهق الباطل، جاء الحق وما یبدئ الباطل وما یعید"

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ⑧٢ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰبِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا ⑧٣ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ⑧٤

ترجمہ: اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفاء اور رحمت ہے اور ناانصافوں کو اس سے اور الٹا نقصان بڑھتا ہے اور آدمی کو جب ہم نعمت عطا کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ناامید ہو جاتا ہے آپ فرما دیجئے کہ ہر شخص اپنے طریقہ پر کام کر رہا ہے سو تمہارا رب خوب جانتا ہے جو زیادہ ٹھیک رستہ پر ہو۔

تفسیر ⑧٢ "وننزل من القرآن ماهو شفاء ورحمة للمؤمنین"...... "من تبعیضیه" نہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن میں جو چیزیں نازل کی ہیں وہ سب کی سب شفاء ہیں یعنی گمراہی اور جہالت اس میں واضح بیان کر دیا گیا ہے۔ اس میں مختلف اور مشکل باتیں اور شبہات والی چیزوں سے اس کو شفاء بخشی اور یہ دلوں کے لیے بھی شفایاب ہے کہ اس کے ذریعے سے جہالت کو زائل کیا گیا اور ان کو

رحمۃ للعالمین بنایا۔ "ولا یزید الظالمین الا خسارا" ظالم اس سے نفع نہیں اُٹھا سکتا اور مؤمن اس سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ اس صورت میں یہ اس کے لیے رحمت ہوگی۔ بعض نے کہا کہ ظالم کے لیے خسارے میں زیادتی اس طور پر ہے کہ ہر نئی آیت کے نزول پر وہ اس کو جھٹلاتا ہے۔ اس بناء پر اس کو خسارہ ہوگا۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس قرآن کے ساتھ جو بیٹھتا ہے وہ کچھ اس سے لے کر اُٹھتا ہے یا کچھ نقصان کر کے اللہ فیصلہ کر چکا ہے کہ یہ قرآن مؤمنوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے اور کفار کے لیے موجب خسارہ ہے۔

⑧③ "واذا انعمنا علی الانسان أعرض" اس کے ذکر اور اس کی دُعاء سے "ونأبجانبه" وہ اپنے آپ کو اس سے دور رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے قربت کو دور کرتا ہے عطاء کا قول ہے کہ وہ پہلو موڑ لیتا ہے اور تکبر کرتا ہے۔ "ونا" جاء کی طرح ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے قریبی ہونا۔ بعض نے کہا کہ پہلوتہی کرنا اور کھڑے ہو جانا۔ "واذا مسّه الشر" اس سے سختی اور تنگی ہے۔ "کان یؤسا" وہ مایوس اور نا اُمید ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ گڑگڑا کر دُعا مانگتا ہے تنگی وشدت کے وقت۔ جب اس کی دُعاء کی قبولیت میں تاخیر ہو جاتی ہے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے اور مؤمن کے لیے مناسب نہیں کہ وہ دُعاء کی قبولیت میں مایوس ہو جائے اور جب دُعاء کی قبولیت میں تاخیر ہو جائے تو وہ دُعاء کرنا ہی ترک کر دے۔

⑧④ "قل کل یعمل علی شاکلة" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے کنارہ۔ حسن اور قتادہ کا قول ہے اس کی اپنی نیت پر۔ مقاتل کا بیان ہے کہ اس کا معنی سرشت فراء کا قول ہے کہ خلقی اور سرشتی طریقے پر ہر شخص کام کرتا ہے۔ قتیبی رحمہ اللہ کا قول ہے طبیعت اور پیدائشی حالت کہا ہے۔ بعض نے کہا کہ سیدھے راستے پر جس کو اس کے نفس نے اختیار کیا۔ بعض نے کہا کہ "علی شاکلته" کا معنی ہے کہ ہر شخص اسی راستہ پر چلتا ہے جو اس نے اپنے لیے اختیار کر لیا ہوتا ہے۔ "فربکم أعلم بمن هو أهدی سبیلا" وہ واضح راستہ ہے۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِىْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾

ترجمہ: اور یہ لوگ آپ سے روح کو (امتحاناً) پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے اور اگر ہم چاہیں تو جو آپ پر وحی بھیجی ہے سب سلب کر لیں پھر اس کے واپس لانے کے) لئے آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی بھی نہ ملے مگر (یہ) آپ کے رب ہی کی رحمت ہے (کہ ایسا نہیں کیا) بیشک آپ پر اس کا بڑا فضل ہے آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات سب اس بات کیلئے جمع ہو جاویں کہ ایسا قرآن بنا لاویں تب بھی ایسا نہ لاسکیں گے اگر چہ ایک دوسرے کا مددگار بھی بن جاوے۔

ویسئلونک عن الروح کی تفسیر

تفسیر ⑧۵"ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کی ایک کھیتی میں چل رہے تھے اور وہ ایک لکڑی کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ کے پاس سے یہود کی ایک جماعت گزری۔ ان میں سے بعض نے بعض سے پوچھا کہ ان سے روح کے متعلق سوال کرو اور ان میں سے بعض نے کہا کہ تم اس کے بارے میں سوال نہ کرو کہ تم ایسی چیز کے بارے میں پوچھتے ہو جو ناپسندیدہ ہے۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم ضرور بالضرور ان سے سوال کریں گے۔ ان میں سے ایک شخص نے اس کے متعلق سوال کیا، اے ابوالقاسم! روح کیا چیز ہے؟ اس پر آپ خاموش ہوگئے تو میں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی آرہی ہے تو میں کھڑا ہو گیا، جب ان سے وحی کا اثر ختم ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا"ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الاّ قلیلاً" اور ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی"وما اوتوا من العلم الاّ قلیلاً"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ قریش نے جمع ہو کر باہم مشورہ کیا اور کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں پلے بڑھے ہیں اور ہمیشہ امانت وسچائی کے حامل رہے ہیں، کبھی ہم نے کسی جھوٹ کا ان پر شبہ بھی نہیں کیا لیکن اب انہوں نے وہ دعویٰ کیا جو تم لوگ جانتے ہو، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو مدینہ کے یہودیوں کے پاس بھیج کر دریافت کراؤ، وہ اہل کتاب ہیں، دیکھو وہ کیا کہتے ہیں۔ چنانچہ چند آدمیوں کو یہودیوں کے پاس مدینہ میں بھیجا گیا، لوگوں نے جاکر یہودیوں سے دریافت کیا۔ یہودیوں نے جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر تین باتیں پوچھو، اگر وہ تینوں کا جواب دے دیں یا کسی کا جواب نہ دیں تو سمجھ لو وہ نبی نہیں ہیں اور اگر دو باتوں کا جواب دے دیں اور تیسری کا جواب نہ دیں تو سمجھ لو وہ نبی ہیں۔

(۱)......ان سے دریافت کرو وہ نوجوان کون تھے جنہوں نے (بھاگ کر کہیں) پناہ پکڑی تھی ان کا کیا واقعہ تھا؟

(۲)......وہ کون شخص تھا جو مشرق اور مغرب تک پہنچ گیا تھا اس کا کیا واقعہ تھا؟

(۳)......روح کیا ہے؟ اس کے متعلق بھی جاکر دریافت کرو۔

قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تینوں سوال کیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کل کو تمہارے سوالوں کے جواب دے دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاء اللہ نہیں فرمایا۔ اس لیے وحی آنے میں تاخیر ہوگئی۔ مجاہد کے قول میں بارہ دن۔ بعض اقوال میں پندرہ دن اور عکرمہ کے نزدیک چالیس دن تک تاخیر وحی کی صراحت آئی ہے۔ اہل مکہ کہنے لگے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کل کا وعدہ کیا تھا لیکن اتنی مدت ہوگئی کچھ بھی نہیں بتایا۔ اُدھر نزول وحی میں تاخیر ہوئی۔ اُدھر اہل مکہ ایسی باتیں کہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا رنج ہوا (اور سخت رنج ہوا) اسی اثناء میں اچانک ایک روز جبرئیل علیہ السلام یہ وحی لے کر آئے۔"وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ" پھر اوّل سوال کے متعلق نازل ہوا۔"اَمْ حَسِبْتَ

ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا مِنْ اٰیٰتِنَا عجبًا" دوسرے سوال کے جواب میں نازل ہوا "یَسْئَلُوْنَکَ عَنْ ذِی الْقَرْنَین" اور روح کے متعلق ارشاد ہوا: "قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ" ترمذی نے یہ قصہ اختصار کیساتھ نقل کیا ہے۔

ابن کثیر نے دونوں حدیثوں کا تعارض دور کرنے کے لیے تکرارِ نزول کا قول اختیار کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے اور اتنا زائد بھی لکھا ہے یا یہودیوں کے سوال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اس اُمید پر کہ شاید بیان میں کچھ زیادتی کردی جائے۔ اگر دونوں حدیثوں میں تطبیق کی کوشش نہ کی جائے تو لازمی طور پر کسی روایت کو ترجیح دینی پڑے گی اور ظاہر ہے کہ صحاح کی روایت ہی قابل ترجیح ہے۔ اس کے علاوہ بخاری کی روایت کے راجح ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (جو راوی ہیں) یہودیوں کے وقت اسی جگہ موجود تھے اور بغوی کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دورانِ قصہ میں موجودگی مذکور نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جس روح کے متعلق سوال کیا گیا تھا اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے (یعنی جبرئیل علیہ السلام کے متعلق یہودیوں نے دریافت کیا تھا) حسن اور قتادہ کا بھی یہی قول منقول ہے۔

میں کہتا ہوں ضحاک کا قول عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول بغوی نے نقل کیا ہے کہ روح ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار چہرے ہیں اور ہر چہرے میں ستر ہزار زبانیں ہیں اور تمام زبانوں سے وہ اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے۔ مجاہد نے کہا روح ایک اور مخلوق ہے جو ہیں تو آدمی کی شکل کے ان کے ہاتھ بھی ہیں پاؤں بھی ہیں اور وہ کھانا بھی کھاتے ہیں لیکن وہ آدمی نہیں ہیں اور فرشتے بھی نہیں ہیں۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عرش کے سوا اللہ نے روح سے بڑی اور کوئی مخلوق پیدا نہیں کی اگر وہ چاہے تو

ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں اور ان کی ساری موجودات کا ایک لقمہ بنا کر نگل سکتا ہے۔ اس کی جسمانی ساخت تو فرشتوں جیسی ہے اور چہرے کا ڈول آدمیوں کے چہروں کی طرح ہے، قیامت کے دن وہ عرش کے دائیں جانب کھڑا ہوگا اور تمام مخلوق سے زیادہ اللہ کے قریب ستر حجابوں کے پاس موجود ہوگا اور اہل توحید کی شفاعت کرے گا۔ اگر اس کے اور ملائکہ کے درمیان نور کا حجاب حائل نہ ہو تو آسمانوں والے اس کے نور سے سوختہ ہو جائیں۔ عبد بن حمید اور ابن المنذر نے عکرمہ کا قول بیان کیا کہ روح فرشتوں سے بھی بڑی مخلوق ہے اور کوئی فرشتہ نازل نہیں ہوتا مگر اس کے ساتھ روح ضرور ہوتی ہے۔

بعض لوگوں کا قول ہے کہ روح سے مراد قرآن ہے اور "مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ" کا معنی ہے "من وحی اللّٰہ" بعض کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ اس قول پر آیت کا مطلب اس طرح ہوگا کہ عیسیٰ علیہ السلام ویسے نہیں جیسا یہود ان کو جانتے ہیں اور ان کی والدہ پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں اور نہ ابن اللہ ہیں جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے بلکہ ان کی پیدائش محض اللہ کے حکم سے کلمہ کن سے بغیر باپ کے ہوئی تھی۔ اور بعض حضرات کا قول ہے کہ اس سے مراد روح مرکب ہے جس کی طرف انسان محتاج ہے اور اس وجہ سے اس کی زندگی وابستہ ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد خون ہے کیا دیکھتے نہیں کہ کسی جانور کی موت واقع نہیں ہوتی مگر خون کے نکلنے کی وجہ سے۔

اور بعض کا قول ہے کہ روح سے مراد نفس ہے کہ کسی جاندار چیز کی نفس (سانس) کو گھونٹ دینے یا دبا دینے سے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ بعض نے کہا کہ روح ایک عرض ہے۔ بعض نے کہا کہ روح ایک جسم لطیف ہے اور بعض نے کہا کہ روح چند اشیاء کے مجموعے کا نام ہے۔ نور، خوشبو، بلندی، علم اور بقاء۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کے متعلق کسی فرشتے کو مطلع نہیں کیا اور نہ ہی کسی جن کو۔ یہی قول اہلسنّت والجماعت کا ہے۔ "قل الروح من امر ربی" اس سے مراد میرے رب کا علم ہے۔

"وما اوتیتم من العلم الّا قلیلا" اللہ تعالیٰ کے علم سے۔ بعض نے کہا کہ یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب یہود کو ہے کیونکہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمیں تورات عطا کی گئی اور اس میں کثیر علم ہے اور بعض نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روح کا معنی جانتے تھے لیکن اس کے متعلق کسی کو خبر نہ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خبر دینے سے ترک کرنا یہ نبوت کے عمل کی وجہ سے ہے۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

⑧⑥ "ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک" اس سے مراد قرآن ہے اس کا معنی یہ ہے کہ جیسے ہم نے علم الروح کے متعلق آپ کو منع کر دیا تھا۔ اگر ہم چاہتے تو ہم نے ان کی طرف جو وحی کی اس کو لے جاتے یعنی قرآن کو۔ "ثم لا تجدلک به علینا وکیلا" تو تم کوئی ایسی ہستی نہ پاؤ جو اس قرآن کو واپس لوٹا دے۔

⑧⑦ "الّا رحمة من ربک" لیکن ہم نے اپنے رب کی رحمت کی وجہ سے ایسا نہیں کیا۔ "انّ فضله کان علیک کبیرًا" اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ کیسے ہمارے سینوں سے مٹ جاتا حالانکہ یہ تو کلام اللہ ہے۔ اس کا جواب دیا کہ مصاحف سے مٹ جانا اور سینے سے بھول جانا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، قیامت سے پہلے قرآن کو اُٹھا لیا جائے گا۔ قبل اس کے کہ قرآن اُٹھا لیا جائے تم اس کو پڑھا کرو (یعنی اس کو سمجھ لو اور اس پر عمل کرو) ایک شخص کہنے لگا یہ تحریریں تو اُٹھائی جاسکتی ہیں (کہ نئی نقلیں کرنا لوگ چھوڑ دیں اور پرانی تحریریں بوسیدہ فرسودہ ہو کر مٹ جائیں۔ مترجم) لیکن جو قرآن سینوں میں ہوگا وہ کیسے اُٹھا لیا جائے گا، فرمایا لوگ رات گزاریں گے سینوں میں قرآن ہوگا، پھر اُٹھا لیا جائے گا، صبح کو اُٹھیں گے تو کچھ بھی یاد نہ ہوگا اور نہ لکھے ہوئے کاغذوں میں کچھ ملے گا۔ آخر شاعری میں لگ جائیں گے۔ (اور قرآن کی جگہ شاعری لے لے گی)۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے فرمایا قیامت بپا ہونے سے پہلے قرآن لوٹ کر وہیں چلا جائے گا جہاں سے اُترا تھا، شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح عرش کے گرداگرد اس کی گن گناہٹ ہوگی، اللہ فرمائے گا کیوں کیا بات ہے؟ قرآن کہے گا اے میرے مالک مجھے پڑھا تو جاتا ہے مگر مجھ پر عمل نہیں کیا جاتا۔

⑧⑧ "لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثله" اس کے مثل لانے پر قادر نہ ہوتے۔ "ولو کان بعضھم لبعض ظھیرًا" مددگار اور اس کو ظاہر کرنے والا۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کافروں نے کہا تھا "لو نشاء لقلنا مثل ھذا" اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس جیسا کلام کہہ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کافروں کے اس قول کو غلط قرار دیا یہ قرآن اس کی طرف سے ایک معجزہ تھا۔ ویسا ہی ہوا جیسا کہ اس آیت میں دعویٰ کیا

گیا کہ یہ ایسا کلام ہے جو نظم، تالیف، اخبار عن الغیب سے مزین ہے۔ یہ ایسا کلام ہے جو اعلیٰ طبقات پر مشتمل ہے کوئی بشری کلام نہیں۔ اگر کسی مخلوق یا بشر کا کلام ہوتا تو وہ اس کا مثل لے آتے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٨٩﴾ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا ﴿٩٠﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿٩١﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿٩٢﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿٩٣﴾

ترجمہ: اور ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اس قرآن میں ہر قسم کا عمدہ مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے پھر بھی اکثر لوگ بے انکار کئے ہوئے نہ رہے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک آپ ہمارے لئے (مکہ کی) زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کردیں یا خاص آپ کے لئے کھجور اور انگوروں کا کوئی باغ نہ ہو پھر اس باغ کے بیچ بیچ میں جگہ جگہ بہت سی نہریں آپ جاری کردیں یا جیسا کہ آپ کہا کرتے ہیں آپ آسمان کے ٹکڑے ہم پر نہ گراویں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے لا کھڑا کردیں آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا گھر نہ ہو یا آپ آسمان پر (ہمارے سامنے) نہ چڑھ جاویں اور ہم آپ کے (آسمان پر) چڑھنے کا بھی کبھی باور نہ کریں جب تک کہ (وہاں سے) آپ ہمارے پاس ایک نوشتہ نہ لاویں جس کو ہم پڑھ بھی لیں آپ فرما دیجئے سبحان اللہ میں بجز اس کے کہ آدمی ہوں (مگر) پیغمبر ہوں۔

تفسیر: ﴿٨٩﴾ "ولقد صرفنا للنّاس فی هذا القرآن من کل مثل" یعنی ہر مقصد اور معنیٰ، عبرتیں احکام، وعدہ وعید وغیرہ سب شامل ہیں۔ "فابی اکثر النّاس الا کفورًا" انکار کرنا۔

﴿٩٠﴾ "وقالوا لن نؤمن لک" ہم اس کی تصدیق نہیں کریں گے۔ "حتّی تفجر لنا من الارض ینبوعًا تفجر" تاء کے فتحہ اور جیم کے ضمہ کے ساتھ اور بغیر تشدید کے۔ "ینبوعًا" واحد ہے اور باقی قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور اس پر اتفاق ہے۔ جیسا کہ ایک آیت میں ہے "فتفجر الانهار خلالها تفحیرًا" انہار جمع ہے تشدید کے ساتھ ہے جو کثرت پر دلالت کرتا ہے اور اس کے بعد "تفجیرًا" فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مندرجہ ذیل بیان نقل کیا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب اور قبیلہ عبدالدار کا ایک اور آدمی (بقول بغوی نضر بن حارث) اور ابوالبختری، اسود بن المطلب، زمعہ بن اسود، ولید بن مغیرہ، ابوجہل بن ہشام، عبداللہ بن ابی اُمیہ، اُمیہ بن خلف، عاص بن وائل، نبیہ بن حجاج، منبہ بن حجاج اور ان کے ساتھ کچھ اور لوگ سب کے سب غروب آفتاب کے بعد کعبہ کی پشت کے پاس جمع ہوئے اور باہم مشورہ کیا کہ کسی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج کر ان کو

بلواؤ اور ان سے بات چیت کرو اور جھگڑا طے کرلو تاکہ تمام حجت ہو جائے اور (پھر تم جو کچھ کرو) تم کو معذور سمجھا جائے۔ چنانچہ ایک شخص کو بھیج کر یہ پیام کہلوایا کہ تمہاری قوم کے سردار تم سے گفتگو کرنے جمع ہوئے ہیں آ کر بات چیت کرلو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ لوگوں کی رائے میں کوئی نئی تبدیلی پیدا ہوگئی ہے آپ تو دل سے چاہتے تھے کہ کسی طرح ان کو ہدایت ہو جائے، پیام ملتے ہی فوراً چلے آئے، جب آ کر بیٹھ گئے تو حاضرین نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آدمی بھیج کر تم کو اس غرض سے بلوایا ہے کہ تمہارے متعلق ہم حجت تمام کردیں، کوئی عربی شخص آج تک اپنی قوم پر وہ مشکلات نہیں لایا جو تم اپنی قوم پر لائے ہو تم نے اسلاف کو گالیاں دیں، ان کے مذہب کو برا کہا، اہل عقل کو سبک سر قرار دیا، ان کے معبودوں کو برا بھلا کہا، جماعت میں پھوٹ ڈال دی، کوئی ایسی قبیح بات باقی نہیں جو تم نے اپنے اور ہمارے درمیان پیدا نہ کردی ہو، اگر اس چیز (قرآن اور اسلام) کو پیش کرنے سے تمہارا مقصد حصولِ زر ہے تو ہم آپس میں چندہ کرکے تم کو اتنا مال دینے کو تیار ہیں کہ تم سب سے زیادہ دولت مند ہو جاؤ اور اگر تم عزت کے طلبگار ہو تو ہم تم کو اپنا سردار بنالیں گے اور حکومت چاہتے ہو تو اپنا حاکم بھی تم کو قرار دے سکتے ہیں اور اگر کوئی جن تم پر مسلط ہو گیا ہے جو یہ کلام تم کو بتاتا ہے اور تم اس کو لوٹا نہیں سکتے تو ہم تمہارے علاج کے لیے اپنا مال خرچ کرنے کو تیار ہیں (کسی کاہن یا عامل کو روپیہ دے کر اس کا اُتار کرادیں گے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنی باتیں تم نے کہیں ان میں سے کوئی بات بھی صحیح نہیں ہے۔ میں یہ قرآن پیش کرکے نہ زر کا طلبگار ہوں نہ عزت وسیادت کا، نہ حکومت واقتدار کا مجھے تو اللہ نے تمہارے پاس پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور مجھے ایک کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ (ماننے والوں کو جنت کی) خوشخبری دے دوں اور (نہ ماننے والوں کو دوزخ سے) ڈراؤں، اب میں اللہ کا پیام پہنچا چکا اور تم کو نصیحت کرچکا، اگر مان لوگے تو یہ دُنیا اور آخرت میں تمہاری خوش نصیبی ہوگی ردّ کردو گے تو میں اللہ کے حکم پر صبر کروں گا اور منتظر رہوں گا کہ اللہ میرا اور تمہارا کیا فیصلہ کرتا ہے۔ کہنے لگے محمد جو کچھ ہم نے پیش کیا اگر تم کو وہ قبول نہیں تو (اپنی پیغمبری کا ثبوت پیش کرو) تم واقف ہو کہ ہماری یہ بستی بہت تنگ ہے (ہر طرف سے پہاڑ گھیرے ہوئے ہیں ہم اس کو کسی طرف بڑھا نہیں سکتے) اور ہمارے پاس مال بھی سب (یعنی اہل یمن وشام) سے کم ہے اور ہماری زندگی بھی بہت زیادہ دُکھی ہے۔ پس تم اپنے رب سے درخواست کرکے ان پہاڑوں کو جنہوں نے ہماری بستی کو تنگ کر رکھا ہے۔

یہاں سے ہٹوادو کہ ہمارا یہ شہر پھیل جائے اور شام وعراق کی طرح (ہمارے ملک میں بھی) ہمارے لیے دریا بہادو اور یہ بھی اپنے رب سے کرادو کہ ہمارے آباء واجداد زندہ ہو جائیں جن میں قصی بن کلاب (قریش کا مورث اعلیٰ) بھی ضرور ہو وہ بڑا سچا آدمی تھا۔ پھر ہم ان سب سے دریافت کریں کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ سچ ہے یا جھوٹ، اگر وہ تمہاری تصدیق کردیں گے تو ہم بھی تم کو سچا مان لیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس لیے نہیں بھیجا گیا ہے جو پیام مجھے دے کر بھیجا گیا تھا وہ میں نے تم کو پہنچا دیا، اگر مان لوگے تو دُنیا وآخرت میں یہ تمہاری خوش نصیبی ہوگی قبول نہ کروگے تو میں اللہ کے حکم کے انتظار میں صبر کروں گا۔ کہنے لگا اچھا اگر تم یہ نہیں کرتے تو اپنے رب سے کہہ کر اتنا ہی کرادو کہ وہ تمہاری تصدیق کرنے کے لیے ایک فرشتے کو

بھیج دے اور تم کو کچھ باغ اور سونے چاندی کے خزانے دے دے کہ جس تکلیف (اور افلاس) میں ہم تم کو دیکھ رہے ہیں اس سے تم بے غم ہو جاؤ، تم بازاروں میں کھڑے ہماری طرح روزی کی جستجو میں لگے رہتے ہو پھر اس کی فکر تم کو نہ رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے مجھے اس لیے نہیں بھیجا، مجھے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے، کہنے لگے اچھا تو ہمارے اوپر آسمان کو ہی گرا دو کیونکہ تمہارا دعویٰ ہے کہ تمہارا رب اگر چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اختیار اللہ کو ہے اگر وہ تمہارے ساتھ ایسا کرنا چاہے گا تو کر دے گا، ایک شخص بولا ہم تو تمہاری بات اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک اللہ اور فرشتوں کو تم ہمارے سامنے لا کر شہادت نہ دلوا دو یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ آپ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کا لڑکا عبداللہ بن ابی اُمیہ بھی اُٹھ کھڑا ہوا اور (راستہ میں) کہنے لگے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری قوم نے چند باتیں تمہارے سامنے رکھیں اور تم نے کسی بات کو قبول نہیں کیا۔

پھر انہوں نے چند باتیں طلب کیں جن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ کے ہاں تمہارا مرتبہ خصوصی ہے تم نے ان کو بھی نہ مانا، پھر انہوں نے تم سے کہا کہ جس عذاب سے تم ڈرا رہے ہو وہ جلد لے آؤ تم نے ایسا بھی نہیں کیا اب بخدا میں تمہاری اس بات کا صرف اس وقت ہی یقین کر سکوں گا کہ تم میری نظر کے سامنے سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ جاؤ۔ پھر میرے سامنے وہاں سے ایک کھلی ہوئی کتاب لے کر آ جاؤ اور تمہارے ساتھ چار فرشتے بھی آئیں جو تمہاری تصدیق کریں اور میرا تو خیال ہے کہ اگر تم ایسا کر بھی گزرو گے تب بھی میں تمہاری تصدیق نہیں کر سکوں گا۔ کافروں کی اتنی نفرت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہو کر اپنے گھر لوٹ آئے اور آیات ذیل "بَشَراً رَّسُوْلاً" تک نازل ہوئیں۔

⑨① **"او تکون لک جنۃ"** جنت سے مراد باغ ہے۔ **"من نخیل وعنب فتفجر الانہار خلالہا تفجیرًا"** ایسا چشمہ جو کبھی خشک نہ ہو۔

⑨② **"أو تسقط السماء کما زعمت علینا کسفًا"** نافع ابن عامر اور عاصم نے "کِسَفًا" سین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس سے مراد ٹکڑا ہے۔ یہ "کسفۃ" کی جمع ہے اور دوسرے قراء کے نزدیک سین کے سکون کے ساتھ واحد ذکر کیا اور اس کی جمع اُکساف اور کسوف ذکر کی ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے جوانب اس پر نہ گر جائیں۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کاٹنا اور یہ جمع تکسیر ہے جیسے سدرۃ اور سدر ہے۔

سورۃ شعراء اور سورۃ سبا میں ہے۔ **"او تأتی باللّٰہ والملائکۃ قبیلاً"** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "قبیلاً" کا ترجمہ "کفیلاً" سے کیا ہے۔ ضحاک نے اس کا ترجمہ ضامن سے کیا ہے۔ مجاہد نے اس کا ترجمہ قبیلہ سے کیا ہے۔ یعنی قسم قسم کے ملائکہ کو پیش کرو۔ قتادہ کا قول ہے کہ "قبیلاً" کا ترجمہ کیا ہے "مقابلاً" آمنے سامنے یعنی ہماری آنکھوں کے سامنے لے آؤ۔ فراء کا قول ہے کہ عرب کہتے ہیں "لقیت فلانًا قبیلا" یعنی فلاں شخص سے دو ور دو ملاقات کی۔ اس صورت میں "قبیلاً الملائکۃ" سے حال ہوگا۔

⑬"او یکون لک بیت من زخرف" اس سے مراد سونا ہے۔ اس سے زینت حاصل کرنا مراد ہے۔"او ترقی" اور وہ اوپر کی جانب چڑھتا ہے۔"فی السماء" یہ عبداللہ بن اُسیہ کا قول ہے۔"ولکن نؤمن لرقیک" اور وہ یہ کہتے کہ ہم اوپر آسمان پر چڑھنے کا یقین نہیں رکھتے۔"حتّٰی تنزل علینا کتابًا نقرأہ" ہم آپ کو اس کے ساتھ اتباع کرنے کا حکم دیتے ہیں۔"قل سبحان ربّی" ابن کثیر و ابن عامر نے "قَالَ" پڑھا ہے۔ اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے اور دوسرے قراء نے اس کو امر کے صیغہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ کہہ دیجئے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم)"ھل کنت الا بشرًا رسولاً" اس کو حکم دیا کہ ان کی پاکی اور ان کی بزرگی بیان کرے۔ اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر آپ اس بات کا ارادہ کرتے ہیں کہ جو کچھ وہ طلب کرتے ہیں وہ اللہ نازل فرمادیں لیکن اللہ تعالیٰ کسی بشر کے معجزہ طلب کرنے پر کوئی آیت یا نشانی پیش نہیں کرتے اور میں بھی ایک بندہ ہی ہوں۔

جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نشانیاں اور معجزات عطا کیے جو ان کو تمام ماسوا سے مستغنی کرنے والے ہیں۔ جیسے قرآن کا معجزہ شق قمر کا معجزہ آپ کے ہاتھوں کی انگلیوں سے چشمے کا جاری ہونا اور ان جیسے معجزات اور قوم عام طور پر ان معجزات و آیات کا انکار کرتی ہیں۔ اب ان کے لیے یہ نہیں کہ وہ اور کوئی دلیل طلب کریں تاکہ وہ اس پر ایمان لائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے سوال کو ان پر لوٹا دیا۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۢ بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾

ترجمہ: اور کیا ہوں اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکی اس وقت ان کو ایمان لانے سے بجز اس کے اور کوئی (قابل التفات) بات مانع نہیں ہوئی کہ انہوں نے کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے آپ فرما دیجئے کہ اگر زمین پر فرشتے (رہتے) ہوتے کہ اس میں چلتے بستے تو البتہ ہم ان پر آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے آپ (اخیر بات) کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے (کیونکہ) وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے خوب دیکھتا ہے اور اللہ جس کو راہ پر لاوے وہی راہ پر آتا ہے اور جس کو بے راہ کردے تو خدا کے سوا آپ کسی کو بھی ایسوں کا مددگار نہ پاویں گے اور ہم قیامت کے روز ان کو اندھا گونگا بہرا کر کے منہ کے بل چلادیں گے (پھر) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے آگ جب ذرا دھیمی ہونے لگے تب ہی ہم ان کے لئے اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔

تفسیر: ⑭"وما منع الناس أن یؤمنوا ...... تا ......الا ان قالوا" ان کی جہالت کی وجہ سے۔"ابعث اللّٰہ بشرًا رسولاً"

کفار یہ کہتے تھے کہ ہم آپ پر ایمان نہیں لاتے کیونکہ آپ بشر ہیں تو ہم آسمان سے ان کے لیے رسول بنا کر کسی فرشتہ کو اُتار دیتے۔

⑮"قل لو کان فی الارض ملائکۃ یمشون مطمئنین" فرشتے تمہاری طرح آباد رہتے اور مقیم رہتے۔ "لنزلنا علیھم من السماء ملکًا رسولًا" انہی کی جنس سے ہم نے نبی بنا کر بھیجا کیونکہ قلب غیر جنس کے علاوہ اپنی ہی جنس کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے۔

⑯"قل کفٰی باللّٰہ شھیدًا بینی وبینکم" میں تمہاری طرف اس کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ "انہ کان بعبادہ خبیرًا بصیرًا"

⑰"ومن یھد اللّٰہ فھو المھتد ومن یضلل فلن تجد لھم اولیاء من دونہ" اس کے علاوہ کوئی نہیں جو ان کو ہدایت کا راستہ بتلائے۔ "ونحشرھم یوم القیامۃ علی وجوھھم" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) قیامت کے دن کافر منہ کے بل کیسے چلایا جائے گا، فرمایا جس خدا نے اس کو ٹانگوں کے بل چلایا ہے وہ منہ کے بل اس کو چلا نہیں سکتا اور ایک حدیث میں آیا کہ وہ چہروں کے بل چلنے سے ڈرتے ہیں، اُترتے وقت اور جھاڑیوں کے کانٹوں سے۔ "عمیا وبکما وصمًا" سوال کیا گیا ان کے ساتھ یہ وصف کیوں ذکر کیا کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے حالانکہ آیات میں اس کے برعکس ہے۔ دیکھئے "ورأی المجرمون النار" مجرم دوزخ میں دیکھیں گے۔ "دعوا ھنالک ثبورًا" وہ ہلاکت کو پکاریں گے اور پھر فرمایا "سمعوا لھا تغیظًا وزفیرًا" غصے اور جھنجلاہٹ کو سنیں گے۔ ان آیات میں کافروں کا قیامت کے دن سننا، پکارنا اور دیکھنا ثابت ہو رہا ہے۔ بعض نے اس کا جواب دیا کہ پہلے ان کو ایسا بنا دیا جائے گا پھر جب جہنم میں داخل کیا جائے گا تو یہ تینوں اشیاء ان کو واپس دی جائیں گی۔

بعض نے کہا کہ حساب کے بعد جب موقف سے دوزخ کی طرف ان کو لیجایا جائے گا تو اس وقت ان کے حواس غائب ہو جائیں گے۔ اس وقت گویائی سلب ہو جائے گی، بینائی اور شنوائی زائل ہو جائے گی۔ بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا کہ جب ان کو خطاب کیا جائے گا تو اس وقت ان کو گویائی اور سماعت دی جائے گی۔ بعض نے کہا کہ دوزخیوں کو جواب دیا جائے گا "اخسئوا فیھا ولا تکلمون" پھر اس کے بعد دوزخیوں کو اندھا، گونگا اور بہرہ کر دیا جائے گا نہ وہ دیکھ سکیں گے اور نہ ہی بات کر سکیں گے اور نہ ہی وہ سن سکتے ہیں۔ "ماواھم جھنم کلما خبت" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جب وہ جل کر راکھ ہو جائیں گے اور مجاہد کا قول ہے کہ جب ان کو خوب روندا جائے گا اور قتادہ کا قول ہے کہ جب وہ کمزور ہو جائے گا۔ بعض نے کہا کہ جب کفار کو جہنم کی سزائیں نقصان کم ہونے لگے گا تو پھر ہم ان کی تکلیف بڑھا دیں گے اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے کہ جب ہم اس کے سمجھانے کا ارادہ کریں گے۔ "زدناھم سعیرًا" ہم اس آگ کو ان کے لیے بھڑکا دیں گے۔

بعض نے کہا کہ "کلما خبت" کا معنی ہے کہ جب ان کی چمڑیاں جل جائیں گی تو ہم ان کو دوبارہ اپنی حالت میں لوٹا دیں گے تا کہ مزید ان کو جہنم کی آگ کا عذاب دیا جا سکے۔

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّىْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ ۢ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ یہ ہے ان کی سزا اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا اور یوں کہا تھا کہ جب ہم ہڈیاں اور بالکل ریزہ ریزہ ہو جاویں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے (قبروں سے) اٹھائے جاویں گے کیا ان لوگوں کو اتنا معلوم نہیں کہ جس اللہ نے آسمان اور زمین پیدا کئے وہ اس بات پر (بدرجہ اولیٰ) قادر ہے کہ وہ ان جیسے آدمی دوبارہ پیدا کر دے اور ان کے لئے ایک میعاد معین کر رکھی ہے کہ اس میں ذرا بھی شک نہیں اس پر بھی بے انصاف لوگ بے انکار کئے نہ رہے آپ فرما دیجئے کہ اگر تم میرے رب کی رحمت (یعنی نبوت) کے خزانوں (یعنی کمالات) کے مختار ہوتے تو اس صورت میں تم (اس کے) خرچ کرنے کے اندیشہ سے ضرور ہاتھ روک لیتے اور آدمی ہے بڑا تنگ دل اور ہم نے موسیٰ کو کھلے ہوئے نو معجزات دیئے جبکہ وہ بنی اسرائیل کے پاس آئے تھے سو آپ بنی اسرائیل سے پوچھ دیکھئے تو فرعون نے ان سے کہا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تو ضرور تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔

تفسیر ⑨⑧ "**ذلک جزاء ھم ...... تا ...... خلقاً جدیدًا**" اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

⑨⑨ "**اولم یروا انّ اللہ الذی خلق السمٰوت والارض**" اس کی عظمت اور اس کا زمین وآسمان بنانے میں بہت بڑی طاقت ہے۔ "**قادر علی أن یخلق مثلھم**" اس کے بچپن اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان "**لخلق السمٰوت والارض اکبر من خلق النّاس**" ...... "**وجعل لھم أجلاً**" ان کے عذاب کا وقت۔ "**لا ریب فیہ**" ان کی طرف سے آنے والے معجزات میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔ بعض نے کہا کہ اجل سے مراد موت ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ "**فأبی الظالمون الاّ کفورًا**" ان کا انکار کرنا محض عناد و دشمنی کی وجہ سے ہے۔

۱۰۰ "**قل لو انتم تملکون خزائن رحمة ربی**" اپنے رب کی نعمت۔ بعض نے کہا کہ اس نعمت سے مراد رزق ہے۔ "**اذًا لامسکتم**" ان کے بخل اور ان کے گمان کے مطابق۔

"**خشیة الانفاق**" فاقہ کے خوف کی وجہ سے۔ بعض نے کہا کہ ناداری کے خوف کی وجہ سے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "**انفق الرجل**" اس کا ہاتھ خالی ہو گیا اور اس کا مال ختم ہو گیا۔ بعض نے کہا کہ وہ خرچ کرنے سے رکتے ہیں، فقر کے خوف

کی وجہ سے۔"وکان الانسان قتورًا" انسان بخیل ہے خرچ کرنے سے رُکتا ہے۔

⑩⑪ "ولقد آتینا موسیٰ تسع آیات بینات" کھلے معجزات اور کھلے دلائل۔

تسع آیات کی تفسیر

آیات تسع سے مراد ابن عباس اور ضحاک کا قول ہے کہ نو معجزات ہیں۔عصا، ید بیضا، زبان کی گرہ کھل جانا، سمندر کا لاٹھی کی ضرب سے کھل جانا، طوفان، ٹڈیاں، مینڈک، خون

عکرمہ، مجاہد، قتادہ اور عطاء کا قول ہے کہ اس سے مراد نو معجزات ہیں وہ یہ ہیں طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک، خون، عصا، ید بیضا، قحط، پھلوں کی کمی۔محمد بن کعب قرظی کا بیان ہے کہ طمس (صورتوں کا بدل جانا) اور بحر (سمندر کو پھاڑنا) اور پھلوں کی کمی کا ہونا ہے اور فرمایا کہ قبطیوں میں سے ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ سو رہا تھا، وہ دونوں پتھر بن گئے اور ایک عورت کھڑی روٹی پکا رہی تھی وہ پتھر بن گئی اور بعض نے کہا کہ یہ سب کتاب کی نشانیاں ہیں۔

صفوان بن عسال مرادی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ یہودیوں میں سے ایک یہودی نے دوسرے سے کہا کہ چلو اس نبی کے پاس، اس نے کہا ارے اس کو نبی نہ کہو اگر اس نے یہ لفظ سن لیا تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی، وہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور نو واضح آیات دریافت کیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نو واضح آیات یہ ہیں:

(۱) کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنائیں (۲) چوری نہ کریں (۳) زنا نہ کرو (۴) ناحق کسی کو قتل نہ کرو۔

(۵) کسی بے قصور کو حاکم کے پاس نہ لے جاؤ کہ وہ ظلماً اس کو قتل کر دے (۶) جادو نہ کرو (۷) سود نہ کھاؤ۔

(۸) کسی پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت نہ لگاؤ (۹) جہاد میں پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو۔

اے یہودیو! خاص کر تمہارے لیے یہ حکم ہے کہ ہفتہ کے دن کی حرمت میں تجاوز نہ کرو اور دونوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔یہ سن کر ان دونوں یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پاؤں چوم لیے اور بول اُٹھے ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں میرا اتباع کرنے سے کون سی چیز مانع بن رہی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں خوف ہے کہ ہمیں یہودی قتل کر دیں گے۔"فسئل" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان سے پوچھئے "بنی اسرائیل اذ جاء هم" کہ جب ان کے پاس موسیٰ علیہ السلام آئے۔خطاب یا تو موسیٰ علیہ السلام کو ہے مراد اس سے موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ لوگ ہیں اور یہ بھی قول ہے کہ یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بنی اسرائیل سے وہ واقعات دریافت کیجئے جو فرعون و موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہوئے تھے اور آیات بینات کے متعلق پوچھئے تاکہ ان یہودیوں کا جھوٹ واضح ہو جائے۔

"فقال له فرعون انی لاظنک یا موسیٰ مسحورًا" آپ پر جادو کیا گیا ہے۔(موسیٰ علیہ السلام پر) ابن عباس

رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دھوکہ دیا ہوا ترجمہ کیا۔ بعض نے ترجمہ کیا کہ حق سے پھرنے والا۔ فراء اور ابوعبیدہ کا قول ہے کہ اس کا ترجمہ جادوگر کیا ہے۔ محمد بن جریر رضی اللہ عنہ نے اس کا ترجمہ یوں کیا سحر کی تعلیم دیا ہوا یعنی تجھے جادو سکھا دیا ہے۔ یہ تمام باتیں جو ظاہر کر رہا ہے یہ سحر کا کرشمہ ہے۔

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ. وَاِنِّیْ لَاَ ظُنُّکَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا ﴿۱۰۴﴾

ترجمہ: موسیٰ نے فرمایا تو (دل میں) خوب جانتا ہے کہ یہ عجائبات خاص آسمان اور زمین کے پروردگار نے بھیجے ہیں جو کہ بصیرت کے لئے (کافی) ذرائع ہیں اور اور میرے خیال میں ضرور تیری کم بختی کے دن آ گئے ہیں پھر اس نے چاہا کہ بنی اسرائیل کا اس سرزمین سے قدم اکھاڑ دے سو ہم نے اس (ہی) کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو کہہ دیا کہ (اب) تم اس سرزمین میں رہو سہو پھر جب آخرت کا وعدہ آ جائے تو ہم سب کو جمع کر کے حاضر لا کریں گے۔

تفسیر: ﴿۱۰۲﴾ "قال" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "لقد علمت" تاء کے فتحہ کے ساتھ۔ اس صورت میں یہ خطاب فرعون کو ہوگا۔ کسائی کے نزدیک تاء پر ضمہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو برحق نہیں مانتا تھا۔ اگر وہ موسیٰ علیہ السلام کو حق جان لیتا تو وہ مامون ہو جاتا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے بارے میں جانتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حق جانتا تھا لیکن عناد کی وجہ سے انکار کرتا تھا۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: "**وجحدوا بها واستيقنتها أنفسهم ظلمًا و علوًا**" اس صورت میں تاء پر فتحہ زیادہ صحیح ہے۔ اسی پر اکثر قراء کا اتفاق ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے لیے دلیل قائم کرنے کی حجت نہیں رکھتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کو مرفوع پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ رفع والی روایت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنے والا ایک شخص تھا، وہ شخص مجہول ہے اور قراء میں سے کوئی بھی شخص اس سے دلیل نہیں پکڑتا۔ "**ما انزل علی هولاء**" یہ تو آیات ہیں۔ "**الّا رب السمٰوت والارض بصائر**" یہ بصیرت کی جمع ہے وہ ان تمام معجزات کو تمہارے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ پھر اس کا انکار کر رہے ہیں۔ "**وانّی لاظنّک یا فرعون مثبورًا**" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ ملعون سے کیا ہے اور مجاہد نے اس کا ترجمہ ہلاک ہونے سے کیا ہے۔ فراء نے کہا کہ عرب کا محاورہ ہے۔ "**ماثبرک عن هذا**" اس سے تجھے کس چیز نے روک دیا۔

﴿۱۰۳﴾ "**فاراد أن یستفزهم**" موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اس ملک سے اُکھاڑ دے۔ "**من الارض**" مصر کی سرزمین سے۔ "**فاغرقناه ومن معه جمیعًا**" ہم نے موسیٰ اور اس کی قوم کو نجات دے دی۔

⑩٤ "وقلنا من بعده" فرعون کی ہلاکت کے بعد "لبنی اسرائیل اسکنوا الارض" یعنی مصر اور شام کی زمین سے۔ "فاذا جاء وعدالاخرة" قیامت کے دن "جئنابکم لفیفا" یعنی تم اور وہ دونوں قیامت کے دن مخلوط ہو کر آؤ گے۔ لفیف مختلف قبائل کا مجموعہ مخلوط قیامت کے دن ایسا ہی ہوگا۔ شروع میں مؤمن کافر نیک بد مخلوط ہوں گے۔ کلبی کا بیان ہے وعدہ آخرت آنے سے مراد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے آنا اور "جئنا بکم لفیفا" کا یہ مطلب ہے کہ اِدھر اُدھر ہر طرف سے مختلف قومیں آئیں گی۔

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ⑩٥ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ⑩٦ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْلَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ⑩٧ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ⑩٨ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا (آیت سجدہ) ⑩٩

ترجمہ اور ہم نے اس قرآن کو راستی ہی کے ساتھ نازل کیا اور وہ راستی ہی کیساتھ نازل ہو گیا اور ہم نے آپ کو صرف خوشی سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور قرآن میں ہم نے جا بجا فصل رکھا تا کہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو اتارنے میں بھی تدریجا اتارا کہہ دیجئے کہ تم اس قرآن پر خواہ ایمان لاؤ یا ایمان نہ لاؤ جن لوگوں کو قرآن سے پہلے علم دیا گیا تھا یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا رب (وعدہ خلافی سے) پاک ہے بیشک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہی ہوتا ہے اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کا خشوع بڑھا دیتا ہے۔

تفسیر ⑩٥ "وبالحق أنزلناه وبالحق نزل" اس سے مراد قرآن ہے۔ "وما ارسلناک الا مبشّرا" اطاعت کرنے والوں کو خوشخبری دیں۔ "ونذیرا" اور نافرمانوں کو ڈرانے والے۔

⑩٦ "قرآنا فرقناه" ہم نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا، یکدم نہیں اُتارا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں۔ "وقرآنا فرّقناه" تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ دوسرے عام قراء نے اس کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی ہم نے اس کو کھول کھول کر بیان کیا۔ حسن کا بیان ہے کہ اس سے مراد حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا۔ "لتقراء ہ علی النّاس علی مکث" اس کو ہم نے تئیس سالوں میں آپ پر نازل کیا۔ "ونزلناه تنزیلاً"

⑩٧ "قل آمنوا به أولا تؤمنوا" یہ وعید اور بطور تہدید کے فرمایا۔ "انّ الذین اوتوا العلم من قبله" بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد اہل کتاب کے مؤمنین ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے حق کی تلاش میں تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو یہ لوگ ان پر اسلام لے آئے۔ ان میں سے زید بن عمر بن نفیل، سلمان فارسی، ابی ذر وغیرہ ہیں۔ "اذا یتلی علیهم" اس سے مراد قرآن ہے۔ "یخرون للاذقان" وہ ٹھوڑی کے بل گریں گے۔ ابن عباس

رضی اللہ عنہما کا قول ہے اس سے مراد چہرے ہیں کہ وہ چہروں کے بل گریں گے۔ "سجدًا"

⑩⑧ "ویقولون ...... تا ...... لمفعولاً" یعنی یہ واقعہ ہونے والا ہے۔

⑩⑨ "ویخرون للاذقان یبکون" وہ چہروں کے بل گرتے ہوئے روتے ہیں۔ بکاء مستحب ہے قراءۃ قرآن کے وقت۔ "ویزیدھم" قرآن کے نزول کے وقت "خشوعًا" اپنے رب سے عاجزی کرتے ہوئے، اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں "اذا تتلی علیھم آیات الرحمٰن خرّوا سجدًا وبکیًا" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ کے خوف سے رویا وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں لوٹ جائے اور اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور جہنم کا دھواں مسلمانوں کے نتھنوں میں جمع نہیں ہوگا۔ بہز بن حکیم کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ تین قسم کی آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف میں روئی ہو اور دوسری وہ آنکھ جو جہاد میں پہرہ کرتے ہوئے جاگی ہو اور تیسری وہ آنکھ جو بدنظری سے بچی ہو۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى.وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ⑪⓪ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ⑪①

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو گے سو اس کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں اور اپنی نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیے اور نہ بالکل ہی چپکے چپکے پڑھیے اور دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کر لیجئے اور کہہ دیجئے کہ تمام خوبیاں اسی اللہ (پاک) کے لئے (خاص ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ کوئی اس کا سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور اس کی خوب بڑائیاں بیان کیا کیجئے۔

تفسیر ⑪⓪ "قل ادعوا اللّٰہ او ادعوا الرحمٰن" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مکہ میں ایک رات کو سجدے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، یا اللہ! یا رحمٰن، ابوجہل نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو تو ہمارے معبودوں سے منع کرتا ہے اور خود دو معبودوں کو پکارتا ہے۔ اس پر آیت بالا نازل ہوئی۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی ذات کے دونوں نام ہیں، بولنے میں تعدد ہے مگر یہ تعدد وحدت ذات سے مانع نہیں۔ وہی ذات مستحق عبادت ہے۔

"ایامّا تدعوا" ماصلۃ ہے یعنی تم میں کوئی ان دو ناموں سے پکاریں یا تمام اسماء میں سے کسی نام سے پکاریں۔ "فلہ الاسماء الحسنیٰ ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس زمانے میں مکہ میں چھپے ہوئے تھے اس دور میں جب صحابہ کو نماز پڑھاتے تھے تو قرأت اونچی آواز سے کرتے تھے۔ جب مشرک قرآن کو سنتے تھے تو قرآن کو اور قرآن اُتارنے والے کو اور جس پر اُتارا گیا تھا

اس کو سب کو برا کہتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "**ولا تجهر بصلاتک**" کہ آپ قرأت اونچی آواز سے نہ کرو کہ مشرک سن کر قرآن کو گالیاں دینے لگیں اور اتنے آہستہ بھی نہ پڑھو کہ اپنے ساتھی بھی سن نہ سکیں۔ "**وابتغ بین ذلک سبیلاً**" درمیانی راہ اختیار کرو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سن لیں اور مشرکوں تک قرأت کی آواز نہ پہنچے۔ بعض نے کہا کہ اس آیت کا نزول دُعا کے بارے میں ہوا۔ یہ قول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، امام نخعی، مجاہد اور مکحول کا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ "**ولا تجهر بصلاتک ولا تخافت بها**" اس آیت کا نزول دُعا کے متعلق ہوا۔ حضرت عبداللہ بن شداد کی روایت سے بیان کیا ہے کہ قبیلہ بنی تمیم کے اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کے جواب میں بلند آواز سے کہتے تھے "اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا مَالاً وَّوَلَدًا" اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ دونوں روایات قابل قبول نہیں۔

حضرت عبداللہ بن رباح انصاری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم پست آواز سے قرأت کر رہے تھے، میں تمہاری طرف سے گزرا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں جس سے خطاب کر رہا تھا اس کو سنا دیا تھا، فرمایا ذرا آواز اونچی رکھا کرو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں تمہاری طرف سے گزرا تھا تو تم (قرآن پڑھنے میں) آواز بلند کر رہے تھے (یعنی بہت اونچی آواز سے پڑھ رہے تھے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، میں (اپنی قرأت سے) سوتے کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا، فرمایا ذرا آواز کو نیچی رکھا کرو۔

⑪ "**وقل الحمدللّٰه الذی لم یتخذ ولدًا**" اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ وہ اللہ کی وحدانیت کی تعریف بیان کریں۔ حمد کا معنی ہے تعریف و بزرگی کرنا اس ذات کی جو اس کی اہل ہے۔ حسین بن فضل کا قول ہے کہ الحمد للہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کوئی اولاد نہیں۔ "**ولم یکن له شریک فی الملک ولم یکن له ولی من الذل وکبره تکبیرًا**" وہ تعظیم عظمت والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ ہی کوئی ولی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن جن کو جنت کی طرف سب سے پہلے بلایا جائے گا وہ وہی لوگ ہوں گے جو دُکھ سکھ ہر حالت میں اللہ کی بہت زیادہ حمد کرتے ہیں۔ (رواہ الطبرانی والبیہقی والحاکم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حمد شکر کی چوٹی (یعنی مدار) ہے جو بندہ اللہ کی حمد نہیں کرتا وہ شکر نہیں کرتا۔ (رواہ البیہقی وعبدالرزاق فی الجامع)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے اچھی دُعا الحمد للہ ہے اور سب سے اعلیٰ ذکر **لا الٰه الا اللّٰه** ہے۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

حضرت سمرہ بن جندب کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کو سب سے زیادہ پیارے چار جملے ہیں۔ **لا الٰه الا اللّٰه** اور **سبحان اللّٰه** اور **اللّٰه اکبر** اور **الحمد للّٰه** جس سے شروع کرو، کوئی حرج نہیں (یعنی ترتیب ضروری نہیں)۔ (رواہ مسلم واحمد بسند صحیح)

سُورۃُ الکھف

سورۃ کہف مکی ہے اس میں ایک سو گیارہ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ①

ترجمہ: تمام خوبیاں اس اللہ کے لئے ثابت ہیں جس نے اپنے (خاص) بندے پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی

تفسیر: ① "الحمدللّٰه الذی أنزل علٰی عبده الکتاب" اللہ تعالیٰ نے قرآن کا انعام کر کے اپنی ثناء کی اور اس میں بندوں کو حمد خداوندی کرنے کی تعلیم بھی دے دی۔ یہاں خاص طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا کیونکہ قرآن کا نزول خصوصی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نعمت ہے اور باقی اُمت پر عمومی طور پر نعمت ہے۔ "ولم یجعل له عوجًا"

قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ② مّٰكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ③ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ④ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ۚ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ⑤ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ⑥ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ⑦ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ⑧

ترجمہ: بالکل استقامت کے ساتھ موصوف بنایا کہ وہ ایک سخت عذاب سے جو کہ منجانب اللہ ہوگا ڈرائے اور ان اہل ایمان کو جو کہ نیک کام کرتے ہیں یہ خوش خبری دے کہ ان کو اچھا اجر ملے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور تا کہ ان لوگوں کو ڈرائے جو یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے نہ تو اس کی کوئی دلیل ان کے پاس ہے اور نہ ان کے باپ داداؤں کے پاس تھی بڑی بھاری بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے (اور) وہ لوگ بالکل ہی جھوٹ بکتے ہیں (اور آپ جو ان پر اتنا غم کرتے ہیں) سو شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون (قرآنی) پر ایمان

نہ لائے تو غم سے اپنی جان دے دیں گے (یعنی اتنا غم نہ کریں کہ قریب بہلاکت کر دے ہم نے زمین پر کی چیزوں کو اس کے لئے باعث رونق بنایا تا کہ ہم لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں زیادہ اچھا عمل کون کرتا ہے اور ہم زمین پر کی تمام چیزوں کو ایک صاف میدان (یعنی فنا) کر دیں گے۔

تفسیر ❷ "قیمًا" اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی جس میں کوئی کجی نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ کیا ہے، عدل سے فراء کا بیان ہے کہ یہ کتاب ماقبل تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ نے جو کچھ اپنے بندے پر نازل فرمایا اس میں کوئی کجی نہیں لیکن اللہ نے اس کتاب کو راہ ہدایت بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ولم یجعل له عوجًا" اس میں اختلاف نہیں ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا "ولو کان من عند غیر اللّٰه لوجدوا فیه اختلافاً کثیرًا" بعض نے کہا کہ اس کو مخلوق نہیں بنایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس آیت کا مطلب ہے "قرآنًا عربیا غیر ذی عوج" وہ مخلوق نہیں۔ "لینذر باسا شدیدًا" تا کہ وہ سخت عذاب سے ڈرائے۔ "من لدنه" اس کی طرف سے۔ "ویبشر المؤمنین الذین یعملون الصالحات أن لهم اجرًا حسنًا" اس سے مراد جنت ہے۔

❸ "ماکثین فیه ابدًا" اس میں وہ مقیم رہیں گے۔

❹ "وینذر الذین قالوا اتخذ اللّٰه ولدًا"

❺ "مالهم به من علم ولا لاٰبائهم" یہ انہوں نے جہالت کی بناء پر کہا نہ کہ علم کی بنا پر (یعنی اللہ کی اولاد قرار دینے کا علم) "کبرت" وہ بہت بڑی تہمت ہے۔ "کلمةً" منصوب ہے تمیز ہونے کی وجہ سے۔ بعض نے کہا کہ عبارت اس طرح تھی "کبرت الکلمة کلمة" ایک کلمہ کو حذف کر دیا گیا۔ اس محذوف من کی وجہ سے یہ منصوب ہے۔ "تخرج من افواههم" ظاہر کرتے ہیں، اپنی زبانوں سے "ان یقولون" جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ "الا کذبًا"

❻ "فلعلک باخع نفسک علی آثارهم" اس کے بعد وہ اپنے آپ کو ہلاک کر دیں۔ "ان لم یؤمنوا بهذا الحدیث" اس سے مراد قرآن ہے۔ "أسفًا" وہ غمگین اور بعض نے کہا کہ وہ غصہ ہوں گے۔

❼ "انا جعلنا ما علی الارض زینة لها"

شبہ اور اس کا ازالہ

سوال کیا جائے کہ زینت میں تو ایسی چیزیں بھی شامل ہیں جو بظاہر نقصان دہ ہیں۔ سانپ، بچھو، شیاطین۔ اس کا جواب یہ دیا کہ زینت اس اعتبار سے ہے کہ یہ سب چیزیں اللہ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس سے مراد خاص طور پر مرد ہیں کیونکہ یہی زمین کی زینت ہیں۔ بعض نے کہا کہ زینت سے مراد علماء و صلحاء ہیں۔ بعض نے کہا کہ زینت سے مراد

نباتات، درخت اور نہریں ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے "حتّٰی اذا اخذت الارض زخرفھا وازّینت"...... "لنبلوھم" تا کہ ہم تمہیں اس کی خبر دیں۔ "أیھم احسن عملاً" تا کہ ہم ان کے اعمال کی اصلاح کریں۔ بعض نے کہا کہ کون ہے جو دُنیا کو ترک کر دے۔

⑧ "وانا لجاعلون ما علیھا صعیدًا جرزًا" صعید اس چیز کو کہتے ہیں جو زمین پر ہو یعنی (مٹی) بعض نے کہا کہ اس سے مراد مٹی ہے۔ "جرزًا" ان سب اشیاء کو ہم مٹی کر دیں گے اور یہ سب چٹیل میدان بن جائے گی جیسے کہا جاتا ہے "جرزت الارض" جب زمین سب کچھ نگل جائے۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ⑨ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ⑩

ترجمہ: کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور پہاڑ والے ہماری عجائبات میں سے کچھ تعجب کی چیز تھے وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ ان نوجوانوں نے اس غار میں جا کر پناہ لی پھر کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنے پاس سے رحمت کا سامان عطا فرمایئے اور ہمارے لئے (اس) کام میں درستی کا سامان مہیا کر دیجئے۔

تفسیر: ⑨ "ام حسبت أن اصحاب الکھف والرقیم کانوا من اٰیاتنا عجبًا" اے محمد! کیا آپ گمان کرتے ہیں کہ کہف ورقیم والے ہماری عجائبات میں سے کوئی عجیب چیز تھے۔ بعض نے کہا کہ یہ استفہام انکاری ہے۔ یعنی کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ کہف ورقیم والے کوئی عجیب نشانی تھے ایسا نہیں ہے بلکہ زمین و آسمان اور اس میں جو کچھ ہم نے پیدا کیا وہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز ہیں۔ کہف پہاڑی میں کشادہ غار کو کہتے ہیں۔

الرقیم کی مختلف تفاسیر

رقیم کے معنی میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ ایک پتھر کی تختی تھی جس میں اصحاب کہف کے نام اور ان کا قصہ لکھا ہوا تھا۔

یہ تمام قولوں میں اظہر قول ہے، پھر اس تختی کو کہف والوں کی غار کے باہر لگا دیا گیا۔

بعض نے کہا کہ رقیم سے مراد پتھر ہے۔ اس صورت میں رقیم مرقوم کے معنی میں ہوگا۔ یعنی لکھا ہوا اور رقم کا معنی ہے لکھنا۔

ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول آیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ رقیم اس وادی کا نام ہے جس میں اصحاب کہف کا غار تھا۔ اس قول پر رقیم کا اشتقاق "رقمۃ الوادی" سے ہوگا۔

کعب احبار نے کہا رقیم اس بستی کا نام ہے جہاں سے اصحاب کہف اور اصحاب الرقیم دونوں ایک ہی تھے، الگ الگ نہ تھے۔ بعض نے کہا کہ یہ پہاڑ کا نام ہے جس میں اصحاب کہف کا نام تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کا قصہ ذکر کیا ہے۔

اصحاب کہف کا واقعہ

⑩"اذ أوی الفتیة الی الکھف"انہوں نے اپنی طرف ٹھکانہ بنالیا۔مفسرین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ یہ لوگ پہاڑ کی غار میں پناہ گزین کیوں ہوئے۔محمد بن اسحاق نے بیان کیا عام عیسائیوں کی دینی حالت بہت بگڑ گئی تھی، بت پرستی تک نوبت پہنچ گئی تھی، بتوں پر چڑھاوے چڑھانے اور ان کے نام پر قربانیاں کرنے کا بھی رواج ہوگیا تھا، بادشاہ بھی سرکش اور بے دین ہوگئے تھے لیکن کچھ لوگ صحیح دین عیسوی پر قائم تھے اور اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے، بے دین مخالف توحید بادشاہوں میں سے دقیانوس نام کا بھی ایک بادشاہ تھا، اس کی حکومت بلادِ روم پر تھی، یہ بت پرستی کرتا اور بتوں کے نام کی قربانیاں کرتا تھا اور جو لوگ توحید پر قائم رہتے تھے ان کو قتل کرادیتا، اپنے ملکوں کی مختلف بستیوں میں جاتا اور وہاں کے باشندوں کی جانچ کرتا جو بت پرستی اختیار کرلیتا، اس کو چھوڑ دیتا اور جو انکار کرتا، اس کو قتل کرادیتا تھا۔

حسب عادت ایک بار یہ شہر افسوس میں جا کر اُترا، جو لوگ اہل ایمان تھے ڈر کے مارے وہ چھپ گئے اور جدھر کو جس کا منہ اُٹھا بھاگ نکلے جو اہل ایمان پکڑے جاتے، ان کو بت پرستی کی ترغیب دی جاتی، اگر وہ توحید چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرنے لگتے تو ان کو چھوڑ دیا جاتا ورنہ قتل کردیا جاتا اور مقتولین کے ٹکڑے کرکے شہر پناہ کی دیواروں پر اور دروازوں پر لٹکا دیا جاتا۔ چند مؤمن نوجوان جن کی تعداد آٹھ بتائی گئی ہے، ایمان میں بڑے پختہ اور نماز روزے کے بہت پابند تھے اور سب رومی امراء کے لڑکے تھے، سخت گھبرا گئے اور مضطرب ہو کر زاری کے ساتھ انہوں نے دُعا کی "ربنا رب السموات والارض ......" ہمارا رب وہی ہے جو زمین وآسمان کا رب ہے ہم اس کے سوا کسی معبود کی عبادت ہرگز نہیں کریں گے ورنہ یہ بڑی زیادتی اور حق سے تجاوز ہوگا۔

اے رب! اپنے ایماندار بندوں سے اس فتنہ کو دور کردے ان کی مصیبت دفع کردے کہ وہ تیری عبادت علی الاعلان کرسکیں۔

یہ لوگ مسجد کے اندر سجدوں میں پڑے یہ دُعا کر ہی رہے تھے کہ سرکاری آفیسر آپہنچے اور سب کو گرفتار کرکے دقیانوس کے پاس لے گئے اور کہا آپ دوسرے لوگوں کو تو اپنے معبودوں کی خوشنودی کے لیے قتل کراتے ہیں اور یہ لوگ جو آپ ہی کے خاندان کے ہیں، آپ کے حکم کے خلاف کرتے اور آپ کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا ان کو پیش کرو، یہ نوجوان پیش کیے گئے، سب کے چہرے غبار آلود تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے، بادشاہ نے کہا تمہارے شہر کے سردار ہمارے معبودوں کی پرستش کرتے اور ان پر قربانیاں چڑھاتے ہیں تم ان کی طرح کیوں نہیں کرتے اور ان کا رنگ ڈھنگ کیوں نہیں اختیار کرتے، میں تم کو اختیار دیتا ہوں کہ یا تو ہمارے معبودوں پر بھینٹ چڑھاؤ اور ان کی پوجا کرو ورنہ میں تم کو قتل کرادوں گا۔

مکسلمینا نے جو سب میں بڑا تھا کہا ہمارا معبود وہ ہے جس کی عظمت سے تمام آسمان بھرے ہوئے ہیں، ہم اس کے سوا کبھی کسی کی عبادت نہیں کریں گے، اسی کے لیے حمد، بزرگی اور پاکی ہے ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی سے نجات اور خیر کے طلبگار ہیں، آپ جو چاہیں کریں، ہم آپ کے بتوں کی پوجا نہیں کرسکتے۔مکسلمینا کے دوسرے ساتھیوں نے بھی دقیانوس کو یہی

جواب دیا۔ یہ جواب سن کر دقیانوس نے حکم دیا کہ ان کے امیرانہ کپڑے اتروا لیے جائیں۔ حکم کی تعمیل کر دی گئی، پھر کہنے لگا میں ذرا (دوسروں سے) فارغ ہولوں تو تم کو وہ سزا دوں گا جو تمہارے لیے میں نے تجویز کی ہے، تم ابھی نوجوان ہو تم کو قتل کرنا میں نہیں چاہتا، اسی لیے میں تم کو سزا دینے میں جلدی نہیں کر رہا ہوں اور تم کو مہلت دیتا ہوں کہ تم اپنے معاملہ پر غور کر لو۔

اس کے بعد ان کے سارے امیرانہ زیور اُتار لیے گئے اور دربار سے نکال دیا گیا اور دقیانوس اس بستی کو چھوڑ کر کسی دوسرے شہر کو چل دیا (اور واپسی تک کی ان کو سوچنے کی مہلت دے گیا) جب وہ شہر سے چلا گیا تو سب نے باہم مشورہ کیا کہ اس کی واپسی سے پہلے پہلے کچھ تدبیر کرنی ضروری ہے۔ چنانچہ باہم مشورہ کر کے طے کیا کہ ہر شخص اپنے اپنے گھر سے کچھ روپیہ لے کر آئے، اس میں سے کچھ تو غریبوں کو بانٹ دے اور کچھ کھانے پینے کے لیے رکھ لے، پھر سب شہر کے قریب کوہ بنجلوس کے غار میں جا کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور دقیانوس کی واپسی تک وہیں ٹھہرے رہیں، جب دقیانوس آ جائے تو اس کے سامنے آ کر کھڑے ہو جائیں، پھر وہ جو کچھ چاہے کرے (یعنی ہر ایک کو قتل ہونے کے لیے تیار ہو کر دقیانوس کے پاس جانا چاہیے) حسب مشورہ ہر شخص اپنے باپ کے گھر جا کر کچھ روپیہ لے آیا، کچھ اس میں سے خیرات کر دیا اور باقی اپنی گزر بسر کے لیے رکھ لیا اور ایک غار میں داخل ہو گئے۔ ایک کتا بھی ان کے پیچھے ہولیا، وہ بھی غار میں چلا گیا۔ سب غار میں جا کر ٹھہر گئے۔ کعب احبار کا بیان ہے اثناء راہ میں ایک کتا ان کے پیچھے ہولیا، انہوں نے بھگا دیا لیکن وہ پھر لوٹ آیا، انہوں نے پھر بھگا دیا، کتا پھر لوٹ آیا، ایسا چند مرتبہ کیا تو کتا بولا لوگو! تم چاہتے کیا ہو میری طرف سے اندیشہ نہ کرو، جن کو اللہ سے محبت ہے مجھے ان سے محبت ہے تم وہاں سونا میں تمہاری چوکیداری کروں گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے یہ لوگ رات کو دقیانوس سے بھاگے تھے، کل سات آدمی تھے، ایک چرواہے کی طرف سے گزرے جس کے پاس کتا تھا، چرواہا بھی ان کا ہم مذہب ہو گیا اور ساتھ ہولیا اور کتا بھی پیچھے پیچھے آ گیا، سب لوگ شہر سے نکل کر ایک قریبی غار کی طرف چلے گئے (اور اس میں داخل ہو گئے) اور وہیں قیام پذیر ہو کر نماز، روزے، تحمید، تسبیح اور تکبیر (اللہ کی حمد کرنے اس کی پاکی بیان کرنے اور عظمت کا اقرار کرنے) میں مشغول ہو گئے۔ اس کے علاوہ ہر شغل کو چھوڑ دیا اور کل روپیہ اپنے ایک ساتھی جس کا نام تملیخا تھا کے پاس رکھ دیا، تملیخا بڑا ہی خوش تدبیر، خوبصورت اور بہادر تھا، شہر کو چھپ کر جاتا اور سب کے لیے کھانے پینے کی چیزیں خرید لاتا تھا، تملیخا جب شہر کو جانا چاہتا تو اپنے بڑھیا خوب صورت کپڑے اُتار کر فقیروں اور بھیک منگوں کے جیسے کپڑے پہن لیتا اور سکہ لے کر شہر میں جا کر کھانے پینے کی چیزیں خریدتا اور ٹوہ لگاتا کہ دقیانوس یا اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے ان لوگوں کا کچھ تذکرہ کیا یا نہیں، پھر لوٹ کر آ جاتا اور ساتھیوں کو مطلع کر دیتا، اس طرح غار کے اندر یہ لوگ مدت تک رہے، مدت کے بعد دقیانوس شہر میں (واپس) آیا اور سردارانِ شہر کو بتوں پر قربانیاں چڑھانے کا حکم دیا۔

اہل ایمان میں پھر کھلبلی مچ گئی، تملیخا بھی اس وقت شہر کے اندر ہی تھا، ساتھیوں کے لیے کھانے پینے کی چیزیں خریدنے گیا تھا، غریب تھوڑا سا کھانا لے کر روتا ہوا لوٹ آیا اور آ کر ساتھیوں کو بتایا کہ وہ ظالم شہر میں آ گیا ہے اور وہ اس کے ساتھی اور شہر کے بڑے لوگ ہماری جستجو میں ہیں، یہ بات سن کر سب گھبرا گئے اور سجدہ میں پڑ کر گڑگڑا کر اللہ سے دُعا کرنے اور فتنہ سے پناہ

مانگنے میں مشغول ہوگئے۔ تملیخا نے کہا یارو! سروں کو اُٹھاؤ، کھانا کھاؤ اور اللہ پر توکل رکھو، سب نے سجدے سے سر اُٹھائے آنکھوں سے آنسو جاری تھے، پھر سب نے کھانا کھایا۔ یہ واقعہ غروب آفتاب کے وقت کا تھا، کھانے کے بعد آپس میں باتیں کرنے اور پڑھنے پڑھانے اور باہم نصیحتیں کرنے میں مشغول ہوگئے، غار کے اندر باتوں میں ہی مشغول تھے کہ یکدم اللہ نے سب پر نیند کو مسلط کردیا، سب سوگئے۔ کتا دروازے پر پاؤں پھیلائے پڑا تھا جو نیند اللہ نے ان لوگوں پر مسلط کی تھی وہی کتے پر بھی مسلط کردی۔ اس وقت ان کا سارا روپیہ سرہانے پڑا رہا۔

دوسرے دن صبح ہوئی تو دقیانوس نے ان کو تلاش کرایا لیکن کسی کو نہ پاسکا، کہنے لگا مجھے اُن جوانوں کے کیس نے پریشان کررکھا ہے۔ انہوں نے خیال کیا کہ میں ان پر ناراض ہوں (اور ضرور قتل کرادوں گا اس لیے چھپ گئے) وہ اپنی نادانی کی وجہ سے میرے سلوک سے واقف نہ تھے، اگر وہ توبہ کرلیتے اور میرے معبودوں کو پوجنے لگتے تو میں ان پر کسی قسم کا بار نہیں ڈالتا، شہر کے سرداروں نے کہا آپ کو ان سرکشوں، نافرمانوں اور بدکاروں پر رحم کرنا ہی نہیں چاہیے تھا (وہ اس قابل ہی نہیں تھے) آپ نے ان کو ایک محدود مہلت دے دی تھی، اگر وہ چاہتے تو اس مدت کے اندر توبہ کرلیتے اور (فرماں برداری کی طرف) لوٹ آتے لیکن انہوں نے تو توبہ ہی نہیں کی، بادشاہ یہ بات سن کر سخت مشتعل ہوگیا اور اصحاب کہف کے باپوں کو بلوایا اور ان کے بیٹوں کے متعلق جواب طلب کیا اور دریافت کیا تمہارے وہ سرکش بیٹے کہاں ہیں جنہوں نے میرے حکم سے سرتابی کی۔

وہ بولے ہم نے تو آپ کی نافرمانی نہیں کی، پھر ان سرکشوں کے جرم کی وجہ سے آپ ہم کو قتل نہ کریں وہ تو ہمارا بھی مال لے گئے اور لے جاکر بازاروں میں برباد کردیا (یعنی فقیروں کو بانٹ دیا) یہ معذرت سن کر بادشاہ نے ان کو چھوڑ دیا اور کچھ آدمیوں کو کوہ بنجلوس کی طرف بھیجا اور اس کے سوا کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آئی کہ جس غار کے اندر اصحاب کہف داخل ہوئے تھے اس کا منہ بند کرادے، اللہ کی مشیت تھی کہ اصحاب کہف کو عزت عطا فرمادے اور آنے والی قوموں کے لیے اپنی قدرت کی نشانی بنادے اور لوگوں کو دکھادے کہ قیامت ضرور آئے گی اور (جس طرح اس غار کے اندر نیند کی حالت میں اللہ نے ان کو سینکڑوں برس رکھ کر پھر زندہ اُٹھایا اسی طرح) اللہ قبروں سے مُردوں کو زندہ کرکے اُٹھائے گا۔

غرض دقیانوس نے غار کا منہ بند کرادیا اور کہا جس غار کو انہوں نے اپنے لیے پسند کیا ہے اسی غار کو ان کے لیے قبریں بنادو۔ وہیں گھٹ گھٹ کر بھوکے پیاسے مرجائیں۔ اس کا خیال تھا کہ اصحاب کہف بیدار ہیں اور غار کے بند ہوجانے کا ان کو علم ہے حالانکہ اللہ نے نیند کی حالت کی طرح ان کی روحوں کو قبض کرلیا تھا، کتا غار کے دروازے پر اگلے دونوں پاؤں پھیلائے بیٹھا تھا اور جس طرح نیند اصحاب کہف پر مسلط کردی گئی تھی اسی طرح کتے پر بھی نیند چھا گئی تھی۔ اللہ کے حکم سے اصحاب کہف سوتے میں دائیں بائیں کروٹیں بھی لیتے تھے (اگر ایک پہلو پر پڑے رہتے تو ممکن تھا گوشت گل جاتا اس لیے کروٹ لینا ضروری تھا)۔

شاہ دقیانوس کے خاندان میں دو آدمی مؤمن بھی تھے اور جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے ایک کا نام بیندروس اور دوسرے کا رایاش تھا، دونوں نے مشورہ کرنے کے بعد اصحاب کہف کے نام نسب، خاندان اور پورا واقعہ رانگ کی ایک تختی پر لکھ کر

تانبے کے صندوق میں تختی کو رکھ کر ایک بنیاد میں صندوق کو اس خیال سے دفن کر دیا کہ قیامت سے پہلے ممکن ہے اہل ایمان کا کوئی گروہ اس جگہ قابض ہو جائے اور اس تحریر کو پڑھ کر ان کو اصحاب کہف کا واقعہ معلوم ہو جائے۔ دقیانوس اور اس کی قوم کے بعد صدیاں گزر گئیں اور پے در پے بادشاہ آتے جاتے رہے (اور اصحاب کہف غار کے اندر استراحت فرماتے رہے اور صندوق دفن رہا) عبید بن عمیر کا بیان ہے کہ اصحاب کہف چند نوجوان تھے جو گلے میں طوق اور ہاتھوں میں کنگن پہنے ہوئے تھے، زُلفیں چھوڑی ہوئی تھیں، ایک شکاری کتا ان کے ساتھ تھا کسی بڑے تہوار کے موقع پر بن سج کر گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلے اور ساتھ میں ان بتوں کو بھی لے لیا جن کو پوجتے تھے، اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان پیدا کر دیا، ان میں سے ایک وزیر بھی تھا سب در پردہ مؤمن تو ہو گئے لیکن ہر ایک نے دوسرے سے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا اور ہر ایک نے دل میں طے کر لیا کہ ان کافروں کے ساتھ مجھے نہ رہنا چاہیے کہیں ان کے جرائم پر آنے والا عذاب مجھ پر نہ آجائے۔

غرض سب الگ الگ ہو گئے۔ پہلا ایک جا کر کسی درخت کے سایہ میں تنہا بیٹھ گیا، دوسرے نے اس کو تنہا بیٹھے دیکھا تو خیال کیا کہ شاید اس کی حالت بھی میری حالت کی طرح ہو گئی ہے، اس لیے زبان سے ظاہر کیے بغیر اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا، پھر تیسرا اسی خیال کو لے کر چلا اور دونوں کے پاس جا کر بیٹھ گیا، اس طرح ایک ایک کر کے سب جمع ہو گئے۔ پھر ایک نے ایمان کو پوشیدہ رکھتے ہوئے ڈرتے ڈرتے دوسرے سے کہا، آپ حضرات یہاں کس غرض سے جمع ہوئے ہیں، دوسرے نے بھی یہی پوچھا اور تیسرے چوتھے غرض سب نے یہی سوال کیا۔ پھر دو دو کی ٹکڑیاں بنا کر انتہائی راز داری کے ساتھ ایک نے دوسرے پر حقیقت ظاہر کی اور معلوم ہوا کہ سب مؤمن ہیں، پہاڑ میں قریب ہی ایک غار تھا، سب نے مشورہ کر کے اس کی طرف رُخ کیا اور غار میں چلے گئے، شکاری کتا بھی ساتھ تھا اندر جا کر سب سو گئے اور ۳۰۹ برس تک سوتے رہے۔ قوم والوں نے ان کو تلاش کیا لیکن اللہ نے غار کو ہی ان کی نظر سے غائب کر دیا اور تمام نشانات محو کر دیئے۔ مجبوراً ان کے نام، نسب، خاندان ایک تختی پر تحریر کیے اور لکھ دیا کہ فلاں فلاں اشخاص جو فلاں فلاں بادشاہ (امراء) کے بیٹے تھے، فلاں بادشاہ کے دورِ حکومت میں فلاں سال فلاں مہینے کھو گئے اور تلاش کے بعد بھی نہیں ملے، پھر یہ تختی سرکاری محافظ خانہ میں رکھ دی گئی، کچھ مدت کے بعد وہ بادشاہ مر گیا اور صدیاں گزرتی گئیں۔

وہب بن منبہ نے بیان کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک حواری اصحاب کہف کے شہر کو گیا تھا، شہر کے اندر داخل ہونے کا ارادہ کیا، کسی نے کہا شہر کے دروازے پر ایک بت ہے، پہلے اس بت کو سجدہ کرنا پڑتا ہے، پھر اندر داخل ہونے کی اجازت دی جاتی ہے، حواری نے اس حرکت کو پسند نہیں کیا اور شہر کے قریب ایک حمام میں جا کر حمام والے کی نوکری کر لی اور کام کرنے لگا، حمام والے کو حواری کے آتے ہی بڑی برکت حاصل ہوئی (اس کے کام کو بہت ترقی ہو گئی) شہر کے بعض نوجوانوں کا بھی اس حواری سے کچھ تعلق ہو گیا، وہ اس کے پاس بیٹھنے لگے، حواری ان کو آسمان و زمین کی خبریں سناتا تھا (اور وہ شوق سے سنتے تھے) آخر وہ لوگ حواری پر ایمان لے آئے اور عیسائی ہو گئے۔ حواری نے حمام والے سے شرط کر لی تھی کہ رات کو میری نماز میں کوئی مداخلت نہ کرے، رات میری ہے، رات کو کوئی کام نہیں کروں گا۔

ایک روز شہزادہ ایک عورت کو لے کر حمام میں آیا۔ حواری نے کہا آپ شہزادے ہیں اور اس عورت کو لے کر حمام میں داخل ہو رہے ہیں۔ شہزادہ کو شرم آئی اور واپس چلا گیا لیکن دوسری مرتبہ پھر آیا اور حواری نے پہلی بار کی طرح نصیحت کی۔ اس مرتبہ حواری کی طرف کوئی توجہ نہیں کی بلکہ اس کو جھڑک دیا، دونوں حمام میں داخل ہو گئے، بادشاہ کو کسی نے اطلاع دی کہ شہزادہ کو حمامی نے قتل کر دیا ہے، بادشاہ نے حمامی کی تلاش کے لیے آدمی بھیجے مگر وہ بھاگ گیا، ہاتھ نہیں آیا، بادشاہ نے پوچھا اس کے ساتھ کون لوگ رہتے ہیں، لوگوں نے بتلایا فلاں فلاں جوان رہتے تھے، ان جوانوں کی جستجو کی گئی لیکن وہ بھی شہر سے باہر نکل گئے اور راستہ میں ایک اور شخص کو بھی ساتھ لے لیا جو انہیں کی طرح ایمان پر قائم تھا۔

ایک کتا بھی ساتھ ہو گیا اور طے کر لیا کہ آج رات یہیں رہو، صبح ہو گئی تو کچھ سوچیں گے۔ چنانچہ اندر پہنچ کر رات کو بے خبر سو گئے، بادشاہ نے اپنے ساتھیوں کو لے کر ان کی جستجو میں نکلا اور غار پر جا پہنچا۔ معلوم ہوا کہ وہ لوگ اندر جا چکے ہیں، بادشاہ کے ساتھیوں میں سے کسی شخص نے اندر جانے کا ارادہ کیا مگر دہشت زدہ ہو گیا، پھر کسی میں اندر گھسنے کی ہمت نہ ہوئی، ایک شخص نے بادشاہ سے کہا اگر وہ آپ کے ہاتھ آ جائے تو کیا آپ کا ارادہ ان کو قتل کرا دینے کا نہ تھا۔ بادشاہ نے کہا بلاشبہ یہی ارادہ تھا۔ اس شخص نے کہا تو اب غار کے دروازے کو بند کرا کے کوئی دیوار بنوا دیجئے کہ اندر بھوکے مر جائیں، چنانچہ بادشاہ نے تو ایسا ہی کیا۔

وہب کا بیان ہے کہ دروازے کی بندش کو اس کے بعد طویل زمانہ گزر گیا، ایک دور کے بعد دوسرا دور آیا اور گزرتا چلا گیا، کچھ مدت کے بعد اتفاقاً جنگل میں کسی چرواہے کو بارش نے آ گھیرا، وہ بکریاں بھیڑیں لے کر پناہ لینے کے لیے اس غار کی طرف آیا اور بکریوں کو سائے میں محفوظ رکھنے کی کوشش کر کے اس نے دروازہ کھول دیا۔ اُدھر صبح ہوئی تو اللہ نے ان کی روحیں لوٹا دیں، ان کو ایسا معلوم ہوا کہ رات بھر سو کر صبح کو اُٹھے ہوئے ہوں۔

محمد بن اسحاق نے لکھا ہے (مدت کے بعد) وہاں کی حکومت ایک نیک آدمی کے ہاتھ آ گئی۔ اس شخص کا نام بیدوسیس تھا۔ اس کی حکومت کو جب ۶۸ سال گزر گئے تو لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے، ایک گروہ مؤمنوں کا تھا جو اللہ پر ایمان رکھتا اور قیامت کو حق جانتا تھا اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا جو اللہ اور قیامت کا منکر تھا۔

بیدوسیس کو یہ پھوٹ اور گمراہی کا پھیلاؤ دیکھ کر بڑا رنج ہوا، وہ اللہ کے سامنے رو دیا، گریہ وزاری کی اور اس کو اس بات سے بڑا دکھ ہوا کہ اہل باطل حق پرستوں پر غالب ہوتے چلے جا رہے ہیں، اہل باطل حشر جسمانی کے قائل نہیں تھے صرف حشر روحانی کو مانتے تھے اور دنیوی زندگی پر ہی ریجھے ہوئے تھے، بیدوسیس نے ان لوگوں کو بلوایا جن کے متعلق خیال تھا کہ وہ آئمہ حق اور اصحاب خیر ہیں، جب وہ آئے تو دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ بھی قیامت کے قائل نہیں ہیں اور لوگوں کو حواریوں کے دین و مذہب سے مرتد بنا دینے اور لوٹا دینے کے خواستگار ہیں، یہ دیکھ کر بادشاہ اپنے کمرے میں چلا گیا، دروازہ بند کر لیا، کمبل کا لباس (یعنی فقیرانہ لباس) پہن لیا اور راکھ بچھا کر اس پر بیٹھ گیا اور مدت تک رات دن مسلسل اللہ کے سامنے گریہ و زاری کرتا اور دُعا کرتا رہا کہ الٰہی تو ان لوگوں میں تفرقہ پڑ جانے سے واقف ہے کوئی ایسی نشانی ظاہر کر دے جس سے ان

لوگوں کو اپنے عقیدہ کا غلط اور باطل ہونا واضح ہو جائے۔ یوں بھی اللہ رحمٰن و رحیم ہے اس کو اپنے بندوں کا تباہ ہونا پسند نہیں، اس نے اپنے نیک بندے بیدوسیس کی دُعا قبول فرمالی اور اصحاب کہف کی حالت کو ظاہر کرنا اور ان کو منکرین قیامت کے خلاف بطور دلیل پیش کرنا اور ثبوت قیامت اور مُردوں کی بعثت پر یقین دلانے کے لیے ایک نشانی نمایاں کرنا چاہا، اس کی یہ بھی مرضی ہوئی کہ مسلمانوں کا بکھرا شیرازہ پھر مجتمع ہو جائے جس کی صورت اس نے یہ پیدا کی کہ جس بستی میں اصحاب کہف کا غار تھا وہیں ایک باشندہ کے دل میں یہ ارادہ پیدا کر دیا کہ غار کے دروازے پر جو عمارت بنائی گئی تھی اس کو ڈھا کر اپنی بکریوں کے لیے ایک باڑہ بنا دے اس شخص کا نام اولیاس تھا۔ اولیاس نے دو مزدور رکھ کر غار کے دروازے کی عمارت کے پتھر اکھڑوانا اور اپنی بکریوں کیلئے باڑہ بنوانا شروع کر دیا۔ آخر دروازہ کی ساری عمارت صاف کر دی اور دروازہ کھل گیا۔ پھر اللہ نے اصحاب کہف کو اُٹھا کر بٹھا دیا، وہ خوش خوش شگفتہ رو، ہشاش بشاش اُٹھے اور خیال کیا کہ حسب معمول ہم رات کو سوئے تھے اور صبح ہوئی تو بیدار ہو گئے۔ پھر معمول کے مطابق انہوں نے نمازیں پڑھیں اور کوئی ایسی علامت ان کے چہروں پر نمودار نہیں ہوئی جس سے اجنبیت یا انوکھا پن ظاہر ہوتا۔ وہ یہ ہی سمجھتے رہے کہ بادشاہ دقیانوس ہماری جستجو میں لگا ہوا ہے۔ اتنی بات ضرور تھی کہ وہ یہ سمجھے تھے کہ ہم آج کچھ زیادہ سوئے۔ اس لیے انہوں نے باہم پوچھنا شروع کیا ہم کتنی دیر سوئے، کسی نے کہا ایک دن، دوسرے نے کہا کچھ کم ایک دن سوئے ہوں گے (تعیین کے ساتھ صحیح مقدارِ خواب کوئی نہ بتا سکا) بالآخر بول اُٹھے اللہ ہی جانے ہم کتنے وقت (سوتے) رہے۔ نماز کے بعد انہوں نے اپنے ایک ساتھی سے جس کا نام تملیخا تھا اور جس کے پاس سب کا خرچ تھا، کہا ذرا جا کر خبر لاؤ کہ اس ظالم کے سامنے شام کو (ہمارے آنے کے بعد) لوگوں نے کیا باتیں کہیں، تملیخا نے کہا کیا تم شہر میں نہیں ہو، وہ ظالم چاہتا ہے کہ تم کو پکڑ والے اور تم اس کے بتوں پر قربانیاں چڑھاؤ اور انکار کرو تو وہ تم کو قتل کرا دے جو اللہ چاہے گا وہ ہوگا (فکر کس بات کی ہے) مکسلمینا بولا دوستو! خوب سمجھ لو کہ تم سب کو اللہ کے سامنے جانا ہے، اللہ کے اس دشمن کے کہنے سے اپنا ایمان چھوڑ کر کافر نہ بن جانا، اس کے بعد سب نے تملیخا کو مامور کیا کہ شہر کو جا کر خبر لائے کہ وہاں کیا تذکرے ہو رہے ہیں اور دقیانوس سے کیا باتیں کہی جا رہی ہیں اور ذرا چالاکی سے جانا کسی کو تمہارا پتہ نہ چل جائے اور وہاں سے کھانے کے لیے بھی کچھ زیادہ خرید کر لانا، ہم سب بھوکے ہیں۔ تملیخا تیار ہو گیا، اوّل بھیس بدلا، کپڑے اُتار کر دوسرے پہنے اور دقیانوسی سکہ لے کر باہر نکلنے کے لیے چل دیا، غار کے دروازے پر پہنچا تو دیکھا دروازے کے پتھر اکھڑے ہوئے ہیں، دیکھ کر تعجب کیا لیکن کچھ زیادہ پروا نہیں کی اور چھپتا چھپاتا اور راستے سے کتراتا شہر کے دروازے پر پہنچ گیا، وہ دقیانوس ہی کا زمانہ سمجھا تھا، اس لیے ڈرتا تھا کہ کوئی اس کو پہچان نہ لے۔ اس کو معلوم ہی نہ تھا کہ دقیانوس کو مرے ہوئے تین سو برس ہو گئے۔ شہر کے دروازے پر پہنچا اور دروازے کے اوپر نظر پڑی تو ایسی علامتیں دکھائی دیں کہ ایمان والوں کو یہاں آزادی ہے، علامات سے اس بستی کا ایمانداروں کی بستی ہونا ظاہر ہو رہا تھا، یہ دیکھ کر بڑا تعجب کیا

اور پوشیدہ طور پر حیرت سے دروازے کو دیکھنے لگا، پھر اس دروازے کو چھوڑ کر شہر کے دوسرے دروازے کی طرف گیا، وہاں بھی وہی علامتیں دکھائی دیں جو پہلے دروازے پر تھیں، خیال کیا کہ یہ وہ شہر ہی نہیں ہے، کوئی دوسرا شہر ہے جو میری شناخت میں نہیں آ رہا ہے، وہاں کچھ لوگوں کو باتیں کرتے ہوئے پایا تو وہ لوگ بھی غیر نظر آئے۔ غرض تعجب میں پڑ گیا اور خیال کیا کہ راستہ بھٹک گیا، پھر لوٹ کر پہلے دروازہ پر آ گیا اور حیرت کرنے لگا کہ یہ وہی چیزیں ہیں جو کل رات تھیں، یہ نشانیاں تو مسلمانوں کی ہیں جن کو وہ پوشیدہ رکھا کرتے تھے اور آج یہ نظروں کے سامنے ہیں، کیا میں سوتے میں خواب دیکھ رہا ہوں، پھر خود ہی کہتا تھا میں تو جاگ رہا ہوں، آخر اپنی چادر سر پر ڈالی اور شہر میں داخل ہو گیا، چلتے چلتے بازار میں پہنچا تو وہاں کچھ لوگوں کو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی قسمیں کھاتے ہوئے سنا۔ اس کے دل میں اور زیادہ ڈر پیدا ہوا اور یقین کر لیا کہ میں راستہ بھول کر کہیں اور آ نکلا، ایک دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا اور دل ہی دل میں کہنے لگا کل شام تو سوائے چند آدمیوں کے اس سرزمین پر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نام لینے والا کوئی بھی نہ تھا، آج صبح کیا بات ہوگئی کہ جس سے سنتا ہوں وہ بے دھڑک عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کر رہا ہے۔ شاید میں کسی انجان شہر میں آ گیا۔ مگر ہمارے شہر کے قریب تو کوئی اور بستی بھی نہ تھی پھر ایک جوان سے ملاقات ہوئی اور اس سے تملیخا نے اس شہر کا نام پوچھا، جوان نے کہا اس شہر کا نام افسوس ہے۔ تملیخا نے دل میں کہا شاید میں مسلوب الحواس اور بے عقل ہو گیا۔ اب تو میرے لیے یہی مناسب ہے کہ میں یہاں سے نکل جاؤں، اس سے پہلے کہ میری بے عزتی کی جائے یا کوئی اور افتاد مجھ پر پڑے اور میں مارا جاؤں، پھر ذرا ہوش آیا تو کہنے لگا قبل اس کے لوگ مجھے جان لیں، یہاں سے بہت جلد نکل جانا ہی مناسب ہے، یہ سوچ کر فوراً نان فروشوں کے پاس گیا اور چاندی کا سکہ جو ساتھ لایا تھا نکال کر ایک نان فروش کو دے کر کھانا طلب کیا۔ نان فروش نے روپیہ لے کر اس کو غور سے دیکھا، مہر اور سکہ کی ضرب پر نظر کی اور تعجب کیا، پھر ایک اور آدمی کی طرف اس کو پھینک دیا، اس نے بھی غور سے دیکھا، اس طرح چند آدمی دیکھنے لگے، ایک دوسرے کی طرف پھینک دیتا اور وہ دیکھ کر تیسرے کی طرف پھینک دیتا۔ اب ان لوگوں نے آپس میں کہنا شروع کیا پرانے زمانے کا گڑا ہوا کوئی پوشیدہ دفینہ اس شخص کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ تملیخا نے جوان لوگوں کو سکے کے متعلق گفتگو کرتے دیکھا تو اس کو بڑا ڈر لگا، خوف کے مارے کانپنے لگا اور سمجھ گیا کہ یہ لوگ بھی مجھے پہچان گئے اور شاہ دقیانوس کے پاس مجھے پکڑ کر لے جانا چاہتے ہیں، کچھ دوسرے لوگ اور بھی آ گئے اور تملیخا کو انہوں نے پہچاننے کی کوشش کی مگر پہچان نہ سکے۔ تملیخا نے ان لوگوں سے ڈرتے ڈرتے کہا، مجھ پر مہربانی کر دو تم نے میرا روپیہ بھی لے لیا اور کھانا بھی نہیں دیا اب مجھے تمہارے کھانے کی ضرورت نہیں اور روپیہ بھی تم ہی رکھ لو، لوگوں نے پوچھا اے شخص تو کون ہے اور واقعہ کیا ہے؟ یقیناً گزشتہ لوگوں میں سے کسی کا کوئی دفینہ تجھے مل گیا ہے تو اس کو ہم سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ہم کو اپنے ساتھ لے کر چل اور دفینہ دکھا اور ہم کو بھی اس میں حصہ دار بنا۔ اس صورت سے تو ہم تیرا معاملہ پوشیدہ رکھیں گے ورنہ حاکم

کے پاس لے جائیں گے، اس کے سپرد کردیں گے اور تو مارا جائے گا۔ تملیخا نے ان کی باتیں سن لیں تو کہا اسی مصیبت میں پھنس گیا جس کا مجھے اندیشہ تھا، لوگوں نے کہا اے شخص خدا کی قسم! اب تو ہم سے چھپا کے تو نہیں رکھ سکتا، تملیخا کی سمجھ میں نہ آیا کہ ان باتوں کا کیا جواب دے، ڈر کے مارے خاموش رہا۔ کچھ بھی نہیں بتایا، لوگوں نے دیکھا کہ وہ بولتا ہی نہیں تو سر سے چادر کھینچ کر گلے میں ڈال کر کھینچتے ہوئے شہر کی گلیوں میں لے گئے، گلیوں والے وجہ پوچھتے تو بتاتے یہ شخص اس لیے پکڑا گیا ہے کہ اس کے پاس (پرانا) دفینہ ہے۔

غرض شہر کے تمام باشندے چھوٹے بڑے جمع ہونے لگے اور تملیخا کو دیکھ کر کہنے لگے یہ آدمی اس شہر کا رہنے والا تو نہیں ہے ہم نے اس کو کبھی نہیں دیکھا، تملیخا ڈر کے مارے خاموش تھا، بات ہی نہیں کرتا تھا لیکن یہ اس کو یقین تھا کہ اس کا باپ، بھائی اور قرابت دار اسی شہر میں موجود ہیں اور اس شہر کے بڑے لوگ ہیں جب وہ سنیں گے تو یقیناً آئیں گے اور یہ لوگ اگر پکڑ کر لے جانا چاہیں گے تو گھر والے آ کر چھڑا لیں گے۔ بیچارہ اسی انتظار میں تھا کہ لوگ اس کو شہر کے دو حاکموں کے پاس لے جانے لگے۔ یہ دونوں حاکم شہر کے منتظم تھے اور نیک آدمی تھے، ایک کا نام اریوس اور دوسرے کا نام اشطیوس تھا، تملیخا سمجھا تھا کہ دقیانوس کے پاس لے جائیں گے لیکن وہ لے گئے شہر کے ان دو حاکموں کے پاس جن سے تملیخا واقف نہ تھا، راستہ میں گھر والوں کے انتظار میں دائیں بائیں دیکھتا جاتا تھا اور لوگ پاگل کی طرح اس کی ہنسی بنا رہے تھے۔

تملیخا نے روتے ہوئے آسمان کی طرف سر اُٹھایا اور کہا اے اللہ! تو آسمانوں اور زمین کا اللہ ہے۔ آج میرے دل میں صبر ڈال دے اور اپنی طرف سے میرے ساتھ روح (جبرئیل علیہ السلام) یا اور کوئی غیبی مددگار کو بھیج دے جو اس ظالم کے سامنے میری مدد کرے۔ غریب تملیخا آنسو بہا رہا تھا اور دل میں کہہ رہا تھا، دوستوں سے مفارقت ہوگئی، میں ان سے بچھڑ گیا جو کچھ مجھے پیش آیا کاش اس کی ان کو اطلاع ہو جاتی تو وہ یقیناً آ جاتے اور سب مل کر اس ظالم کے سامنے جاتے کیونکہ ہم نے آپس میں معاہدہ کرلیا تھا کہ کوئی جدا نہ ہو سب ساتھ رہیں گے، زندگی میں بھی اور مرنے میں بھی۔

وہ اپنے دل میں یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ لوگ دو نیک حاکموں یعنی اریوس اور اشطیوس کے پاس لے پہنچے، جب تملیخا نے دیکھا کہ مجھے دقیانوس کے پاس نہیں لیجایا جائے گا تو ہوش درست ہوگئے اور رونا موقوف کردیا۔ اریوس اور اشطیوس نے روپیہ لے کر دیکھا اور اچنبھے میں پڑ گئے اور دریافت کیا اے شخص جو دفینہ تجھ کو ملا ہے وہ کہاں ہے؟ تملیخا نے کہا مجھے تو کوئی دفینہ نہیں ملا یہ روپیہ تو میرے باپ دادا سے میرے پاس آیا ہے ضرب اور ٹکسال اسی شہر کی ہے لیکن میری سمجھ میں خود اپنی حالت نہیں آتی (کہ میں کہاں ہوں، کل میں نے کیا دیکھا تھا اور آج کیا دیکھ رہا ہوں) کہوں کیا۔ حاکم نے پوچھا تم کون ہو؟ تملیخا نے جواب دیا میں اسی شہر کا رہنے والا ہوں، پوچھا تمہارے باپ کا کیا نام ہے اور تم کو کوئی پہچاننے والا بھی ہے؟ تملیخا نے باپ کا نام بتایا لیکن حاضرین میں کوئی شخص بھی ایسا نہ تھا جو اس کے باپ کو جانتا ہو۔ حاکم نے کہا تو جھوٹا ہے سچی بات نہیں بتاتا۔ تملیخا نے سر جھکا لیا اور سمجھ میں نہ آیا کہ جواب کیا دے۔ ایک شخص بولا یہ دیوانہ ہے، دوسرا بولا دیوانہ نہیں ہے چھوٹنے کے لیے دیوانہ بن رہا ہے، حاکم

نے تملیخا کو سخت نظروں سے دیکھا اور کہا کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ ہم تجھے چھوڑ دیں گے اور تیری اس بات کو مان لیں گے کہ یہ سکہ تجھے باپ دادا سے ملا ہے، اس کی ضرب اور نقوش تو تین سو برس سے بھی زیادہ پہلے کے ہیں، نوجوان لڑکا ہے ہم سے باتیں بنا کر ہماری ہنسی اُڑانا چاہتا ہے حالانکہ ہمارے بال سفید ہو چلے ہیں اور تیرے گرداگرد شہر کے سردار اور کرتا دھرتا ہیں۔ اس شہر کے تمام دفینے ہمارے ہاتھوں میں ہیں، ان میں کوئی درہم ودینار اس ضرب کا نہیں ہے۔ میرا خیال ہو رہا ہے کہ تجھے سخت سزا دے کر قید کر دینے کا حکم جاری کر دوں اور اس وقت تک قید رکھوں کہ تو دفینہ ملنے کا اقرار کر لے، حاکم کی یہ تقریر سن کر تملیخا نے کہا میں آپ لوگوں سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں، اگر آپ اس کا جواب دے دیں گے تو جو کچھ میرے پاس ہے میں بھی وہ سچ سچ تم کو بتا دوں گا۔

حاضرین نے کہا پوچھو ہم تم سے کوئی بات نہیں چھپائیں گے۔ تملیخا نے کہا دقیانوس بادشاہ کہاں گیا؟ لوگوں نے جواب دیا آج روئے زمین پر اس نام کا کوئی بادشاہ موجود نہیں ہے۔ بہت پرانے زمانے میں دقیانوس بادشاہ تھا وہ مرگیا اور اس کے بعد صدیاں بیت گئیں۔ تملیخا نے کہا تو یقیناً میں راہ سے بھٹک گیا ہوں، کوئی شخص مجھے سچا نہیں جانے گا لیکن میں کہتا ہوں کہ ہم چند جوان دین اسلام پر قائم تھے۔ بادشاہ نے ہم کو بت پرستی پر مجبور کیا، ہم نے انکار کیا اور کل شام بھاگ نکلے اور غار میں جا کر سو رہے، صبح کو بیدار ہوئے تو میں کھانا خریدنے اور احوال کی ٹوہ لگانے کے لیے نکلا، کوہِ بنجلوس کے غار تک تم لوگ میرے ساتھ چلو، میں اپنے ساتھیوں سے تمہاری ملاقات کراؤں گا۔ تملیخا کی یہ بات سن کر اریوس، اشطیوس اور تمام شہر والے چھوٹے بڑے اصحاب کہف کو دیکھنے کے لیے تملیخا کے ساتھ چل پڑے۔

اُدھر اصحاب کہف کے پاس کھانا لے کر جب تملیخا واپس نہیں پہنچا اور مقررہ مدت سے زیادہ وقت گزر گیا تو انہوں نے خیال کر لیا کہ تملیخا گرفتار ہو گیا اور پکڑ کر دقیانوس کے پاس لے گئے، وہ یہ خیال کر ہی رہے تھے کہ کچھ آوازیں اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی کھٹ کھٹ سنائی دی، فوراً سمجھ گئے کہ یہ ظالم دقیانوس کے بھیجے ہوئے لوگ ہیں اور ہم کو گرفتار کرنے کے لیے ان کو بھیجا گیا ہے، فوراً نماز کو کھڑے ہو گئے اور (نماز کے بعد) ایک نے دوسرے کو دعاءِ سلامتی دی اور (حق پر قائم رہنے کی) وصیت کی۔ پھر آپس میں کہا چلو اپنے بھائی تملیخا کے پاس چلیں وہ ظالم دقیانوس کے پاس ہمارے پہنچنے کے انتظار میں ہوگا وہ غار کے اندر سامنے کے رُخ پر بیٹھے یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اریوس اور اس کے ساتھی غار کے دروازے پر آ کھڑے ہو گئے اور تملیخا آگے بڑھ کر روتا ہوا اندر آ گیا اور اس کو روتا دیکھ کر اصحاب کہف نے حالات دریافت کیے۔

تملیخا نے کل حال بیان کر دیا، اس وقت سب کی سمجھ میں آیا کہ اس پوری مدت میں اللہ کے حکم سے ہم سوتے رہے۔ اللہ ہم کو ایک نشانی اور قبروں سے مُردوں کے اُٹھانے کی ایک دلیل بنانا چاہتا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ قیامت حق ہے اس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں (جو اللہ تین سو برس تک سلانے کے بعد بیدار کر کے اُٹھا سکتا ہے وہ مُردوں کو بھی زندہ کر کے اُٹھا سکتا ہے کیونکہ نیند بھی ایک قسم کی موت ہی ہے) تملیخا کے پیچھے اریوس بھی اندر پہنچ گیا، دروازہ پر اس کو تانبے کا ایک صندوق دکھائی دیا جس پر چاندی کی مہر لگی تھی، اریوس نے باہر سے ایک سردار کو بلا کر اس کے سامنے صندوق کھولا، صندوق کے اندر رانگ کی دو

تختیاں ملیں، ان پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ مکسلمینا، مخشلمینا، تملیخا، مرطونس، بشرطونس، بیربوس، دیوس اور یطنوس ظالم بادشاہ دقیانوس کے ڈر سے بھاگ گئے تاکہ بادشاہ ان کے دین سے ان کو منحرف نہ کر سکے اور یہ لوگ اس غار کے اندر گھس گئے۔

بادشاہ کو اطلاع ملی کہ وہ لوگ اس غار کے اندر چلے گئے تو اس نے پتھروں سے غار کا منہ بند کر دینے کا حکم دے دیا، ہم نے ان حضرات کا حال اور واقعہ اس لیے لکھ دیا کہ بعد کو آنے والے لوگوں کو اس کا علم ہو جائے، اگر وہ اس تحریر سے واقف ہو جائیں۔ تمام حضرات کو یہ تحریر پڑھ کر تعجب ہوا اور اللہ کا شکر ادا کرنے لگے جس نے ان کو اپنی قدرت کی نشانی دکھادی، پھر اریوس اور اس کے ساتھی غار کے اندر اصحاب کہف سے جا کر ملے۔ اصحاب کہف بیٹھے ہوئے تھے، چہرے نور سے دمک رہے تھے، ان کے کپڑے بھی پرانے نہیں ہونے پائے تھے۔ اصحاب کہف کو اس حالت میں دیکھ کر اریوس اور اس کے ساتھی اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑے اور اللہ کی حمد میں رطب اللسان ہو گئے جس نے ان کو یہ نشانی دکھائی۔

اس کے بعد اصحاب کہف نے اریوس اور اس کے ساتھیوں کو اپنی سرگزشت سنائی۔ اریوس نے ایک قاصد اپنے دیندار بادشاہ بیدروس کے پاس بھیجا اور تحریر کیا کہ آپ فوراً آ جائیں تاکہ اللہ کی قدرت کی وہ نشانی آپ بھی دیکھ لیں جو اللہ نے آپ کے دورِ سلطنت میں لوگوں کی ہدایت کے لیے نمودار کی ہے کہ تین سو برس مُردہ رکھنے کے بعد اللہ نے ان لوگوں کو زندہ کر کے اُٹھا دیا، بادشاہ نے جونہی یہ اطلاع سنی اس کا سارا غم جاتا رہا اور اللہ کی ستائش کرتے ہوئے اس نے کہا شکر ہے تیرا اے آسمانوں کے زمین کے مالک! میں تیری عبادت کرتا ہوں (تمام عیوب و نقائص سے) تیرے پاک ہونے کا اقرار کرتا ہوں، تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا۔ بڑی مہربانی کی اور جو روشنی تو نے میرے آباء واجداد اور نیک بندے قسطنطیوس کو عطا فرمائی تھی وہ مجھے بھی مرحمت فرمائی، میرے لیے اس نور کو نہیں بجھایا، ملک والوں کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ بھی شہر افسوس میں آ گئے اور سب بیدروس کے ساتھ غار کی طرف چل دیئے۔ بیدوروس کو دیکھ کر اصحاب کہف خوشی سے کھل پڑے اور اللہ کے سامنے سربسجود ہو گئے۔

بیدروس ان کے سامنے جا کر کھڑا ہوا اور دو زانو ہو کر ان کو گلے لگا لیا اور زمین پر ان کے پاس بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد اصحاب کہف نے بیدروس سے کہا اب رُخصت۔ فی امان اللہ آپ پر اللہ کی طرف سے سلامتی اور رحمت ہو، اللہ آپ کو اور آپ کی حکومت کو (شر سے) محفوظ رکھے اور جن و انس کے شر سے بچائے۔ ہم آپ کو اور آپ کے ملک کو اللہ کی پناہ میں دیتے ہیں، بادشاہ کھڑا ہو گیا اور ابھی کھڑا ہی تھا کہ وہ لوگ اپنی خواب گاہوں کی طرف واپس چلے گئے اور سو گئے اور اللہ نے ان کی روحوں کو قبض کر لیا۔ بادشاہ نے ان کو کپڑے اوڑھا دیئے اور حکم دیا کہ ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ سونے کے صندوقوں میں رکھ دیا جائے۔

جب رات ہوئی اور بادشاہ سو گیا تو خواب میں اصحاب کہف نے آ کر اس سے کہا ہم کو سونے چاندی سے نہیں پیدا کیا گیا تھا، مٹی سے بنایا گیا تھا، ہم مٹی ہی کی طرف منتقل ہو رہے ہیں، اس لیے قیامت تک ہم کو مٹی پر اسی حالت میں چھوڑ دو جس حالت میں ہم غار کے اندر تھے۔ قیامت کے دن اللہ ہم کو اسی مٹی سے اُٹھائے گا، یہ خواب دیکھ کر بادشاہ نے سار کی لکڑی کے صندوق بنوا دیئے اور صندوقوں میں رکھوا کر ان کو وہیں چھوڑ کر چلے آئے، پھر اللہ نے ان کو لوگوں کی نظروں سے چھپا دیا اور

خوف کی وجہ سے کوئی ان کو دیکھ بھی نہ سکا نہ غار کے اندر جاسکا۔ بادشاہ نے غار کے دروازے پر نماز کے لیے ایک مسجد بنوادی اور ہر سال وہاں خوشی منانے کے لیے جمع ہونے کا حکم دے دیا۔

بعض روایات میں اس طرح آیا ہے کہ تملیخا کو جب بادشاہ کے سامنے لیجایا گیا اور بادشاہ نے پوچھا تو کون ہے؟ تملیخا نے جواب دیا میں اسی شہر کا رہنے والا ہوں، فلاں جگہ میرا مکان ہے، فلاں فلاں لوگ میرے رشتہ دار ہیں، کل شام میں یہاں سے نکلا تھا تو کسی نے نہ تملیخا کو پہچانا نہ ان ناموں کے آدمیوں کو جن کا ذکر تملیخا نے کیا تھا، بادشاہ نے پہلے کبھی سنا تھا کہ پرانے زمانہ میں کچھ نوجوان تھے جن کے نام محافظ خانہ کے اندر کسی تختی پر لکھے ہوئے ہیں۔ تملیخا کی بات سن کر اس نے تختی منگوا کر دیکھی اور مندرجہ ناموں کو پڑھا تو ثابت ہوا کہ تملیخا کا نام اس کے اندر موجود ہے۔

باقی لوگوں کے متعلق تملیخا نے کہا یہ میرے ساتھیوں کے نام ہیں۔ اس بات پر بادشاہ اپنے ساتھیوں کو لے کر تملیخا کی نشاندہی پر چل پڑا۔ غار کے دروازے پر پہنچ کر تملیخا نے کہا مجھے اجازت دیجئے کہ میں پہلے اندر جا کر ان کو خوشخبری دے دوں کیوں کہ اگر تم (بغیر اطلاع کے) میرے ساتھ اندر جا پہنچو گے تو وہ لوگ خوفزدہ ہو جائیں گے۔ تملیخا اجازت ملنے کے بعد اندر گیا اور غار والوں کو خوش خبری دی، خوش خبری سنتے ہی اللہ نے ان کی روحیں قبض کرلیں اور بادشاہ یا اس کے ساتھیوں کی نظروں سے اللہ نے ان کو اوجھل کر دیا، کسی کو ان کا نشان اور راستہ بھی نہیں ملا۔ آیت "اِذْ اَوَى الْفتية الى الكهف" میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

پھر بادشاہ نے کہف والوں پر ایک مکان تعمیر کیا۔ یہ غار جبل مخلوس میں ہے۔ کہف کا نام خیرم ہے۔ "فقالوا ربّنا آتنا من لدنک رحمة" رحمت سے مراد دین میں ہدایت پر ہونا۔ بعض نے کہا کہ رحمت سے مراد رزق ہے۔ "وهيئ لنا" آسان کردے ہمارے لیے اس کام کو "من امرنا رشدًا" کہ ہم تلاش نہیں کرتے اس خیر میں تیری رضا اور تیری طرف ہدایت کا راستہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس سے مراد غار سے سلامتی کے ساتھ کسی راستے کی رہنمائی فرما۔

فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ⑪ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ⑫

ترجمہ اور ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر سالہا سال تک نیند کا پردہ ڈال دیا پھر ہم نے ان کو اٹھایا تا کہ ہم معلوم کرلیں کہ ان دونوں گروہوں میں کونسا گروہ ان کے رہنے کی مدت سے زیادہ واقف تھا ہم ان کا واقعہ آپ سے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں۔

تفسیر ⑪ "فضربنا على آذانهم" ہم نے ان کے کانوں پر نیند کا غلبہ ڈال دیا۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے ان کے کانوں پر ایسے پردے ڈال دیئے ہیں کہ باہر کی آواز اندر داخل نہیں ہوسکتی تھی۔ ہم نے ان کو ایسا سُلا دیا کہ کسی آواز سے بیدار نہیں ہوسکتے تھے۔ "في الكهف سنين عددًا" ہم نے ان پر نیند کو مسلط کیا کچھ سال۔ عدد کا تذکرہ بطور تاکید کے کیا

ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا ذکر کثرت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ کم چیز کو کوئی گنا نہیں کرتا۔

⑫ "ثم بعثناھم" پھر ان کو نیند سے اُٹھایا۔ "لنعلم" اپنے علم کے مشاہدہ سے معلوم کرلیں۔ "ای الحزبین" وہ دو جماعتیں "احصی لمالبثوا أمدًا" ان بستی والوں نے اس میں اختلاف کیا کہ وہ یہاں کتنی مدت ٹھہرے رہے۔ جتنی دیر میں ہم نے ان پر نیند کو مسلط کر رکھا تھا، ہم نے ان کو اپنی حفاظت میں رکھا۔ مجاہد کا قول ہے کہ عددًا منصوب ہے تفسیر ہونے کی وجہ سے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ⑬ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ⑭ هٰۤؤُلَاۤءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ⑮ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ⑯ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ⑰

ترجمہ:۔ وہ لوگ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کو ہدایت میں اور ترقی کردی تھی اور ہم نے ان کے دل مضبوط کردیئے جبکہ وہ (دین میں) پختہ ہوکر کہنے لگے کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم تو اس کو چھوڑ کر کسی معبود کی عبادت نہ کریں گے کیونکہ اس صورت ہم نے یقینا بڑی ہی بے جابات کہی یہ جو ہماری قوم ہے انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود قرار دے رکھے ہیں یہ لوگ ان معبودوں پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے تو اس شخص سے زیادہ کون غضب ڈھانے والا ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگادے اور جب تم ان لوگوں سے الگ ہوگئے ہو اور ان کے معبودوں سے بھی مگر اللہ سے تو تم (فلاں) غار میں چل کر پناہ لو تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے اس کام میں کامیابی کا سامان درست کردے گا اور اے مخاطب جب دھوپ نکلتی ہے تو تو اس کو دیکھے گا کہ وہ داہنی جانب کو بچی رہتی ہے اور جب وہ چھپتی ہے تو بائیں طرف ہٹی رہتی ہے اور وہ لوگ اس غار کے ایک فراخ موقع میں تھے یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کردیں تو آپ اس کے لئے کوئی مددگار راہ بتلانے والا نہ پاویں گے۔

تفسیر ⑬ "نحن نقص علیک" ہم آپ پر پڑھتے ہیں۔ "نباھم" اصحاب کہف کا واقعہ "بالحق" سچائی کے ساتھ۔ "انھم فتیة" کہ وہ جوان شخص تھا "اٰمنوا بربھم وزدناھم ھدًی" ایمان اور بصیرت کے ساتھ۔

⑭ "وربطنا" اور ہم نے ان کے دل کو مضبوط کردیا۔ "علی قلوبھم" صبر اور ثابت قدمی کے ساتھ اور ہم نے ان کے دل کو مضبوط کردیا نورِ ایمان کے ساتھ۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھروں اور اپنی قوم والوں کو چھوڑنے اور اپنی راحت والی زندگی کو ترک کرنے اور کہف کے دین پر ثابت قدم رکھنے کی توفیق اور صبر سے نوازا۔

"اذ قاموا" جب دقیانوس نے بت پرستی ترک کرنے پر ان کو ملامت کی تو اس کے سامنے کھڑے ہوکر فخر سے کہا "فقالوا ربّنا رب السمٰوت والارض لن ندعوا من دونه الھًا" یہ اس وجہ سے کہا کہ ان کی قوم بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ "لقد قلنا اذًا شططًا" اگر وہ پکاریں گے غیر اللہ کو تو پھر یہ ایسا ہوگا کہ وہ حق سے دور اور جدا ہوگیا اور ظلم میں داخل ہوگیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ ظلم میں داخل ہوگا اور قتادہ کا قول ہے کہ وہ جھوٹ ہوگا۔ شطط واستطاط کہتے ہیں قدرت اور افراط سے تجاوز کرنا۔

⑮ "ھٰؤلاء قومنا" اس شہر والوں نے "اتخذوا من دونه" اللہ کے سوا معبود بنا رکھا ہے۔ "الھة" بت جن کو وہ پوجتے تھے۔ "لولا" کیوں نہیں "یاتون علیھم" ان کی عبادت پر "بسلطان بین" واضح حجت کے ساتھ "فمن اظلم ممن افترٰی علی اللّٰہ کذبًا" ان کا یہ گمان تھا کہ اس کا کوئی شریک ہے یا اس کی کوئی اولاد ہے۔

⑯ پھر بعض نے بعض کے ساتھ کہا "واذ اعتزلتموھم" تمہاری قوم "وما تعبدون الا اللّٰہ" بعض نے کہا کہ اس کو یعبدون بھی پڑھ سکتے ہیں۔ معروف ومشہور قرأت یہی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرتے اور ان کے ساتھ بتوں کی بھی عبادت کرتے۔ اس لیے ان کی عبادت کے ساتھ ساتھ الا اللہ کہنے کی ضرورت پیش آئی۔ بعض نے کہا کہ اللہ نے فرمایا کہ اصحاب کہف اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ "فاؤوا الی الکھف" یعنی غار کی طرف منتقل ہوجاؤ۔ "ینشر لکم" تمہارے لیے رزق کو کشادہ کردے گا۔ "ربکم من رحمته ویھیی لکم" اور اس کو تمہارے لیے آسان کردے گا۔ "من امرکم مرفقًا" وہ ذریعہ جس سے فائدہ حاصل ہو۔ ابوجعفر، نافع ابن عامر وغیرہ نے "مرفَقًا" فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور فاء کے کسرہ کے ساتھ اور دوسرے قراء نے میم کے کسرہ اور فاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کا معنی ایک ہی ہے۔

⑰ "وتری الشمس اذا طلعت تزاور" ابن عامر، یعقوب نے زاء کے سکون کے ساتھ اور راء کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے تحمر کے وزن پر۔ اہل کوفہ نے زاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے زاء کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ ان سب کا معنی ایک ہی ہے، مڑجانا پھر جانا۔ "عن کھفھم ذات الیمین" وہ دائیں جانب "واذا غربت تقرضھم" ان کو چھوڑ دیتا ہے اور ان کو کاٹ دیتا ہے۔ "ذات الشمال" قرض اصل میں کاٹنا پھر جانے کو کہا جاتا ہے۔ "وھم فی فجوة منه" کشادہ جگہ، اس کی جمع "فجوات" آتی ہے۔

ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ غار کا رُخ بنات النعش کی طرف تھا۔ غار کے محاذات میں قریب ترین مشرق ومغرب راس سرطان کا مشرق ومغرب تھا جس وقت سورج کا مدار اور سرطان کا مدار ایک ہوتا تو سورج کا طلوع اس کے مقابل بجانب یمین ہوتا اور غروب کے وقت غار میں مقابل سورج بجانب شمال ہوتا۔ اس طرح غار کے دونوں پہلوؤں پر سورج کی دونوں شعاعیں

پڑتیں اور عفونت پیدا نہ ہونے پاتی تھی اور ہوا میں اعتدال قائم رہتا تھا اور آفتاب کی کرنیں اصحاب کہف کے جسموں پر نہ پڑنے پاتی تھیں کہ بدن جھلس نہ جائیں، دکھ پائیں اور کپڑے فرسودہ ہو جائیں۔

بعض علماء نے کہا کہ بنات النعش کے سامنے غار کا ہونا خواہ اثر انداز ہو لیکن حقیقت میں اللہ کی قدرت کارفرما تھی کہ اللہ اصحاب کہف کی طرف سے سورج کو پھیر دیتا تھا، اس کی طرف اشارہ آئندہ آیت میں کیا گیا۔ "ذلک من آیات اللّٰہ" اللہ تعالیٰ کی صفت کی، اعجوبہ کاری اور اس کی قدرت کی نشانی ہے۔ ان کے لیے جو اس نشانی سے عبرت حاصل کرنے والے ہوں۔ "من یھد اللّٰہ فھو المھتدی ومن یضلل" جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ "فلن تجد له ولیا" اس کے لیے کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ "مرشدًا"

وَتَحۡسَبُهُمۡ اَيۡقَاظًا وَّهُمۡ رُقُوۡدٌ ‌ۖ وَّنُقَلِّبُهُمۡ ذَاتَ الۡيَمِيۡنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ‌ ‌ۖ وَكَلۡبُهُمۡ بَاسِطٌ ذِرَاعَيۡهِ بِالۡوَصِيۡدِ‌ ؕ لَوِ اطَّلَعۡتَ عَلَيۡهِمۡ لَوَلَّيۡتَ مِنۡهُمۡ فِرَارًا وَّلَمُلِئۡتَ مِنۡهُمۡ رُعۡبًا ⑱

ترجمہ: اور اے مخاطب تو ان کو جاگتا ہوا خیال کرتا حالانکہ وہ سوتے تھے اور ہم ان کو (کبھی) داہنی طرف اور (کبھی) بائیں طرف کروٹ دے دیتے تھے اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا اگر (اے مخاطب) تو ان کو جھانک کر دیکھتا تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوتا اور تیرے اندر ان کی دہشت سما جاتی۔

تفسیر ⑱ "وتحسبھم ایقاظًا" ان کو تم بیدار سمجھوگے۔ ایقاظ جمع ہے یقظ کی۔ "وھم رقود" راقد کی جمع ہے اور وہ سو رہے ہوں گے۔ اس حالت کے ساتھ تشبیہ اس لیے دی کہ ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ وہ سانس لیتے تھے لیکن کلام نہیں کرتے تھے۔ "ونقلبھم ذات الیمین و ذات الشمال" ایک مرتبہ وہ دائیں جانب کروٹ لیتے اور ایک مرتبہ بائیں جانب کروٹ لیتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وہ سال میں ایک مرتبہ کروٹ لیتے تھے تاکہ ایک جانب کو مٹی نہ کھا جائے۔ بعض نے کہا کہ وہ عاشوراء کے روز کروٹ بدلتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ سال میں دو مرتبہ کروٹ لیتے تھے۔

اصحاب کہف کے کتے کے بارے میں تفصیل

"وکلبھم باسط ذراعیه بالوصید" اہل تفسیر کا قول ہے کہ وہ کہف والوں کا کتا ہی تھا جو اسی جنس (کتا) میں شامل ہو۔ ابن جریج نے کہا کہ وہ کتا نہیں تھا وہ شیر تھا یا شیر کو کتا کہہ دیا۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابی لہب کو بددعا دیتے ہوئے کہا تھا الٰہی اپنے کتوں میں سے اس پر کوئی کتا مسلط کردے، پھر عتبہ کو شیر نے پھاڑ دیا تھا۔ پہلا قول مشہور ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وہ چت کبرا کتا تھا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ قلطی سے بڑا اور کردی (کتے) سے چھوٹا۔ قلط چینی کتے کو کہتے ہیں۔ مقاتل کا بیان ہے کہ اس کا رنگ زرد تھا۔ قرظی کا قول ہے گہرا زرد مائل بسرخی تھا۔ کلبی کا قول ہے اس کا رنگ دھنی ہوئی اون کی طرح تھا۔ بعض نے کہا کہ حجری رنگ تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس کا

نام قطمیر ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق اس کا نام ریان تھا۔ اوزاعی کا قول ہے کہ اس کا نام یثور تھا۔ سدی کا قول ہے کہ اس کا نام یور تھا۔ کعب کے نزدیک اس کا نام صہبا تھا۔

خالد بن معدان کا بیان ہے کہ جنت میں جانوروں میں سے کوئی جانور نہیں جائے گا مگر اصحاب کہف کا کتا اور بلعم بن باعور کا گدھا۔ ''بالوصید'' مجاہد اور ضحاک نے وصید کا ترجمہ کیا ہے غار کا صحن۔ عطاء کا قول ہے کہ وصید سے مراد دہلیز ہے۔ سدی کا قول ہے کہ وصید دروازے کو کہتے ہیں۔ عکرمہ کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے۔

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ اصحاب کہف نہ تو دروازے میں تھے اور نہ ہی دہلیز میں؟ وہ دروازے کی جگہ پر ہے اور دہلیز پر اس کتے کے بازو تھے جو اس نے پھیلائے ہوئے تھے اور اس کا چہرہ ان کی طرف تھا۔ سدی کا قول ہے کہ جب اصحاب کہف والے کروٹ لیتے تھے تو کتا بھی ان کے ساتھ کروٹ لیتا تھا۔ اصحاب کہف دائیں طرف کروٹ لیتے تھے تو کتا اپنے بائیں بل پر ہو جاتا اور اصحاب کہف بائیں کروٹ لیتے تھے تو کتا اپنا بائیں کان توڑ کر (بائیں) بل ہو جاتا تھا۔ ''**لو اطلعت علیھم**'' اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ''**لولیت منھم فرارًا**'' اللہ تعالیٰ نے ان پر ہیبت ڈال دی تھی کہ تم میں سے کوئی بھی ان کے قریب نہیں پہنچ سکتا۔ یہاں تک کہ ہمارا لکھا ہوا ان تک پہنچ جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو نیند سے اُٹھالے گا۔ ''**ولملئت منھم رعبًا**'' اس سے مراد خوف ہے۔ اہل حجاز نے لام کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس رعب کے متعلق ان کے اقوال میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ جگہ کے سنسان اور وحشت کی وجہ سے ہے۔

کلبی کا بیان ہے کہ اصحاب کہف کی آنکھیں بیدار آدمیوں کی طرح کھلی ہوئی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے اب بولنے ہی والے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ ان کے بال بڑھے ہوئے اور ناخن لمبے ہوگئے ہیں۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اس ہولناکی اور رُعب آگینی کی وجہ سے کوئی وہاں جا نہیں سکتا۔ اس مقام کی رُعب آگینی مانع دخول ہے۔

سعید بن جبیر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ ہم معاویہ کی معیت میں روم کے جہاد کو گئے، راستہ میں اصحاب کہف کے غار کی طرف سے گزر ہوا۔ معاویہ بولے اگر غار کھول دیا جاتا تو ہم اصحاب کہف کو دیکھ لیتے۔ میں نے کہا وہ ذات جو آپ سے بہتر تھی اس کو بھی اس سے روک لیا تھا۔ اللہ نے فرمادیا تھا ''**لو اطلعت علیھم لولیت منھم فرارًا**'' معاویہ نے میری بات نہیں سنی اور کچھ لوگوں کو دیکھنے کے لیے بھیج دیا، وہ لوگ جب غار میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے کوئی ہوا ایسی پیدا کردی کہ سب جل گئے۔

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ⑲ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ

يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ⑳

ترجمہ اور اسی طرح ہم نے ان کو جگا دیا تا کہ وہ آپس میں پوچھ پاچھ کریں ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم کس قدر رہے ہو گے بعضوں نے کہا کہ (غالباً) ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم رہے ہوں گے دوسرے بعضوں نے کہا کہ یہ تو تمہارے خدا ہی کو خبر ہے کہ تم کس قدر رہے اب اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ تحقیق کرے کہ کونسا کھانا حلال ہے اور اس میں سے تمہارے پاس کچھ کھانا لے آوے اور (سب کام خوش تدبیری سے کرے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے (کیونکہ) اگر وہ لوگ کہیں تمہاری خبر پا جاویں گے تو تم کو یا تو پتھروں سے مار ڈالیں گے یا تم کو (جبراً) اپنے طریقہ میں پھر کر لیں گے اور ایسا ہوا تو تم کو کبھی فلاح نہ ہو گی۔

تفسیر ⑲ "وکذلک بعثناھم" جیسے ہم نے اصحاب کہف کو نیند سلایا اور ان کے جسموں کو سڑنے سے محفوظ رکھا اس طویل مدت میں۔ اسی طرح اس موت نما خواب میں ان کو بیدار کیا۔ "لیتساء لوا بینھم" تا کہ وہ اس کے متعلق ایک دوسرے سے سوال کریں۔ "لیتسألوا" لام سے لام عاقبت مراد ہے۔ ان کے اُٹھانے کا نتیجہ یہ ہے کہ انہوں نے باہم سوال و جواب کیے اصل غرض یہ نہ تھی۔ "قال قائلٌ منھم" ان کے سردار مکسلمینا نے کہا "کم لبثتم" اس نیند سے۔ ان کو اس بات میں شک ہوا کہ طول نوم رہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ زیادہ دیر سونے سے ان کی کچھ نمازیں فوت ہو گئی تھیں اس لیے انہوں نے بطور تعجب کے یہ بات کہی۔ "قالوا لبثنا یومًا" غار میں وہ صبح کو داخل ہوئے اور شام کو بیدار ہوئے۔ اس لیے انہوں نے دن بھر سوتے رہنا ظاہر کیا لیکن آفتاب ڈوبا نہ تھا یہ دیکھ کر کچھ کم ایک دن کہا۔ "فقالوا" اور وہ کہنے لگے جب انہوں نے اپنے بالوں اور اپنے ناخنوں کو دیکھا تو خیال کیا کہ ایک دن نہیں بلکہ ہم کو سوتے سوتے کوئی لمبی مدت ہو گئی اس لیے "قالوا ربکم اعلم بما لبثتم" بعض نے کہا کہ ان کا سردار مکسلمینا نے ان کے اس اختلاف کو سنا تو کہنے لگا کہ اس اختلاف کو چھوڑ و جتنی مدت اللہ کو منظور تھی ہمیں یہاں رکھا۔

"فابعثوا احدکم بورقکم ھذہ" تملیخا کو چاندی کے کچھ سکے دے کر بھیجے۔ ابو عمر، حمزہ اور ابو بکر نے "بوَرْقکم" راء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے راء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ ورق چاندی ٹھپہ دار ہو یا سادہ۔ "الی المدینۃ" بعض نے کہا کہ طرسوس کے شہر بھیجا۔ اس کا زمانہ جاہلیت میں نام اُفسوس تھا، اسلام میں اس کا نام طرسوس رکھا۔

"فلینظر ایھا أزکی طعامًا" اس شہر کے رہنے والوں میں کون زیادہ حلال کھانا بیچتا ہے جو کسی سے چھینا ہوا نہ ہو اور کسی حرام ذریعہ سے حاصل کیا ہوا بھی نہ ہو یا غیر اللہ کے نام پر ذبح نہ کیا جانے والا ہو۔ یہ ایمان والے لوگ تھے جنہوں نے اپنے ایمان کو مخفی رکھا تھا۔ ضحاک کا قول ہے کہ اس کا معنی پاکیزہ ترین۔ مقاتل بن حیان کا بیان ہے کہ اس سے مراد نہایت عمدہ ہے اور عکرمہ کا قول ہے کہ اس کا معنی مقدار میں زیادہ اور بعض نے کہا کہ بہت سستا۔ "فلیأتکم برزق منه" وہ قوت جو کھانا کھانے سے حاصل ہوتی ہے۔ "ولیتلطف" اپنے آپ کو راستے میں پوشیدہ رکھے یا شہر میں۔ "ولا یشعرن" اور تم میں سے کوئی تجھے پہچان نہ لے۔ "بکم أحدًا" لوگوں سے۔

⑳"انھم ان یظھروا علیکم" وہ تمہاری جگہ کو پہچان گئے۔"یرجموکم"ابن جریج کا قول ہے کہ وہ تمہیں برا بھلا کہیں گے اور تمہیں زبانی ایذاء دیں گے۔اور بعض نے کہا کہ وہ تمہیں قتل کردیں گے اور بعض نے کہا کہ ان لوگوں کی یہ عادت تھی کہ وہ ایمان والوں کو پتھر مار مار کر بری طرح قتل کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ وہ تمہیں ماردیں گے۔"او یعیدکم فی ملتھم" یا وہ تم کو اپنی ملت کی طرف پھیر دیں گے (کفر کی طرف)......"ولن تفلحوا اذًا ابدًا" اگر تم ان کی طرف لوٹ جاؤ گے تو کبھی فلاح نہیں پاؤ گے۔

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ㉑ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًام بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۬ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ㉒

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان پر مطلع کردیا تاکہ وہ لوگ اس بات کا یقین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کوئی شک نہیں وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جبکہ اس زمانے کے لوگ ان کے معاملہ میں باہم جھگڑ رہے تھے سو ان لوگوں نے یہ کہا کہ ان کے پاس کوئی عمارت بنوادو اور ان کا رب ان کو خوب جانتا تھا جو لوگ اپنے کام پر غالب تھے انہوں نے کہا کہ ہم تو ان کے پاس ایک مسجد بنادیں گے بعضے لوگ تو کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور بعضے کہیں گے کہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے (اور) یہ لوگ بے تحقیق بات ہانک رہے ہیں اور بعضے کہیں گے کہ وہ سات ہیں آٹھواں ان کا کتا ہے آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب ان کا شمار خوب (صحیح صحیح) جانتا ہے ان کو بہت قلیل لوگ جانتے ہیں سو آپ ان کے بارے میں بجز سرسری بحث کے زیادہ بحث نہ کیجئے اور آپ ان کے بارے میں ان لوگوں میں سے کسی سے بھی نہ پوچھئے۔

تفسیر: ㉑"وکذلک اعثرنا" اسی طرح ہم نے ان کو مطلع کردیا۔"علیھم" کہا جاتا ہے۔"عثرت علی الشئ" جب وہ کسی چیز پر مطلع ہوجائے۔"لیعلموا أنّ وعداللّٰہ حقّ" اس سے مراد اصحاب بیدروس جو بعث کا منکر تھا۔"وانّ الساعۃ لاریب فیھا اذ یتنازعون بینھم أمرھم" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جنگل میں ان لوگوں کا آپس میں اختلاف ہوگیا۔مسلمانوں نے کہا کہ اس جگہ مسجد بنادی جائے تاکہ اس میں لوگ نماز پڑھیں کیونکہ وہ ہمارے دین پر تھے اور مشرکین کا قول ہے کہ ہم ان کی جگہ عمارتیں بنائیں گے کیونکہ یہ لوگ ہمارے ہم مذہب تھے۔عکرمہ کا قول ہے کہ ان میں بعث بعد الموت کے متعلق اختلاف ہوگیا۔مسلمان کہنے لگے کہ قیامت کے دن اجسام اور ارواح دونوں کے ساتھ اُٹھائے جائیں گے اور بعض نے کہا کہ جسموں کو نہیں صرف ارواح کو جمع کیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے ان کو دکھادیا کہ قیامت کے دن اُٹھایا جانا جمع مع الروح کے ساتھ ہوگا۔بعض نے کہا کہ ان کے یہاں ٹھہرنے کی مدت میں اختلاف واقع ہوگیا اور بعض نے کہا کہ ان میں

اختلاف اصحاب کہف کی تعداد کے متعلق ہوا۔ "فقالوا ابنوا علیهم بنیانًا ربهم اعلم بهم قال الذین غلبوا علی امرهم" بیدروس اور بادشاہ اوران کے ساتھی۔ "لنتخذن علیهم مسجدًا"

㉒ "سیقولون ثلاثة رابعهم کلبهم" روایت کیا گیا ہے کہ سید اور عاقب بھی ان میں شامل تھے اور نصاریٰ کے چند لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اصحاب کہف کے واقعہ کے متعلق ذکر چل پڑا۔ سید جو یعقوبی فرقہ کا بانی تھا، وہ کہنے لگا کہ اصحاب کہف تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا، عاقب نے کہا پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا۔ مسلمانوں نے کہا کہ وہ سات تھے آٹھواں ان کا کتا تھا۔ نصاریٰ کے قول کو ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے قول کی تائید کردی اور فرمایا "ویقولون خمسة سادسهم کلبهم رجما بالغیب" ان کا گمان اور ان کا تخمینہ بغیر یقین کے ہے۔ یہ فرمان ان لوگوں کے بارے میں نہیں فرمایا جنہوں نے سات کا عدد ذکر کیا ہے۔ "ویقولون" مسلمان کہتے ہیں "سبعة وثامنهم کلبهم" واؤ کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے۔

عدد کے ساتھ واو ذکر کرنے کا قاعدہ

عرب کا قاعدہ ہے کہ سات تک کی گنتی بغیر واؤ کے ذکر کرتے ہیں اور آٹھویں عدد کو واؤ عطف سے شروع کرتے ہیں۔ ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے "التائبون العابدون الحامدون" اور آخر میں "والناهون عن المنکر" (آٹھویں پر واؤ ذکر کیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے متعلق فرمایا۔ "عسٰی ربه ان طلقکن أن یبدله أزواجًا خیرًا منکن مسلمات، مؤمنات، قانتات، تائبات، عابدات، سائحات، ثیبات، وابکارًا" یہاں پر ابکاراً کے ساتھ واؤ کو ذکر کیا گیا۔ "قل ربی اعلم بعدتهم" ان کے اعداد کے متعلق۔ "ما یعلمهم الا قلیل" ان لوگوں میں تھوڑے سے جانتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ قلیل سے مراد سات کا عدد ہے۔ محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ اس سے آٹھ مراد ہیں اور یہ پڑھا "وثامنهم کلبهم" صحیح قول پہلا ہی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اصحاب کہف کے نام اس طرح ذکر کیے ہیں۔ مکسلمینا، تملیخا، مرطونس، وبینونس، سارینونس، ذونوانس، کشفیطططونس۔ یہ آخری شخص چرواہا تھا اور کتے کا نام قطمیر تھا۔ "فلا تمار فیهم" ان کے بارے میں نہ جھگڑا کیجئے اور نہ ہی ان کے عدد اور شان کے بارے میں گفتگو کیجئے۔ "الا مراءً ظاهرًا" جو ہم نے تمہارے سامنے بیان کیا ہے وہ صاف ظاہر ہے۔ ان کے متعلق مزید غور وخوض اور بحث ومباحثہ میں نہ پڑو، اس سے کوئی فائدہ حاصل ہونے والا نہیں۔ "ولا تستفت فیهم منهم" اہل کتاب میں سے "احدًا" ہماری اس بیان کردہ تفصیل کے بعد مزید تحقیق کے لیے کسی کی طرف نہ جاؤ۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَاْیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا ㉓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ㉔ وَلَبِثُوْا فِیْ کَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ㉕

ترجمہ: اور آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو کل کر دوں گا مگر خدا کے چاہنے کو ملا دیا کیجئے اور جب آپ بھول جاویں تو اپنے رب کا ذکر کیا کیجئے اور کہہ دیجئے کہ مجھ کو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو (نبوت کی) دلیل بننے کے اعتبار سے اس سے بھی نزدیک تر بات بتلا دے اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو برس تک رہے اور نو برس اوپر اور رہے۔

تفسیر: ㉓ "ولا تقولن لشیٔ انی فاعل ذلک غدًا"

جو کام بعد میں کرنا ہو اسکے ساتھ ان شاء اللہ ضرور کہنا چاہئے

㉔ "الّا ان یشاء اللّٰہ" جب آپ کل کے دن کسی کام کرنے کا ارادہ فرمائیں تو یہ نہ کہیں کہ میں یہ کام کل کروں گا مگر یہ کہ آپ کہہ دیں کہ ان شاء اللہ یہ اس وجہ سے کہ اہل مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے متعلق، اصحاب کہف کے متعلق اور ذی القرنین کے متعلق سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس کے متعلق کل خبر دوں گا اور ان شاء اللہ نہیں فرمایا، وحی کچھ دن نہ آئی۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی "واذکر ربک اذا نسیت" ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور حسن کا قول ہے کہ ان شاء اللہ اگر کہنا بھول جاؤ تو جس وقت بھی یاد آ جائے ان شاء اللہ کہہ دو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مستثنیٰ منقطع کو جائز قرار دیا ہے اور کہا کہ ایک سال کے بعد بھی ان شاء اللہ کہنا درست ہے۔ حسن کا قول ہے کہ جب تک مجلس برخاست نہیں ہوئی اس وقت تک اس کو استثناء کا اختیار حاصل ہے اور بعض نے کہا کہ جب زمانہ قریب آ جائے اور اگر زمانہ دور ہو جائے تو "فلا" پھر درست نہیں اور ایک جماعت نے اس استثناء کو جائز قرار نہیں دیا۔ الا یہ کہ کلام متصل ہو اور عکرمہ کا قول ہے کہ آیت کا یہ مطلب ہے کہ جس وقت تم کو غصہ آئے تو اللہ کو یاد کرو۔ وہب کا قول ہے کہ انجیل میں آیا ہے کہ اے ابن آدم! تجھے غصہ آئے تو مجھے یاد کر، جب مجھے غصہ آئے گا تو میں بھی تیری یاد کروں گا۔

ضحاک اور سدی کا بیان ہے کہ آیت مذکورہ کا حکم نماز سے متعلق ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اگر کوئی شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو جس وقت یاد آ جائے تو پڑھ لو۔ "وقل عسٰی ان یھدین ربی لاقرب من ھذا رشدًا" آپ کو ایسے راستے پر ثابت قدم رکھے گا جو اس کے زیادہ قریب کرنے والا ہوگا۔

بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ جب کوئی چیز بھول جائیں تو اس کو یاد کریں اور یہ کہو کہ اُمید ہے کہ اللہ مجھے ایسے راستے کی ہدایت کرو ے گا جو اس ذکر سے بھی زیادہ اقرب ہوگی۔ یعنی اللہ اپنی ذات تک خود پہنچا دے گا۔

بعض علماء نے کہا کہ جب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب کہف کے متعلق پوچھا اور اللہ نے اصحاب کہف کا قصہ بیان کر دیا تو آخر میں اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو یہ بات بتا دیں کہ اصحاب کہف کے واقعہ سے بڑھ کر روشن دلیل اور برہان نبوت عطا کر دے گا۔ چنانچہ یہ وعدہ اللہ نے پورا کیا، تمام انبیاء کے علوم بلکہ ماضی اور مستقبل کے سارے علمی خزانے اللہ نے آپ کو عطا فرما دیئے۔ اصحاب کہف کے واقعہ کے اظہار سے آپ کی نبوت کی سچائی کا اتنا قوی ثبوت نہیں ملتا جتنا تمام انبیاء مرسلین کے علوم وگزشتہ

اور آئندہ کے واقعات وحالات کے علم عطا فرمانے سے ملتا ہے اور بعض کا قول ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ جب ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ اور پھر یاد آ جائے تو ان شاء اللہ کہنے کے بعد یہ بھی کہو "عسٰی أن یھدین ربی لاقرب من ھذا رشدًا"......

25 "ولبثوا فی کھفھم" اس سے اصحاب کہف مراد ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ اہل کتاب ہی کا قول ہے کہ انہوں نے اس طرح کہا تھا۔ اگر یہ خبر اللہ عزوجل کی طرف سے ہے ان کے ٹھہرنے کی مدت کے برابر۔ پھر اس کو اس طرح نہ فرماتے "قل اللہ اعلم بما لبثوا" اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ وہ کتنی مدت وہاں ٹھہرے رہے۔ یہ حضرت قتادہ کا قول ہے اور اس پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت دلالت کرتی ہے۔ وقالوا "لبثوا فی کھفھم" پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کی اور ارشاد فرمایا "قل اللہ اعلم بما لبثوا" اور دوسرے قراء کا قول ہے کہ اس کی خبر اللہ تعالیٰ کی جانب ہی سے ہے کہ اللہ ہی ان کی مدت ٹھہرنے کو جانتا ہے اور یہی قول صحیح ہے۔

باقی رہا وہ فرمان "قل اللہ اعلم بما لبثوا" اس کا معنی یہ ہوگا کہ ان کے ٹھہرنے کی مدت کے متعلق آپ نے ذکر کر دیا اور آخر میں یہ حکم دے دیا کہ اب اگر یہ لوگ تعیین مدت میں نزاع کرتے ہیں تو ان سے کہہ دو، اللہ ان کی مدت قیام سے بخوبی واقف ہے اور ان کی مدت لبث میں نے تمہیں بتلا دی ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اہل کتاب کا ہی یہ قول ہے غار میں داخل ہونے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ۳۰۹ برس کی مدت اہل کتاب کے خیال میں گزری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت "اللہ اعلم بما لبثوا" میں اس کی تردید فرمائی۔ یعنی ان کی روحیں قبض ہونے کے بعد سے اب تک جس قدر مدت گزری ہے۔ اللہ ہی کو اس کا علم ہے وہی بخوبی واقف ہے۔ "ثلث مائة سنین" حمزہ اور کسائی کے نزدیک "ثلثمائة" بغیر تنوین کے پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔

سوال کیا جائے کہ "ثلث مائة سنین" ذکر فرمایا۔ "سنة" ذکر کیوں نہیں کیا گیا۔ اس کا جواب دیا گیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "ولبثوا فی کھفھم ثلثمائة" تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس سے مراد دن ہیں، مہینے ہیں یا سال ہیں۔ پھر یہ "سنین" نازل ہوا۔ فراء کا قول ہے عرب میں مشہور ہے کہ وہ سنین بول کر ایک سال مراد لیتے تھے اور بعض نے کہا کہ اصحاب کہف تین سو سال وہاں ٹھہرے رہے۔ "وازدادوا تسعًا" کلبی کا قول ہے کہ نجران کے عیسائیوں نے کہا تھا کہ تین سو برس رہنے کا علم تو ہم کو بھی ہے مزید نو برس رہنے کا علم ہمیں نہیں۔

قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا 26 وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا 27

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ خدا تعالیٰ ان کے رہنے کی مدت کو زیادہ جانتا ہے تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسی کو ہے وہ کیسا کچھ دیکھنے والا اور کیسا کچھ سننے والا ہے ان کا خدا کے سوا کوئی بھی مددگار نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے حکم میں شریک کرتا ہے اور

آپ کے پاس جو آپ کے رب کی کتاب وحی کے ذریعہ سے آئی ہے وہ پڑھ دیا کیجئے اس کی باتوں کو (یعنی وعدوں کو) کوئی بدل نہیں سکتا اور آپ خدا کے سوا اور کوئی پناہ نہ پاویں گے اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے۔

تفسیر ㉖ "قل اللہ اعلم بمالبثوا" حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اصحاب کہف شمسی حساب سے تین سو برس تک سوتے رہے اور اللہ نے قمری حساب سے تین سو نو برس رہنے کی صراحت کی ہے۔ ہر سو سال شمسی کے بحساب قمری ایک سو تین سال ہوتے ہیں۔ تین سو سال کے تین سو نو سال ہو گئے۔ اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے فرمایا "وازدادو اتسعًا"

"لہ غیب السمٰوت والارض" غیب جو چیز تمہارے ادراک سے پوشیدہ ہو اور اللہ عز وجل کے ادراک سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ "ابصر بہ واسمع" اس موجود کل میں جو بھی دیکھنے والا ہے ان سے زیادہ خوب دیکھنے والا اور ان سب سے زیادہ سننے والا ہے۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، نہ دیکھنے میں اور نہ ہی سننے میں۔ "مالھم" نہیں ہے اس کے سواء جو زمین و آسمان میں ہے۔ "من دونہ" اللہ کے سوا "من ولی" کوئی مددگار "ولا یشرک فی حکمہ احدًا" ابن عامر و یعقوب "ولا تشرک" تاء کے ساتھ پڑھا ہے خطاب کا صیغہ اور دوسرے قراء نے اس کو یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی اس کے حکم میں کوئی شریک نہیں۔ بعض نے کہا کہ حکم سے یہاں غیب کا علم مراد ہے۔ اس کے علم غیب میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔

㉗ "واتل ماأوحی الیک" اس کو پڑھیے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) "ما اوحی الیک من کتاب ربک" اس کتاب سے مراد قرآن ہے اور اس میں جو کچھ ہے اس کی پیروی کیجئے۔ "لامبدل لکلماتہ" کلبی کا قول ہے کہ قرآن میں جس کا حکم دیا گیا ہے اس کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں ہے اور بعض کا قول ہے کہ گناہگاروں کو جو ان کلمات سے وعید سنائی گئی ہے اس کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ "ولن تجد" اور تم۔ "من دونہ" اگر آپ قرآن کی اتباع نہیں کریں گے۔ "ملتحدًا" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد چھپنے کی جگہ۔ حسن کا قول ہے کہ جائے قرار نہیں ملے گا۔ مجاہد کا قول ہے کہ ٹھکانا نہیں ملے گا، بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے ھرب۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ㉘ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ ۚ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ㉙

ترجمہ: جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات) ان سے ہٹنے نہ پاویں اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیئے

جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا (یہ) حال حد سے گزر گیا ہے اور آپ کہہ دیجئے کہ (یہ دین) حق تمہارے رب کی طرف سے (آیا) ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لے آوے اور جس کی جی چاہے کافر رہے بیشک ہم نے ایسے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس کی آگ کی قناتیں ان کو گھیرے ہوں گی اور اگر (پیاس سے) فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جاوے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا مونہوں کو بھون ڈالے گا کیا ہی برا پانی ہوگا اور وہ دوزخ (بھی) کیا ہی بری جگہ ہوگی۔

واصبر نفسک کا شان نزول

تفسیر ㉘ "واصبر نفسک" اس آیت مذکورہ کا نزول عیینہ بن حصن فزاری کے حق میں ہوا۔ یہ اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت کچھ نادار مسلمان خدمت گرامی میں بیٹھے ہوئے تھے جن میں سلمان فارسی بھی تھے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک چھوٹی سی چادر اوڑھے ہوئے تھے اور آپ کو پسینہ بھی آ رہا تھا۔ عیینہ بولا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ کو ان لوگوں کی بدبو سے دُکھ نہیں پہنچتا۔ ہم قبائل مضر کے سردار اور بڑے لوگ ہیں، اگر ہم مسلمان ہو گئے تو سب لوگ مسلمان ہو جائیں گے لیکن ہم کو آپ کی اتباع کرنے سے ایسے لوگوں کی آپ کے پاس موجودگی روکتی ہے ان کو آپ ہٹا دیں تو ہم آپ کا اتباع کرنے لگیں گے یا ہمارے لیے ان سے الگ کوئی بیٹھنے کی جگہ مقرر کر دیں اور ان کی مجلس ہم سے جدا کر دیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "واصبر نفسک" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے نفس کو ان سے روکے رکھیے۔

"مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی" اس سے دن کے اطراف مراد ہیں۔ "یریدون وجھہ" یہ لوگ جو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں یہ صرف اللہ کو چاہتے ہیں نہ کہ دُنیاوی زندگی میں سے کچھ حصہ۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس کا نزول اصحاب صفہ کے بارے میں ہوا جن کی تعداد سات سو تھی۔ یہ سب نادار لوگ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں فروکش تھے، نہ کسی کی کھیتی تھی اور نہ ہی دودھ کے جانور نہ کوئی تجارت، نمازیں پڑھتے رہتے تھے، ایک وقت کی نماز پڑھ کر دوسری نماز کے انتظار میں رہتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ستائش ہے اس اللہ کے لیے جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا کر دیئے جن کی معیت میں مجھے جمے رہنے کا حکم دیا۔ "ولا تعد" نہ ان سے پھیریئے اور نہ ہی تجاوز کیجئے۔ "عیناک عنھم" اپنے غیر کی طرف سے۔ "ترید زینۃ الحیاۃ الدنیا" دولت مندوں کے ساتھ بیٹھنے اور مال دار دُنیاداروں کی مصاحبت اختیار کرنے کے لیے تم ہر وقت اللہ کا ذکر کرنے والے (نادار) لوگوں سے آنکھیں پھیر لو، ایسا نہ کرو۔

"ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا" ہم نے ان کے دلوں کو ذکر کرنے سے غافل کر دیا۔ اس سے مراد عیینہ بن حصن ہے۔ بعض نے کہا کہ اُمیہ بن خلف ہے۔

"واتبع ھواہ" ان کی مراد صرف اپنی خواہشات کا حصول ہے۔ "وکان امرہ فرطاً"

فرطاً کی تفسیر

قتادہ اور مجاہد کا قول ہے کہ اس کا معنی ضیاعاً ہے یعنی ضائع شدہ کیا ہے اور بعض نے کہا کہ اس کا امر ضائع ہو گیا اور زندگی کے دن رائیگاں گئے۔ بعض نے فرطاً کا معنی ندامت بیان کیا ہے۔ مقاتل ابن حیان کا قول ہے کہ بیکار چھوڑا ہوا۔

فراء نے ان کا ترجمہ کیا ہے چھوڑا ہوا اور بعض نے اس کا ترجمہ باطل سے کیا ہے اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے مخالف حق۔ اخفش کا قول ہے کہ حد سے آگے بڑھا ہوا۔ بعض نے کہا کہ حد میں تجاوز کرنا، یہ قول عیینہ کا ہے کہ اگر ہم اسلام لے آئے تو ہمارے سب لوگ اسلام لے آئیں گے، اس کو افراط کہتے ہیں۔

㉙ "**وقل الحق من ربکم**" یعنی جو ہم نے ایمان اور قرآن کے بارے میں ذکر کیا اس کا معنی یہ ہے کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں کو کہہ دیجئے کہ جن لوگوں کے دل ہمارے ذکر سے غافل ہیں کہ اے لوگو! یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے اور اسی کی طرف توفیق اور رُسوائی ہے اسی کے ہاتھ میں ہدایت اور گمراہی ہے۔ اس کے علاوہ کسی کے پاس ہدایت نہیں۔ "**فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر**" اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بطور تہدید اور وعید کے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**اعملوا ماشئتم**" بعض نے اس آیت کا معنی یہ بیان کیا ہے یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے میں مؤمنین کو اپنے پاس سے ہٹانے والا نہیں ہوں، تمہاری خواہشات کی بناء پر اگر تم چاہو تو ایمان لے آؤ اور اگر تم چاہو تو کفر اختیار کرو، اگر تم انکار کرو گے تو تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں تمہیں گھیر لیں گی۔ اور اگر تم ایمان لاؤ گے تو تمہیں بھی انہیں صفات کے ساتھ متصف کیا جائے گا جو اطاعت کرنے والوں کو ملیں گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہیں گے ایمان کو قبول کریں گے اور جس کے لیے کفر چاہیں گے وہ کافر رہے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "**وما تشاؤن الا ان یشاء اللّٰہ**"......

"**انا اعتدنا للظالمین**" ہم نے ان کے لیے تیار کر کے رکھا ہے۔ "**نارًا أحاط بهم سرادقها**" سرادق آڑ کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو گھیرے ہوئے ہو۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سرادق النار چار دیواریں ہوں گی، ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی ہوگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ سرادق النار سے مراد آگ کی دیوار ہے۔ کلبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ آگ کی لپٹ ہوگی جو کافروں کو باڑہ کی طرح گھیرے ہوگی۔ بعض حضرات نے کہا کہ ایک دھواں ہوگا جو کافروں کو محیط ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کا ذکر آیت "**انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب**" میں کیا ہے۔ "**وان یستغیثوا**" اگر شدت پیاس کی وجہ سے وہ پانی مانگیں گے۔ "**یغاثوا بماء کالمهل**"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "**بماء کالمهل**"

کہ تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا منہ کے قریب لایا جائے گا تو چہرے کی کھال اس میں گر پڑے گی۔ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ سیاہ ہوگیا جیسے زیتون کے تیل کی تلچھٹ یا وہ گاڑھا پانی ہوگا زیتون کے تیل کی گاد کی طرح۔مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس کا معنی لہو، پیپ، خون۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے کچھ سونا چاندی منگوا کر پگھلایا جب پگھل گیا تو فرمایا کہ یہ مھل کی طرح ہے اور اس کے ہم شکل ہے۔

"یشوی الوجوہ" اس کے گرم ہونے کی وجہ سے وہ چہرے کو بھون ڈالے گا۔"بئس الشراب وساء ت" اس سے مراد آگ ہے۔"مرتفقا" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ منزل (فرودگاہ) سے کیا ہے۔مجاہد نے اس کا ترجمہ مجتمع سے کیا ہے۔ عطاء نے اس کا معنی قرارگاہ سے کیا ہے۔قتیبی نے اس کا ترجمہ مجلس سے کیا ہے، مرتفق اصل میں ٹیک لگانے کو کہتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿30﴾ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّیَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّکِئِیْنَ فِیْهَا عَلَی الْاَرَآئِکِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿31﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَیْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَیْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَیْنَهُمَا زَرْعًا ﴿32﴾ کِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اٰتَتْ اُکُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَیْئًا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿33﴾

ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہ کریں گے جو اچھی طرح کام کو کرے (پس) ایسے لوگوں کے لئے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ان کے (مساکن کے) نیچے نہریں بہتی ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز رنگ کے کپڑے باریک اور دبیز ریشم کے پہنیں گے اور وہاں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے کیا ہی اچھا صلہ ہے اور (بہشت) کیا ہی اچھی جگہ ہے اور آپ ان لوگوں سے دو شخصوں کا حال بیان کیجئے ان دو شخصوں میں سے ایک کو ہم نے دو باغ دے رکھے تھے اور ان دونوں (باغوں) کا کھجور کے درختوں سے احاطہ بنا رکھا تھا اور ان دونوں کے درمیان میں کھیتی بھی لگا رکھی تھی دونوں باغ اپنا پورا پھل دیتے تھے اور کسی کے پھس میں ذرا بھی کمی نہ رہتی تھی اور ان دونوں کے درمیان میں نہر چلا رکھی تھی۔

تفسیر 30 "ان الذین امنوا ...... تا ...... احسن عملاً" اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس فرمان کا جواب کہاں ہے "ان الذین امنوا وعملوا الصالحات" اس کا جواب دیا گیا کہ اس کا جواب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے "اولئک لھم جنات عدن تجری" اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "انّا لانضیع اجر من احسن عملاً" یہ کلام جملہ معترضہ کے طور پر ہے۔بعض نے کہا کہ اس میں اضمار ہے۔"انّ الذین آمنوا وعملوا الصالحات" ان لوگوں کے اعمال کو ہم ضائع نہیں کرتے بلکہ ہم ان کو اس کا بدلہ دیں گے۔پھر اس کے بعد جزاء کا ذکر فرمایا۔

㉛ ”اولئک لهم جنات عدن“ ان کے رہنے کی جگہ۔ اس کو عدن کے ساتھ تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مؤمنین ہمیشہ رہیں گے۔

”تجری ...... تا ...... من ذهب“ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو تین تین کنگن پہنائے جائیں گے۔ ایک سونے کا ایک چاندی کا اور ایک جواہر اور موتیوں کا۔ ”ویلبسون ثیابًا خضر من سندس“ باریک ریشمی کپڑا ”واستبرق“ موٹا ریشمی کپڑا۔ یعنی اس کی بناوٹ میں مضبوطی ہوگی۔ ”متکئین فیها“ مسہریوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے۔ ”علی الارائک“ وہ پردے مسہری کے ہوں گے اس کا واحد اُریکہ ہے۔

”نعم الثواب“ ان کے لیے اچھا بدلہ ہے۔ ”وحسنت“ ان کی مسہری ”مرتفقًا“ بیٹھنے کی جگہ اور قرار کی جگہ مراد ہے۔

رجلین سے کون سے دو فرد ہیں

㉜ ”واضرب لهم مثلاً رجلین“ کہا گیا ہے کہ مکہ میں قبیلہ بنی مخزوم کے دو بھائی رہتے تھے۔ ایک مؤمن تھا دوسرا کافر، مؤمن کا نام ابوسلمہ عبداللہ (اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے سابق شوہر) بن عبدالاسود بن عبد یالیل تھا اور کافر کا نام اسود بن عبدالاسود بن عبد یالیل انہی دونوں کے حق میں اس آیت کا نزول ہوا۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ عیینہ بن حصین اور اس کے ساتھیوں کے احوال اور حضرت سلمان کے حال کو بطور تحقیق بنی اسرائیل کے دو بھائیوں کے احوال سے تشبیہ دی ہے جن میں سے ایک کا نام برقول ابن عباس یہودا اور برقول مجاہد تملیخا تھا اور دوسرے کا نام قطروس اور برقول وہب قطفر تھا۔ اوّل مسلمان تھا دوسرا کافر، سورۂ والصافات میں بھی انہی کا قصہ بیان کیا ہے۔ عبداللہ بن مالک نے بروایت معمر عطاء خراسانی کا بیان ان دونوں کے متعلق حسب ذیل نقل کیا ہے۔

ایک شخص کے دو بیٹے تھے، دونوں کو باپ کی وراثت سے آٹھ ہزار دینار ملے۔ دونوں نے تقسیم کر کے اپنا اپنا حصہ لے لیا، ایک بھائی نے ایک ہزار دینار کی زمین خریدی، دوسری نے ہزار دینار خیرات کر دیئے اور کہا اے اللہ! میرے بھائی نے ہزار دینار کی زمین خریدی ہے، میں تجھ سے جنت میں ایک ہزار کی زمین خریدتا ہوں۔ اوّل شخص نے ہزار دینار صرف کر کے مکان بنایا، دوسرے نے ہزار دینار غریبوں کو تقسیم کر کے دُعا کی، اے اللہ! اس نے ہزار دینار خرچ کر کے مکان بنایا ہے، میں تجھ سے جنت کے اندر ہزار دینار کا مکان خریدتا ہوں۔ پھر اوّل شخص نے ہزار دینار صرف کر کے ایک عورت سے شادی کر لی اور دوسرے نے ہزار دینار راہِ خدا میں دے کر کہا اے اللہ! میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ جنت کے اندر کسی جنت کی عورت سے میرا نکاح کر دے۔ پھر اوّل شخص نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے باندی غلام اور گھر کا سامان خریدا اور دوسرے نے ہزار دینار خیرات کر کے اللہ سے جنت کے اندر خدام اور سامان ملنے کی درخواست کی۔

جب یہ دوسرا شخص سب مال خیرات کر چکا تو کچھ مدت کے بعد مال کی کوئی سخت ضرورت پیش آئی اور دل میں خیال کیا

مجھے بھائی کے پاس جانا چاہیے شاید اس کی طرف سے مجھے کچھ مل جائے۔ یہ سوچ کر بھائی کے راستہ پر ایک طرف کو جا بیٹھا، اس طرف سے دولت مند بھائی اپنے خادموں کے جھرمٹ میں گزرا اور بھائی کو دیکھ کر پہچان لیا اور پوچھا کیا حال ہے؟ اس شخص نے کہا مجھے ایک حاجت درپیش ہے اور مفلس ہو گیا ہوں، آپ کے پاس کچھ بھلائی کی اُمید لے کر آیا ہوں، دولت مند بھائی نے کہا تمہارا مال کیا ہوا، تقسیم کے وقت تم نے اپنا حصہ لے لیا تھا، غریب بھائی نے اپنی سرگزشت بیان کر دی، دولت مند بھائی بولا، اچھا تو تم خیرات کرنے والوں میں شامل ہو گئے، چلے جاؤ، میں کچھ نہیں دوں گا۔ غرض اس نے غریب کو دھتکار دیا۔ آخر دونوں مر گئے اور ان ہی کے متعلق آیت "فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآئَلُوْنَ" نازل ہوئی۔ یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ مال دار بھائی غریب بھائی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مال کی سیر کرانے لے گیا اور گھما پھرا کر سب طرح کا مال دکھایا۔

ان دونوں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی "واضرب لھم مثلاً رجلین" یاد کیجئے ان دو شخصوں کے متعلق خبر۔ "جعلنا لاحدھما جنتین" دو باغ ہیں۔ "من اعناب وحففناھما بنخل" انگور کے باغوں کے گرداگرد باڑھ کی طرح کھجور کے درخت تھے۔ انگور کے باغ کھجور کے درختوں کے باڑھ کے اندر تھے۔ والحفاف کنارے کو کہتے ہیں اور اس کی جمع "اَحفۃ" آتی ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے اس کو قوم نے گھیر لیا۔ یعنی اس کو جانبین نے اردگرد سے گھیر لیا۔

"وجعلنا بینھما ذرعًا" یعنی دونوں باغوں کے درمیان واقع ہونے والی زمین بھی بنجر نہ تھی بلکہ اس میں ایک کھیتی تھی۔ اس طرح ان باغوں میں پھل بھی تھے اور بعض نے کہا کہ ان دونوں باغوں کے درمیان کھیتی تھی اور ان دونوں باغوں کے درمیان بنجر زمین نہیں تھی۔

33 "کلتا الجنتین آتت" دونوں باغ اپنے پورے پھل دیتے تھے۔ "اکلھا" اس کے پھل تام (مکمل) تھے۔ "ولم تظلم" اور وہ پھل کم نہیں ہوئے۔ "منہ شیئًا وفجرنا" عام قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور یعقوب نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ "خلالھما نھرًا" ہم نے اس کو پھاڑا اور اس کے درمیان سے نہر کو جاری کیا۔

وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا 34 وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا 35 وَّمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا 36 قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا 37 لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّىْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّىْۤ اَحَدًا 38

ترجمہ: اور اس شخص کے پاس اور بھی تمول کا سامان تھا سو (ایک بار) اپنے اس (دوسرے) ملاقاتی سے ادھر اُدھر کی باتیں کرتے کرتے کہنے لگا کہ میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور مجمع بھی میرا زبردست ہے اور وہ اپنے اوپر جرم (کفر) قائم کرتا ہوا اپنے باغ میں پہنچا (اور) کہنے لگا کہ میرا تو خیال نہیں ہے کہ یہ باغ (میری مدت حیات میں) کبھی

بھی برباد ہوااور میں قیامت کونہیں خیال کرتا کہ آوے گی اور اگر میں اپنے رب کے پاس پہنچایا گیا تو ضرور اس باغ سے بہت زیادہ اچھی جگہ مجھ کو ملے گی اس سے اس کے ملاقاتی نے (جو کہ دیندار اور غریب تھا) جواب کے طور پر کہا کہ کیا تو اس ذات (پاک) کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھ کو (اول) مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تجھ کو صحیح وسالم آدمی بنایا لیکن میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ یعنی اللہ تعالیٰ میرا رب (حقیقی) ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

تفسیر ㉞ "وکان له" اور اس کے ساتھی کے پاس باغ تھے۔ (ثمر) عاصم اور ابوجعفر اور یعقوب کے نزدیک ثاء کے فتحہ اور میم کے فتحہ کے ساتھ۔ ابوعمرو نے ثاء کے ضمہ اور میم کے ساکن کے ساتھ اور دوسرے قراء نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

ثمرہ کے مصداق میں ائمہ مفسرین کے اقوال

جمع ثمرۃ ہے اور اس سے مراد وہ پھل ہیں جو کھائے جاتے ہیں اور جن لوگوں نے ثمر پڑھا ہے ان کے نزدیک طرح طرح کا کثیر مال مراد ہوگا اور جنہوں نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے ان کے نزدیک مال کثیرہ سے مراد ہر قسم کے اموال ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ ثمر سے مراد سونا چاندی ہے اور بعض نے کہا کہ تمام پھل مراد ہیں۔ ازہری کا قول ہے کہ پھل جو تمام پھلوں کا مجموعہ ہے۔ "فقال" اس سے باغ کا مالک ہے۔ "لصاحبه" اس سے مراد مؤمن ہے۔ "وهو يحاوره" اس کے مخاطب ہوتے وقت اور جواب دیتے وقت "أنا اكثر مالاً واعز نفرًا" اس کے نوکر، چاکر اور اس کی جماعت۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس کے خدمت گار اور اس کا جاہ ولشکر۔ مقاتل نے کہا کہ اس سے مراد اس کی اولاد ہے اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں "ان ترن أنا اقل منك مالاً وولدًا"

㉟ "ودخل جنته" اور وہ اس کے باغ میں داخل ہوا۔ اس سے مراد کافر ہے کہ اس نے اپنے مسلمان بھائی کا ہاتھ پکڑا اور اس کو پورے باغ میں چکر لگوایا اور اس کو پھل دکھائے۔ "وهو ظالم لنفسه" اپنے کفر کے ذریعے "قال ما اظن أن تبيدًا" اس کا معنی ہلاکت سے کیا ہے۔ "هذه ابدًا" اہل معانی کا قول ہے کہ اس باغ کی شادمانی اور اس کے پھل پھول کے چمکنے نے اس کو اس گمان میں مبتلا کر دیا کہ وہ کبھی بھی فنا ہونے والا نہیں ہے اور اسی سے اس نے بعثت کا انکار کرلیا۔

㉟ "وما اظن الساعة قائمةً" قیامت ہونے والی ہے۔ "ولئن رددت الى ربى لاجدنّ خيرًا منها منقلبًا" اہل حجاز اور اہل شام نے اس کو تثنیہ ہی پڑھا ہے۔ اس کے دو باغوں میں سے ملے گا۔ (اور اسی طرح میرے لیے ہی مقدر ہوگا) اور دوسرے قراء نے "منها" سے مراد وہ باغ ہے جس میں وہ ابھی داخل ہوا۔ "منقلبًا" اس سے مراد رجوع کرنے والا لوٹنے والا مراد ہے۔

سوال کیا جائے کہ وہ یہ بات کیسے کہتا ہے "ولئن رددت الى ربى" حالانکہ وہ تو بعثت کا منکر ہے؟

جواب اس کا معنی یہ ہے کہ اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا جیسا کہ تمہارا گمان ہے تو مجھے اس سے بہتر ملے گا کیونکہ اللہ نے جو کچھ مجھے دُنیا میں یہ باغات دیئے تو آخرت میں اس سے بھی اس سے بہتر دے گا۔

㊲ "قال له صاحبه" مسلمان بھائی نے کہا۔ "وهو يحاوره أكفرت بالذى خلقك من تراب" کہ

تونہیں جانتا کہ اس نے ہمیں اصل مٹی سے پیدا کیا۔ ''ثم'' پھر اس نے ہمیں پیدا کیا۔ ''من نطفة ثم سواک رجلا''، پھر ہر شخص کو اس کے باپ کے نطفہ سے پیدا کیا۔

㊳ ''لکنا هو الله ربی'' ابن عامر اور یعقوب نے ''لکنّا'' الف کے ساتھ لکھا ہے اور باقی قراء نے بغیر الف کے لکھا ہے اور اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ وقف کی حالت میں یہ الف کے بغیر ہے۔ یہ اصل میں ''لکن، أنا'' تھا۔ ہمزہ کو تخفیف کے لیے حذف کیا، کثرت استعمال کی وجہ سے پھر ان دونوں نون کو آپس میں مدغم کر دیا۔ کسائی کا بیان ہے کہ اس میں تقدیم وتاخیر ہے۔ ''لکنا الله هو ربّی''......''ولا اشرک بربی أحدًا''

وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَکَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْکَ مَالًا وَّوَلَدًا ㊴ فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِکَ وَیُرْسِلَ عَلَیْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا ㊵ اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَهٗ طَلَبًا ㊶ وَاُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ یُقَلِّبُ کَفَّیْهِ عَلٰی مَآ اَنْفَقَ فِیْهَا وَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا وَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِکْ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا ㊷ وَلَمْ تَکُنْ لَّهٗ فِئَةٌ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا کَانَ مُنْتَصِرًا ㊸ هُنَالِکَ الْوَلَایَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَیْرٌ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ عُقْبًا ㊹

ترجمہ: اور تو جس وقت اپنے باغ میں پہنچا تھا تو تو نے یوں کیوں نہ کہا کہ جو اللہ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اور بدوں خدا کی مدد کے (کسی میں) کوئی قوت نہیں اگر تو مجھ کو مال اور اولاد میں کمتر دیکھتا ہے تو مجھ کو وہ وقت نزدیک معلوم ہوتا ہے کہ میرا رب مجھ کو تیرے باغ سے اچھا باغ دے دے اور اس (تیرے) باغ پر کوئی تقدیری آفت آسمان سے بھیج دے جس سے وہ باغ دفعۃً ایک صاف میدان ہو کر رہ جائے یا اس سے اس کا پانی بالکل اندر (زمین میں) اتر (کر خشک ہو) جاوے پھر تو اس کی کوشش بھی نہ کر سکے اور اس شخص کے سامان تمول کو آفت نے آ گھیرا پھر اس نے جو کچھ اس باغ پر خرچ کیا تھا اس پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور وہ باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا پڑا تھا اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا اور اس کے پاس کوئی ایسا مجمع نہ ہوا کہ خدا کے سوا اس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود (ہم سے) بدلہ لے سکا ایسے موقع پر مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہے اسی کا ثواب سب سے اچھا اور اسی کا نتیجہ سب سے اچھا ہے۔

تفسیر ㊴ ''ولولا اذ دخلت جنتک'' داخل ہوتے وقت تم نے کیوں نہیں کہا۔ ''قلت ما شاء الله'' جو کام اللہ چاہے اور بعض نے کہا کہ اس کا جواب پوشیدہ ہے کہ جو اللہ چاہے۔ ''لاقوّة الّا بالله'' یعنی تو نے اپنی عاجزی اور اللہ کی قدرت کا اقرار کیوں نہیں کیا یا اس سے کوئی چیز دور نہیں کی مگر اللہ کے سوا۔

ہشام بن عروہ کی روایت ہے کہ عروہ کو جب اپنا کوئی مال پسند آتا اور عجیب معلوم ہوتا تھا یا اپنے کسی باغ میں داخل ہوتے تھے تو کہتے تھے "ماشاء اللّٰہ لاقوۃ الا باللّٰہ" پھر فرمایا "ان ترن أنا اقل منک مالاً وولدًا" اقل کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اگرچہ تو دیکھتا ہے کہ میں تجھ سے مال اور اولاد کے اعتبار سے اس وجہ سے تو نے تکبر کیا اور مجھ پر بڑائی کی۔

⑩ "فعسی ربّی" شاید کہ میرا رب "أن یوتین" مجھے آخرت میں عطا کرے۔ "خیرًا من جنتک ویرسل علیھا" تیرے باغ پر کوئی عذاب بھیج دے۔ "حسبانًا" قتادہ کا قول ہے کہ اس کا مطلب ہے عذاب بھیج دے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے آگ مراد ہے۔ قتیبی کا قول ہے کہ اس پر پتھریلا طوفان آجائے گا۔ "من السماء" آسمان سے کڑک اور کوئی اور چیز ہلاکت کا ذریعہ بن رہی ہو۔ "حسبانًا" کا واحد "حسبانۃً" ہے۔

"فتصبح صعیدًا زلقًا" یعنی وہ چٹیل چکنا میدان بن جائے۔ یعنی کوئی درخت اس پر باقی نہ رہے، صاف میدان ہو جائے۔ مجاہد کا قول ہے کہ اس کا ترجمہ ہے ہولناک ریگستان۔

⑪ "او یصبح ماؤھا غورًا" وہ پانی ہاتھوں سے اتنا دور چلا جائے کہ ہاتھ اس تک نہ پہنچ سکیں اور نہ ہی اس تک ڈول پہنچ سکے۔ غور مصدر ہے اس کو اسم کی جگہ رکھ دیا گیا ہے جیسے زور اور عدل ہے۔ "فلن تستطیع لہ طلبًا" اگر تم اس کو طلب کرو گے تو اس کو نہیں پاؤ گے۔

⑫ "واحیط بثمرہ" عذاب نے اس کے باغ کے پھلوں کو یا ہر طرح کے مال کو اپنے گھیرے میں لے لیا ہے اور خلاف اُمید تباہ کر دیا۔ احاطہ سے مراد ہے غالب آجانا، برباد و تباہ کر دینا۔ "فاصبح" اس کا ساتھی جو کافر تھا۔ "یقلب کفیہ" وہ ایک ہاتھ کے ذریعے سے دوسرے ہاتھ کو پونچھنے گا افسوس و حسرت کے ساتھ۔ "علی ما انفق فیھا وھی خاویۃ" اور وہ گر پڑا ہے۔ "علی عروشھا" اپنی چھتوں کے ساتھ۔ "ویقول یالیتنی لم اشرک بربی احدًا"

⑬ "ولم تکن لہ فئۃ" اس سے مراد جماعت ہے۔ "ینصرونہ من دون اللّٰہ" وہ اللہ کے عذاب سے روکنے والے ہیں۔ "وما کان منتصرًا" کوئی شخص نہیں تھا جو اس سے عذاب کو روک سکتا تھا یا اس کا بدلہ لے سکتا تھا اور نہ ہی یہ خود اپنے لیے مدد کر سکتا۔ بعض نے کہا کہ اس کے باغ ضائع ہونے پر کوئی اس کو لوٹانے والا نہیں ہے۔

⑭ "ھنالک الولایۃ للّٰہ الحق" یعنی قیامت کے دن حمزہ اور کسائی نے "الولایۃ" واؤ کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس سے مراد سلطان ہے اور دوسرے قراء نے واؤ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اس سے مراد موالدۃ اور مددگار ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اللّٰہ ولی الذین آمنوا" قتیبی کا قول ہے کہ اس دن یہی آیت پڑھیں گے اور معبودان باطلہ کی برأت اختیار کریں گے۔

بعض نے کہا کہ ولایۃ واؤ کے فتحہ کے ساتھ معنی ربوبیت کا ہے اور کسرہ کے ساتھ اس کا معنی امارۃ آتا ہے۔ (الحق) قاف کے رفع کے ساتھ۔ ابو عمرو کسائی نے اس کو ولایۃ کی صفت کہا ہے۔ اس کی تصدیق حضرت ابی بن کعب کی روایت ہے "ھنالک الولایۃ للہ الحق" اور دوسرے قراء نے جر کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں یہ لفظ اللہ کی صفت ہوگی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "ثم ردّوا الی اللّٰه مولاھم الحق"...... "ھو خیرٌ ثواباً" اہل طاعات کے لیے بہتر بدلہ ہے۔ "وخیر عقبا" اس کی نیکی کا اجر بہتر ہے دوسرے کی طاعت کے اجر سے۔ "عاقبة" سے مراد نیکی ہے۔ "عقبًا" قاف کے سکون کے ساتھ اور دوسرے قراء نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ فَاَصۡبَحَ هَشِيۡمًا تَذۡرُوۡهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ مُّقۡتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِيۡنَةُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيۡرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَيَوۡمَ نُسَيِّرُ الۡجِبَالَ وَتَرَى الۡاَرۡضَ بَارِزَةً وَّحَشَرۡنٰهُمۡ فَلَمۡ نُغَادِرۡ مِنۡهُمۡ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَعُرِضُوۡا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدۡ جِئۡتُمُوۡنَا كَمَا خَلَقۡنٰكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍۢ بَلۡ زَعَمۡتُمۡ اَلَّنۡ نَّجۡعَلَ لَكُمۡ مَّوۡعِدًا ﴿۴۸﴾

ترجمہ اور آپ ان لوگوں سے دنیاوی زندگی کی حالت بیان فرمایئے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو پھر اس کے ذریعہ سے زمین کی نباتات خوب گنجان ہوگئی ہوں پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاوے کہ اس کو ہوا اڑائے لئے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں مال اور اولاد حیات دنیا کی ایک رونق ہے اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اس دن کو یاد کرنا چاہئے جس دن ہم پہاڑوں کو ہٹا دیں گے آپ زمین کو دیکھیں گے کہ کھلا میدان پڑا ہے اور ہم ان سب کو جمع کر دیں گے اور ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے اور سب کے سب آپ کے رب کے روبرو کھڑے کر کے پیش کئے جاویں گے دیکھو آخر تم ہمارے پاس آئے بھی جیسا ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا بلکہ تم یہی سمجھتے رہے کہ ہم تمہارے لئے کوئی وقت موجود نہ لائیں گے۔

تفسیر ⑮ "واضرب لھم" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قوم کو بیان کیجئے۔ "مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلنٰه من السماء" اس سے مراد بارش ہے۔ "فاختلط به نبات الارض" اس سے ہر قسم کے رنگ دار پھول و سبزہ اُگایا۔ "فاصبح" پھر تھوڑی ہی دیر میں (ھشیما) وہ سبزہ خشک ہوکر ریزہ ریزہ ہوگیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک کا بیان ہے کہ اس کا معنی ہے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ ہشیم کہا جاتا ہے کہ جو خشک ہو جائے اور نباتات سے گر جائے اور ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ "تذروہ الریاح" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس کو ہوائیں اِدھر اُدھر لے جائیں۔ ابوعبیدہ نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔ "وکان اللّٰه علی کل شیءٍ مقتدرًا" اس کا ترجمہ قادر ہے سے کیا ہے۔

⑯ "المال والبنون" یعنی وہ مال و اولاد جن پر عیینہ بن حصین اور اس جیسے دوسرے دولت مندوں کو فخر ہے۔ محض دُنیاوی رونق کی چیزیں ہیں۔ آدمی ان پر فخر کرتا ہے، پھر عنقریب یہ چیزیں فنا ہو جاتی ہیں۔ "زینة الحیوۃ الدنیا" یہ آخرت کے لیے زادِ راہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مال اور اولاد دُنیا کی کھیتی ہے اور اعمال صالحہ آخرت کی کھیتی اور بعض لوگوں کے لیے اللہ دونوں کو جمع کر دیتا ہے۔"والباقیات الصالحات"اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

باقیات صالحات سے کیا مراد ہے' مختلف اقوال ہیں

ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ اور مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد ہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہنا مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج نکلتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ افضل کلام چار ہیں۔سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم باقیات الصالحات کی کثرت رکھو، کہا گیا کہ وہ کیا ہیں، اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا کہ ملت ہے۔کہا گیا وہ کیا ہے اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا (ملت سے مراد) تکبیر تہلیل اور تسبیح ہے اور الحمد للہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ہے۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ مسروق اور ابراہیم نخعی کا قول ہے کہ الباقیات الصالحات سے پانچ نمازیں ہیں۔یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور انہی سے دوسری روایت ہے کہ اس سے اعمال صالحہ ہیں۔یہی قول حضرت قتادہ کا ہے۔"خیر عند ربک ثوابًا"اس سے مراد بدلہ ہے۔"وخیر أملا"جس کی طرف انسان مائل تھا۔

㊼"ویوم نسیر الجبال"ابن کثیر اور ابو عمرو اور ابن عامر کا قول ہے کہ یہ (تسیر) ہے تاء کے ساتھ اور یاء فتحہ کے ساتھ اور الجبال مرفوع ہے اس پر دلیل یہ آیت مبارکہ ہے"واذا الجبال سیّرت"اور دوسرے قراء نے نون اور یاء کے کسرہ (الجبال) یہاں پر منصوب ہے۔سیر الجبال کا مطلب یہ ہے کہ پہاڑوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا۔"وتری الارض بارزۃً"اس زمین کو صاف چٹیل دیکھو گے۔اس میں نہ تو کوئی درخت ہوگا اور نہ ہی کوئی پہاڑ اور نہ ہی کوئی گھاس وغیرہ اگے گی۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے"فیذرھا قاعاً صفصفا لا تری فیھا عوجًا"عطاء کا قول ہے کہ"بارزۃ"کا مطلب ہے زمین کا اندرونی حصہ اوپر آجائے گا جو مُردے وغیرہ اس کے اندر ہوں گے وہ برآمد ہو جائیں گے۔"وحشرناھم"اور ہم لوگوں کو قبروں سے اُٹھائیں گے اور حساب کتاب کے لیے سب کو جمع کریں گے۔"فلم نغادر منھم"کسی کو ہم نہیں چھوڑیں گے۔"احدًا"

㊽"وعرضوا علی ربک صفا"وہ سامنے لائے جائیں گے فوج در فوج اور صف در صف نہ کہ ایک صف میں اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد قیام ہے۔پھر کفار کو کہا جائے گا اللہ تعالیٰ کا فرمان"لقد جئتمونا کما خلقناکم اوّل مرّۃ"یعنی پہلی مرتبہ زندہ کرنے میں اس کو کوئی مشکل نہیں۔بعض نے اس کا ترجمہ (فرادی) سے کیا ہے اور بعض نے اس کا ترجمہ غرلاً سے کیا ہے۔"بل زعمتم أن لن نجعل لکم موعدًا"قیامت کے دن یہ وہ لوگ کہیں گے جو قیامت کے دن اُٹھنے پر یقین نہیں رکھیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کو تین طریقوں سے جمع کیا جائے گا۔ کچھ اللہ سے اُمید کی رغبت رکھتے ہوئے ڈرتے ہوئے اور دو دو اونٹوں پر آئیں گے اور تین و چار اور دس دس اونٹ پر آئیں گے اور باقیوں کو آگ کے ساتھ جمع کیا جائے گا، وہ آگ انہی کے ساتھ دن کو قیلولہ کرے گی جہاں وہ قیلولہ کریں گے اور آگ وہیں رُکے گی جہاں رات گزاریں گے اور آگ ان کے ساتھ صبح کرے گی جہاں وہ صبح کریں گے اور ان کے ساتھ وہ شام کرے گی جہاں وہ شام کریں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم کو قیامت کے دن قبروں سے اُٹھا کر اللہ کے سامنے برہنہ بدن برہنہ پا اور غیر مختون حالت میں لیجایا جائے گا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی "كما بدأنا اوّل خلق نعيده" پھر سب مخلوقات میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا اور میرے صحابہ میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم صحابی ہیں صحابی ہیں تو ان کو کہا جائے گا کہ تم برابر پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے یا اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ گئے تھے جب میری وفات ہوگئی تھی۔ جیسا کہ ایک نیک شخص اس بارے میں گواہی دے گا "وكنت عليهم شهيدًا ما دمت فيهم، العزيز الحكيم" تک۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیسے قیامت کے دن سب کو جمع کیا جائے گا؟ برہنہ پا، برہنہ جسم، غیر مختون۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) عورتیں بھی، فرمایا عورتیں بھی۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت حیا ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ معاملہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا کہ کوئی کسی دوسرے کو دیکھ بھی نہیں سکے گا۔

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿٤٩﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿٥٠﴾ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿٥١﴾

ترجمہ: اور نامہ اعمال رکھ دیا جاوے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ اس میں جو کچھ ہے اس سے ڈرتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ ہائے ہماری کم بختی اس نامہ اعمال کی عجیب حالت ہے کہ بے قلمبند کئے ہوئے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا گناہ (چھوڑا) اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب (لکھا ہوا) موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا اور جب کہ ہم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ آدم (علیہ السلام) کے سامنے سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ...

کے وہ جنات میں سے تھا سواس نے اپنے رب کے حکم سے عدول کیا سو کیا پھر بھی تم اس کو اور اس کے چیلے چانٹوں کو دوست بناتے ہو مجھ کو چھوڑ کر حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں یہ ظالموں کے لئے بہت برا بدل ہے میں نے ان کو نہ تو آسمان اور زمین کے پیدا کئے کے وقت بلایا اور نہ خود ان کے پیدا کرنے کے وقت (بلایا) اور میں ایسا (عاجز) نہ تھا کہ (کسی کو خصوص) گمراہ کرنے والوں کو اپنا (دست) بازو بناتا۔

تفسیر ⑲ "ووضع الکتاب" بندوں کے اعمال نامے رکھے جائیں گے، ان کے دائیں ہاتھ میں اور بائیں ہاتھ میں اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بندوں کے اعمال رکھے جائیں گے۔ "فتری المجرمین مشفقین" وہ اس سے ڈر رہے ہے "ممافیه" اعمال سیئہ کی۔ "ویقولون" جب وہ ان اعمال کو دیکھیں گے تو کہیں گے "یاویلتنا" ہائے ہماری ہلاکت۔ ویل اور ویلہ دونوں کا معنی ہلاکت ہے اور ہر وہ چیز جس پر ہلاکت واقع ہو جائے۔ اس کو ویل کے ذریعے پکارتے ہیں اور یاء ندا کے ذریعے سے مخاطبین کو تنبیہ کرنا مقصود ہے۔

"مال هذا الکتاب لایغادر صغیرة ولا کبیرة" ہمارے گناہوں میں سے نہ چھوٹے گناہ چھوڑے اور نہ ہی بڑے گناہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ صغیرہ سے مراد بے جا تبسم اور کبیرہ گناہ قہقہہ ہے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ صغیرہ کا معنی ہے چھو لینا، بوسہ لینا اور کبیرہ زنا ہے۔ "الا احصاها" ان کو شمار کر دیا۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ان کو لکھ کر ثابت کر دیا ہے۔ مقاتل بن حیان کا قول ہے کہ ان سب کو یاد رکھا ہے۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان گناہوں سے بچو جن کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ حقیر گناہوں کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگ کسی وادی کے اندر اُترے ہوں، پھر کوئی ایک لکڑی لائے، کوئی دوسری لکڑی اور ان حقیر لکڑیوں کو جمع کر کے لوگ روٹی پکالیں، حقیر گناہ ہلاک کرنے والے کبائر ہیں۔

"ووجدوا ماعملوا حاضرًا" وہ اپنی کتاب میں لکھا ہوا ثبت پائیں گے۔ "ولا یظلم ربک احدًا" کسی شخص کے نیک اعمال سے کمی نہیں کرے گا۔

قیامت کے دن لوگوں کو تین پیشیوں کے ساتھ پیش کیا جائیگا

ضحاک کا قول ہے کہ اس سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ اس بات سے جو اس نے جرم نہ کیا ہو۔ عبداللہ بن قیس کا قول ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو تین پیشیوں میں لایا جائے گا دو پیشیوں میں ان کے جھگڑے اور ان کے اعذار سنے جائیں، تیسری پیشی میں سب کے اعمال نامے اُڑ کر ان کے ہاتھوں میں آجائیں گے۔ بعض اس کو دائیں ہاتھ سے لیں گے اور بعض اس کو بائیں ہاتھ سے لیں گے۔

⑳ "واذقلنا للملائکة اسجدوا لادم" یاد کریں اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت کو جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ "فسجدوا الاّ ابلیس کان من الجن" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابلیس ملائکہ کے ہی ایک گروہ میں تھا۔

اس گروہ کو جن کہا جاتا تھا اور اس کی تخلیق لپٹ والی آگ سے ہوئی تھی۔ حسن کا قول ہے کہ وہ جنوں میں سے تھا نہ کہ فرشتوں میں سے اور اس کی اصل جن تھا جیسا کہ انسانوں کی اصل حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ "ففسق" وہ نکل گیا۔ "عن امر ربه" اپنے رب کی طاعت سے۔ "افتتخذونه" اے بنی آدم!" وذريته اولياء من دوني وهم لكم عدو" اور وہ سب تمہارے دشمن تھے۔

کیا شیطان کی ذریت ہے

مجاہد سے شعبی کے حوالے سے روایت ہے کہ میں ایک روز بیٹھا ہوا تھا ایک قلی آیا اور اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا ابلیس کی بیوی ہے، میں نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں لیکن پھر مجھے یاد آیا کہ اللہ نے فرمایا ہے "افتتخذونه و ذريته اولياء من دوني" کہ اولاد بغیر بیوی کے نہیں ہوسکتی۔ میں نے کہا جی ہاں۔ قتادہ نے کہا شیاطین میں آدمیوں کی طرح توالد وتناسل ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے بیان کیا کہ ابلیس خود اپنی دُم اپنے دبر میں داخل کر لیتا ہے اس سے انڈا پیدا ہو جاتا ہے اور ایک انڈا پھٹ کر شیطان کی ایک جماعت نکل پڑتی ہے۔

شیطان کی کنیت اور اس کی قسمیں

مجاہد نے کہا ابلیس کی اولاد میں سے مندرجہ ذیل شیطان ہیں۔ لاقیس، ولہان، ہفاف، مرہ، زلنبور، اعور، مطوس، یثور، داسم، ولہان، وضو، غسل اور نماز میں وسوسہ پیدا کرتا ہے۔ مرہ ہی کے نام سے ابلیس کی کنیت ابومرہ مشہور ہے۔ زلنبور بازاروں میں جھوٹی قسمیں کھلواتا اور صاحب مال سے مال کی جھوٹی تعریف کراتا ہے۔ اعور زنا پر آمادہ کرنے والا شیطان ہے۔ مرد کے عضو تناسل اور عورت کے سرینوں میں پھونک مار دیتا ہے۔ مطوس جھوٹی بے اصل افواہیں لوگوں میں پھیلاتا ہے۔ یثور مردہ کے وارثوں کے منہ پیٹنے اور گریبان پھاڑنے پر آمادہ کرتا ہے۔ داسم وہ شیطان ہے کہ آدمی جب گھر میں جاتا ہے اور کسی کو سلام نہیں کرتا اور اللہ کا ذکر بھی نہیں کرتا تو یہ شیطان اس آدمی کو گھر کی ہر چیز بے محل رکھی ہوئی دکھاتا ہے (جس سے آدمی کو غصہ آجاتا ہے اور وہ گھر والوں کو سخت سست کہنے لگتا ہے) اور بغیر بسم اللہ کیے آدمی کھانے لگتا ہے تو داسم بھی اس کے کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔ اعمش نے کہا بعض اوقات میں بغیر بسم اللہ کے گھر میں داخل ہوا اور اندر جا کر کسی کو سلام بھی نہیں کیا تو مجھے (بے جگہ رکھا ہوا) لوٹا نظر آیا، میں نے کہا اس کو یہاں سے اُٹھاؤ، پھر گھر والوں سے جھگڑا کرنے لگا لیکن پھر مجھے یاد آگیا اور میں نے کہا یہ داسم ہے داسم ہے۔

حضرت ابی بن کعب راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو (میں بہکانے والا) ایک شیطان ہے جس کو ولہان کہا جاتا ہے تم لوگ پانی (کے استعمال) کے وسوسے سے بچتے رہو۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ) ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے، اہل حدیث کی نظر میں اس کی سند قوی نہیں ہے۔ خارجہ بن مصعب راوی ضعیف ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت عثمان بن ابی العاص نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا

رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) شیطان میرے اور میری نماز وقراءت کے درمیان دخل انداز ہو جاتا ہے اور نماز کو مشتبہ بنا دیتا ہے۔ (مجھے یاد نہیں رہتا کہ میں نے کتنی رکعتیں پڑھیں) فرمایا یہ شیطان ہے جس کو خنزب کہا جاتا ہے، جب تم ایسا محسوس کرو تو اللہ کی پناہ مانگو (یعنی "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم" پڑھو) اور بائیں طرف کو تین بار تھتکار دو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے اس کے بعد ایسا ہی کیا اور اللہ نے اس کو مجھ سے دور کر دیا۔ (رواہ مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے، پھر وہاں سے اپنے دستوں کو (اطراف عالم میں) روانہ کرتا ہے۔ ابلیس کا سب سے بڑا مقرب وہی ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ انگیز ہو۔ کوئی آ کر کہتا ہے میں نے یہ یہ کام کیے۔ ابلیس کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا، پھر ایک شیطان آتا ہے اور کہتا ہے میں نے میاں بیوی میں علیحدگی کرادی۔ ابلیس کہتا ہے تو نے اچھا کام کیا، پھر اس کو اپنا مقرب بنالیتا ہے۔ اعمش کا بیان ہے میرا خیال ہے راوی نے یہ بھی کہا، پھر ابلیس اس کو چمٹا لیتا ہے۔ (رواہ مسلم)

"بئس للظالمین بدلا" قتادہ کا قول ہے کہ جنہوں نے ابلیس واس کے پیروکاروں کا اتباع کیا، ان کا بُرا انجام ہے۔

⑤① "ما اشھدتھم" جوانہوں نے حاضر کیا۔ ابوجعفر نے پڑھا ہے "ما اشھدناھم" نون والف کے ساتھ اس صورت میں یہ تعظیم کے لیے ہوگا۔ ہم ابلیس اور ان کی ذریت کو حاضر کریں گے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد کفار ہیں۔ کلبی کا قول ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں۔ "خلق السمٰوات والارض ولا خلق أنفسھم" ان سے کہا جائے گا کہ تم ان کو حاضر کرو جن کو تم نے پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے پر ان سے مدد مانگو اور ان سے مشورہ طلب کرو۔ "وما کنت متخذا المضلین عضدًا" وہ شیطان جس نے تمہیں گمراہ کیا وہ ہی تمہارا مددگار و حامی ہوگا۔

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿٥٢﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿٥٣﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿٥٤﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿٥٥﴾

ترجمہ: اور اس دن کو یاد کرو کہ حق تعالیٰ فرمادے گا کہ جن کو تم ہمارا شریک سمجھا کرتے تھے ان کو پکارو پس وہ ان کو پکاریں گے سو وہ جواب ہی نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان میں ایک آڑ کر دیں گے اور (اس وقت) مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے پھر یقین کریں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور اس سے کوئی بچنے کی راہ نہ پاویں گے اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں (کی ہدایت) کے واسطے ہر قسم کے (ضروری) عمدہ مضامین طرح طرح سے بیان فرمائے ہیں اور (اس پر بھی منکر) آدمی جھگڑنے میں سب سے بڑھ کر ہے اور لوگوں کو بعد اس کے کہ ان کو ہدایت پہنچ چکی ایمان

لانے سے اور اپنے پروردگار سے (کفر وغیرہ کی) مغفرت مانگنے سے اور کوئی امر مانع نہیں رہا بجز اس کے کہ ان کو اس کا انتظار ہو کہ اگلے لوگوں کا سا معاملہ ان کو بھی پیش آئے یا یہ کہ عذاب (الٰہی) رودررو ان کے سامنے آ کھڑا ہو۔

تفسیر ⑤② "**ویوم یقول**" حمزہ اور دوسرے قراء نے (**نقول**) پڑھا ہے۔ اللہ قیامت کے دن ان سے کہیں گے۔ "**نادوا شرکائی**" اپنے معبودوں کو پکارو "**الذین زعمتم**" کہ یہ تمہارے شرکاء ہیں۔ "**فدعوهم**" ان سے مدد طلب کرو۔ "**فلم یستجیبوا لهم**" یہ نہ تمہاری اس پکار کو سنیں گے اور نہ ہی وہ تمہاری مدد کر سکیں گے۔ "**وجعلنا بینهم**" ان کے اور بتوں کے درمیان اور بعض نے کہا کہ ان کے درمیان اور اہل ہدایت کے درمیان۔ "**موبقًا**" ہلاکت کا مقام بنا دیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ موبق دوزخ کی ایک وادی کا نام ہے۔ مجاہد کا قول ہے گرم پانی کی ایک وادی ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ موبق ایک آگ کا دریا ہے جس میں آگ بہتی ہے اس کے کناروں پر سیاہ خچروں کے برابر سانپ ہیں۔

ابن الاعرابی کا قول ہے دونوں چیزوں کے درمیان جو چیز آڑ اور حاجب ہو اس کو موبق کہتے ہیں۔ فراء کا قول ہے کہ ہم دُنیا میں ان کے ساتھ جوڑ پیدا کرا کے آخرت میں ہلاک کر دیں گے۔ (یعنی دُنیا میں جو کافروں اور ان کے معبودوں کے درمیان ملاپ اور جوڑ تھا قیامت کے دن ہم اس کو ہلاکت بنا دیں گے) یہی مضمون دوسری آیت "**لقد تقطع بینکم**" تمہارا باہمی اتصال پارہ پارہ ہو گیا۔

⑤③ "**ورأى المجرمون**" مجرمین سے مراد مشرکین ہیں۔ "**فظنوا**" وہ یقین کرتے تھے۔ "**أنهم مواقعوها**" وہ اس میں داخل ہونے والے ہیں یا اس میں گرنے والے ہیں۔ "**ولم یجدوا عنها مصرفًا**" عدول کرنے والے پھرنے والے نہیں ہوں گے کیونکہ وہ ان کو ہر طرف سے گھیرے میں لینے والی ہو گی۔

⑤④ "**ولقد صرفنا**" ہم نے اس کو کھول کر بیان کر دیا۔ "**فی هذا القرآن للنّاس من کل مثل**" تاکہ تم اس سے نصیحت حاصل کرو۔ "**وکان الانسان اکثر شیءٍ جدلاً**" باطل چیزوں میں وہ جھگڑتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد نضر بن حارث ہے جو قرآن کے متعلق جھگڑا کرتا تھا۔ کلبی کا بیان ہے کہ اس سے مراد اُبی بن خلف جمحی ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد کفار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "**ویجادل الذین کفروا بالباطل**" اور بعض نے کہا کہ یہ اپنے عموم پر ہے اور یہی اصح ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور اپنی صاحبزادی کے پاس آ پہنچے اور فرمایا تم دونوں رات کو نماز نہیں پڑھتے ہو، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری جانیں اللہ کے قبضے میں ہیں، وہ جب آپ کو اُٹھانا چاہتا ہے ہم کو اُٹھا دیتا ہے۔ میری اس گزارش کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے، مجھے کوئی جواب نہیں دیا اور پشت پھیری ہی تھی کہ میں نے سنا کہ ران پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے۔ "**وکان الانسان اکثر شیءٍ جدلاً**"

⑤⑤ "**وما منع الناس أن یؤمنوا اذ جاء هم الهدی**" اس سے مراد قرآن، اسلام اور اللہ عزوجل کی طرف سے بیان ہے۔ بعض کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد ہے۔ "**ویستغفروا ربهم الاّ أن تأتیهم سنة الاوّلین**" ہمارا

پہلوں میں یہ طریقہ رائج رہا ہے کہ جو ایمان نہیں لاتے تو ہم ان کو ہلاک کر دیتے ہیں اور بعض نے کہا کہ ہم پہلوں کی طرح کہ جب وہ عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں تو پھر ہم ان کے طلب کرنے پر عذاب بھیجتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے مطالبہ کیا تھا کہ اگر آپ کا یہ لایا ہوا دین برحق ہے تو ہم پر پتھر برسا یا دردناک عذاب لے آ۔ ''او یأتیھم العذاب قبلا'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس کا معنی رو در رو سامنے آنا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اس کا معنی ناگہانی۔ ابو جعفر اور اہل کوفہ کا قول ہے کہ ''قُبُلاً'' قاف کے ضمہ اور باء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ قبیل کی جمع ہو گی، ان پر عذاب کی قسمیں نوع در نوع آئیں گی۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿56﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿57﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿58﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿59﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ﴿60﴾

(ترجمہ) اور رسولوں کو تو ہم صرف بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا کرتے ہیں اور کافر لوگ ناحق کی باتیں پکڑ پکڑ کر جھگڑے نکالتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ سے حق بات کو بچلا دیں اور انہوں نے میری آیتوں کو اور جس (عذاب) سے ان کو ڈرایا گیا تھا اس کو دل لگی بنا رکھا ہے اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جس کو اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جاوے پھر وہ اس سے روگردانی کرے اور جو کچھ اپنے ہاتھوں (گناہ) سمیٹ رہا ہے اس (کے نتیجہ) کو بھول جائے ہم نے اس (حق بات) کے سمجھنے سے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں اور (اس کے سننے سے) ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے اور (اس وجہ سے) اگر آپ ان کو راہ راست کی طرف بلاویں تو ایسی حالت میں ہرگز کبھی راہ پر نہ آویں اور آپ کا رب بڑا مغفرت کرنے والا (اور) بڑا رحمت والا ہے اگر ان سے ان کے اعمال پر داروگیر کرنے لگتا تو ان پر فوراً ہی عذاب واقع کر دیتا (مگر ایسا نہیں کرتا) بلکہ ان کے واسطے ایک معین وقت ہے (یعنی قوم قیامت) کہ اس سے اس طرف (یعنی پہلے) کوئی پناہ کی جگہ نہیں پا سکتے اور یہ بستیاں (جن کے قصے مشہور مذکور ہیں) جب انہوں نے (یعنی ان کے باشندوں نے) شرارت کی تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان کے ہلاک ہونے کے لئے وقت معین کیا تھا اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ میں (اس سفر میں) برابر چلا جاؤں گا یہاں تک کہ اس موقع پر پہنچ جاؤں جہاں دو دریا آپس میں ملے ہیں یا یونہی زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا۔

تفسیر ⑯"وما نرسل المرسلین ...... تا ...... بالباطل" وہ اس بات کے متعلق جھگڑا کرتے تھے کہ کیا اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا "ولو لا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم" کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اُتارا گیا، یہ بھی کافروں نے کہا تھا کہ جو تم ذبح کرتے ہو وہ حلال ہے اور جو اللہ مارد ے وہ حلال نہیں۔ "لیدحضوا" کہ وہ اس کو باطل کردے۔ "به الحق" دحض اصل میں کہا جاتا ہے پھسلنے کو، وہ باطل کے ذریعے سے جھگڑا کرکے حق کو اس کی جگہ سے ہٹادیں۔ "واتخذوا ایاتی وما انذروا هزوًا" آیات سے مراد وہ ہیں جو قرآن میں نازل کی گئی ہیں۔ "هزوًا" اس کا ٹھٹھا کرتے ہیں مذاق اُڑاتے ہیں۔

⑰"ومن اظلم ممن ذکر" جس کو نصیحت کی گئی ہو۔ "بایات ربه فاعرض عنها" اس سے پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں اور اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس پر ایمان نہیں لاتے۔ "ونسی ماقدمت یداه" اور جو وہ اس سے پہلے معاصی میں سے کرچکے تھے۔ "انّا جعلنا علٰی قلوبهم أکنة" ان کے کانوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ "ان یفقهوه" رب کی طرف سے آیات کے سمجھنے سے عاجز آگیا۔ "وفی آذانهم وقرًا" ان کے کانوں پر ڈاٹ اور بوجھ پڑے ہوئے ہیں۔ "وان تدعهم" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) "الی الهدی" دین کی طرف۔ "فلن یهتدوا اذًا ابدًا" ان قوموں کے متعلق جانتے تھے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

⑱"وربک الغفور ذو الرحمة" اس سے نعمت والا ہونا مراد ہے۔ "لو یواخذهم" کفار کا مؤاخذہ ان کا تعاقب "بما کسبوا" گناہوں میں سے جو کچھ انہوں نے کمایا۔ "لعجل لهم العذاب" دُنیا میں عذاب کو جلدی طلب کرتے ہیں۔ "بل لهم موعدهم" بعث اور حساب کتاب کے لیے۔ "لن یجدوا من دونه موئلاً" اس کا ٹھکانا۔

⑲"وتلک القریٰ اهلکناهم" اس سے مراد قوم نوح، عاد، ثمود، قوم لوط اور اس کے علاوہ اور قومیں مراد ہیں۔ "لما ظلموا" جب انہوں نے کفر کیا۔ "وجعلنا لمهلکهم موعدًا" مدت میعاد مقرر ہے۔ ابوبکر نے "لمُهلَکهم" میم اور لام کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ حفص نے میم کے فتحہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اسی طرح سورۃ نمل میں ذکر کیا گیا۔ "مهلک" ان کی ہلاکت کے وقت دوسرے قراء نے میم کے ضمہ اور لام کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

⑳"و اذ قال موسٰی لفتاه لا ابرح حتّٰی ابلغ مجمع البحرین" عام اہل علم کے نزدیک ان کے باپ کا نام موسیٰ بن عمران ہے اور بعض نے کہا کہ یہ موسیٰ بن میشا، یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کی تلاش میں سفر

بخاری اور مسلم نے لکھا ہے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا نوف بکالی کا خیال ہے کہ خضر والے موسیٰ بنی اسرائیل والے موسیٰ علیہ السلام نہ تھے (دونوں الگ الگ تھے) فرمایا دشمن خدا جھوٹ کہتا ہے ہم سے ابی بن کعب نے بیان کیا کہ انہوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ (ایک روز)

موسیٰ بنی اسرائیل کے سامنے تقریر کرنے کھڑے ہوئے کسی نے سوال کرلیا۔ (آج) سب سے زیادہ عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا، میں۔ اللہ کو موسیٰ کی یہ بات ناپسند ہوئی کیونکہ انہوں نے اللہ کی طرف جاننے کی نسبت نہیں کی (اور یوں نہیں کہا کہ اللہ جانے کون سب سے بڑا عالم ہے) اللہ نے وحی بھیجی، موسیٰ علیہ السلام تم سے زیادہ عالم میرا ایک اور بندہ ہے جو دو سمندروں کے سنگم میں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا میرے رب اس سے میری ملاقات کیسے ہوگی؟ اللہ نے فرمایا ایک ٹوکری میں اپنے ساتھ ایک مچھلی رکھ لو (اور کنارے کنارے چل دو جہاں مچھلی (اُچھل کر پانی میں چلی جائے اور) غائب ہو جائے وہیں تمہاری ملاقات ہوگی۔

موسیٰ علیہ السلام توشہ دان یا ٹوکری میں ایک مچھلی (جو بھنی ہوئی تھی) لے کر چل دیئے اور ان کے خادم یوشع بن نون بھی ساتھ ہوگئے، چلتے چلتے ایک پتھر کے قریب پہنچے وہاں ٹھہر گئے اور پتھر پر سر رکھ کر دونوں سو گئے۔ مچھلی تڑپ کر ٹوکری سے نکل کر دریا میں جاگری اور پانی کے اندر اس نے اپنا راستہ (سرنگ کی طرح) بنا لیا، اللہ نے پانی کی رفتار کو روک دیا اور پانی کی محراب بن گئی۔ (اس واقعہ کے وقت یوشع بیدار تھے اور ان کی نظر کے سامنے مچھلی سمندر میں جاگری تھی) موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو دن کے باقی حصہ میں بھی چلتے رہے (یعنی سو کر اُٹھے اور چل دیئے اور شام تک چلتے رہے) یوشع اس واقعہ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ذکر کرنا بھول گئے۔ موسیٰ علیہ السلام دن بھر چلتے رہے اور رات بھر بھی چلتے رہے، دوسرے دن کی صبح ہوئی تو یوشع سے کہا ہم اس سفر سے تھک گئے، کھانا لاؤ، جب تک موسیٰ علیہ السلام مچھلی کے تڑپنے کے مقرر مقام سے آگے نہیں بڑھے تھے آپ کو تھکان نہیں ہوئی تھی۔ جب اس جگہ سے آگے بڑھے تو تھکان کا احساس ہوا۔ یوشع نے کہا حضرت جب ہم پتھر کے پاس ٹھہرے تھے (وہاں مچھلی تڑپ کر سمندر میں جاگری تھی) میں آپ سے مچھلی کا تذکرہ کرنا بھول گیا۔ شیطان نے مجھے بھلا دیا۔ مچھلی نے تو سمندر کے اندر عجیب طرح سے اپنا راستہ لے لیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اسی (جگہ) کی تو ہم تلاش میں تھے، پھر دونوں اپنے نقش قدم پر لوٹ پڑے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کی ملاقات

یہاں تک کہ مقررہ پتھر کے مقام پر آ گئے وہاں ایک آدمی ملا جو کپڑے سے منہ چھپائے ہوئے تھا، موسیٰ علیہ السلام نے اس کو سلام کیا۔ خضر علیہ السلام نے کہا تمہاری اس زمین میں سلام کا طریقہ کہاں ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں موسیٰ علیہ السلام ہوں۔ خضر علیہ السلام نے کہا بنی اسرائیل والے موسیٰ علیہ السلام؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا جی ہاں۔ میں آپ کے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ جو علم آپ کو دیا گیا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی بتائیں۔ خضر علیہ السلام نے کہا موسیٰ علیہ السلام آپ میرے ساتھ ٹھہر نہ سکیں گے، مجھے اللہ کی طرف سے وہ علم دیا گیا ہے جس سے آپ واقف نہیں اور جو علم اللہ نے آپ کو دیا ہے اس سے میں واقف نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ میں آپ کے حکم کے خلاف نہیں کروں گا۔ خضر علیہ السلام نے کہا اگر آپ میرے ساتھ چلنا ہی چاہتے ہیں تو جب تک میں خود بیان نہ کروں آپ مجھ سے (کسی پیش آنے والے واقعہ کے متعلق) کچھ دریافت نہ کریں۔

عہد و پیان کے بعد دونوں چل دیئے۔ چلتے چلتے سمندر کے کنارے پہنچے، اُدھر سے ایک کشتی گزری۔ کشتی والوں سے ان بزرگوں نے سوار کر لینے کے لیے کہا، کشتی والے خضر کو پہچانتے تھے، انہوں نے بغیر کرایہ کے دونوں کو سوار کر لیا۔ سوار ہو گئے (اور چل دیئے تو اثناء راہ میں) اچانک موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ خضر علیہ السلام بسولے سے کشتی کا ایک تختہ توڑ رہے ہیں، کہنے لگے آپ یہ عجیب حرکت کر رہے ہیں، ان لوگوں نے تو ہم کو بغیر کرایہ کے سوار کر لیا اور آپ ان کی کشتی کو پھاڑ رہے ہیں کہ سب کشتی والے ڈوب جائیں۔ خضر علیہ السلام نے کہا کیا میں نے پہلے ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں بھول گیا تھا، آپ بھول چوک پر میری پکڑ نہ کیجئے اور میرے معاملہ میں مجھ پر تنگی اور دُشواری نہ ڈالئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام سے پہلی حرکت بھول کر ہوئی تھی اور دوسری حرکت بطور شرط اور تیسری حرکت قصداً یالا رادہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک چڑیا آ کر کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی اور چونچ ڈال کر دریا سے اس نے پانی پی لیا۔ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا میرا اور آپ کا علم، علم خدا کے مقابلہ میں اس سے زیادہ نہیں جتنا اس چڑیا نے چونچ سے سمندر کا پانی لیا۔ اس چڑیا نے چونچ میں پانی لے کر سمندر کے پانی میں کوئی کمی نہیں کر دی (میرا اور آپ کا علم بھی اللہ کے علم کے بحر بے کراں میں کوئی کمی نہیں کر سکتا) پھر (کشتی سے اُتر کر) دونوں چل دیئے۔

خضر علیہ السلام کو راستہ میں ایک لڑکا نظر آیا جو لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ خضر علیہ السلام نے اس کو پکڑ کر اس کا سر اپنے ہاتھ سے اکھاڑ دیا اور قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ نے یہ بری حرکت کی، ایک معصوم کو بے قصور قتل کر دیا۔ خضر علیہ السلام نے کہا کیا میں نے آپ سے نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ رُک نہیں سکیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خضر علیہ السلام کی یہ حرکت پہلی حرکت سے زیادہ سخت تھی (اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے بے تاب ہو کر دریافت کر ہی لیا) موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر اس کے بعد میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا، آپ کے لیے میری طرف سے معذرت کا کوئی موقع نہیں رہے گا۔ اس کے بعد پھر دونوں چل دیئے۔ ایک گاؤں میں پہنچے۔ بستی والوں سے کھانا مانگا، انہوں نے کچھ کھانے کو نہیں دیا، وہاں ایک دیوار نظر آئی جو گرنے ہی والی تھی۔ خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اس کو ٹھیک کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہم اس بستی میں آئے، بستی والوں سے کھانا مانگا، کسی نے کھانا نہیں دیا نہ ہماری میزبانی کی (اور آپ نے ان کی دیوار ٹھیک کر دی) اگر آپ چاہتے تو اس کی مزدوری ان سے لے سکتے تھے۔

خضر علیہ السلام نے کہا اب میرے اور آپ کے درمیان فراق ہے (اس کے بعد اپنی تینوں حرکتوں کی مصلحت و حکمت بیان کی) اور کہا یہ ان باتوں کی تشریح ہے جن کو پوچھے بغیر آپ رہ نہ سکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش! موسیٰ علیہ السلام صبر کیے رہتے (اور آئندہ اور واقعات ظہور پذیر ہوتے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کی تفصیل سے آگاہ فرماتا۔

''**ذلک تاویل مالم تسطع علیہ صبرًا**'' سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ پڑھا کرتے تھے کہ ان کے سامنے ایک بادشاہ تھا جو ہر نیک صالح شخص کی کشتی کو چھین لیتا تھا اور حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما پڑھتے تھے کہ رہا غلام وہ تو کافر تھا اور اس کے والدین مؤمنین تھے۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت مروی ہے کہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنے لگے۔ جب قوم والوں کے آنسو بہنے لگے اور ان کے دل کمزور پڑ گئے تو ایک آدمی سامنے آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے زیادہ بھی اس دُنیا میں کوئی عالم ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا کیونکہ اس نہ جاننے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں نہیں فرمائی۔ ان سے کہا گیا کہ کیوں نہیں میرا بندہ خضر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ وہ کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ۔ فرمایا کہ لو ایک مچھلی۔ جب اس کے اندر روح پھونکی جائے تو سمجھ لینا کہ یہی تمہارا ٹھکانا ہے اور ایک روایت میں آیا کہ ان سے کہا گیا کہ ایک بھنی ہوئی مچھلی لیں جہاں پر آپ وہ مچھلی گم پائیں وہ مطلوبہ جگہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی لی اور اس کو اپنے توشہ دان میں رکھا۔ اس کی تفسیر اس آیت میں مذکور ہے۔ "واذ قال موسیٰ لفتاہ" اس سے مراد حضرت یوشع بن نون ہیں۔ "لا ابرح" میں ہمیشہ سفر کرتا رہوں گا۔ "حتی ابلغ مجمع البحرین" قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد بحر فارس، بحر روم ہے جو مشرق کی جانب ہے۔

محمد بن کعب نے کہا کہ اس سے مراد طنجہ ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے نزدیک افریقیہ مراد ہے۔ "او امضی حقبا" اس سے مراد طویل زمانہ ہے۔ اس کی جمع احقاب، حقب اور حقبا آتی ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حقب اسّی (۸۰) سال کو کہا جاتا ہے۔ اپنے توشہ دان میں روٹی اور بھنی ہوئی مچھلی لی۔ یہاں تک کہ وہ اس چٹان پر پہنچے جہاں دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ ہے۔ وہاں رات کے وقت پہنچے۔ اس چٹان کے پاس نہر حیات تھی، اس کا پانی جس مُردہ چیز پر پہنچ جاتا تو وہ زندہ ہو جاتی۔ جب اس مچھلی پر پانی پہنچا تو وہ توشہ دان میں تڑپی اور اُچھل کر دریا میں چلی گئی۔

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦١﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا ﴿٦٢﴾

ترجمہ: پس جب (چلتے چلتے) دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کے موقع پر پہنچے اس اپنی مچھلی کو دونوں بھول گئے اور مچھلی نے دریا میں اپنی راہ لی اور چل دی پھر جب دونوں (وہاں سے) آگے بڑھ گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے فرمایا کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ ہم کو تو اس سفر میں (یعنی آج کی منزل میں) بڑی تکلیف پہنچی۔

تفسیر: ⑥١ "فلما بلغ" جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور یوشع بن نون وہاں پہنچے۔ "مجمع بینھما" ان دونوں فریقوں کے ملنے کی جگہ پر یا دونوں (دریاؤں) کے درمیان۔ "نسیا" بھول گئے یعنی ان دونوں نے اس کو وہیں چھوڑ دیا۔ "حوتھما" وہ مچھلی حضرت یوشع کے پاس تھی جس کو وہ بھول گئے۔ نسیان کی اضافت ان دونوں کی طرف کر دی کیونکہ ان دونوں

نے سفر کے لیے زادِراہ باندھا تھا۔ جیسے کہا جاتا ہے فلاں لوگ سفر کو نکلے اور کھانے کے لیے انہوں نے کھانا ساتھ لے لیا حالانکہ ساتھ لینے والا اور اُٹھانے والا صرف ایک آدمی ہوتا ہے لیکن رکھنے والے سب ہوتے ہیں۔ اس لیے سب کی طرف ساتھ لینے اور اُٹھانے کی نسبت کردی جاتی ہے۔ "فاتخذ" بنالیا مچھلی نے سوراخ "سبیله فی البحر سربا" راستہ بنالیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مچھلی کے پانی میں چلے جانے کی وجہ سے اس پانی کو روک دیا گیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس راستے سے چلے جہاں سے مچھلی نے راستہ بنایا تھا۔ وہاں انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پالیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب مچھلی نے سمندر میں چھلانگ لگائی تو سمندر کا پانی اس کو نہیں لگا اور نہ ہی وہ پانی سے گیلی ہوئی۔ کلبی کا بیان ہے کہ یوشع بن نون نے نہر حیات کے پانی سے وضو کیا۔ اس وضو کا پانی مچھلی پر چھڑکاؤ کیا جس کی وجہ سے وہ زندہ ہوگئی اور پانی میں چلی گئی۔ وہ مچھلی جس طرف اپنا پَر مارتی تو وہ جگہ خشک ہو جاتی اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جب یہ دونوں اس چٹان پر پہنچے تو ان دونوں کو نیند آ گئی اور دونوں سو گئے۔ مچھلی توشہ دان میں تڑپی اور وہاں سے نکل گئی اور سمندر میں اپنا راستہ بنالیا۔ اس مچھلی کے چلے جانے کی وجہ سے پانی میں خشک راستہ بنالیا، جب وہ اپنی نیند سے جاگے تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی ان کو بتلانا بھول گئے۔ یہاں تک کہ دوسرا دن آ گیا۔

⑥② "فلما جاوزا" اس جگہ اور وہ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ ہے۔ "قال" موسیٰ علیہ السلام نے کہا "لفتاه آتنا غداء نا" ہمارا کھانا لے آؤ، غدا اس کھانے کو کہتے ہیں جو صبح کے وقت کھایا جاتا ہے اور عشاء کہتے ہیں شام کے وقت کے کھانے کو۔ "لقد لقینا من سفرنا هذا نصبًا" تھکاوٹ اور سختی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مقررہ پتھر سے آگے بڑھے تو اللہ کی طرف سے آپ پر بھوک کا دورہ پڑا تاکہ کھانے کی خواہش ہو اور مچھلی یاد آ جائے اور اپنے مقصد کی طرف لوٹ آئیں۔ صحیحین کی حدیث میں آیا کہ جب تک مقررہ مقام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے نہیں تھے آپ کو تھکان نہیں ہوئی تھی۔

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ﴿٦٣﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿٦٤﴾

ترجمہ خادم نے کہا کہ لیجئے دیکھئے (عجیب بات ہوئی) جب ہم اس پتھر کے قریب ٹھہرے تھے سو میں اس مچھلی (کے تذکرہ) کو بھول گیا اور مجھ کو شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کو ذکر کرتا اور (وہ قصہ یہ ہوا کہ) اس مچھلی نے (زندہ ہونے کے بعد) دریا میں عجیب طور پر اپنی راہ لی موسیٰ نے (یہ حکایت سن کر) فرمایا کہ یہی وہ موقع ہے جس کی ہم کو تلاش تھی سو دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے الٹے سو (وہاں پہنچ کر)

تفسیر ⑥③ "قال" خادم نے یاد کر کے کہا "اراء یت اذ اوینا الی الصخرة" وہ پتھر جس کے پاس ہم سوئے ہوئے

تھے۔ معقل بن زیاد کا قول ہے کہ وہ پتھر وہی تھا جو دریائے زیت سے ورے تھے۔

"**فانی نسیت الحوت**" اس کو وہاں چھوڑ دیا اور گم کر آئے۔ حضرت یوشع بن نون نے جب یہ واقعہ دیکھا تو کھڑے ہو گئے تاکہ اس کی خبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتلائیں، وہ اس پر بھول گئے یہاں تک کہ وہ ایک دن رُکے رہے حتیٰ کہ دوسرے دن ظہر کا وقت آ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھانا طلب فرمایا تو حضرت یوشع بن نون کو مچھلی یاد آ گئی اور آپ نے عذر پیش کیا۔

"**وما انسانیه الا الشیطان أن اذکرہ**" کہ مجھے اس مچھلی کے غائب ہونے کا واقعہ نہیں بھلایا مگر شیطان ہی نے۔ حفص رحمہ اللہ نے اس کو فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

"**علیه اللّٰه**" ھاء کے ضمہ کے ساتھ اور بعض نے کہا کہ مجھے بھلا دیا گیا کہ میں اس کو یاد کروں۔ "**واتخذ سبیله فی البحر عجبًا**" یہ حضرت یوشع بن نون کا قول ہے کہ وہ کہنے لگے کہ اس مچھلی نے دریا میں راستہ بنالیا۔ جیسا کہ سرنگ بنالی ہو وہ واقعہ عجیب تھا اور بعض روایات میں آتا ہے کہ اتخذ کی ضمیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ یعنی مچھلی کا سمندر کے اندر اپنا راستہ اختیار کر لینے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عجیب سمجھا۔

گویا کہ انہوں نے کہا کہ یہ واقعہ تو بہت عجیب ہے۔

ابن زید کا قول ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کا تعجب اس لیے کیا کہ اس کو کچھ زمانہ کھاتے رہے۔ یہاں تک کہ اس کا کچھ حصہ کھایا جا چکا تھا کہ وہ پھر سے زندہ ہو کر اس پانی میں چلی گئی۔

⑭ "قال" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "**ذلک ما کنا نبغ**" کہ یہی ہماری مطلوب شدہ جگہ تھی۔ "**فارتد اعلی اٰثارھما قصصا**" وہ واپس اپنے اپنے قدموں کے نشانات کے بل لوٹے اور اس جگہ کو تلاش کرنے لگے۔ پھر انہوں نے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ کو پایا۔

بعض نے کہا کہ وہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا۔ صحیح وہی ہے جو تاریخ میں آیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور ان کا نام بلیا بن ملکان ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ بنی اسرائیل میں سے تھے۔ بعض نے کہا کہ یہ شہزادہ تھے جو تارک الدنیا ہو گئے تھے اور خضر علیہ السلام لقب تھا۔

حضرت خضر علیہ السلام کو خضر کہنے کی وجہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خضر کو خضر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ خضر علیہ السلام جب خشک زمین یا خشک گھاس پر بیٹھ جاتے تو وہ سرسبز ہو کر لہلہانے لگتی تھی۔ مجاہد کا قول ہے کہ جس جگہ حضرت خضر علیہ السلام نماز پڑھتے تھے اس کے گرداگرد سبزہ ہی سبزہ ہو جاتا تھا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک

شخص کپڑا اوڑھے چت لیٹا ہے، کپڑے کا کچھ حصہ سر کے نیچے دبا ہے اور کچھ ٹانگوں کے نیچے اور ایک روایت میں ہے کہ اس وقت خضر علیہ السلام وسط سمندر میں ایک جھالردار سبز مسند بچھائے نماز پڑھ رہے تھے۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿65﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿66﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿67﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿68﴾ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿69﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿70﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿71﴾

ترجمہ: انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جن کو ہم نے اپنی خاص رحمت (یعنی مقبولیت) دی تھی اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص طور کا علم سکھلایا تھا موسیٰ نے (ان کو سلام کیا اور) ان سے فرمایا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں اس شرط پر کہ جو علم مفید آپ کو (منجانب اللہ) سکھلایا گیا ہے اس میں سے آپ مجھ کو بھی سکھلا دیں ان بزرگ نے جواب دیا آپ سے میرے ساتھ رہ کر (میرے افعال پر) صبر نہ ہو سکے گا اور (بھلا) ایسے امور پر آپ کیسے صبر کریں گے جو آپ کے احاطہ واقفیت سے باہر ہیں موسیٰ نے فرمایا انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر (یعنی ضابط) پاویں گے اور میں کسی بات میں آپ کے خلاف حکم نہ کروں گا ان بزرگ نے فرمایا تو (اچھا) اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو اتنا خیال رہے کہ) مجھ سے کسی بات کی نسبت کچھ پوچھنا نہیں جب تک کہ اس کے متعلق میں خود ہی ابتداءً ذکر نہ کروں پھر دونوں (کسی طرف) چلے یہاں تک کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو ان بزرگ نے کشتی میں چھید کر دیا موسیٰ نے فرمایا کہ آپ نے اس کشتی میں اس لئے چھید کیا ہو گا کہ اس کے بیٹھنے والوں کو غرق کر دیں آپ نے بڑی بھاری (یعنی خطرہ کی) بات کی۔

تفسیر: ﴿65﴾ "فوجد اعبدًا من عبادنا آتیناہ رحمة" رحمت سے مراد نعمت ہے۔ "من عندنا وعلمناہ من لدنا علمًا" اس سے مراد باطن کا علم ہے جو بطور الہام کے حاصل ہوتا ہے۔ اکثر اہل علم کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام نبی نہیں تھے کہا جائے گا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی اتباع کا حکم دیا گیا تھا۔

﴿66﴾ "قال له موسیٰ هل أتبعک" کہ آپ کی صحبت اختیار کر سکتا ہوں۔ "علی أن تعلمن مما علمت رشدًا" ابو عمرو یعقوب نے رشد اً راء کے فتحہ اور شین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے راء کے ضمہ اور شین کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس سے مراد صواب ہے اور بعض نے کہا کہ ایسا علم جو راہ ہدایت پر لانے والا ہو۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے یہ بات کہی تھی (ساتھ رہنے کی درخواست کی) تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا

کہ علم کے لیے تورات کافی ہے اور عمل کے لیے بنی اسرائیل کا مشغلہ کافی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اس کلام میں ادب وتہذیب کو ملحوظ خاطر رکھا۔)

⑰ "قال" حضرت خضر علیہ السلام نے کہا "انک لن تستطیع معی صبرًا" حضرت خضر علیہ السلام نے اس کا سختی سے انکار کیا کیونکہ جب وہ ایسے امور منکرہ کو دیکھیں گے تو ضرور تردید کریں گے اور انبیاء علیہم السلام کے لیے جائز نہیں کہ وہ منکرات کو دیکھ کر خاموش رہیں اور اسی پر صبر کریں۔ پھر اپنے عذر کو بیان کریں، صبر کے ترک کرنے کے باعث۔ ان کو کہا

⑱ "و کیف تصبر علی مالم تحط به خبرًا" اس سے مراد علم ہے۔

⑲ "قال" موسیٰ علیہ السلام نے کہا "ستجدنی ان شاء اللّٰہ صابرًا" یہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استثناء فرمایا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم تھا کہ وہ منکر بات پر صبر نہیں کر سکتے۔ "ولا اعصی لک امرًا" اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا جس بات کا آپ حکم دیں گے۔

⑳ "قال" حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ "فان اتبعتنی" اگر آپ ہماری صحبت اختیار کریں گے تو اس کے لیے یہی شرط ہے کہ آپ "فلا تسالنی" ابوجعفر، نافع، ابن عامر کے نزدیک لام کے فتحہ کے ساتھ اور نون کی تشدید کے ساتھ اور دوسرے قراء نے سکون اللام اور نون کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

"عن شیء" میں کوئی ایسا کام کروں جو آپ کو ناگوار گزرے اور آپ کو اس بات پر اعتراض ہو۔ "حتّی احدث لک منه ذکرًا" حتی ابتدائیہ ہے۔ جب تک اس کام کی وجہ میں خود آپ کو نہ بتلا دوں۔

㉑ "فانطلقا" یہاں تک کہ وہ ساحل کے کنارے کنارے کشتی کی تلاش میں چلنے لگے۔ بالآخر کشتی مل گئی اور اس میں دونوں سوار ہوگئے۔ اس کشتی میں جو لوگ سوار تھے وہ کہنے لگے کہ یہ دونوں چور ہیں۔ ان کو کشتی سے نکال دو، کشتی کے مالک نے کہا یہ لوگ چور نہیں ہیں مجھے ان کے چہرے انبیاء علیہم السلام کے چہرے معلوم ہوتے ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک کشتی ان کی طرف سے گزری۔ موسیٰ اور خضر علیہما السلام نے کشتی والوں سے سوار کر لینے کی درخواست کی۔ کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بلا کرایہ دونوں کو سوار کر لیا۔

جب کشتی دریا کے درمیان موجوں میں پہنچی تو حضرت خضر علیہ السلام نے بسولے کے ذریعے ایک تختہ کو اُکھاڑ دیا۔ یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان "حتّی اذا رکبا فی السفینة خرقها قال" ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ "اخرقتها لتغرق اهلها" حمزہ اور کسائی نے "لیغرق" پڑھا ہے یاء اور راء کے فتحہ کے ساتھ۔

"اهلها" کو مرفوع پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور تاء کے ضمہ کے ساتھ اور راء کے کسرہ کے ساتھ۔ "اهلها" کو منصوب پڑھا ہے۔ "لقد جئت شیء امرًا" اس سے مراد منکر ہے۔

عربی زبان میں امراً کا معنی ہے بڑی مصیبت ہر بڑی سخت چیز۔ ہر وہ چیز جو بڑی اور کثیر ہو۔ بولا جاتا ہے "امرا القوم" جب وہ کثرت ہو جائے اور ایک کام پر شدت اختیار کر لے۔

قتبی کا قول ہے کہ "امرًا" کا معنی ہے تعجب، روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کو توڑا تو اس میں پانی داخل نہیں ہوا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جب اس جگہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھٹا ہوا دیکھا تو فوراً اس میں کپڑا ڈال دیا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ خضر علیہ السلام نے ایک بڑا پیالہ لے کر کشتی کے سوراخ پر ڈھانک دیا۔ پیالہ سوراخ میں اٹک گیا اور پانی اندر نہ آسکا۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَاتُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةً م بِغَیْرِ نَفْسٍ ط لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

ترجمہ ان بزرگ نے کہا کہ کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا موسیٰ نے فرمایا کہ (مجھ کو یاد نہ رہا تھا) آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ کیجئے اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر زیادہ تنگی نہ ڈالئے پھر دونوں (کشتی سے اتر کر آگے) چلے یہاں تک کہ جب ایک (کمسن) لڑکے سے ملے تو ان بزرگ نے اس کو مار ڈالا موسیٰ (گھبرا کر) کہنے لگے آپ نے ایک بے گناہ جان کو مار ڈالا (اور وہ بھی) بے بدلے کسی جان کے بیشک آپ نے (یہ تو) بڑی بے جا حرکت کی۔

تفسیر ⑦② "قال" حضرت خضر علیہ السلام نے کہا "اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا"

⑦③ "قال" موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ "لَاتُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھولے نہیں تھے۔ نسیان کا تذکرہ ضمنی طور پر آ گیا۔

گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کچھ اور بھولے تھے اور بعض کا قول ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جو میں نے آپ کے ساتھ عہد کیا تھا اس عہد کو بھول جانے کا فرمایا۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلی مرتبہ بھول گئے اور دوسری مرتبہ بطور شرط رکھ لی اور تیسری مرتبہ قصداً کیا۔

"ولاترهقنی" اس پر مجھے مشقت میں نہ ڈالئے۔ "من امری عسرًا" کہا گیا کہ مجھے تکلف میں نہ ڈالئے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "ارهقه عسرًا" مشکل کام کا مکلف نہ بنائیے، مطلب یہ ہے کہ میرے اس کام کی وجہ سے مجھ سے تنگ دل نہ ہو جائیے اور میرے ساتھ آسانی والا معاملہ کیجئے اور تنگی والا میرے ساتھ برتاؤ نہ کیجئے۔

⑦④ "فانطلقا حتّی اذا لقیا غلامًا فقتله" جب وہ دونوں سمندر سے باہر نکلے تو پیدل چلنے لگے۔ یہاں تک کہ دو لڑکوں

کے پاس سے گزرے جو کھیل میں مصروف تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو پکڑا جس کا چہرہ بارونق، حسین اور خوش کلام تھا۔ اس کو لٹایا اور ذبح کر دیا۔ سدی کا قول ہے کہ وہ سب سے زیادہ حسین تھا۔ اس کا چہرہ چمکیلا تھا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ اس کو سر سے پکڑا اور اپنے ہاتھ کے ساتھ اس کا سر جسم سے جدا کر دیا۔

عبدالرزاق کی روایت کے مطابق اس کا سر ہاتھ کی انگلیوں کے اشارے سے جدا کر دیا۔ تین انگلیاں ابہام، سبابہ اور وسطی ہیں۔ اس طرح اس کا سر جدا ہو گیا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ اس کا سر پتھر سے کچل دیا اور بعض نے کہا کہ اس کا سر دیوار پر مار کر اس کو قتل کر دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وہ لڑکا نابالغ تھا۔

قرآن مجید کے لفظ غلام سے یہی معلوم ہو رہا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "اقتلت نفسا ذکیۃ" کہ آپ نے معصوم جان کو قتل کر دیا۔ اگر وہ نابالغ بچہ نہ ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام "نفسا ذکیۃ" نہ فرماتے۔ حسن کا قول ہے کہ وہ پورا مرد تھا۔ کلبی نے کہا کہ وہ جوان تھا جو راستہ لوٹتا تھا اور پھر اپنے والدین کے پاس پناہ گزین ہو جاتا تھا۔ ضحاک کا قول ہے کہ وہ لڑکا تھا جو بگاڑ کا کام کرتا تھا اور ماں باپ اس سے دُکھ پاتے تھے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ غلام جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا وہ سرشتی کافر تھا۔ اگر زندہ رہتا تو ماں باپ کو اللہ کی نافرمانی اور کفر میں مبتلا کر دیتا۔ "قال" موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "اقتلت نفسا ذکیۃ" ابن کثیر، نافع، ابوجعفر اور ابوعمرو کے نزدیک "ذاکیۃ" ہے اور دوسرے قراء نے "ذکیۃ" پڑھا ہے۔ کسائی اور فراء کا قول ہے کہ یہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں۔ ابوعمر بن علاء کا بیان ہے کہ "ذاکیۃ" وہ نفس معصوم جس نے گناہ نہ کیا ہو اور "ذکیۃ" وہ نفس جس نے گناہ کے بعد توبہ کر لی ہو۔ (بغیر نفس) اس نے ایسا کوئی فعل سرزد نہیں کیا جو موجب قصاص ہو۔

"لقد جئت شیئا نکرا" اس سے مراد منکر ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ نکر کی برائی امر سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے پہلی بار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے امراً فرمایا، کشتی کو توڑنے سے صرف لوگوں کو ڈوبنے کا خطرہ تھا اور دوسری مرتبہ نکراً فرمایا کیونکہ اس میں حقیقتاً قتل کا صدور ہو چکا تھا۔

بعض نے کہا کہ امر کا درجہ نکراً سے بڑھ کر ہے کیونکہ کشتی توڑنے سے ایک جماعت کے ڈوبنے کا خطرہ تھا۔ اس لیے وہ امراً فرمایا اور دوسری بار صرف ایک شخص کا قتل تھا اس لیے نکراً کہا۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُکَ عَنْ شَیْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهْلَ قَرْیَةِ ۨ اسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾

ترجمہ ان بزرگ نے فرمایا کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ (خیر اب کے اور جانے دیجئے) اگر اس مرتبہ کے بعد آپ سے کسی امر کے متعلق پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھیئے بیشک آپ میری طرف سے عذر (کی انتہا) کو پہنچ چکے ہیں پھر دونوں (آگے) چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں پر گزر ہوا تو وہاں والوں سے کھانے کو مانگا (کہ ہم مہمان ہیں) سو انہوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا اتنے میں ان کو وہاں ایک دیوار ملی جو گرا ہی چاہتی تھی تو ان بزرگ نے اس کو (ہاتھ کے سہارے سے) سیدھا کر دیا۔ موسیٰ نے فرمایا کہ آپ چاہتے تو اس (کام) پر کچھ اجرت ہی لے لیتے۔

تفسیر ⑮ "قال" حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا "**الم اقل لک انک لن تستطیع معی صبرًا**" یہاں تاکید میں مزید زیادتی کی ہے کیونکہ نقض عہد دو مرتبہ ہو چکا تھا۔ حضرت یوشع حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہر مرتبہ یہی فرماتے تھے کہ اپنے اس وعدہ کو یاد کریں جو آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے کیا تھا۔

⑯ "قال" موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "**ان سالتک عن شیء بعدھا**" اس مرتبہ کے بعد۔ "**فلا تصاحبنی**" آپ مجھے اپنے آپ سے جدا کر لینا۔ یعقوب نے اس کو پڑھا "**فلا تصاحبنی**" بغیر الف کے مصاحبت سے ماخوذ ہے۔ "**قد بلغت من لدنی عذرًا**" ابو جعفر، نافع اور ابوبکر نے "**من لدنی**" تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے حضرات نے اس کو تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے۔ اگر میں آپ کے سامنے عذر بیان کروں جو میں نے اور تمہارے درمیان عہد کیا ہے۔ کہا گیا کہ میں پھر ڈرتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ صبر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ میری طرف سے عذر قبول نہ فرمائیے گا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم پر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی رحمت ہو۔ اگر وہ عجلت سے کام نہ لیتے تو عجیب واقعات دیکھتے لیکن ان کو اپنے ساتھی سے شرم آئی اور انہوں نے "**ان سالتک عن شیء بعدھا فلا تصاحبنی قد بلغت من لدنی عذرًا**" فرمایا۔

⑰ "**فانطلقا حتی اذا اتیا اھل قریۃ**" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد انطاکیہ بستی ہے۔ ابن سیرین کا قول ہے کہ یہ ایکہ بستی تھی، کسی نے اس کا نام برقہ کہا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اندلس میں ایک شہر تھا وہی مراد ہے "**استطعما أھلھا فابوا ان یضیفوھما**" حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ بیان کیا ہے کہ اس بستی والے کنجوس تھے، دونوں حضرات ان کے پاس پہنچے، ان کی مجلسوں میں گشت کیا اور کھانا طلب کیا لیکن انہوں نے نہیں دیا۔ حق مہمانی طلب کی تو کسی نے مہمان بھی نہ بنایا۔ حضرت قتادہ کا بیان ہے کہ وہ بدترین بستی ہے جو مہمانوں کی میزبانی نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ دونوں بزرگوں نے بستی کے مردوں سے کھانا طلب کیا لیکن کسی نے نہیں دیا۔ آخر عورتوں سے مانگا تو ایک عورت نے دے دیا۔ اس پر دونوں نے وہاں مردوں پر لعنت کی۔ یہ عورت بربر والوں

میں سے تھی۔ ”فوجدا فیھا جدارًا یرید ان ینقض“ وہ دیوار گر چکی تھی، یہ عرب کا محاورہ ہے کہ جو چیز کسی کے قرب میں واقع ہو، اس کا وہی حکم لگا دیتے ہیں، وہ دیوار گری نہیں تھی بلکہ گرنے کے قریب تھی۔ عرب بولتے ہیں کہ میرا گھر اس کے گھر کو دیکھتا ہے یعنی دونوں آمنے سامنے ہیں۔ ”فاقامه“ اس کو سیدھا کر دیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خضر علیہ السلام نے ہاتھ کے اشارے کے ساتھ دیوار کو سیدھا کر دیا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ دیوار کو ہاتھ لگا دیا، فوراً دیوار سیدھی ہوئی۔ ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اس دیوار کو گرا کر دوبارہ از سرِ نو تعمیر کر دیا۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ انہوں نے پہلے گارا بنایا، پھر دیوار کو بنا دیا۔

”قال“ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ ”لو شئت لاتخذت علیه اجرًا“ ابن کثیر، ابوعمرو اور یعقوب نے ”لتخذت“ پڑھا ہے۔ تاء کی تخفیف کے ساتھ اور خاء کے کسرہ کے ساتھ اور دوسرے قراء نے ”لتخذت“ تاء کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور خاء کے فتحہ کے ساتھ۔ اس میں دونوں لغات ہیں۔ اس دیوار کی اصلاح میں اگر آپ چاہتے تو ان سے اُجرت لے لیتے۔ ”أجرًا“ اس کی بدل قیمت کہ آپ جانتے ہیں کہ اس بستی کے لوگ کنجوس ہیں۔ انہوں نے ہماری مہمانی نہیں کی، اگر آپ چاہتے تو اس کام کے بدلے میں ان سے اجرت لے لیتے۔

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿78﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَ هُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿79﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿80﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿81﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا. فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّ هُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ. وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَالَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿82﴾

(ترجمہ) ان بزرگ نے کہا کہ یہ وقت ہماری اور آپ کی علیحدگی کا ہے (جیسا کہ خود آپ نے شرط کی تھی) میں ان چیزوں کی حقیقت بتلائے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا وہ جو کشتی تھی سو چند غریب آدمیوں کی تھی جو (اس کے ذریعہ سے) دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں اور (وجہ اس کی یہ تھی کہ) ان لوگوں سے آگے کی طرف ایک (ظالم) بادشاہ تھا جو ہر (اچھی) کشتی کو زبردستی پکڑ رہا تھا اور رہا وہ لڑکا سو اس

کے ماں باپ ایماندار تھے سو ہم کو اندیشہ (یعنی تحقیق) ہوا کہ یہ ان دونوں پر سرکشی اور کفر کا اثر نہ ڈال دے پس ہم کو یہ منظور ہوا کہ بجائے اس کے ان کا پروردگار ان کو ایسی اولاد دے جو پاکیزگی (یعنی دین) میں اس سے بہتر ہو اور (ماں باپ کے ساتھ) محبت کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو۔ رہی دیوار سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں (رہتے ہیں اور اس دیوار کے نیچے ان کا کچھ مال مدفون تھا جو ان کے باپ سے میراث میں پہنچا ہے) اور ان کا باپ (جو مر گیا ہے) ایک نیک آدمی تھا سو آپ کے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ دونوں اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچ جاویں اور اپنا دفینہ نکال لیں اور (یہ سارے کام میں نے بالہام الٰہی کئے ہیں کوئی کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا۔ لیجئے یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا

تفسیر ⑱ "قال" حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا "**هذا فراق بيني وبينك**" یہ میری اور آپ کی جدائی کا وقت ہے۔ بعض نے کہا کہ آپ کا یہ تیسرا اعتراض کرنا آپ کی اور میری جدائی کا سبب ہے۔ زجاج کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے کہ یہ ہمارے درمیان جدائی ہے۔ یعنی ہمارے اکٹھے رہنے سے جدائی کا وقت آ گیا۔ "**سانبئک**" میں عنقریب آپ کو اس بات کی خبر دوں گا۔ "**بتاویل مالم تستطع علیه صبرًا**" بعض تفاسیر کی کتب میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چلنے سے پہلے حضرت خضر علیہ السلام کا دامن پکڑ لیا اور کہا ان واقعات کا جو علم اللہ نے آپ کو دیا ہے جدا ہونے سے پہلے مجھے بھی بتایئے۔ اس پر حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔

⑲ "**اما السفينة فكانت لمساكين يعملون في البحر**" کعب کا بیان ہے کہ یہ کشتی دس غریبوں کی تھی جو بھائی بھائی تھے، پانچ تو اپاہج تھے اور پانچ کام کرتے تھے۔ آیات سے واضح ہوتا ہے کہ مسکین کا اطلاق اس شخص پر بھی ہوتا ہے جس کے پاس مال تو ہو مگر نا کافی ہو، بقدر ضرورت نہ ہو اصلی ضرورتوں سے زائد نہ ہو۔ وہ دریا میں کشتی کے ذریعے کمائی کرتے تھے۔ "**فاردت أن اعيبها**" اس کو عیب دار بنا دیا۔ "**وكان وراء هم**" ان کے سامنے۔ "**ملک**" جیسا کہ کہا جاتا ہے "**من وراء ه جهنم**" ان کے پیچھے اور بعض کے نزدیک اس کا معنی ہے آگے۔ واپسی میں اس ظالم بادشاہ کی حدود سے ان کو گزرنا تھا ۔ اوّل تفسیر صحیح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں "**ورائهم**" کی جگہ "**امامهم**" آیا ہے۔ "**يأخذ كل سفينة غصبًا**" ہر وہ کشتی جو صحیح سلامت ہو اس کو وہ قبضہ میں لے لیتا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کو اس طرح پڑھتے تھے "**فخرقها وعيبها الخضر**" تا کہ اس کشتی کو ظالم بادشاہ اپنے قبضہ میں نہ لے لے۔ اس ظالم بادشاہ کا نام جلندی تھا اور وہ کافر تھا۔ محمد بن اسحاق نے متولہ بن جلندی ازدی لکھا ہے اور شعیب جبائی نے ہدد بن بدد ذکر کیا ہے۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی توڑنے کی وجہ بطور معذرت کشتی والوں کے سامنے بیان کی اور ظالم بادشاہ کے واقعہ کی اطلاع دی۔ خضر علیہ السلام کے بتلانے سے پہلے ان کو کچھ معلوم نہ تھا۔ جب اس بادشاہ کی حدود سے کشتی والے

آگے بڑھ گئے تو انہوں نے کشتی کو درست کرلیا، کسی نے کہا کہ روغن قیر کا پالش کرلیا۔ بعض نے کہا کہ سوراخ میں شیشہ لگالیا۔

80 "واما الغلام فکان ابواہ مؤمنین فخشینا" مجھے علم ہوا یا مجھے اندیشہ ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں "وأما الغلام فکان کافرًا و کان ابواہ مؤمنین فخشینا" پڑھتے ہیں۔ "أن یرھقھما" ان دونوں کو ڈھانپ دے۔ کلبی کا بیان ہے کہ ہم اس کو مکلف بنادیں۔ "طغیانًا و کفرًا" سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے مطلب یہ ہے کہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ وہ لڑکا اپنے ماں باپ کو اپنی محبت میں اپنے دین کا پیروکار بنالے۔

81 "فاردنا ان یبدلھما" ابوجعفر، نافع اور ابوعمرو نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ اسی طرح سورۃ تحریم میں اور سورۃ قلم میں اور دوسرے قراء نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور اس میں دونوں لغات جائز ہیں اور اس میں بعض حضرات نے یہ فرق بیان کیا کہ تبدیل عام ہے۔ نفس شئی کو ہی بدل دینا یا اس کی حالت کو بدل دینا دونوں کو تبدیل کہتے ہیں اور ابدال اصل شئی کو بدلنے کو کہتے ہیں۔ "ربھما خیرًا منہ زکاۃً" اس کی اصلاح اور اس کا تقویٰ۔

"واقرب رحمًا" ابن عامر، ابوجعفر و یعقوب نے حاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء کے نزدیک جزم پڑھا ہے۔ اس صورت میں یہ رحمت پر عطف ہوگا اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد رحم اور قرابت داری ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ بڑا صلہ رحم کرنے والا اور ماں باپ کا بڑا فرمانبردار، خدمت گزار۔ کلبی کا بیان ہے کہ اللہ نے اس لڑکے کے عوض اس کے والدین کو ایک لڑکی عطا فرمائی جس سے ایک پیغمبر نے نکاح کیا اور اس کے بطن سے ایک نبی پیدا ہوئے جس نے ایک اُمت کو ہدایت یافتہ بنادیا۔ حضرت جعفر بن محمد نے فرمایا کہ اللہ نے والدین کو ایک لڑکی دی جس کی نسل سے ستر پیغمبر پیدا ہوئے۔ ابن جریج نے کہا کہ اس کے عوض اللہ نے ایک فرمانبردار مسلم لڑکا عنایت کیا۔ مطرف نے کہا کہ جب وہ لڑکا پیدا ہوا تھا تو اس کے ماں باپ خوش ہوئے تھے، پھر جب وہ قتل ہوگیا تو والدین کو غم ہوا۔ اگر وہ زندہ رہتا تو ماں باپ کی تباہی یقینی تھی۔ آدمی کو چاہیے کہ اللہ کے حکم پر راضی رہے۔ اللہ مؤمن کے لیے اگر ناگوار فیصلہ بھی کرتا ہے، تب بھی مؤمن کے لیے اس بات سے بہتر ہوتا ہے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

یتیم غلاموں کے نام اور خزانہ کس چیز کا تھا

82 "واما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینۃ" ان دونوں لڑکوں کا نام اصرم اور صریم تھا۔ "و کان تحتہ کنز لھما" کنز کا ترجمہ و تفسیر میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے، چاندی کا خزانہ تھا۔ عکرمہ کا قول ہے کہ یہ مال تھا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ کنز کچھ صحیفوں کی شکل میں تھا جس میں علم تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ کنز سونے چاندی کا نہ تھا بلکہ علمی صحیفے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں تحریر تھا تعجب ہے کہ جس کا موت پر یقین ہو وہ خوش کیسے ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ جس کا تقدیر پر یقین ہو وہ رنجیدہ کیونکر ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ جس کو رزق ملنے کا یقین ہو وہ تھکتا کیوں ہے۔ تعجب ہے

کہ جس کو حساب پر یقین ہے وہ غافل کیسے رہتا ہے۔ تعجب ہے کہ جو زوال دُنیا کا یقین رکھتا ہے وہ دُنیا پر مطمئن ہو کر کیسے بیٹھ جاتا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تختی کی دوسری طرف لکھا تھا میں ہی اللہ ہوں، میں اکیلا ہوں، میرا کوئی ساجھی نہیں۔ میں نے خیر وشر کو پیدا کیا، خوشی ہے اس شخص کے لیے جس کو میں نے خیر کے واسطے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں سے خیر کو جاری کرایا اور ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جس کو میں نے شر کے لیے پیدا کیا اور شر کو اس کے ہاتھوں سے جاری کیا۔

زجاج کا قول ہے اگر کنز بے قید بولا جاتا تو اس سے مالی خزانہ مراد ہوتا ہے اور قید کے ساتھ بولا جاتا ہے تو دوسری چیزوں کا خزانہ بھی مراد ہوتا ہے۔ جیسے کنز العلم علم کا خزانہ اور تختی میں یہ دونوں باتیں موجود تھیں۔

ابوھما صالحاً سے کون مراد ہے

"وکان ابوھما صالحًا" بعض نے کہا کہ اس کا نام کاشح تھا اور یہ بزرگوں میں سے تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ باپ کی نیکی کی وجہ سے ان دونوں یتیموں کی حفاظت کی گئی۔ بعض نے کہا کہ یہ مرد صالح دونوں یتیموں کا باپ نہیں تھا بلکہ ساتواں دادا تھا۔ محمد بن منکدر کا بیان ہے کہ بندے کے نیک ہونے کے سبب اللہ اس کی اولاد، اولاد کی اولاد، کنبہ، خاندان اور ہمسایوں کی حفاظت فرماتا ہے۔ سعید بن المسیب کا بیان ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور اولاد کا خیال آجاتا ہے تو نماز اور بڑھا دیتا ہوں۔

"فاراد ربّک ان یبلغا أشدھما" کہ وہ دونوں بھرپور جوانی کو پہنچ جائیں اور عقل وشعور حاصل ہو جائے۔ بعض نے کہا کہ وہ کامل قوت اور کمال رشد تک پہنچ جائے۔ بعض نے کہا کہ وہ اٹھارہ سال کی عمر تک پہنچ جائے۔

"ویستخرجا کنزھما رحمۃ" اس وقت ان دونوں کے لیے خزانے کی نعمت نکالے۔

"من ربّک وما فعلته عن أمری" میرے اختیار اور میری رائے سے یہ کام نہیں کیا بلکہ اپنے رب کی طرف سے اختیار کیا۔ "ذلک تاویل مالم تسطع علیه صبرًا" جو اس پر طاقت نہ رکھے صبر کرنے کی۔ تسطع اور تستطع دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ روایت میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے جدا ہونے لگے تو فرمایا مجھے کچھ نصیحت فرمائیے؟ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا علم کی طلب لوگوں سے بیان کرنے کے لیے نہ کرنا بلکہ عمل کرنے کے لیے علم کی طلب کرنا۔

(خضر علیہ السلام اب زندہ ہیں یا نہیں؟)

اس بارے میں آئمہ کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام وحضرت الیاس علیہ السلام دونوں زندہ ہیں۔ ہر سال دونوں حج کرنے کے لیے آتے ہیں اور وہاں دونوں کی ملاقات ہوتی ہے۔ خضر علیہ السلام نے آب حیات پی لیا تھا۔ ذوالقرنین جب آب حیات کی تلاش میں ظلمات میں داخل ہوا تو خضر علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے گیا۔ خضر علیہ السلام ہراول دستے میں آگے آگے تھے، چلتے چلتے خضر علیہ السلام چشمہ پر پہنچ گئے، اُتر کر انہوں نے چشمے کے پانی

سے غسل کیا اور کچھ پی لیا اور اللہ کا شکرادا کیا، ذوالقرنین راستہ بھول گیا اور کام واپس آیا۔

اکثر علماء کا خیال ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام وفات پا گئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا"**وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد**" آپ سے پہلے ہم نے کسی انسان کو بقاء دوامی نہیں دی۔ ایک رات عشاء کی نماز کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے تمہاری یہ رات دکھادی گئی آج سے آئندہ سو برس کی انتہاء تک ہر وہ شخص جو اس وقت روئے زمین پر زندہ ہے مرجائے گا زندہ نہیں رہے گا۔ اگر حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو اس کے بعد وہ وفات پا چکے ہوتے۔

وَيَسْئَلُوْنَکَ عَنْ ذِی الْقَرْنَيْنِ ط قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿83﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا ﴿84﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿85﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ط قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿86﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿87﴾

ترجمہ اور یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا ذکر ابھی تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں ہم نے ان کو روئے زمین پر حکومت دی تھی اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامان (کافی) دیا تھا چنانچہ وہ (بارادۂ فتوحات) ملک مغرب کی ایک راہ پر ہولئے یہاں تک کہ جب غروب آفتاب کے موقع پر پہنچے تو آفتاب ان کو ایک سیاہ رنگ کے پانی میں ڈوبتا ہوا دکھائی دیا اور اس موقعہ پر انہوں نے ایک قوم دیکھی ہم نے (الہاماً) یہ کہا اے ذوالقرنین خواہ سزا دو اور خواہ ان کے بارے میں نرمی کا معاملہ اختیار کرو ذوالقرنین نے عرض کیا کہ (بہت اچھا اول دعوت ایمان ہی کروں گا) لیکن جو ظالم رہے گا سو اس کو تو ہم لوگ سزا دیں گے پھر وہ اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچایا جاوے گا پھر وہ اس کو (دوزخ کی) سزا دے گا۔

تفسیر ﴿83﴾"**ویسالونک عن ذی القرنین قل سأتلوا علیکم منه ذکرًا**" اس سے خبر مراد ہے۔

ذی القرنین کون تھے

ذی القرنین کی نبوت کے متعلق آئمہ مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض حضرات کے نزدیک یہ نبی تھے۔ ابوطفیل کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذوالقرنین کے متعلق دریافت کیا گیا کہ وہ نبی تھے یا بادشاہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ نہ نبی تھے اور نہ ہی بادشاہ تھے، وہ ایک ایسا بندہ تھا جو اللہ سے محبت کرتا تھا اور اللہ اس سے محبت کرتا تھا۔ اس نے اللہ کی فرمانبرداری خلوص سے کی، اللہ نے اس کو خیر عطا فرمائی۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا ایک شخص دوسرے کو ذوالقرنین کہہ کر پکار رہا تھا۔ فرمایا

پیغمبروں کے نام پر اپنے نام رکھنے پر تم نے قناعت نہیں کی کہ اب فرشتوں کے نام پر اپنے نام رکھنے لگے ہو اور اکثر مفسرین کا قول ہے کہ وہ فرشتہ عادل وصالح تھا۔

ذی القرنین کی وجہ تسمیہ

ذی القرنین کی وجہ تسمیہ میں آئمہ کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ زہری کا قول ہے کہ یہ آفتاب کے دو کنارے ہیں مشرق اور مغرب، ذوالقرنین دونوں کناروں پر جا پہنچا۔

اور بعض نے کہا کہ روم اور فارس دونوں کا بادشاہ تھا۔ بعض نے کہا کہ وہ روشن دُنیا میں بھی رہا اور ظلمات میں بھی داخل ہوا۔ انہوں نے خواب دیکھا تھا کہ آفتاب کے دونوں کنارے اس نے پکڑ لیے ہیں۔ یا ان کے دو خوبصورت گیسو تھے۔ اس کی وجہ سے ان کو ذوالقرنین کہا جاتا تھا۔ ان کے دو سینگ تھے جن کو عمامہ سے چھپائے رکھتے تھے۔

ابوالطفیل کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ یہ بیان فرمائی کہ اس نے اپنی قوم کو اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کی، قوم نے ان کے سر کے دائیں طرف ایسی چوٹ ماری کہ وہ مرگیا اور اللہ نے اس کو زندہ کر دیا اور اس نے قوم کو اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کی، قوم نے پھر اس کے سر کے بائیں جانب ایسی ضرب لگائی کہ وہ مرگیا مگر اللہ نے پھر اس کو زندہ کر دیا۔

ان کا نام کیا تھا

ان کے نام میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض حضرات نے کہا کہ ان کا نام مرزبان بن مرزبۃ یونانی تھا۔ یہ یونان میں یافث بن نوح کی اولاد میں سے تھے۔ بعض نے کہا کہ وہ رومی شخص تھا، سکندر بن قبلیس بن فیلقوس نام تھا۔ بعض نے کہا کہ سکندر بن فیلفوس بن یاطوس رومی تھا۔

⑭ "انا مکنا لہ فی الارض" زمین کو ان کے لیے وطن ٹھہرنے کی جگہ بنایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بادل کو ذوالقرنین کے حکم کے تابع بنا دیا گیا تھا۔ ابر پر وہ سوار ہوتا تھا، اس کے ذرائع دراز کر دیئے گئے تھے۔ اس کے لیے روشنی پھیلا دی گئی تھی، رات دن اس کے لیے برابر تھے، زمین پر رفتار اس کے لیے آسان کر دی گئی تھی اور سارے راستے اس کے لیے کھول دیئے گئے تھے۔ "و آتیناہ من کل شیءٍ" ہر وہ چیز جس کی طرف مخلوق محتاج ہوتی ہے وہ سب کچھ ہم نے اس کو عطا کر دیا تھا یا بادشاہوں کو دشمنوں سے لڑنے اور ملک فتح کرنے میں جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب ذوالقرنین کو ہم نے دے دی تھی۔ "سببًا"، جس طرف کا وہ ارادہ رکھتے تھے اس کی طرف اسباب مہیا کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ زمین کے تمام کنارے اس کے قریب کر دیئے۔ حسن کا قول ہے کہ مقصد تک پہنچنے کے لیے جو اسباب ہم نے ذوالقرنین کو دے دیئے تھے۔

⑮ "فاتبع سببًا" میں برابر اس کے پیچھے چلتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کو پہنچ گیا۔ اہل حجاز اور بصرہ نے "فاتبع ثم اتبع"

موصولاً اور تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے الف کے بغیر "فتبع" پڑھا ہے۔ بعض نے کہا کہ دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ بعض نے ان دونوں صورتوں میں معنی کے اندر فرق بیان کیا ہے جو حضرات بغیر الف کے پڑھتے ہیں ان کے نزدیک اس کا معنی ہے پانا ملنا اور جن حضرات کے نزدیک تشدید کے ساتھ ہے، ان کے نزدیک اس کا معنی ہے سارَ جیسا کہ کہا جاتا ہے "مازلت اتبعته حتّی اتبعته" میں نے برابر اس کا پیچھا کیا یہاں تک کہ اس تک پہنچ گیا۔ بعض نے کہا کہ "سببًا" سے مراد طریقہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس سے مراد منزل ہے۔

⑧⑥ "حتّی اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئة" ابوجعفر، ابوعامر، حمزہ اور کسائی نے اور ابوبکر نے "حامیة" پڑھا ہے۔ الف کے ساتھ بغیر ہمزہ کے۔ اس سے مراد گرمی ہے اور دوسرے قراء نے "حمئة" پڑھا ہے۔ ہمزہ کے ساتھ بغیر الف کے ساتھ (ذات حماۃ) اس سے مراد کالا گارا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے پوچھا سورج کیسے غروب ہوتا ہے؟ تورات میں تم نے اس کے متعلق کیا پڑھا ہے۔ کعب نے کہا کہ ہم نے تورات میں پایا ہے کہ سورج، پانی اور کیچڑ میں غروب ہوتا ہے۔ قتیبی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب "فی عین حمئة" کہ سورج کو دلدل میں ڈوبتا محسوس کیا۔ "ووجد عندھا قومًا" اس چشمے کے پاس ایک قوم کو پایا۔ ابن جریج کا بیان ہے کہ وہ ایک شہر تھا جس کے بارہ دروازے تھے۔ "قلنا یا ذالقرنین" اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ ذوالقرنین نبی تھے ورنہ اللہ تعالیٰ اس طرح خطاب نہ کرتے۔ اصح یہی ہے کہ وہ نبی نہیں تھے۔ یہاں اس سے مراد الہام ہے۔ "اما ان تعذب" اگر تم چاہو تو اسلام نہ لانے کی صورت میں تم ان کو قتل کر دو۔ "واما ان تتخذ فیھم حسنًا" ان کو تم معاف کر دو یا سزا دو یا تم ان کو ہدایت کی طرف دعوت دو جو تمہارے لیے بہتر ہو وہی اختیار ہے۔

⑧⑦ "قال اما من ظلم" ظلم سے مراد کفر ہے۔ "فسوف نعذبه" ہم اس کو قتل کر دیں گے۔ "ثم یرد الی ربه" آخرت میں۔ "فیعذبه عذابًا نکرًا" آگ کا عذاب دے گا۔ دُنیا میں اس کو قتل کر کے سزا دی جائے گی اور آخرت میں آگ کا عذاب۔

وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ الْحُسْنٰی. وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا ⑧⑧ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ⑧⑨ حَتّٰی اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ⑨⓪ كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَیْهِ خُبْرًا ⑨① ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ⑨②

(ترجمہ) اور جو شخص ایمان لے آوے گا اور نیک عمل کرے گا تو اس کے لئے (آخرت میں بھی) بدلے میں بھلائی ملے گی اور ہم (بھی دنیا میں) اپنے برتاؤ میں اس کو آسان (اور نرم) بات کہیں گے پھر ایک (دوسری) راہ پر ہو لئے یہاں تک کہ جب (مسافت قطع کر کے) طلوع آفتاب کے موقع پر پہنچے تو آفتاب کو ایسی قوم پر طلوع ہوتے دیکھا جن کے لئے ہم نے آفتاب کے ادھر کوئی آڑ نہیں رکھی یہ قصہ اسی طرح ہے اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ (سامان

وغیرہ) تھا ہم کو اس کی پوری خبر ہے پھر (مشرق و مغرب فتح کر کے) ایک اور راہ پر ہو لئے۔

تفسیر ⑱ "واما من امن وعمل صالحًا فله جزاء الحسنٰی" حمزہ، کسائی، ابوجعفر، یعقوب نے "جزاءً" منصوب پڑھا ہے۔ "ای فله الحسنی" ان کو اچھا بدلہ دیا جائے گا۔ جزاء منصوب ہے مصدر ہونے کی وجہ سے۔ دوسرے حضرات نے مرفوع پڑھا ہے اضافت کی وجہ سے۔ حسنٰی سے مراد جنت ہے۔ حسنٰی کی اضافت اس طرح ہے جیسے فرمایا "ولدار الاخرة خیرٌ" دار سے مراد آخرت کا گھر ہے۔ بعض نے کہا کہ حسنٰی سے مراد اعمال صالحہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے اعمال صالحہ کا بدلہ ہے۔ "وسنقول له من امرنا یُسرًا" ان کی بات نرم اور ان کے ساتھ ہم نرمی والا معاملہ کریں گے۔ مجاہد کا بیان ہے کہ اس سے مراد "یُسرًا" آسانی ہے۔

⑲ "ثم اتبع سببًا" پھر اس کے راستے پر چلا اور منزل مقصود تک پہنچا۔

⑳ "حتّٰی اذا بلغ مطلع الشمس" اس کے طلوع کی جگہ۔ "وجدها تطلع علٰی قوم لم نجعل لهم من دونها سترًا" قتادہ اور حسن کا قول ہے کہ ان کے درمیان اور سورج کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں تھا کیونکہ وہ ایسی جگہ رہتے تھے کہ اس جگہ پر کوئی مکان کی عمارت ٹھہر نہیں سکتی۔ وہ سورج کی اوٹ میں رہتے تھے۔ جب سورج غروب ہو جاتا یا زوال ہو جاتا تو پھر اپنے کسب و معاش کے لیے نکلتے۔ حسن کا قول ہے کہ جب سورج طلوع ہو جاتا تو وہ پانی میں چلے جاتے اور جب وہ ان سے دور ہو جاتا تو پھر وہ نکلتے۔ کلبی کا بیان ہے کہ وہ قوم ننگی تھی وہ ایک کان کو بچھاتی تھی اور دوسرے کان کو اپنے اوپر اوڑھتی تھی۔

㉑ "کذلک" بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے جس طرح سورج مغرب والوں کے لیے پہنچایا اسی طرح مشرق والوں کے لیے طلوع ہونے کی جگہ بنایا۔ صحیح مطلب یہ ہے کہ جس طرح ذوالقرنین نے سورج کو دلدلی چشمہ میں ڈوبتا محسوس کیا تھا اسی طرح دلدل سے برآمد ہوتے پایا تھا۔ "وقد احطنا بما لدیه خبرًا" جو ان کے پاس تھا اور جو ان کے پاس لشکر تھا اور جنگی آلات ہیں۔

㉒ "ثم اتبع سببًا"

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ بَیۡنَ السَّدَّیۡنِ وَجَدَ مِنۡ دُوۡنِہِمَا قَوۡمًا ۙ لَّا یَکَادُوۡنَ یَفۡقَہُوۡنَ قَوۡلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوۡا یٰذَا الۡقَرۡنَیۡنِ اِنَّ یَاۡجُوۡجَ وَ مَاۡجُوۡجَ مُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَہَلۡ نَجۡعَلُ لَکَ خَرۡجًا عَلٰۤی اَنۡ تَجۡعَلَ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَہُمۡ سَدًّا ﴿۹۴﴾

ترجمہ یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان میں پہنچے تو ان پہاڑوں سے اس طرف ایک قوم کو دیکھا جو کوئی بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں پہنچتے انہوں نے (ذوالقرنین سے) عرض کیا کہ اے ذوالقرنین قوم یاجوج و ماجوج (جو اس گھاٹی کے اس طرف رہتے ہیں ہماری) اس سرزمین میں (کبھی کبھی) بڑا فساد مچاتے ہیں سو کیا ہم لوگ آپ کے لئے کچھ چندہ جمع کر دیں اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان میں کوئی روک بنا دیں (کہ وہ پھر آنے نہ پاویں)۔

تفسیر ⑨③ "حتّٰی اذا بلغ بین السدین" ابن کثیر، ابوعمر، حفص نے السدین اور "سدًا" پڑھا ہے۔ سین کے فتحہ کے ساتھ اور دوسرے قراء نے سین کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور سورۃ یٰسین میں فتحہ کے ساتھ ہے اور وہاں پر باقی قراء نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ ان میں سے بعض قراء کا قول ہے کہ ان دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔

عکرمہ کا قول ہے کہ انسان کی بنائی ہوئی بندش کو سد کہتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ نے بنایا "سُد" سین کے ضمہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ یہی ابوعمرو کا قول ہے۔ بعض نے کہا کہ "سَد فتحہ کے ساتھ ہے، مصدر ہے اور ضمہ کے ساتھ نام ہے۔ سدین سے مراد اس جگہ وہ دو پہاڑ ہیں جن کے درمیان ذوالقرنین نے ایک دیوار بنادی تھی۔

"وجد من دونھما قومًا" دونوں پہاڑوں کے سامنے "لایکادون یفقھون قولا" حمزہ اور کسائی کے نزدیک یاء کے ضمہ کے ساتھ اور کاف کے کسرہ کے ساتھ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ نہ وہ دوسرے کی بات سمجھتے تھے نہ کوئی دوسرا ان کی بات سمجھتا تھا۔

⑨④ "قالوا یا ذالقرنین" سوال: وہ تو کچھ بات سمجھتے نہیں تو پھر ان کو کیسے کہا؟

جواب: ان کے ساتھ کلام کیا ترجمان کے ساتھ۔ اس پر دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت ہے کہ وہ کسی کی بات سمجھتے نہیں تھے، آپ نے ان کے علاوہ لوگوں کو کہا اے ذوالقرنین "انّ یاجوج ومأجوج" عاصم نے ان دونوں کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے بغیر ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس میں دو لغتیں ہیں۔ یہ اصل میں "اجیج النار" ہے۔ آگ کا شعلہ، بھڑک شرارہ کثرت تعداد کی وجہ سے ان کو آگ کے شعلوں اور چنگاریوں سے تشبیہ دی۔

یاجوج ماجوج کس نسل سے ہیں

بعض نے کہا کہ یہ ہمزہ کے ساتھ یاجوج وماجوج۔ بعض کے نزدیک یہ عجمی ہیں۔ ہاروت وماروت کی طرح یہ یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ ضحاک کا قول ہے کہ وہ ترکوں کی نسل میں سے ہیں۔

سدی نے کہا کہ ترک یاجوج ماجوج کا ایک فوجی دستہ تھا جو نکل آیا تھا۔ جب ذوالقرنین نے دیوار بنادی تو وہ دستہ پہاڑوں سے ادھر ہی رہ گیا، تمام ترک اسی کی نسل سے ہیں۔

قتادہ کا قول ہے کہ یاجوج کے ۲۲ قبائل تھے۔ ذوالقرنین نے سد بنائی تو ایک قبیلہ اِدھر ہی رہ گیا۔ ۲۱ قبائل اُدھر چلے گئے۔ اسی ایک قبیلہ کو ترک کہا جاتا ہے کیونکہ سد سے ورے اس کو ترک کردیا چھوڑ دیا گیا۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے سام، حام، یافث۔ سارے عرب، فارس اور روم والے سام کی نسل سے ہیں اور حام کی نسل سے حبش، زنج اور نوبہ کے لوگ ہیں اور یافث کی نسل سے ترک خزر صقالبہ اور یاجوج ماجوج ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عطاء کا قول نقل کیا ہے کہ سارے آدمی تو ایک حصہ ہیں اور یاجوج ماجوج دس حصے ہیں۔

یاجوج ماجوج کی مختلف قسمیں

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یاجوج ایک الگ قوم ہے اور ماجوج دوسری قوم ہے۔ ہر ایک کی تعداد چار سو ہزار (چار لاکھ) ہے وہ سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، ان میں سے کوئی بھی اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ وہ اپنی پشت سے پیدا شدہ ایک ہزار آدمی ایسے نہ دیکھ لے جو ہتھیار اُٹھانے کے قابل ہوں، یہ لوگ غیر آباد دُنیا کی طرف پھیلتے جائیں گے۔ بعض نے کہا کہ یاجوج ماجوج تین طرح ہیں ایک قسم تو درخت ارز کے برابر ہے، ان میں سے ہر شخص کا قد ایک سو بیس ہاتھ لمبا ہے، دوسری قسم جن کا طول وعرض برابر ہوتا ہے ایک سو بیس ہاتھ لمبا اور اتنا ہی چوڑا ان کے سامنے کوئی پہاڑ بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ تیسری قسم وہ ہے۔

جو ایک کان بچھاتے اور ایک کان اوڑھتے ہیں (قیامت کے قریب جب یہ برآمد ہوں گے تو) جو گھوڑا یا خنزیر یا جنگلی وحشی جانور ان کے سامنے آجائے گا، اس کو بغیر کھائے نہیں چھوڑیں گے، ان میں سے جو کوئی مرجاتا ہے اس کو کھا لیتے ہیں۔ ان کا اگلا دستہ شام میں اور پچھلا حصہ خراسان میں ہوگا۔ مشرق کے (تمام) دریاؤں اور بحیرۂ طبریہ (بحیرۂ مُردار) کا پانی پی جائیں گے۔

بغوی نے لکھا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ان میں سے بعض کا طول ایک بالشت اور عرض ایک ہاتھ ہے اور بعض بہت زیادہ لمبے ہیں۔ کعب احبار نے کہا وہ اولاد آدم میں ایک عجیب مخلوق ہیں۔ ایک روز حضرت آدم علیہ السلام کو احتلام ہوا اور نطفہ مٹی کے ساتھ مخلوط ہوگیا۔ اس نطفہ سے اللہ نے یاجوج و ماجوج کو پیدا کردیا، وہ باپ کی طرف سے تو ہمارے (علاتی) بھائی ہیں لیکن ہماری ماں کی نسل سے نہیں ہیں۔

ذوالقرنین کا واقعہ

بغوی نے وہب بن منبہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ذوالقرنین رومی تھا اور ایک بڑھیا کا بیٹا تھا، جوان ہوا تو نیک مؤمن بندہ ہوا اور اللہ نے اس سے فرمایا میں تجھے ایسی قوموں (کی اصلاح) کے لیے بھیجوں گا جن کی زبانیں مختلف ہوں گی۔ ان میں سے دو قومیں ایسی ہوں گی جن کے درمیان پوری زمین کے طول کا فاصلہ ہوگا۔ ایک غروب آفتاب کے مقام پر ہوگی جس کو ناسک کہا جائے گا اور دوسری سورج نکلنے کے مقام پر ہوگی جس کو منسک کہا جائے گا اور دو قومیں اور ہوں گی جن کے درمیان پوری زمین کا عرض فاصل ہوگا۔ جنوب کی طرف والی قوم کو ہاویل کہا جائے گا اور شمالی والی کو قاویل، باقی اقوام وسط ارض پر آباد ہوں گی جن میں جنات بھی ہوں گے اور انسان بھی اور یاجوج وماجوج بھی۔

ذوالقرنین نے عرض کیا پھر کس قوم کو ساتھ لے کر میں ان سے قوت وکثرت میں مقابلہ کروں گا اور کس زبان میں ان سے گفتگو کروں گا، اللہ نے فرمایا میں تجھے طاقت عطا کروں گا، تیری زبان میں پھیلا دوں گا اور تیرا بازو مضبوط کردوں گا، تجھے کوئی چیز

خوف زدہ نہ کرے گی، تجھے ہیبت کا لباس پہناؤں گا کہ تجھے کوئی شے روک نہ سکے گی، میں نور وظلمت کو تیرا فرماں بردار بنا دوں گا اور دونوں کو تیرا مددگار کردوں گا۔ نور تجھے آگے آگے راستہ دکھائے گا اور تاریکی پیچھے پیچھے سے تجھے گھیرے میں لیتی رہے گی۔
حسب الحکم ذوالقرنین چل دیا اور آفتاب کے غروب ہونے کے مقام تک پہنچ گیا۔ وہاں اس کو دشمنوں کی ایک جماعت ملی جو بے شمار تھی، ان کی گنتی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ ذوالقرنین نے ظلمت سے مدد لے کر ان سے مقابلہ کیا، سب کو ایک جگہ جمع کر کے اللہ کی عبادت کی، ان کو دعوت دی، کچھ لوگوں نے دعوت کو مان لیا، کچھ کترا گئے جو لوگ روگرداں ہوگئے ان پر ذوالقرنین نے ظلمت کو مسلط کردیا، تاریکی ان کے پیٹوں اور گھروں کے اندر گھس گئی۔
آخر وہ ذوالقرنین کی دعوت میں داخل ہوگئے۔ اسی جگہ مغرب والوں کا ذوالقرنین نے ایک لشکر تیار کیا اور اس کو ساتھ لے کر ہاویل (جنوبی قوم کے پاس پہنچ گیا اور یہاں بھی وہی سلوک کیا جیسا ناسک کے ساتھ کیا تھا پھر منسک کی طرف گیا جو طلوع آفتاب کے مقام کے قریب آباد تھے، یہاں پہنچ کر ذوالقرنین اور اس کے لشکر نے وہی عمل کیا جو مذکورہ دونوں قوموں کے ساتھ کر چکا تھا، پھر قاویل (شمالی قوم) کی طرف رُخ کیا اور ان سے بھی وہی معاملہ کیا جو مندرجہ بالا اقوام کے ساتھ کیا تھا۔ اس کے بعد وسطی اقوام کی طرف توجہ کی، مشرقی جانب ترکوں کی سرحد پر پہنچا تو وہاں نیک ایمان دار آدمیوں کا ایک گروہ اس کے پاس آیا اور کہا ذوالقرنین ان دونوں پہاڑوں کے درمیان کی ایک مخلوق ایسی ہے جو بہائم (چوپایوں) کی طرح ہے اور درندوں کی طرح ان کے نوکیلے دانت اور کچلیاں ہیں۔ سانپوں اور بچھوؤں کو کھا جاتے ہیں اور گھوڑوں گدھوں اور جنگلی جانوروں کو پھاڑ کھاتے ہیں، ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ کسی مخلوق کی اتنی تعداد نہیں ہے اور اتنی ہی ان کی افزائش نسل ہے کہ کسی مخلوق کی نہیں ہے، وہ ہماری سرزمین پر آجاتے ہیں، تسلط جماتے ہیں اور تباہی مچاتے ہیں، کیا ہم آپ کے لیے چندہ جمع کردیں کہ آپ ہمارے ان کے درمیان ایک آڑ بنادیں۔ ذوالقرنین نے کہا کہ میرے رب نے مجھے طاقت و دولت وغیرہ) عطا فرمائی ہے وہ (تمہارے چندہ سے) بہتر ہے، تم لوگ میرے لیے پتھر کی چٹانیں اور لوہا اور تانبا فراہم کردو اور میں جا کر ان کے حالات معلوم کرتا ہوں۔
یہاں سے ذوالقرنین ان لوگوں کے احوال دریافت کرنے کے لیے چلا اور ان کی بستیوں کے اندر داخل ہوگیا۔ اس نے دیکھا کہ سب لوگ ایک ہی قد کے ہیں، ہمارے متوسط القامت آدمی کے طول سے ان کا طول قامت آدھا ہے۔
ان کے پنجے اور نوکیلے دانت اور کچلیاں درندوں کی طرح ہیں اور سارے بدن پر سخت بال اتنی کثرت سے ہیں کہ جسم کو چھپائے ہوئے ہیں، سردی گرمی سے بچاؤ ان کو ان بالوں ہی کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے۔ ہر شخص کے دو بڑے بڑے کان ہیں ایک کان بچھاتا ہے اور دوسرا اوڑھتے ہیں، ان کانوں ہی سے موسم سرما میں کام چلاتا ہے جہاں جمع ہوتے ہیں آپس میں جانوروں کی طرح جماع کرتے ہیں۔ ذوالقرنین یہ کیفیت دیکھ کر لوٹ آیا اور دونوں پہاڑوں کے درمیان پہنچ کر انہوں نے پیائش کی، پھر نیچے پانی کی تہہ تک بنیاد کھود کر پتھر کی چٹانوں سے اس کو بھر دیا اور تانبا پگھلا کر اس سے مصالحہ کا کام لیا۔ اس طرح دیوار مکمل ہوگئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے نیچے سے ایک پہاڑ پھوٹ آیا ہے۔

"مفسدون فی الارض" کلبی کا بیان ہے کہ ان لوگوں کا فساد یہ تھا کہ یہ لوگ موسم بہار میں نکلتے تھے، کوئی سبزہ بھی ان کو نظر آ جاتا تو یہ کھا جاتے اور جو خشک چیز نظر آئے اس کو روند ڈالتے، یہ ان کی زمینوں میں داخل ہو گئے، یہ لوگوں کو بہت اذیت دیتے اور لوگوں کو قتل کر دیتے۔

اور بعض نے کہا کہ ان کا فساد یہ تھا کہ یہ انسانوں کو کھا جاتے۔ بعض نے کہا کہ جب یہ نکلتے تو زمین میں فساد پھیلاتے۔

"فھل نجعل لک خرجًا" حمزہ اور کسائی نے (خراجاً) الف کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے "خرجًا" پڑھا ہے بغیر الف کے دونوں لغتوں میں ان کا معنی ایک ہی ہے۔ مزدوری و اُجرت۔ ابوعمرو نے کہا کہ خراج وہ چیز ہے جس کا ادا کرنا تم پر لازم ہو اور خرج وہ چیز ہے جس کو دے کر تم دوسرے کو راغب کرتے ہو۔ بعض نے کہا کہ خراج زمین کا ٹیکس اور خرج فی کس شخصی ٹیکس ہوتا ہے۔ عرب کا قول ہے کہ "او خرج رأسک و خراج مدینتک" کہ اپنی ذات کا خرچ ادا کرو اور اپنے شہر کا خراج۔ بعض نے کہا کہ جو چیز زمین پر لازم ہو یا شخصی طور پر وہ خراج ہے۔

"علی ان تجعل بیننا وبینھم سدًا" ان کے درمیان اور ہمارے درمیان ایک آڑ بنا دیجئے تاکہ وہ ہم تک نہ پہنچ سکیں۔

قَالَ مَا مَكَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِیْۤ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا ﴿۹۸﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ یَوْمَىِٕذٍ یَّمُوْجُ فِیْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾

ترجمہ: ذوالقرنین نے جواب دیا کہ جس میں میرے رب نے مجھ کو اختیار دیا ہے وہ بہت کچھ ہے سو (مال کی مجھے ضرورت نہیں البتہ) ہاتھ پاؤں سے میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان میں خوب مضبوط دیوار بنا دوں (اچھا تو) تم لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ یہاں تک کہ جب (روے ملاتے ملاتے) ان کے دونوں سروں کے بیچ (کے خلا) کو برابر کر دیا تو حکم دیا کہ دھونکو (دھونکنا شروع ہو گیا) یہاں تک کہ جب اس کو لال انگارا کر دیا تو (اس وقت) حکم دیا کہ اب میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ (جو پہلے سے تیار کرا لیا ہوگا) کہ اس پر ڈال دوں سو نہ تو یاجوج ماجوج اس پر چڑھ سکتے تھے اور (غایت استحکام کے باعث) نہ اس میں نقب دے سکتے تھے ذوالقرنین نے کہا کہ یہ (تیاری دیوار کی) میرے رب کی ایک رحمت ہے پھر جس وقت میرے رب کا وعدہ آوے گا (یعنی اس کے فنا کا وقت آوے گا) تو اس کو ڈھا کر (زمین کے) برابر کر دے گا اور میرے رب کا ہر وعدہ برحق ہے اور ہم روز ان کی یہ حالت کریں گے کہ ایک میں ایک گڈمڈ ہو جاویں گے اور صور پھونکا جاوے گا پھر ہم سب کو ایک ایک کر کے جمع کر لیں گے۔

تفسیر ⑮ "قال" ان کو ذوالقرنین نے کہا۔ "مامکنی فیه" ابن کثیر نے "مکننی" پڑھا ہے دونون کے ساتھ اور دوسرے قراء نے ایک نون کے ساتھ پڑھا ہے ادغام کر کے، وہ چیزیں جو مجھے اس بارے میں قوت دے دیں۔ "ربی خیر" جو میرے لیے اس نے بنایا ہے۔ "فاعینونی بقوة" میری مدد کرو۔ مال کے علاوہ اپنے ہاتھ پاؤں کے ساتھ اور اپنی قوت کے ساتھ۔ "اجعل بینکم وبینهم ردمًا" تا کہ میں ایک دیوار بنا سکوں۔ وہ کہنے لگے کون سی قوت آپ کو چاہیے؟ فرمایا معمار، مزدور، کارکن جو تعمیر میں اچھا کارگر ثابت ہوں اور اس قسم کے آلات۔ انہوں نے کہا کہ کون سے آلات فرمایا

⑯ "آتونی" ابوبکر نے "ائتونی" پڑھا ہے کہ میرے پاس تم لے آؤ۔ "زبر الحدید" لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے۔ اس کی واحد "زبرة" ہے۔ ان کو میرے پاس لے آؤ اور لکڑیاں بھی لے آؤ، لوگ لوہے کی چادریں یا ٹکڑے لے آئے، لکڑیاں اور کوئلے بھی ساتھ لے آئے، ذوالقرنین نے لوہے لکڑی اور کوئلوں کو تہ بہ تہ چنا اوپر لوہا، نیچے لکڑی، پھر کوئلے، پھر لوہا پھر لکڑی۔ "حتّی اذا ساوی بین الصدفین" ابن کثیر، ابن عامر، ابوعمرو اور یعقوب نے صاد کے ضمہ اور دال کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابوبکر نے دال کے جزم کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ دونوں پہاڑیوں کے نام ہیں۔ ساوی: ان دونوں پہاڑیوں کے طرفوں کو ملا دیا۔

"قال انفخوا" انہوں نے تانبے کو لوہے پر ڈالا اور جب لکڑی کوئلہ سب جمع ہو گئے اور اس پر تانبا ڈالا فرمایا کہ اب اس کو پھونکو۔ "حتّی اذا جعله نارًا" وہ لوہا آگ بن گیا۔ "قال آتونی" حمزہ اور ابوبکر نے وصلاً پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے الف کے بغیر پڑھا ہے۔ "افرغ علیه قطرًا" کہ اس پر تانبا لے آؤ افراغ کہتے ہیں بہٹنا، بہا دینا، قطر پگھلا ہوا تانبا۔ لوگ تانبا لے کر آئے، پھر پگھلا ہوا تانبا دہکتے ہوئے لوہے پر ڈال دیا، آگ سے لکڑی اور کوئلہ جل گیا، پگھلے ہوئے تانبے نے اس کی جگہ لے لی۔ اسی طرح لوہے کی اینٹیں پگھلے ہوئے تانبے کے مصالحہ سے باہم پیوست ہو گیا اور آہنی دیوار پہاڑ بن کر کھڑی ہو گئی۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس دیوار کی چوڑائی پچاس ذراع اور اس کی بلندی سو ذراع اور اس کی لمبائی ایک فرسخ ہے۔

⑰ "فما اسطاعوا أن یظهروه" وہ دیوار بلند ہونے اور چکنی ہونے کی وجہ سے وہ اس پر نہیں چڑھ سکتے۔

"وما استطاعوا له نقبًا" اس دیوار کے سخت ہونے کی وجہ سے اس میں سوراخ نہیں کر سکیں گے۔ حمزہ نے "فما استطاعوا" پڑھا ہے طاء کی تشدید کے ساتھ اور تاء کے ادغام کی وجہ سے۔

⑱ "قال" ذی القرنین نے کہا "هذا" یہ دیوار "رحمة" نعمت ہے۔ "من ربی فاذا جاء وعد ربی" اس سے مراد قیامت کا دن ہے اور بعض نے کہا کہ یاجوج ماجوج کے نکلنے کا وقت مراد ہے۔

"جعله دکاءً" اہل کوفہ نے "دکاء" مد کے ساتھ پڑھا ہے اور ہمزہ کے ساتھ۔ یعنی زمین پر پھیلا کر اس کو ہموار کر دے گا اور دوسرے قراء نے اس کو مد کے بغیر پڑھا ہے۔ اس کو زمین کے ساتھ ہموار کر دے گا۔ "وکان وعد ربی حقا"

یاجوج ماجوج کا خروج قرب قیامت میں ہوگا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مرفوع بیان نقل کیا ہے کہ یاجوج وماجوج روز دیوار کو کاٹتے ہیں اور اتنا کھودتے ہیں کہ سورج کی کرنیں (دوسری طرف کی) چمکنے کے قریب ہو جاتی ہیں تو ان کا سردار کہتا ہے اب لوٹ چلو، باقی کل کو کھود لیں گے لوگ چلے جاتے ہیں، رات میں اللہ دیوار کو پھر حسب سابق کر دیتا ہے۔ دوسرے دن آ کر وہ پھر کھودتے ہیں اور اتنا کھودتے ہیں کہ دوسری طرف کی روشنی نظر آنے کے قریب ہو جاتی ہے تو سردار روک دیتا ہے اور کہتا اب واپس چلو کل کو اس کی تکمیل کر لیں گے، سب واپس چلے جاتے ہیں۔ اللہ رات میں پھر دیوار کو پہلے کی طرح کر دیتا ہے، روزانہ ایسا ہی کرتے ہیں، جب مقررہ وقت آ جائے گا اور حسب معمول دیوار کو کھود کر اتنا کر دیں گے کہ ایک ورق رہ جائے گا، قریب ہوگا کہ پار کی روشنی نظر آ جائے اور سرداران سے کہے گا اب واپس چلو کل کو ان شاء اللہ ہم اس کو کھود دیں گے۔

ان شاء اللہ کہنے کا یہ اثر ہوگا کہ واقعی دوسرے دن آ کر دیکھیں گے کہ دیوار کو جس طرح (ورق کے برابر) چھوڑ کر گئے تھے ویسی ہی ہے۔ پس بقیہ دیوار کو بھی کھود دیں گے اور پار نکل آئیں گے اور جہاں جہاں پانی ہوگا ان مقامات کی تلاش کر کے پہنچیں گے (سارے تالابوں، چشموں، کنوؤں، جھیلوں اور دریاؤں کا پانی پی جائیں گے) لوگ ان کے خوف سے قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہیں گے، وہ آسمان کی طرف تیر چلائیں گے اور اللہ ان کے تیروں کو ایسا سرخ کر کے لوٹا دے گا جیسے وہ خون آلود ہوں (اور کسی شکار کے لگ کر واپس لوٹے ہوں) وہ خوش ہو کر کہیں گے ہم زمین والوں پر بھی غالب آ گئے اور آسمان والوں پر بھی۔ اس کے بعد اللہ ان کی گدیوں (گردنوں کے پچھلے حصہ) میں گلٹیاں (یعنی وہ کیڑے جو اونٹ بکری وغیرہ کی ناک میں پیدا ہو کر باعث ہلاکت ہوتے ہیں اور انسان کی گردن بغل وغیرہ میں داخل ہو کر گلٹیوں اور سرطانی زخموں کی شکل میں برآمد ہوتے ہیں) برآمد کر دے گا، سب مر جائیں گے۔

دجال کے نکلنے کے بارے میں چند احادیث

امام مسلم نے حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صبح کے وقت دجال کا ذکر کیا (دوران ذکر میں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پست بھی ہو جاتی تھی اور بلند بھی جاتی تھی یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ دجال (یہیں) نخلستان میں موجود ہے۔ پھر (دوسرے وقت) جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خوف کا اثر ہمارے اندر پہچان لیا اور) فرمایا تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے دجال کا تذکرہ کیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں پستی بھی تھی اور بلندی بھی، اس سے ہمارا خیال ہوا کہ کہیں (اس جگہ) نخلستان میں ہی ہے۔

فرمایا دجال کے علاوہ ایک اور چیز ہے جو تمہارے لیے زیادہ خوفناک ہے، دجال تو میری زندگی میں اگر برآمد ہوگیا تو تمہاری طرف سے میں اس کا مقابلہ کرلوں گا اور میں نہ ہوا تو اس وقت ہر شخص خود اپنی طرف سے اس کا مقابلہ کرے گا اور اللہ میری طرف سے ہر مسلمان کا محافظ ہے۔ دجال ایسا نوجوان ہوگا، اس کی ایک آنکھ پٹ ہوگی، میرے نزدیک وہ عبدالعزیٰ بن قطن سے ملتا جلتا ہوگا جو شخص اس کو پائے تو سورۂ کہف کی ابتدائی آیات اس کے سامنے پڑھے، وہ عراق اور شام کے درمیان برآمد ہوگا اور دائیں بائیں لوٹ اور تباہی مچائے گا، اللہ کے بندو! تم (ایمان پر) ثابت قدم رہنا۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! اس کا قیام زمین پر کتنی مدت رہے گا، فرمایا چالیس دن۔ جن میں ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا۔

ایک دن ایک مہینے کے برابر، ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی ایام تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا جو دن سال کے برابر ہوگا کیا اس میں ہمارے لیے صرف ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی؟ فرمایا نہیں مقدار کا اندازہ کرلینا۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! اس کی سرعت رفتار کی کیا حالت ہوگی؟ فرمایا جیسے بادل جس کے پیچھے آندھی ہو۔ کچھ لوگوں کی طرف سے اس کا گزر ہوگا، ان کو وہ اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دے گا وہ مان لیں گے۔ دجال آسمان کو حکم دے گا ان پر بارش ہو جائے، فوراً بارش ہو جائے گی، زمین کو حکم دے گا سبزہ پیدا کر، فوراً زمین سرسبز ہو جائے گی، ان کے اونٹ جنگل سے چر کر واپس لوٹیں گے تو ان کے کوہان خوب اونچے، تھن خوب لمبے دودھ سے بھرے ہوئے اور کوکھیں (چارہ کھانے کی وجہ سے) پھولی ہوئی ہوں گی۔

اس کے بعد دجال کا گزر ایک اور قوم کی طرف ہوگا اور وہ ان کو دعوت دے گا وہ لوگ دجال کی دعوت کو رد کر دیں گے، جب دجال ان کے پاس سے لوٹے گا تو فوراً وہ سب قحط زدہ ہو جائیں گے، کوئی چیز ان کے مال میں سے باقی نہیں رہے گی، دجال ویرانے کی طرف سے گزرے گا اور حکم دے گا اپنے دفینے برآمد کردے، فوراً ویرانے سے دفینے نکل کر شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے ہو جائیں گے۔ پھر دجال ایک شخص کو طلب کرے گا جو جوانی سے بھرپور ہوگا اور تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر کے علیحدہ علیحدہ دو طرف کو رسائی تیر کے فاصلے پر رکھ دے گا اور (اس شخص کو) آواز دے گا (دونوں ٹکڑے جڑ کر) وہ شخص زندہ ہو جائے گا اور ہنستا کھلکھلاتا چلا آئے گا۔ دجال اسی حال میں ہوگا کہ اللہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیج دے گا۔ آپ علیہ السلام دمشق کے مشرقی جانب سفید میناروں کے پاس (یا منارے پر) دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے اُتریں گے، سر جھکائیں گے تب اور سر اُٹھائیں گے تب پسینے کے قطرے چاندی کے موتیوں کی طرح آپ کے چہرے سے لڑھک کر گریں گے، آپ کے سانس کی خوشبو وہاں تک پہنچے گی جہاں آپ کی نگاہ پہنچے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کی تلاش کریں گے اور لد (ایک بستی کا نام جو فلسطین میں ہے) کے پاس پہنچ کر دجال کو قتل کریں گے۔ اسکے بعد آپ ان لوگوں کے پاس پہنچیں گے جن کو اللہ نے دجال کے شر سے محفوظ رکھا ہوگا، ان کے چہروں سے غبار صاف کریں گے اور جنت میں ان کے درجات جو اللہ نے مقرر فرمائے ہیں اس کی بشارت دیں گے۔ اسی دوران میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی آئے گی کہ میں (سد ذوالقرنین سے) اپنے ان بندوں کو نکال کرلے آیا ہوں جن سے لڑنے کی طاقت کسی میں نہیں ہے (یعنی سد ٹوٹ گیا اور یاجوج وماجوج اندر آ گئے ہیں) آپ میرے بندوں کو کوہ طور پر لے جا کر حصار بند ہو جائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکم کی تعمیل کریں گے۔ یاجوج وماجوج آ جائیں گے، ہر ٹیلہ کی آڑ سے نکل کر پھیل پڑیں گے، ان کا اگلا گروہ بحیرۂ طبریہ (بحیرۂ مردار) پر پہنچ کر تمام پانی پی جائے گا، پچھلا گروہ جب بحیرۂ طبریہ پر پہنچے گا تو وہ کہے گا یہاں کبھی پانی ضرور تھا (یعنی صرف نمی کو دیکھ کر ان کی یہ رائے ہوگی کہ یہاں کبھی پانی ضرور تھا) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کو لیے حصار بند رہیں گے (اور پہاڑ پر اتنی غذائی قلت ہو جائے گی کہ) جتنی سو دینار کی تم لوگوں کی نظر میں آج قیمت تھی، اس سے زیادہ اس زمانہ میں گائے، بیل کی ایک سری کی ان کی نظر میں قدر ہوگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی اللہ سے دُعا کرتے رہیں گے۔ آخر اللہ یاجوج وماجوج کی گردنوں میں جراثیمی پھنساں پیدا کر دے گا جن کی وجہ سے وہ سب کے سب (یکدم) ایک آدمی کی طرح مر جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ساتھیوں کو لے کر پہاڑ سے نیچے اُتریں گے لیکن ان کو زمین پر ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں ملے گی جس میں (یاجوج وماجوج کی لاشوں کی) عفونت اور سڑاند پھیلی ہوئی نہ ہو، آپ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی دُعا کریں گے اللہ ایسے پرندے بھیج دے گا جو بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے ہوں گے، یہ پرندے تمام لاشوں کو اُٹھا کر وہاں پھینک دیں گے۔

جہاں اللہ کی مرضی ہوگی، پھر بحکم خدا ایک عظیم بارش ہوگی جو ہر گھر میں پہنچے گی، ڈیرہ، خیمہ ہو یا مٹی کا بنا ہوا مکان بارش کو کوئی آڑ روک نہ سکے گی، بارش سے ساری زمین ڈھل کر صاف چکنی ہو جائے گی، پھر اللہ کے حکم سے زمین میں غلہ اور پھلوں کی خوب پیداوار ہوگی اور حاصل ارضی میں بڑی برکت ہوگی اور یہ حالت ہو جائے گی کہ ایک انار ایک گروہ کے کھانے کے لیے کافی ہوگا اور اس کا چھلکا ایک جماعت کے لیے سائبان کا کام دے گا، دودھ میں بھی بڑی برکت ہوگی، ایک اونٹنی کا دودھ ڈھیروں آدمیوں کے لیے کافی ہوگا اور ایک گائے کا دودھ پورے قبیلہ کو اور ایک بکری کا دودھ قبیلہ کی ایک شاخ کے لیے کفایت کرے گا۔ اسی حالت میں اللہ ایک خوشگوار خوشبودار ہوا چلا دے گا اور یہ ہوا ہر شخص کے بغل کے نیچے (یعنی پہلو پر) لگے گی جو مؤمن اور مسلم ہوگا اس کی روح ہوا کا جھونکا لگتے ہی پرواز کر جائے گی اور صرف برے لوگ زمین پر رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح اپنی شہوت پوری کریں گے اور آپس میں لڑتے رہیں گے انہی پر قیامت برپا ہوگی۔

مسلم کی دوسری روایت میں اتنا اور آیا ہے کہ طبریہ جھیل پر پہنچ کر پچھلا گروہ کہے گا یہاں کبھی پانی تھا۔ اس کے بعد یاجوج و ماجوج کوہ خمر پر پہنچیں گے، کوہ خمر بیت المقدس کے ایک پہاڑ کا نام ہے وہاں پہنچ کر کہیں گے ہم نے زمین والوں کو تو قتل کر دیا آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں، یہ کہہ کر آسمان کی طرف چھوٹے تیر پھینکیں گے، اللہ ان کے تیروں کو خون سے رنگین کر کے لوٹا دے گا۔ (تیروں کو خون سے رنگا ہوا دیکھ کر وہ خوش ہو جائیں گے)۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ پرندے ان کی لاشوں کو اُٹھا کر گڑھوں اور غاروں میں پھینک دیں گے اور مسلمان ان کے تیروں، کمانوں اور ترکشوں کو سات برس تک ایندھن کے طور پر

جلائیں گے۔ بغوی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ وہب نے بیان کیا پھر یاجوج وماجوج سمندر پر پہنچ کر اس کا پانی پی جائیں گے اور سارے سمندری چوپائے اور جانور کھا جائیں گے یہاں تک کہ لکڑیاں اور درخت بھی اور جو آدمی ان کے پنجے میں آجائے گا اس کو بھی کھا جائیں گے لیکن مکہ، مدینہ اور بیت المقدس میں نہیں پہنچ سکیں گے۔ بخاری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاجوج و ماجوج کے بعد کعبہ کا حج اور عمرہ کیا جائے گا۔ ذوالقرنین کے قصہ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ذوالقرنین ظلمات میں گھس گیا، پھر لوٹ کر آیا تو شہرزور میں اس کی وفات ہوگئی۔ بعض کا قول ہے کہ ذوالقرنین کی عمر چھ اوپر تیس برس کی ہوئی۔

⑨⑨ "وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ" بعض علماء نے کہا یہ واقعہ اس وقت ہوگا جب یاجوج وماجوج سد کو توڑ چکے ہوں گے یعنی دیوار توڑ کر یاجوج و ماجوج پانی کی طرح لہریں مارتے داخل ہوں گے، کثرت اور ریل پیل کی وجہ سے ہر ایک دوسرے سے آگے بڑھنا چاہے گا اور آپس میں گڈمڈ ہو جائیں گے۔ بعض کا قول ہے کہ ایسا واقعہ اس وقت ہوگا کہ قیامت بپا ہو جائے گی اور لوگ قبروں سے باہر آجائیں گے اور جنات بھی انسانوں کے ساتھ گڈمڈ ہو جائیں گے اور سب حیرت میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ "ونفخ فی الصور" یاجوج ماجوج کا خروج قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے اور یہ قرب قیامت ظاہر ہوں گے۔ "فجمعناهم جمعًا" ایک میدان میں جمع کریں گے۔

وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ⑩⓪ ۙ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ⑩① اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ⑩② قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ⑩③ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ⑩④ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ⑩⑤

(ترجمہ) اور دوزخ کو اس روز کافروں کے سامنے پیش کر دیں گے جن کی آنکھوں پر (دنیا میں) ہماری یاد سے (یعنی دین حق دیکھنے سمجھنے سے) پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ سن بھی نہ سکتے تھے۔ سو کیا پھر بھی ان کافروں کا خیال ہے کہ مجھ کو چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز (یعنی معبود حاجت روا) قرار دیں ہم نے تو کافروں کی دعوت کے لئے دوزخ کو تیار کر رکھا ہے آپ (ان سے) کہئے کہ کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارہ میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کری کرائی محنت سب گئی گزری ہوئی اور وہ (بوجہ جہل کے) اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی آیتوں کا (یعنی کتب الٰہیہ کا) اور اس سے ملنے کا (یعنی قیامت کا) انکار کر رہے ہیں سو (اس لئے) ان کے سارے کام غارت ہو گئے تو قیامت کے روز ہم ان (کے نیک اعمال) کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے۔

تفسیر ⑩⓪ "وعرضنا" اس دن ہم سامنے لے آئیں گے۔ "جھنم یومئذ للکافرین عرضًا" یہاں تک کہ وہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیں گے۔

⑩① "الذین کانت اعینھم فی غطاء" غطاء کسی چیز کو چھپانے والا پردہ۔ "عن ذکری" ذکر سے مراد ایمان اور قرآن ہے۔ ہدایت اور بیان ہے۔ بعض نے کہا کہ ذکر سے مراد دلائل و براہین کو دیکھنا ہے۔ "وکانوا لایستطیعون سمعًا" قبولیت والا اسماع نہیں سن سکتے اور ایمان اس وجہ سے نہیں لاسکتے کہ ان پر بدبختی غالب آئی ہوئی ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ شعور نہیں رکھتے اور بعض نے کہا کہ وہ اس بات پر قادر نہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہیں اس کو اچھی طرح سمجھ سکیں، یہ ان کی شدت عداوت کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں فلاں شخص کی بات دشمنی کی وجہ سے نہیں سن سکتا۔

⑩② "افحسب" ان کافروں کا گمان ہے۔ "الذین کفروا أن یتخذوا عبادی من دونی أولیاء" اس سے مراد ارباب ہیں۔ عبادی سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتے ہیں بلکہ یہ معبودان باطلہ جن کو اپنا معبود بناتے ہیں اور دوست رکھتے ہیں، یہ ان کے دشمن ہیں اور قیامت کے دن ان سے برأت کرلیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ شیطان ہیں جن کی اطاعت اللہ کے سوا کفار کرتے ہیں۔ مقاتلؒ کے نزدیک بت مراد ہیں، بتوں کو اس جگہ اصنام کہا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "ان الذین تدعون من دون اللہ عبادًا امثالکم" اس استفہام کا جواب محذوف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد کہ ان کو چاہیے کہ وہ اپنے نفسوں پر ملامت کریں۔ کہتے ہیں کہ کیا وہ لوگ جو کافر ہیں گمان کرتے ہیں کہ وہ ان کے علاوہ کو اپنا مددگار بنالیں گے اور میں نہ اپنے لیے غضب کروں گا اور نہ ہی اس کا انجام برا ہوگا اور بعض نے کہا کہ کیا وہ اس بات پر گمان کرتے ہیں کہ ان کو نفع دیا جائے گا کہ میرے بندوں نے میرے سوا معبود اور کارساز پکڑ لیے۔ "انا اعتدنا جھنم للکافرین نزلاً" اس سے مراد منزل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کا ٹھکانہ مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ مقام نزول یا طعام مہمانی ہے۔

⑩③ "قل ھل ننبئکم بالاخسرین أعمالاً" وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفسوں کی پیروی ایسے عمل کے ساتھ کی جن سے وہ فضل کے اُمیدوار تھے، ان کی ساری محنتیں ہلاک اور اکارت ہوگئیں۔ جیسا کہ کسی شخص نے کوئی سامان خریدا اور اس سامان میں نفع کا اُمیدوار تھا لیکن اس کو سراسر خسارہ اُٹھانا پڑا۔ آیت میں خسارہ پانے والے لوگوں سے کون مراد ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد رھبان ہیں جو اپنے خیال میں آخرت کے طالب اور لذائذ دُنیا سے روگرداں ہیں حالانکہ وہ شریعت اسلامیہ کے منکر ہیں، ان کی یہ ساری کوششیں سراب اور ناکارہ ثابت ہوگئیں۔

⑩④ "الذین" وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو عبادت گاہوں میں مقید کردیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حروراء والے۔ "ضل سعیھم" ان کے اعمال باطل اور ان کی کوشش رائیگاں چلی جائے گی۔ "فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعًا" ان کے اعمال کا بدلہ ان کو دیا جائے گا۔

⑩⑤"اولئک الذین کفروا بایات ربھم ولقائہ فحبطت" ان کے اعمال باطل ہو جائیں گے۔"أعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا" قیامت کے دن ان کے لیے کوئی حصہ یا کوئی وزن نہیں ہوگا۔ جیسا کہ عرب کا قول ہے کہ میرے پاس فلاں کے لیے کوئی قدر یعنی کوئی وزن نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک موٹے تازے آدمی کو لایا جائے گا۔ اس کا وزن اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے برابر نہیں ہوگا، فرمایا اس کی تصدیق کے لیے پڑھو "فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنًا"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن لوگ اپنے اعمال لے کر آئیں گے وہ اعمال اتنے بڑے ہوں گے جیسے تہامہ کے پہاڑ۔ لیکن تولنے کے بعد ان کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا مطلب یہی ہے۔ "فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنًا"

ذٰلِکَ جَزَآؤُھُمْ جَھَنَّمُ بِمَا کَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰیٰتِیْ وَرُسُلِیْ ھُزُوًا ⑩⑥ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ⑩⑦ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْھَا حِوَلًا ⑩⑧ قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا ⑩⑨ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا ⑪⓪

ترجمہ (بلکہ) ان کی سزا وہی ہوگی یعنی دوزخ اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا اور (یہ کہ) میری آیتوں اور پیغمبروں کا مذاق اڑایا تھا بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کی مہمانی کے لئے فردوس (یعنی جنت) کے باغ ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے (نہ ان کو کوئی نکالے گا) اور نہ وہ وہاں سے کہیں اور جانا چاہیں گے آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر (کا پانی) روشنائی (کی جگہ) ہوتو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جاوے (اور باتیں احاطہ میں نہ آویں) اگرچہ اس سمندر کی مثل ایک دوسرا سمندر (اس کی) مدد کے لئے ہم لے آویں اور آپ یوں بھی کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (برحق) ایک ہی معبود ہے سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

تفسیر ⑩⑥"ذٰلک" جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں ان کے اعمال کا حبوط اور ان کی گھٹیا حرکت کی وجہ سے۔"جزاء ھم جھنم بما کفروا واتخذوا آیاتی" آیات سے مراد قرآن ہے۔"ورسلی ھزوًا" ان کے ساتھ مذاق اور استہزاء کیا۔

جنت الفردوس کے بیان میں

⑩"ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات کانت لھم جنت الفردوس" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ سے مانگا کرو تو فردوس ملنے کی دُعا کیا کرو کیونکہ وہ جنت کے وسط میں ہے اور دوسری جنتوں سے اعلیٰ ہے، اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔

حضرت کعب کا قول ہے کہ جنت میں فردوس سے اونچی کوئی جنت نہیں ہے، بھلائی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اسی میں داخل ہوں گے۔قتادہ کا قول ہے کہ فردوس ربوۃ الجنۃ کو کہتے ہیں۔

کعب کا بیان ہے کہ فردوس اس باغ کا نام ہے جس میں انگور ہوں۔مجاہد کا قول ہے کہ وہ باغ جو رومی کہلاتا ہے اس کو فردوس کہا جاتا ہے۔عکرمہ کا قول ہے کہ حبشہ کی زبان میں باغ کو کہا جاتا ہے جس میں گھنے درخت ہوں۔زجاج کا قول ہے کہ یہ لفظ رومی ہے، منقول ہو کر عربی زبان میں مستعمل ہونے لگا۔

ضحاک کا قول ہے کہ فردوس اس گھنے باغ کو کہتے ہیں جس کے درخت باہم گھنے ہوں۔بعض حضرات نے کہا کہ ہر پسندیدہ خوبصورت باغ کو فردوس کہا جاتا ہے۔بعض کے نزدیک فردوس ایسے باغ کو کہتے ہیں جس میں طرح طرح کا سبزہ اُگا ہوا ہو، فردوس کی جمع فرادیس آتی ہے۔"نُزُلاً" اس سے مراد منزل ہے۔وہ ایسی جگہ اُتریں گے جس میں پھل اور اس میں طرح طرح کی نعمتیں ہوں گی۔"کانت لھم" کا معنی یہ ہے کہ اس کا علم اس وقت بھی اللہ کو تھا جب یہ لوگ پیدا نہیں ہوئے تھے۔"خالدین فیھا لا یبغون" وہ طلب نہیں کرتے۔"عنھا حولاً" ان کو اس سے دور کوئی نہیں ہٹا سکے گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وہ اس بات کا ارادہ کریں کہ وہ اس کو پھیر لیں۔جیسا کہ کسی کو ایک جگہ موافق نہیں آتی تو وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں۔اسی طرح یہاں نہیں ہوگا۔

"قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربّی" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہودیوں نے کہا تھا کہ آپ کا خیال ہے کہ ہم کو حکمت عطا کی گئی ہے اور آپ ہی کی کتاب میں یہ بھی ہے کہ اس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر عطا کر دی گئی۔پھر فرمایا "وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً" اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بعض نے کہا کہ جب یہ آیت "وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً" نازل ہوئی تو یہودیوں نے کہا کہ ہمیں تورات دی گئی اور اس میں ہر چیز کا علم ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔"قل لو کان البحر مداداً" اس کو مداد کے ساتھ مسمّی اس لیے کیا کہ یہ کاتب کو لکھنے کے لیے مدد پہنچائی جاتی ہے۔اس کا اصل زیادتی ہے۔

مجاہد کا قول ہے کہ اگر سب سمندر سیاہی بن جائیں قلموں کے لیے اور قلم لکھنے لگیں۔"لنفد البحر" اس کا پانی ختم ہو جائے۔"قبل أن تنفد" حمزہ اور کسائی نے اس کو یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔فعل کی تقدیم کی وجہ سے اور دوسرے قراء نے تاء کے ساتھ پڑھا۔"کلمات ربّی" کلمات سے مراد اس کا علم و حکمت ہے۔"ولو جئنا بمثلہ مدداً" اس کا معنی یہ ہے کہ اگر ساری

مخلوق لکھنا شروع ہو جائے تو پھر بھی اللہ کی صفات کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ اگر چہ اس سے بھی زیادہ اس کے مثل پیدا کیے جائیں۔ پھر بھی اللہ کی تعریف ختم نہیں ہوگی۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان "**لو ان ما فی الارض من شجرة اقلام والبحر یمده من بعده سبعة ابحر مانفدت کلمات اللّٰه**" یعنی جو کچھ زمین میں درخت ہیں اگر ان کی قلمیں بنائی جائیں اور سمندر کو سیاہی بنائی جائے اور اس سمندر کے بعد سات سمندر مزید سیاہی بن جائیں تو اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔

"**قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ انّما الٰهکم اله واحدٌ**" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تواضع کی تعلیم دی تا کہ آپ مغرور نہ ہو جائیں اور حکم دیا کہ اپنے آدمی ہونے کا اقرار کریں لیکن اقرار بشریت کے ساتھ یہ بھی ظاہر کر دیں کہ میرے اندر صاحب وحی ہونے کی خصوصیت بھی ہے، میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود اکیلا معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ "**فمن کان یرجوا لقاء ربه**" اس تک پہنچنے کے لیے اللہ سے خوف رکھیں اور بعض نے کہا کہ اپنے رب کی رؤیت پر غور و تامل فرمائیں۔ رجاء کا معنی خوف بھی ہے اور اُمید بھی ہے جیسا کہ شاعر کا قول ہے:

فلا کل ما ترجو من الخیر کائن ولا کل ما ترجو من الشر واقع

یہ ضروری نہیں کہ جس خیر کے تم اُمیدوار ہو وہ ہو ہی جائے اور نہ یہ لازم ہے کہ جس شر سے تم ڈرتے ہو وہ شر واقع ہی ہو جائے۔ یہاں پر دونوں معنوں کو جمع کیا گیا۔ "**فلیعمل عملا صالحًا ولا یشرک بعبادة ربه أحدًا**" اپنے اعمال کسی کو دکھانا مقصود نہ ہو۔

حضرت جندب سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص لوگوں کو سنانے کے لیے نیکی کرتا ہے اللہ بھی اس کے ساتھ سنانے کا برتاؤ کرتا ہے اور جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لیے (نیکی) کرتا ہے اللہ بھی اس کے ساتھ دکھاوے کا برتاؤ کرتا ہے۔

ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی اُمت پر خوف شرک اصغر کا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا (اعمال صالحہ کا دکھاوا کرنا)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں جو شخص کسی عمل میں میرے ساتھ کسی کو ساجھے دار بناتا ہے میں اس کو اس کے شرک کے ساتھ چھوڑ دیتا ہوں۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جو شخص سورۃ کہف کی پہلی دس آیات یاد کرے گا اس کو دجال کے فتنہ سے محفوظ کیا جائے گا۔

ابن معاذ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے سورۃ کہف کی اوّل و آخر پڑھی تو اس کے قدم اور سر تک نور ہی نور ہوگا اور جو پوری سورت پڑھے گا اس کے لیے زمین سے آسمان تک نور ہوگا۔

الحمدلله تفسیر بغوی کی تیسری جلد مکمل ہوئی۔ چوتھی جلد سورہ مریم سے شروع ہے۔

اضافه مفیده از ناشر

الدرر النظیم فی فضائل القرآن

والآیات والذکر الحکیم

قرآن کریم کے فضائل اور حیرت انگیز خواص

از امام ابو محمد عبداللہ بن اسد یافعی رحمہ اللہ

فضائل وخواص سورہ مائدہ تا سورہ توبہ

آٹھویں صدی کے معروف عالم اور جماعت اولیاء کے فرد فرید ہیں ان کے دست مبارک سے لکھی ہوئی مستند کتب میں سے الدرر النظیم بھی ہے جو قرآن کریم کے انوار و برکات اور فضائل وخواص اور اس کے روحانی وجسمانی فیوض اور تیر بہدف مجرب عملیات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بطور اضافہ جزو کتاب بنایا جا رہا ہے

سورۃ یونس

سورۃ یونس کوتانبے کے پرات میں لکھ لیں پھر اس پرات میں اس پانی سے آٹا گوندھیں جو کھڑے ہوئے پانی سے تیزی کے ساتھ بھر لیا گیا ہو۔ آٹے کی مقدار ان لوگوں کے مطابق ہو جن پر چوری کا شبہ والزام ہے پھر اس آٹے کے ملزموں کی تعداد کے مطابق ٹکڑے بنالیں اور ہر ایک کو ایک ٹکڑا کھانے کیلئے دیں جو چور ہوگا وہ نہیں کھا سکے گا۔

خاصیت آیت ۱ تا ۳

الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَباً اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط قَالَ الْکٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ط مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْ م بَعْدِ اِذْنِهٖ ط ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْهُ ط اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ

شعبان کے مہینہ کے ایام بیض (13,14,15) کے تین روزے رکھے اور سرکہ و سبزی اور جو کی روٹی اور پسے ہوئے نمک سے افطاری کرے۔ پھر مغرب کی نماز کے بعد قبلہ رخ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے اور درود شریف پڑھتا رہے۔ عشاء تک پھر عشاء کی نماز پڑھ کر جب تک چاہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتا رہے پھر ایک کاغذ میں آس کے پانی اور زعفران کے ساتھ یہ آیت لکھے اور اسے سر کے نیچے رکھ کر سو جائے جب صبح ہو تو نماز پڑھے اور وہ لکھا ہوا اپنے پاس رکھ کر لوگوں کے پاس جہاں کام ہو جائے تو اس کا مرتبہ بلند ہوگا۔ اسے سرداری ملے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صحیح و مناسب گفتگو کرے گا اور لوگوں کے ہاں وہ معزز و مقبول ہوگا۔

خاصیت آیت ۱۲

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا کَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ کَاَنْ لَّمْ یَدْعُنَآ اِلٰی ضُرٍّ مَّسَّهٗ ط کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِلْمُسْرِفِیْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ

یہ آیت پنڈلیوں، پاؤں اور پورے جسم کے درد کیلئے مفید ہے۔ استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ مٹی کے کورے برتن میں سیاہی سے لکھ کر برتن کو زیتون کے تیل سے بھر لو اور اسے ہلا کر لکھے ہوئے کو دھو لو پھر اسے دھیمی آنچ پر پکالیں۔ جب اور جہاں درد ہو اس جگہ پر اس تیل کی مالش کریں درد ختم ہو جائے گا۔

خاصیت آیت ۳۱

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَىَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ

اسے میٹھے کدو کے چھلکے پر لکھ کر عورت کے دائیں بازو پر باندھنے سے بچہ کی ولادت آسانی سے ہو جائے گی۔

خالی پانی سے اگر اس آیت کو چاندی پر لکھا جائے اور پھر اسے آگ پر چڑھا کر مکھن ملائی ہوئی شہد سے دھولیا جائے جب کسی کے کان میں درد ہو تو اس کے تین قطرے ڈال دینے سے درد ختم ہو جائیگا۔

جو آدمی اس آیت کو کیلے کے پتے پر لکھ کر اس پر نیلے رنگ کا کپڑا چڑھا کر اپنے بازو سے باندھے گا تو اس کیلئے رزق آسان ہو جائے گا۔

خاصیت آیت ۵۸،۵۷

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ

یہ آیت اس آدمی کے گھر کے برتن پر لکھی جائے جس نے کبھی جماع نہ کیا ہو اور خالص کوفی سیاہی سے لکھی جائے اور شمر کے سبز پودے کے پانی سے دھو کر اس میں سفید ملا کر رکھ دیا جائے۔ پیٹ کی تمام بیماریوں اور گھبراہٹ وکپکی کیلئے اس کا پینا مفید ہے۔

خاصیت آیت ۸۱،۸۰

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ

بارش کا پانی پہاڑ کے دامن میں رکا ہوا ہو اس سے ایک گھڑا بھرا جائے اس طرح کہ کوئی دیکھ نہ رہا ہو اور ایک گھڑا ایسے کنویں سے بھرا جائے جو ویران پڑا ہو پھر جمعہ کے دن ایسے درختوں کے سات پتے لئے جائیں جن کا پھل نہ کھایا جاتا ہو پھر دونوں گھڑوں کے پانی کو ملا کر پتے ان میں ڈال دیئے جائیں اور اس آیت کو پانی کی سطح پر لکھے اور اس پانی سے نہائے اس طرح کہ نہر کے کنارہ پر جا کر پاؤں نہر میں لٹکا لے اور سر کے اوپر پانی ڈالے۔ اس عمل سے اس پر کئے گئے جادو کا اثر ختم ہو جائے گا۔

خاصیت آیت ۸۷ تا ۱۰۷

وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

یہ آیات سفید مصری پرنئی سوئی سے لکھ کر مصری کو نہر کے اس میٹھے پانی میں پگھلا دیا جائے جورات کو صبح کی اذان کے وقت نہر سے بھرا گیا ہو۔ یہ پانی جس قسم کے مریض کو پلایا جائیگا وہ تندرست ہو جائیگا۔

سورۃ ھود

جو اس سورۃ کو ہرن کی جھلی پر لکھ کر اپنے پاس رکھے گا۔ اسے ہر مد مقابل طاقت ونصرت حاصل ہوگی اگر سو آدمی بھی اس کے مقابلہ پر آئیں گے تو مغلوب ہو جائیں گے اگر کوئی اسے دیکھے تو اس سے ڈرے گا جو بھی بات کرے گا اس کی موافقت میں کرے گا۔
اگر زعفران سے لکھ کر صبح شام اس کا پانی پیئے گا تو دل مضبوط ہو جائے گا اگر جن بھی مقابلہ میں آئیں تو ان سے گھبراہٹ نہیں ہوگی۔

خاصیت آیت ا تا ۴

الٓرٰ. كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اروی کے سبز پتے پر طلوع فجر کے وقت کستوری اور زعفران اور عرق گلاب سے لکھ کر اس نہر کے پانی سے دھولے جس کا پانی اروی کو لگتا تھا پھر چار دن صبح شام اس پانی کو پیئے تو اس کا دل علوم کیلئے کھل جائے گا اور جو چاہے گا حاصل کر لے گا۔

خاصیت آیت ۴۱

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

یہ آیت ساگوان کی لکڑی میں نقش کر کے کشتی کے اگلے سرے میں میخ ٹھونک کر لگا دے یا پچھلے حصہ میں تو یہ کشتی کیلئے حفاظت وبچاؤ ہوگا کشتی سمندر کے طوفانوں، گردابوں سے سلامت رہیگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میری امت کے لوگوں کیلئے غرق ہونے سے تحفظ یہ ہے کہ جب وہ کشتی پر سوار ہوں تو وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ آخر آیت تک پڑھ لیں۔

بعض عارفین نے لکھا ہے کہ جب کشتی پر سوار ہو تو قَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا (مکمل آیت) پڑھ لے اور کشتی کے پچھلے حصہ میں کھڑا ہو کر اگلے حصہ کی طرف منہ کر کے دائیں بائیں اشارہ کرے اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ اور پیچھے کی طرف اشارہ کر کے کہے عثمان رضی اللہ عنہ اور سامنے کی طرف اشارہ کر کے کہے علی رضی اللہ عنہ اور کہے بِسْمِ اللّٰهِ سَمَّيْنَا بِكٓهٰيٰعٓصٓ كُفِيْنَا بِحٰمٓعٓسٓقٓ حُمِيْنَا وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ (آخر سورہ تک)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا جو آدمی کسی چوپائے یا سواری پر سوار ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ الْمُلْکُ لِلّٰهِ وَمَاقَدَرُوْا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (مکمل آیت) اور وَقَالَ ارْکَبُوْا (مکمل آیت) کہے تو اگر ان میں سے کوئی ہلاک ہوجائے یا ڈوب جائے تو اس کی دیت میرے ذمہ ہے۔

حضرت ابن شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ساحل پر پہنچا تو کشتی کے ساتھ پیوست تھی بائیس کشتیاں کھڑی تھیں جو غلہ سے بھری ہوئی تھیں میں ان میں سے ایک میں داخل ہوا اور مذکورہ بالا کلمات پڑھ لئے۔ تو تہائی رات تک کشتی موافق ہوا کے ساتھ چلتی رہی پھر تیز و تند ہوائیں چل پڑیں اور موجیں اٹھنے لگیں۔

چنانچہ جس کشتی میں میں سوار تھا اس کے سوا کوئی کشتی اندلس کے ساحل تک نہ پہنچ سکی اور نہ ہی ان کا کوئی نشان نظر آتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا غرق ہونے اور ہلاک ہونے سے تحفظ یہ ہے کہ جو کشتی پر سوار ہو تو وہ یہ پڑھ لے بسم اللہ الرحمن الرحیم وَمَاقَدَرُوْا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (مکمل آیت) فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَکَ عَلَى الْفُلْکِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَکَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ م بَعْدِهٖ اِنَّهٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَا صِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِیْطٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو آدمی سمندر میں سفر کرتا ہے وہ سوار ہوتے وقت یہ پڑھ لے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْمُلْکُ لِلّٰهِ یَامَنْ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ خَائِفَةٌ وَالْاَرْضُوْنَ السَّبْعُ طَائِعَةٌ وَالْجِبَالُ الشَّامِخَاتُ خَاشِعَةٌ وَالْبِحَارُ الزَّاخِرَاتُ خَاضِعَةٌ اِحْفَظْنِیْ اَنْتَ خَیْرٌ حَافِظًا وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ وَمَا قَدَرُوْا اللّٰهِ حَقَّ قَدْرِهٖ (مکمل آیت) وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَعَلٰى جَمِیْعِ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلَائِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَقَالَ ارْکَبُوْا فِیْهَا (مکمل آیت)

پھر آپ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اگر ان کا پڑھنے والا غرق یا ہلاک ہوجائے تو اس کی دیت میرے ذمہ ہے۔

اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ ط مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَا صِیَتِهَا ط اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ جس آدمی کو کسی شیر سے یا ظالم انسان سے یا دشمن سے یا بادشاہ و حاکم سے خوف ہو تو وہ سوتے وقت اور جاگتے وقت اور صبح و شام کو یہ آیت کثرت سے پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت و کفایت فرمائیں گے۔

جو آدمی سفر میں اور کشتی میں اس آیت کو کثرت سے پڑھتا رہے گا تو وہ ہر قسم کے شر و آفت اور مصیبت اور سمندری طوفانوں وغیرہ سے محفوظ رہے گا۔

جو بادشاہ و افسر کے پاس اسے پڑھے گا تو وہ اس کے شر سے محفوظ ہوجائے گا اور اس کا مال و جان سب محفوظ ہوجائے گا۔

اگر اس آیت کو لکھ کر اور تعویذ میں محفوظ کر کے بچہ کے گلے میں لٹکایا جائے تو وہ آفات سے محفوظ رہیگا۔

سورۂ یوسف

جوآدمی سورۂ یوسف کولکھ کرپھراسے پانی میں دھوکروہ پانی پئے اوراللہ تعالیٰ سے رزق اورتمام لوگوں میں عزت پانے کی دعا مانگے تواللہ تعالیٰ اسے رزق وعزت نصیب کریں گے۔

اگرمرداس سورۃ کولکھ کراورتعویذ بنا کر گلے میں لٹکائے تواس کی بیوی اس سے بہت زیادہ محبت کرے گی۔

خاصیت آیت ۵۴ تا ۵۶

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ. فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ. اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۚ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ

اگرکوئی آدمی بے روزگار ہوتووہ قمری مہینہ کی پہلی جمعرات اور جمعہ کاروزہ رکھےاور جمعہ کی رات میں سونے کے لئے بستر پر جانے کے وقت اس آیت کو پڑھےاور جمعہ کے دن ظہروعصر کے درمیان اسے لکھےاور شام کوجب روزہ افطار کرنے لگےتو اس وقت بھی پڑھےاور رات کوسوسومرتبہ لاالٰه الا الله ' الله اکبر' الحمد لله اور سبحان الله اور استغفر الله کہہ کرسو جائے جب صبح کواٹھےتو یہ نیت کرے کہ میں کسی پرظلم نہیں کروں گااوراپنے حق سے آگےنہیں بڑھوں گا پھروہ لکھاہواگھر کے باہر لٹکادےتواسے روزگار ملے گااور پوراہفتہ اس کی مدد ہوتی رہے گی۔

خاصیت آیت ۹۱ تا ۹۳

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۚ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ

اصفہانی سرمہ ایک حصہ' مصری آدھاحصہ' زعفران چوتھائی حصہ' پانی چوتھائی حصہ' اورموسم خزاں کی پہلی بارش کاپانی نہراورچشمہ کا پانی جوکہ ماہ دسمبر یاجنوری میں جمعرات کے دن طلوع آفتاب سے پہلے لیا گیاہو۔ یہ اجزاء جمع کرلینے کے بعد ہر دوائی کوعلیحدہ علیحدہ کوٹ لیں پھرسب کوملاکرشمر کے سبز پودے کے پانی میں کھرل کرکے چھوڑدیں جب خشک ہوجائےتوپھر دوسری مرتبہ خزاں کی بارش کے پانی میں کھرل کریں اورخشک کرلیں پھرتیسری باردسمبر یاجنوری میں بھرے ہوئے پانی میں کھرل کریں پھرچوتھی مرتبہ ایسے شہد میں جوآگ کے قریب نہ گیاہواورسرکہ میں کھرل کرلیں۔ جب خشک ہوجائےتومذکورہ بالاآیات کوشیشہ کے پیالہ میں زعفران کے ساتھ لکھیں اوردسمبروالے پانی سے دھولیں۔ پھرسرمہ کودوائیوں کے کشتہ سمیت اسی پانی میں کھرل کریں اوراسے خشک کرلیں۔اب اسے آنکھ کی ہرقسم کی تکلیف کے لئے استعمال کریں۔خصوصاآنکھ میں سفیدی آنے کے لئے شفاءہوگی۔

خاصیت آیت ۹۹، ۱۰۰

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا. وَقَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اِخْوَتِیْ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ

اگر کوئی آدمی ناحق قید میں ہو تو وہ یہ آیت لکھ کر اپنے دائیں بازو پر باندھ لے اور کثرت سے اس کی تلاوت بھی کرے رہا ہو جائے گا۔ اگر کوئی دشمن ستا رہا ہو تو بھی یہی عمل کرے اس کی اذیت سے چھٹکارا مل جائے گا۔

سورۃ الرعد

سخت اندھیری رات میں جبکہ بارش برس رہی ہو۔ بادل گرج رہے ہوں اور بجلی چمک رہی ہو تو اس وقت میں یہ سورۃ لکھے اور بارش کے پانی سے دھو کر یہ پانی اندھیری رات میں ظالم حکمران یا افسر کے دروازے کے باہر چھڑک دے تو اس دن کو جب وہ ظالم گھر سے باہر نکلے گا تو اپنے عہدہ سے معزول کر دیا جائے گا۔

اور اندھیری رات میں آگ کی روشنی میں یہ سورۃ لکھ کر اور پانی سے دھو کر اسی وقت ظالم عہدے دار کے دروازے پر چھڑک آئے تو بھی وہ ظالم اپنے عہدہ سے معزول کر دیا جائیگا۔

خاصیت آیت ۱ تا ۳

الٓمّٓرٰ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ وَالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْهٰرًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ

یہ آیت زیتون کے چار پتوں پر لکھ کر باغ یا گھر یا دکان وغیرہ جس کی ترقی و برکت اور آبادی مقصود ہو اس کے چاروں کونوں میں ایک ایک پتہ دفن کر دے تو ترقی و برکت حاصل ہوگی اور اگر کسی نے دکان تعمیر کرنا ہو اور اس میں مشکلات درپیش ہوں تو اپنے پلاٹ کے چاروں کونوں میں ایک ایک پتہ دفن کر دے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت جلد اس کے لئے مکان کی تعمیر کے اسباب ہوتے چلے جائیں گے۔

اَللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالِ

اگر کوئی آدمی یہ معلوم کرنا چاہے کہ حاملہ خاتون کے پیٹ میں کیا ہے۔ لڑکا یا لڑکی؟ یا اگر کسی نے زمین میں کہیں کوئی چیز دفن کی تھی یا کہیں کوئی چیز رکھی تھی اور اب وہ جگہ بھول گیا ہے اور اس جگہ کا پتا لگانا ہے یا کسی غائب شدہ کی واپسی کے بارے میں خبر حاصل کرنی ہے کہ وہ واپس آئے گا یا نہیں؟ یا مریض کے بارے میں یہ تجسس ہے کہ اب یہ صحت یاب ہو سکے گا یا نہیں؟ یا اسی طرح کا کوئی ایک اور مسئلہ ہے تو وہ آدمی نہا دھو کر باوضو ہو کر صاف ستھرا لباس پہنے خوشبو لگائے اور سوموار کے دن کا روزہ رکھے۔ رات کو باوضو ہو کر سو جائے اور منگل کی صبح کو طلوع آفتاب سے پہلے پہلے یہ آیات سبز کپڑے کے ٹکڑے میں زعفران اور عرق گلاب کے ساتھ لکھے اور اس ٹکڑے کو عود اور عنبر کی دھونی دے کر کسی ڈبیہ میں اس طرح سے بند کرے کہ سورج چاند اور کوئی انسان وغیرہ کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ جب بدھ کی رات آئے تو عشاء کی نماز کے بعد اپنے بستر پر بیٹھ کر یہ پڑھے۔

یَا عَالِماً بِخُفِیَّاتِ الْاُمُوْرِ یَامَنْ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اِطَّلِعْنِیْ عَلٰی كُلِّ مَآ اُرِیْدُ اِنَّکَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے سو جائے تو خواب میں کوئی آ کر اسے اس کی مطلوبہ چیز کے بارے میں بتائے گا۔ اگر اس رات میں کوئی نہ آئے تو یہی عمل جمعرات کے دن روزہ رکھے اور جمعہ کی رات میں پھر یہی عمل کرے تو یقیناً خواب میں اسے خبر دیدی جائے گی۔

خاصیت آیت ۱۸، ۲۱ تا ۲۵

لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰی ؕ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْاَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ اور

وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ وَ الَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً وَّ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ عُقْبَی الدَّارِ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِکَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَاللّٰهِ مِنْ م بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓئِکَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ

اگر کسی دشمن کی ہلاکت اور بربادی مطلوب ہو تو قمری مہینہ کی اٹھائیس تاریخ کو روزہ رکھے اگر اٹھائیس کا یہ دن ہفتہ کا دن ہو تو بہت ہی خوب ہے۔ اس روزہ کی افطاری جو کی روٹی سے کرے۔ رات کو آدھی رات کو جس وقت کہ شدید اندھیرا ہوا ہو اور خالی جنگل بیابان میں یا کسی خالی گھر کی چھت پر جائے اور صنوبر کی لکڑی اور سندس (ایک قسم کا گوند جو دوا کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے) جلا کر مذکورہ آیات سات مرتبہ پڑھے اور ہر دفعہ یہ بھی ساتھ کہے۔

اَللّٰهُمَّ عَلَیْکَ بفلان بن فلانة (یہاں دشمن کا نام اور اس کی ماں کا نام لے)

اَللّٰهُمَّ اعْکِسْ اَمْرَهٗ وَاخْذُلْهُ وَلَا تُثَبِّتْ قَدَمَهٗ وَاحْلُلْ بِهٖ مَا اَحْلَلْتَ بِکُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ

اس کے دشمن کے حالات خراب ہونے شروع ہو جائیں اور ہلاکت و بربادی کی طرف بڑھنا شروع ہو جائے گا۔

سورۂ ابراہیم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو مومن سورۂ ابراہیم پڑھے اسے تمام بت پرستوں کی تعداد کے مطابق ثواب ملتا ہے۔

اگر اس سورۃ کو سفید ریشم کے ٹکڑے پر باوضو ہو کر لکھا جائے اور بچہ کے بازو پر باندھ دیا جائے تو بچہ کا رونا' ڈرنا ختم ہو جائے گا نظر بد سے محفوظ رہے گا اور اس کا دودھ چھڑانا آسان ہوگا۔

خاصیت آیت ا تا ۴

الٓرٰ. کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَوَیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِ نِ الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَةِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ط اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ م بَعِیْدٍ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمْ ط فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ط وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ

جو آدمی ان آیات کو صاف پانی پر پڑھے اور اس پانی سے کھانا بنا کر اپنی اولاد یا اپنے شاگردوں کو کھلائے تو وہ انہیں بہت ہی ذہین و فطین اور فصیح پائے گا۔

خاصیت آیت ۱۲

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَکَّلَ عَلَی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰنَا سُبُلَنَا ط وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَآ اٰذَیْتُمُوْنَا ط وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ

یہ آیت لکھ کر گلے میں لٹکانے سے ہاتھوں اور پاؤں کی تکلیف والا مریض صحت یاب ہو جاتا ہے اور جس کو نظر بد لگی ہو خواہ کسی انسان کی یا جن کی تو وہ کسی بیکار چھوڑے ہوئے کنوئیں سے ایک گھڑا پانی کا بھر کر اس پر یہ آیت پڑھے اور کسی چوک پر جا کر اسی پانی سے تین راتیں نہائے تو اس پر سے نظر کا اثر ختم ہو جائے گا۔

جو آدمی مچھروں اور پسوؤں سے پریشان ہو وہ پانی پر سات مرتبہ یہ آیت پڑھے۔ سات مرتبہ یہ کہے ان کنتم آمنتم باللہ فکفوا شرکم عنا ایتھا البراغیث اور اس پانی کو اپنے سونے کی جگہ کے اردگرد چھڑک دے۔

بعض عارفین کی تحریروں میں دیکھا ہے کہ کتے پر وَکَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ پڑھے تو وہ کچھ نہیں کہے گا

اور بچھو پر سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ پڑھے تو وہ کچھ نہیں کہے گا

اور پسوؤں پر وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَکَّلَ عَلَی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰنَا سُبُلَنَا ط وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَآ اٰذَیْتُمُوْنَا ط وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ

والی پوری آیت پڑھے تو وہ بھی پریشان نہیں کریں گے۔

خاصیت آیت ۱۳ تا ۱۷

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ

اگر کسی کھیت کو کیڑے یا چوہے یا ٹڈیاں وغیرہ خراب کر رہی ہوں تو وہ یہ آیات زیتوں کی لکڑی کی چار تختیوں پر بدھ کے دن سورج طلوع ہونے سے ذرا پہلے لکھے اور کھیت کے ہر ایک کونے میں ایک تختی دفن کرے اور ہر تختی دفن کرتے ہوئے یہ آیات تین مرتبہ پڑھے تو سب موذی جانور اس کے کھیت سے چلے جائیں گے۔

خاصیت آیت ۲۴

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِى السَّمَآءِ

بارش کے پانی پر یہ آیت اکیس مرتبہ پڑھ کر وہ پانی کھجوروں، درختوں اور کھیتوں کی جڑوں میں ڈالیں تو باغات اور کھیتی میں برکت ہوگی اور ان میں نقصان وخسارہ نہ ہوگا۔

خاصیت آیت ۳۲ تا ۳۴

اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِىَ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ

اگر کوئی آدمی صبح شام اور سوتے وقت اور اپنے ہمسایوں کے ہاں آتے جاتے وقت اور اپنے کھیت و باغ میں کام کرتے ہوئے اس آیت کو پڑھتا رہے تو اس کی ہر چیز میں برکت ہوگی اور اس کی ہر چیز محفوظ رہے گی۔

سورۂ حجر

(۱) اگر کسی عورت کا دودھ کم ہو تو یہ سورۃ حجر زعفران سے لکھ کر اسے پلا دی جائے تو اس کا دودھ بہت ہو جائے گا۔

(۲) اگر کوئی اس سورۃ کو زعفران سے لکھ کر اپنی جیب میں رکھے تو اس کے پاس بہت مال آئے گا اور خرید و فروخت میں کوئی اس سے ناراض نہ ہوگا لوگ اس کے معاملات سے خوش ہونگے۔

خاصیت آیت ۹

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ

(۱) اس آیت کو چاندی کی پتری پر لکھے جمعہ کی رات کو اس پتری پر چالیس دفعہ اس آیت کو پڑھ کر دم کر کے لپیٹ کر انگوٹھی کے نگینہ کے نیچے رکھ کر پہن لے تو اللہ کوئی ایسا بندوبست فرمادیں گے کہ جس سے اس کے مال واولاد اور سب چیزوں کی حفاظت ہوگی۔

اور اگر اس انگوٹھی سے خالص موم پر مہر لگا کر جس درد والے کو اس کی دھونی دی جائے گی اس کا درد فوراً ختم ہو جائے گا۔

خاصیت آیت ۱۶، ۱۷

وَلَقَدۡ جَعَلۡنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوۡجًا وَّزَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیۡنَ وَحَفِظۡنٰهَا مِنۡ کُلِّ شَیۡطٰنٍ رَّجِیۡمٍ

اس آیت کو انگوٹھی کے نگینہ پر کندہ کرالیا جائے تو جو آدمی وہ انگوٹھی پہنے یا اس آیت کو ہرن کی باریک کھال پر لکھ کر گلے میں لٹکایا جائے تو حاکم وافسر اور رؤسا سب اس آدمی کی عزت کریں گے اور سب اس کی بات مانیں گے چاہے کوئی عورت پہنے یا مرد۔

سورۂ نحل

(۱) جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر باغ کی دیوار میں لگا دے اس باغ میں جتنا پھل ہوگا سب گر پڑیگا۔

(۲) اگر یہ سورۃ لکھ کر دشمن کے گھر ڈالی جائے تو وہ سب ایک سال کے اندر اندر تباہ وبرباد ہو جائینگے۔

تنبیہ:۔ ایسے اعمال میں سخت احتیاط اور خوف خدا کی ضرورت ہے سوائے ظالموں کے کسی کے ساتھ ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل

(۱) اگر اس سورۃ کو زعفران کے ساتھ لکھ کر پانی میں گھول کر اس بچہ کو پلادیا جائے جو باتیں نہ کرتا ہو تو وہ فوراً باتیں کرنے لگے گا۔

خاصیت آیت ۴۵ تا ۴۷

وَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ جَعَلۡنَا بَیۡنَکَ وَبَیۡنَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ حِجَابًا مَّسۡتُوۡرًا وَّجَعَلۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ اَکِنَّۃً اَنۡ یَّفۡقَهُوۡهُ وَفِیۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا ؕ وَاِذَا ذَکَرۡتَ رَبَّکَ فِی الۡقُرۡاٰنِ وَحۡدَهٗ وَلَّوۡا عَلٰۤی اَدۡبَارِهِمۡ نُفُوۡرًا

(۱) اگر کوئی شخص ڈرتا ہو یا اسے برے خیالات آتے ہوں تو اس سورۃ کے پڑھنے سے یہ شکایت ختم ہو جائے گی۔

(۲) جس آدمی کے پیچھے کوئی جن لگا ہوا ہو۔ یہ سورۃ پشمینہ کے نیلے کپڑے کے ٹکڑے پر لکھ کر اس کے بازو پر باندھ دیں۔ جن بھاگ جائے گا۔

امام ابن قتیبہؒ فرماتے ہیں قرآن کریم کی چار آیتیں ضرور یاد کر لینی چاہئیں۔

کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ہیں۔ اور انہیں ہر خوف' بیماری اور مصیبت کے لئے لکھ لینا چاہئے۔ پہلی آیت سورۂ انعام میں ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ

دوسری آیت سورۂ نحل میں ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ

تیسری آیت سورۂ کہف میں ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا تک اور چوتھی سورۂ جاثیہ میں ہے۔

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ

خاصیت آیت ۸۲

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

(۱) ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا بچہ لائی اور عرض کیا۔

یارسول اللہ۔ میرے اس بچہ کو مرگی ہے آپ دعا فرمائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ تو وہ لڑکا تندرست ہوگیا۔

(۲) امام غزالیؒ سے منقول ہے کہ بغداد میں ایک شخص ہر قسم کی بیماری کے لئے دم کیا کرتا اور مریض شفایاب ہو جاتے۔ ایک دفعہ اس سے پوچھا گیا کہ آپ کیا پڑھتے ہیں؟

تو اس نے کہا بیماریاں کئی ہیں دم ایک ہے اور شفا دینے والا خود اللہ تعالیٰ ہے اور وہ دم یہ ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بچوں کی نظر کے لئے پڑھتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ' وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ' فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ سورۃ کے اخیر تک

خاصیت آیت ۱۰۵، ۱۰۶

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا

جو شخص غمگین اور تنگ دل ہو اور وسوسوں اور برے خیالات میں مبتلا ہو وہ دس دن یا جتنے رکھ سکے متفرق روزے رکھے اور اپنے ہاتھ کی حلال کمائی سے افطار کرے پھر عشاء کی نماز کے بعد پانی کے ایک کوزہ پر اس آیت کو دس بار دم کرے چار دفعہ دم کرے اور اس میں سے کچھ پانی پی کر سو جائے اور جب رات کو جاگے تو بھی تھوڑا سا پی لے اس کی تمام پریشانی و تکلیف جاتی رہے گی۔

سورۂ کہف

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی سورۃ بتاؤں جس کی عظمت سے آسمان اور زمین کا درمیانی خلا بھر گیا ہے اور اس کے پڑھنے والے کو بھی اسی قدر اجر و ثواب ملتا ہے جو شخص اس سورۃ کو جمعہ کے دن پڑھے تو اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک کے اس کے سارے گناہ اور اس سے تین دن زیادہ کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جو شخص جمعرات کے دن سوتے وقت اس سورۃ کی آخری آیات پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتوں کا شکر گزار بنا دیتے ہیں۔

(۲) اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن پڑھے اس کو اتنا نور ملتا ہے جو اس کے اور مکہ مکرمہ کے درمیان میں سما جائے۔

(۳) جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر کسی شیشہ کے برتن میں ڈال کر اپنے گھر میں رکھ دے تو اسکے گھر سے فاقہ و تنگ دستی دور رہتی ہے اور قرض اور لوگوں کی ایذا سے محفوظ رہتا ہے کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔

(۴) اگر اس سورۃ کو لکھ کر غلہ میں رکھ دیں تو وہ ہر قسم کے کیڑے وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ (تلمیذ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ) کی نایاب قرآنی تفسیر ''تفسیر میرٹھی'' سے منتخب آیات کے فضائل وخواص

سورہ یونس آیت 82-81

خواص-فلما القوا الخ کسی شخص نے کسی پر جادو کر دیا ہو تو ایک برتن میں پانی بھر کر رکھ لے پھر پڑھے (فلما القو سے المجرمون تک) اور فوقع الحق وبطل ما کانو یعملون' چار آیتوں کے آخر تک اور (انما صنعوا کید ساحر) آخر آیت تک اور پانی پر دم کر کے اس مسحور کے سر پر ڈال دے ان شاء اللہ شفا ہو گی۔

سورہ ھود آیت 41 کی خاصیت

خواص- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کشتی میں سوار ہوتے وقت بسم اللہ مجریھا و مرسھا انّ ربیّ لغفور رحیم وما قدر واللہ حق قدرہ آخر آیت تک پڑھنا میری اُمت کو غرق سے محفوظ رکھتا ہے۔

سورہ رعد آیت 8 کی خاصیت

خواص- اللہ یعلم الخ جس عورت کے لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہوں اور لڑکا نہ ہوتا ہو اس کے لئے مفید ہے حمل پر مہینے گزرنے سے پیشتر اللہ یعلم سے لے کر متعال تک اور ایک آیت سورہ مریم کی یازکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحییٰ لم نجعل لہٗ من قبل سمیا ط ہرن کی جھلی پر گلاب اور زعفران سے لکھے اور پھر اس کے نیچے یہ عبارت لکھے بحق مریم وعیسیٰ لہا صالحا طویل العمر بحق محمد و آلہ اور یہ متبرک تعویذ حاملہ باندھے ہے۔

سورہ رعد آیت 31 کی خاصیت

خواص-ولوان اس آیت کو جمیعا تک ہرن کی جھلی پر لکھ کر بانجھ عورت کی گردن میں ڈالے ان شاء اللہ صاحب اولاد ہو گی۔

سورہ ابراہیم وسورہ حج کی خاصیت

خواص-حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۂ ابراہیمؑ اور دوسری رکعت میں سورہ حجر تو اس کو فقر اور جنون اور مصیبت نہ آوے۔

خاصیت آیات شفا

خواص وفضائل۔تمام قرآن جسمانی روحانی ہر مرض کی شفا کا باعث ہے اگر عقیدہ پختہ ہوتو کوئی مرض ایسانہیں کہ جو قرآن کے باعث نہ دور ہو جاوے البتہ موت سے چارہ نہیں۔

سورہ بنی اسرائیل آخری دوآیتوں کی خاصیت

خواص: قل ادعو الله آخر سورت تک چوری سے امن کا باعث ہے۔

سورہ کہف کی فضیلت وخاصیت

خواص۔قل الحمد الخ اس آیت کا نام آیت العز ہے ہر رنج کے لئے دافع ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کبھی مجھ کو کوئی رنج وغم پیش آیا فوراً جبریلؑ نے آ کر کہا اے محمد پڑھو قل الحمد للہ آخر سورہ تک۔ (یعنی مکمل سورہ کہف)

سورہ کہف کی مزید خاصیت

خواص۔سورہ کہف یوں تو قرآن کی ہر سورت بلکہ ہر ہر لفظ موجب برکت وثواب ہے مگر جمعہ کے دن اس سورۃ کا پڑھنا بڑی برکت وثواب کا باعث ہے۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے روز یا شب جمعہ کو اس سورۃ کی تلاوت کرے گا تو اس شخص کو پڑھنے کے مقام سے مکہ معظمہ تک نور عنایت ہوگا اور دوسرے جمعہ تک معہ تین دن زیادہ اس کے گناہ معاف ہوں گے اور ستر فرشتے اس کی مغفرت کے لئے دعا کریں گے۔اس کے خواص سے ہر درد سر اور درد دل اور جزام اور جمیع بلیات سے محفوظ رہے گا جو شخص شروع کی دس آیتیں حفظ کرلے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا اور جو اس مقدس سورہ کے اول وآخر حصہ کو پڑھے گا اس کے سر سے پیروں تک نور ہوگا۔اور جو تمام سورہ پڑھے گا اس کے زمین سے آسمان تک نور جگمگاتا ہوگا۔

سورہ کہف آیت 39 کی خاصیت

خواص۔حدیث ہے کہ جس کو اللہ پاک مال یا اولاد مرحمت فرمائے اور وہ شخص ماشاء الله لاقوة الا بالله کہے تو موت کے سوا ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔

سورہ کہف آخری چار آیات کی خاصیت

خواص۔جو شخص رات کسی وقت اٹھنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ اس سورت کی آخر آیتیں پڑھ کر سو رہے جس وقت بیدار ہونے کی نیت کرے گا اس وقت آنکھ کھل جائے گی۔

اغلاط نامہ .... جلد سوم

معذرت:۔...طباعت سے پہلے تصحیح کا اہتمام کرنے

کے باوجود بعض اغلاط طباعت کے بعد نظر آئیں جو پیش خدمت ہیں

صفحہ نمبر	غلط	صحیح
22	لِجَنْمبۃ	لِجَنْبِہٖ
34	من مثلہ	مثلہ
46	ھم علٰی قلوب	علٰی قلوب
79	مجرسٰہا	مجریہا
79	واسوھا	ورسوھا
107	واقم الصّلٰو	واقم الصّلٰوۃ
122	ام کذب	وم کذب
126	وراتہ	وراودتہ
127	احسن معوی	احسن مثوی
130	المخلصلین	المخلصین
160	واللّٰہ اعلم ما	واللّٰہ اعلم بما
161	لی ربی	لی ابی
166	یا بُنَی	یا بَنَی
178	یبین یدیہ	بین یدیہ
178	کلّ شیءَ	کلّ شیءٍ
183	اء ذا کنا	ء اذا کنا
188	بقوم سوءٍ	بقوم سوءً
189	ویصیب	فیصیب
196	واانفقوا	وانفقوا
201	سیرت با لجبال	سیرت بہ لجبال
214	کان اللّٰہ	کان لنا
239	اِنَّکَ لَمَجْنُوْن	اِنَّکَ لَمَجْنُوْنَ
227	سَخَّرَلَکُمْ	وَسَخَّرَلَکُمْ
248	فنفخت	ونفخت
249	قال الم	قال لم
264	سبح بحمد	فسبح بحمد
279	لَا یَسْتَکْبِرُوْن	لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ
299	السواء بما	السوء بما
301	ما ینزل	بما ینزل
301	و بشریٰ للمؤمنین	وبشریٰ للمسلمین
307	ھم الرسول منھم	ھم رسول منھم
340	منثورا	منشورا
367	یزجی لم الفلک	یزجی لکم الفلک
385	ولکن نؤمن	ولن نؤمن
389	ما انزل علی ھولاء	ما انزل ھولاء
409	فھو المھتدی	فھو المھتد
436	فلما بلغ	فلما بلغا